اُمّی ولی

سوانح و ارشادات و کرامات حضرت دباغ رضی اللہ عنہ

ترتیب و تدوین : احمد بن مبارک سجلماسی

تہذیب و ترجمہ : سید مشتاق حسین شاہ
چیف ایڈیٹر [illegible]

ناشرانِ قرآن لمیٹڈ
اردو بازار لاہور

اُمّی ولی

سوانح وارشادات وکرامات حضرت دبّاغ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تدوین : احمد بن مُبارک سلجماسی

تہذیب و ترجمہ : سیّد مُشتاق حُسین شاہ
چیف انجینئر تربیلا ڈیم

ناشرانِ قرآن لمیٹڈ
اردو بازار۔ لاہور

marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشران قرآن لمیٹڈ محفوظ ہیں)

نام کتاب ـــــــ اُمّی ولی

(یعنی سوانح وارشادات و کراماتِ حضرت دباغؒ)

مولف ـــــــ احمد بن مبارک سلجماسی

تہذیب و ترجمہ ـــــــ سید مشتاق حسین شاہ

اشاعت ـــــــ اوّل (۱۴۱۲ھ)

مطبع ـــــــ حفیظ پریس ٹیمپل روڈ لاہور

ادارۂ اشاعت ـــــــ ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

ہمارے باباجان محمد عبید اللہ درانی صاحب نے ۸ راگست ۱۹۷۱ء کو قادر نگر، پیر بابا بنیر سوات میں عربی کتاب "ابریز" کا اردو ترجمہ "خزینہ معارف" مجھے مرحمت فرمایا۔ یہ چھ سو زائد صفحات کی کتاب سمجھنا اور ہضم کرنا تو جدا مجھ جیسے کم کوشش سے پوری طرح پڑھی تک نہ گئی۔ البتہ اس کی کچھ حکایات اور سہل حصوں سے محظوظ ہونے کی توفیق ضرور میسر آئی اور پھر یہ کتاب طاقِ نسیان میں پڑی رہ گئی۔

زندگی کی گہما گہمی میں سترہ برس گئے اور اس کتاب کو پھر پڑھنے کا خیال آیا۔ موقع ملا اور یہ خیال غلبہ پاتا گیا کہ اس کتاب کے نایاب موتیوں کو نئی ترتیب اور سلیس طرح دے کر پیش کیا جائے۔ اپنی کم علمی، بے ثباتی، کم مائیگی اور بے عملی و بدعملی کے پیش نظر جس قدر اس خیال کو جھٹکتا۔ اتنی ہی شدت سے یہ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ نہ جانے یہ خیال کہاں سے آتے ہیں؟ لیکن تجربہ کی بنیاد پر یہ یقین ہو گیا کہ یہ باباجان کے کارن ہے جیسا کہ وہ اکثر زبان اور الفاظ سے کم اور کسی اور سطح سے زیادہ خیالات اور زندگی کا رخ موڑتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اپنے والد محترم کے جہلم پر قبلہ باباجان سے تذکرہ کیا کہ حضور! یہ خیال پیچھا نہیں چھوڑتا تو آپ نے ایڑھ لگائی اور ہمت بڑھائی اور یوں اس کی تلخیص کا کام ہاتھ میں لیا جو ۷ رمضان ۱۴۰۸ء بمطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۸ء سے شروع ہو کر جمعہ ۶ شوال ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۹ء کو اختتام پذیر ہوا۔

marfat.com

عربی کتاب "ابریز"، کا غالباً پہلا اردو ترجمہ بنام "تبریز"، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے کیا جو ۱۹۳۰ء کے آگے پیچھے دہلی سے شائع ہوا اور پھر پاکستان میں بھی چھپا۔ پھر پیر محمد حسن صاحب (ایم۔اے، پی ایچ ڈی، پرنسل گورنمنٹ کالج، راولپنڈی) نے یہ ترجمہ کیا جو لاہور سے ۱۹۵۸ء کے لگ بھگ بنام "خزینہ معارف"، شائع ہوا۔ مترجم کی محنت و کاوش ان کے ذوق و شوق کی عکاسی کرتی ہے۔ کہ انھوں نے اپنے دوست میجر عبدالعزیز (اے۔ایم۔سی، راولپنڈی) کے کتب خانہ وغیرہ کی بتیس کتابوں کی بھی عرق ریزی کر کے حواشی لکھے ہیں اور کتاب میں مذکور علماء، محدثین اور اولیاء، کا تعارف کرایا ہے۔ جن کو خلاصہ میں برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پیر صاحب نے دو حصوں پر مشتمل بارہ ابواب میں چھوٹے چھوٹے عنوانات باندھ کر "خزینہ معارف"، کو جدید طرز میں پیش کیا۔ جبکہ قارئین کی سہولت کے لیے موجودہ تلخیص میں ابواب کی تعداد بڑھا دی گئی ہے اور عنوانات کو بھی اپنی صوابدید کے مطابق بدل دیا گیا ہے۔ بہر حال فاضل مترجم کی کوشش اور محنت کا عشر عشیر بھی خلاصہ میں نہیں آسکا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

فاضل مترجم نے کوئی تیس صفحات کے دیباچہ میں بزرگان سلف کی کتابوں سے اقتباسات اور اولیاء اللہ کے اقوال نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صوفیائے کرام کا مسلک شریعت کے مطابق رہا ہے۔ لیکن اس تلخیص میں یہ دیباچہ شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ انبیاء کی طرح اولیاء بھی لوگوں کے الزامات سے نہیں بچ سکے کہ عوام کی ناسمجھی اور پڑھے لکھے لوگوں کی خام خیالیاں، مغالطے، غلط تصورات اور مفروضات (Pre-Conceived Notions) ہمیشہ راہ کھوٹی کرتے ہیں۔

اصل عربی کتاب "ابریز" میں علامہ احمد بن مبارک سجلماسی (شہر فاس، الجزائر افریقہ) نے اپنے مرشد غوث حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی کے حالات زندگی کرامات اور علومِ باطنی قلمبند کیے ہیں۔ علامہ احمد بہت پڑھے لکھے عالم دین ہیں جبکہ حضرت دباغ اُمی محض ہیں اور واجبی سا علم ظاہر رکھتے ہیں۔ اور یہاں آئس برگ کی بھونڈی سی مثال دینا بے جا نہ ہوگا۔ جس کا ایک حصہ سامنے اور ظاہر

marfat.com

ہوتا ہے اور پانچ حصے پانی میں ڈوبے ہوئے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرت دباغ علوم ظاہری سے عاری ہونے کے باوجود بڑے بڑے علمائے ظاہر، محدثین اور فقہاء کے علوم کو پیچھے چھوڑ کر ازل سے ابد اور یوم تخلیق سے قیامت اور جنت و دوزخ کی خبر لاتے ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت اور دَین ہے جسے جتنا اور جیسا چاہے۔ نوازے۔

اللہ، رسول اور دینِ اسلام اور زندگی کے بارے میں، ہم بچپن سے جو کچھ سنتے آئے ہیں۔ درسی کتابوں، دینی رسائل اور کتابوں اور اخبارات میں جو کچھ پڑھتے ہیں ریڈیو، ٹیلیویژن اور مسجد و منبر سے جو کچھ سنتے ہیں۔ اس میں اکثر حقیقت سے کوسوں دور ہے اور حق و باطل کا امتزاج ہے۔ علمائے ظاہر خبر اور ظاہری علم کی حد تک جو کچھ امت کو صدیوں سے پہنچاتے آئے ہیں۔ اس کا اپنا مقام اور افادیت ہے مگر حق کے بارے میں فکری بے راہروی، ذہنی پراگندگی، قلبی بے اطمینانی اور روحانی ناآسودگی کا باعث وہ غلط سلط دینی علوم اور زاویۂ نگاہ ہے جس کا بازار ہمارے چاروں طرف گرم ہے اور جس کا منبع قلب و روح اور قرآن و سنت کی بجائے ذہنی اور دماغی بازی گری ہے۔ اس کے برعکس حضرت دباغ جیسے اولیاء اللہ کو ہی یہ توفیق بخشی گئی ہے اور ایسے ہی لوگ اس کے مجاز ہیں کہ وہ امت محمدی کی خدمت حیاتِ جاوداں کی ہر سطح سے کریں۔ علم و تقویٰ کے لبادے اوڑھنے کی بجائے سیدھے سادھے چلن اور محبت سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بٹائیں۔ کتابوں کی مدد سے پکوان تیار کرنے والوں کی طرح نمک و مصالح کبھی کم اور کبھی زیادہ کر بیٹھنے کی بجائے صاحب کتاب بن کر حق کی مرضی پوری کریں۔ فقط انسانی ذہن کو مشعل راہ بنا کر بہتر فرقے بن کر امت کی ابتری کا باعث بننے کی بجائے یہ اولیاء، انبیاء حق کی خاطر ایک محمدی الہیہ سلسلے کی ایسی کڑیاں ہیں۔ جیسا کہ عیسیٰؑ نے موسیٰؑ کی تائید کی اور علمائے ظاہر کے منبر و محراب کو الٹا دیا کرتے، اور انسانِ کامل نے عیسیٰ، موسےٰ اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے ہوئے محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے طاغوتی طاقتوں اور مٹی کے بتوں کے ساتھ ساتھ دل و دماغ کے بتوں کی جڑیں اکھاڑ ڈالیں۔ جبکہ پہلے آنے والوں نے آپؐ کی جسم میں آمد کی

marfat.com

نہ صرف بشارت دی بلکہ آپؐ کی امت میں پیدا ہونے کی تمنا و آرزو کی۔ اور بعد میں آنے والوں نے صاحبِ تاج و معراج، لوح و قلم کے مالک، شفیع الامم، صاحبِ جود و کرم، اصل مطلوب و مقصود موجودات، سید المرسلین، خاتم النبیین، گنہگاروں کے شفیع، غریبوں کے انیس، رحمۃ اللعالمین، عاشقین کی راحت، مشتاقین کی مراد، سالکین کے چراغ راہ، فقرا و غربا و مساکین کے محب، رب المشرقین والمغربین کے محبوب اور اللہ کے نور کے مقدس و معطر و مطہر و منور جسم سے جلا پائی اور پا رہے ہیں۔

بہر حال اس کتاب کے پڑھنے سے بار بار احساس ہوتا ہے کہ ایمانیات اور زاویۂ نگاہ سے ہماری اکثریت کس غلط ڈگر پر رواں دواں ہے۔ عقائد توحید رسالت اور قرآن و سنت سے متعلق ہم کیسے کیسے اندھیروں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور اپنے اپنے علم و عمل کے حجابات میں سرگرداں ہیں۔ علمائے ظاہر کی کتابوں اور تفاسیر کو کھنگال کر ذہنی پراگندگی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جس کا مداوا اور علاج صرف کسی صاحبِ نظر کے پاس ہی سے مل سکتا ہے اور اگر کتابوں کا ہی سہارا لینا ہے تو پھر کسی صاحبِ حال کی اپنی تصنیف یا تالیف شاید چراغِ راہ بن سکے۔ یاد رہے کہ علم دین یا علم تصوف الگ شے ہے اور دین و تصوف الگ۔ بلکہ حضرت آدمؑ سے نبی آخر الزمان تک سب حق پرستوں کی راہ اسلام و تصوف کی راہ رہی ہے۔ اور اسلام و تصوف الگ ہو ہی نہیں سکتے۔

مزید کیا لکھوں۔ اس عاصی کی اس ادنیٰ سی نقائی بطفیل قبلہ و کعبہ درانی صاحب کے اگر کسی امتی کی راہیں کھلتی ہیں تو یہ رحمت اللعالمینی شان کی کرشمہ سازی ہے۔ اللہ ہم سب کو ان کا قرب نصیب کرے۔ اور ان کی محبت کی بھیک عطا کرے۔

احقر العباد
مشتاق حسین شاہ

جمعہ ۳ شعبان ۱۴۱۰ھ۔ ۲ فروری ۱۹۹۰ء
ڈائریکٹر ٹریننگ پاور سٹیشن تربیلہ
الفلاح II یونیورسٹی روڈ، تہکال بالا۔ پشاور

marfat.com

تعارف

بابا عبد اللہ خاں درانی مدظلہ

شعبان ۱۴۱۰ھ - ۵ مارچ ۱۹۹۰ء

سابق پرنسپل انجینئر کالج پشاور - قادر نگر، پیر بابا، سوات

؎ میانِ خالق و مخلوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

(خالق اور مخلوق کے درمیان بھید ہیں کہ ہر دم کا احوال لکھنے والے فرشتوں تک کو خبر نہیں۔)

اس کنز مخفی ذات کا کتنا بڑا احسان ہے کہ غیب در غیب بے نام و نشان، وہم و گمان و خیال سے پرے رہتے ہوئے، اپنی محبوب تخلیق کو، اپنی نشانیوں، اپنے نشان راہ سے نوازا۔ دعوت فکر دے دی گئی کہ "یتفکرون"، کا انداز اپناؤ۔ تاکہ ایک خصوصی تعلق مابین طالب و مطلوب قائم ہو جائے۔ رابطہ اور نسبت کی بات کو یوں بیان کر دیا کہ رسول، ھادی مرشد کو جسم، جان، قلب و روح سے اپنا کر امی پاک وسیلہ برکت سے انسان جیسی ناتواں، ظلمتوں میں گرفتار ہستی، قرب و عروج حاصل کر سکے گی ــــــ اس برکا کے لیے پہلے تجلی باطنی عطا ہوتی ہے۔ پھر تجلی ظہور، عکس رخسار دوست سے اس کی تصدیق کرادی جاتی ہے۔ اس طرح راہ باطن سے ایمان و یقین پختہ کرا کے، پھر ظاہر میں بھی حق سے رابطہ دائم قائم کرادیا جاتا ہے۔

ابتدا یوں ہوتی ہے کہ جب نفس، قلب، روح پر عکس رخسار حق کی جھلکیاں درجہ بدرجہ رہتے ہوئے، ایک مطابقت میں ہو جائیں، تب انسانی زندگی کو ایک توحیدی انداز میسر آتا ہے۔ تو یوں سمجھیں کہ کسی خاص تجلی یا کیفیت میں جب جسم کے مختلف حصے خاکی سے لے کر نوری، حیوانی صفات سے لے کر ملکوتی صفات تک، کثافتوں سے لے کر لطافتوں تک، آپ ایک ہی محبت اور معنویت میں ہو جایا کرتے ہیں۔ تب ایک توحیدی انداز میں، ربوبیت

marfat.com

کلیہ ایک فردِ بشر کا احاطہ کیسے ہوتی ہے ———— حضرت دباغؒ سے کچھ اسی انداز توحید کو قائم کرکے، اور صداقت سے، اجمعی فلاح کی خاطر، سید مشتاق حسین شاہ نے اس تصنیف ابریز کو پھر سے حیاتِ نو بخش کرنے والے لوگوں کے لیے ایک احسان کیا ہے۔ فی زمانہ حضرتِ دباغؒ کی گفت کو پیش کرنا یوں بھی ضروری ہے کہ لوگ کہیں صرف اندھے علم کے پیچھے ہی اس میں سے اپنی اپنی فہم کے مطابق حسن و خوبی نکال کر، سر دھننے میں نہ لگے رہ جائیں۔ بلکہ ہر سالکِ راہِ طریقتِ اسلام اپنی علم الیقینی کی لذت کو، عین الیقینی کے کیف و حال میں لاکر، کچھ تو حق شرفِ انسانیت ادا کرتا ہے۔ انبیائے سابقہ کے ظل میں، راہ توحید ابراہیمی، راہ عشق و طریقتِ عیسوی، راہ شریعت موسوی علم لدنی کو اپنانا ہے۔ پھر محبوبیت کی کملی اوڑھ کر کچھ تو خیرامت ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ پیران طریقت کو پیران پیرؒ کے نقش قدم چل کر فتح الغیب کرنا ہے۔

کہتے ہیں غیب کا علم صرف اللہ کو ہے یا جسے وہ یہ علم عطا کرنا چاہے۔ لیکن علم غیب کے بغیر، ایمان بھی تو حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا متقی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اس نور غیبی سے جو رب تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملا۔ حدیث پاک اس کی تائید کرتی ہے کہ مومن نور الٰہی سے دیکھتا ہے، آیت قرآنی ہے۔ سبحان من ھُوَ غائبٌ بذاتہٖ حاضرٌ بحبّتہٖ برحمتہٖ۔ پاک ہے وہ جو غائب کے پردہ میں ہے اپنی ذات سے اور حاضر ہے اپنی محبت سے اپنی رحمت سے۔ اس طرح ایمان اور غیب دونوں کا تعلق باطن سے ہے، ظاہر سے نہیں عشق سے ہے، ظاہری پاکدامنی پرہیز، تقویٰ سے نہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ یہ عشق ہی تقویٰ کی جان ہے اور وہ نیکی اور پرہیزگاری صرف سطحی جسم سے ہیں۔ گویا علم الیقین اور عین الیقین والے ایمان کا تعلق تو ظاہر سے ہے۔ مگر پختگی کی سند صرف "یؤمنون بالغیب" کے بطون سے حق الیقینی میں ملتی ہے۔ یہ ایقان کی سطح ہے جو خود ہو کر ہی دسترس میں آتی ہے۔ یہ حق الیقینی کا حصول صرف اپنے بطون سے ہے جہاں حضورؐ کے چھپے اوصاف، نور دو عالم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، محبوب رب العلمین وغیرہ اوصافِ غیبی پر اندرونی تصدیقی ایمان ہے۔ یہ اوصاف محسوس نہیں ہوتے، نہ عقل میں آتے ہیں۔ کیوں کہ صرف حضورؐ کے ظاہری اوصاف ہی پر ایمان کیا معنیٰ، وہ تو ہیں ہی۔ یہ حضورؐ کے غیب و شہود دونوں پر ایمان ہے۔

ملت اسلامیہ میں حضورؐ کے غیب دانی کے کھوج میں جو لوگ لگے تو قرآن کی آیت آئی

marfat.com

"اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں"۔ روایت ہے کہ ایک روز حضورؐ منبر پر تھے۔ ارشاد ہوا۔ آج جو کچھ پوچھنا ہے، پوچھ لو۔ سب کچھ بتا دیں گے۔ عبداللہؓ ابن حذافہ کے سوال پر بتایا۔ تمہارا باپ حذافہ ہے۔ دوسرے نے پوچھا تو بتایا۔ تیرا باپ کوئی اور ہے سالم ہے۔ شیبہ کا آزاد کردہ غلام۔ ایک اور نے پوچھا تو بتایا تیرا باپ صداقہ ہے یعنی تو حرامی ہے۔ ایک شخص نے پوچھا۔ میرا انجام کیا ہوگا۔ فرمایا تو جہنمی ہے۔ ایک نے پوچھا۔ میرا باپ فوت شدہ کہاں ہے۔ فرمایا۔ دوزخ میں۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے یہ تیور دیکھے تو فرمایا۔ یا رسول اللہؐ (پردہ رکھیں) ہم بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس نے حضورؐ کی غیب دانی کی تصدیق کر دی۔

حضورؐ غیب دان کیسے نہ ہوں حضورؐ تو مدینۃ العلم ہیں۔ خود جبرئیل امین کو بعض کو الف سمجھائے۔ بالتفصیل احکام قرآنی کا خود اجراء فرمایا۔ جاننا ہے کہ یوں بھی انبیاء اور کبھی کبھی برگزیدہ اولیاء بھی لا محدود علم پہلے سے لے کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور یوں عام انسانوں کے لیئے بھی عطائے الٰہی مختلف سطحوں پر کام کر رہی ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کو حسیم وحواس، دماغ وعقل سے قدرت کے راز اور قوانین فطرت کی دریافت، سائنسی علوم وتحقیق کا علم عطا کیا۔ تو کسی کو علم وحکمت، فراستِ مومن، القا، علم لدنّی سے نوازا۔ کسی کو بشارتوں الہام ووحی کے ذریعہ غیب دانی سے رہنمائی کی تو کسی کو ضمیر کی آواز، وجدان، ہاتف غیبی سے کسی کو کھلی ہدایتیں، صحائفِ انبیاء کی تعلیم وتربیت سے روشنی عطا کی تو کسی کو راہبران صادق کے ساتھ سے، صراطِ مستقیم عطا ہوئی۔

الغرض تاریخ تصوفِ انسانی کا جائزہ لیا جائے تو زمانۂ قدیم ترین ہی سے فلسفہ و انسانی فکر نے خالق کائنات اور کائنات کے سربستہ راز جاننے کی تگ ودو میں عمریں، صدیاں صرف کر دیں۔ عالمِ انسانیت کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو دور دراز مقامات میں پیدا ہونے والے اور ایک دوسرے سے مختلف ناواقف مفکرین نے خدا کی ذات، صفات، خلق، تقدیر، ہدایت پر بالکل اپنا اپنا اچھوتا انفرادی تفکر کیا۔ اور تقریباً تقریباً یہ قدیم ترین زمانوں کے مفکرین بھی ایک ہی نتیجے پر پہنچے۔ یہ بات خود اس کا کھلا ثبوت ہے کہ سب ہدایت من جانب اللہ ہے۔ حق تعالیٰ نے خود ان کی رہنمائی کی اور ساتھ ہی انسانی فطرت میں بھی یہ تفکر، تجربہ اور تحقیق کی طرف فطری بے چینی رکھ دی گئی ہے۔ تاکہ غیب کے خزانوں

marfat.com

کا علم حق تعالیٰ کی اس محبوب ترین تخلیق پر خود کھلتا جائے۔ کرتا خود رہے اور انسان کی عزّت نفس برقرار رہے۔

حضرت دباغؒ کا کہنا ہے کہ میں سر اسمار حسنیٰ سے سیراب ہوا ہوں۔ اور آنکھ جھپکنے میں ایک لاکھ سے زائد اسمار حسنیٰ کا مشاہدہ کر لیتا ہوں اور یہ حال متواتر ہے۔ اسرار حق کی بات فرمایا کہ اسرار حق ۳۶۶ ہیں جنہیں اللہ کی مخلوق میں اپنی مرضی سے پھیلا رکھا ہے۔ اہل مشاہدہ کبھی بھی غافل نہیں رہتے۔ تب ہی دنیوی معاملات کے کشف کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اپنے لیئے فرمایا کہ میں ساتوں آسمان، زمینوں، عرش کو اپنی ذات میں دیکھتا ہوں۔ عرش کے ستّر حجاب ہیں۔ ہر حجاب میں ستّر ہزار عالم اور ہر دو حجابوں کے درمیان ساٹھ ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ جو ملائکہ سے بھرا ہے۔

تخلیق کی بابت فرمایا کہ حق تعالیٰ نے نور محمدیؐ پیدا کیا۔ پھر اس سے بلا واسطہ قلم، لوح، برزخ، ستّر حجاب اور اس کے فرشتے، آسمانوں، زمینوں کے فرشتے پیدا کیئے پھر عرش، ارواح، جنت، دوزخ، زمینوں آسمانوں کو نور مکرم سے پیدا کیا۔ اسی نور محمدیؐ سے سیراب کیا۔ تمام انبیاء اور مومنین اس نور کریم سے آٹھ بار سیراب ہوتے ہیں۔ وہ آٹھ بار یہ ہیں (۱) جب ارواح کا نور پیدا ہوا۔ (۲) جب ارواح کو شکل صورت ملی۔ (۳) جب "الستُ بربکم" ہوا۔ (۴) جب روح کو جسم میں پھونکا گیا، جو بہت تکلیف دہ امر ہے (۵) جب ماں کے پیٹ میں بچہ اور شکل بننے کا وقت آیا تاکہ جوڑ نرم ہو جائیں، آنکھ، کان کھل جائیں۔ (۶) جب ماں کے پیٹ سے بچہ نکلا تاکہ اس کی جبلتیں کام کرنے لگیں (۷) جب ماں کا دودھ پہلی بار پیا۔ (۸) بروز قیامت جب قبروں سے اٹھایا جائے گا، اس وقت بھی حضورؐ کے نور سے ذات یا شخصیت سیراب ہوگی۔

علم غیب کے سلسلہ میں جب حضرت دباغ کو یہ بتایا گیا کہ علماء تو حضور اکرمؐ کی غیب دانی کے بھی انکاری ہیں، تو حضرت کو جلال آگیا غصہ میں آکر فرمایا۔ حضورؐ سے قیامت بارش، رحم مادر، انسان کل کیا کرے گا، کب مرے گا۔ ان کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ جب ان کی امت کے ایک صاحب تصرف بزرگ تک کو ان چیزوں کے علم سے آگاہ کر دیا جاتا ہے اور وہ تصرف کرتا ہے۔ حضورؐ کے مقام کو یہ لوگ کیا جانیں۔

خود شیخ دباغ مجسم کرامت یوں تھے کہ نقلی علم والوں کو، مقام صاحب تصرف

marfat.com

دکھا سکیں۔ وہ قرآن و حدیث کو ان کے نور سے تمیز کر لیتے، اور مختلف علوم پر بحث فرماتے۔ دیگر مذاہب والوں کے شبہات اچھی طرح سمجھ لیتے۔ جواب ایسے دیتے، جیسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ فرماتے ہم تو ان ہی باتوں پر ایمان لائے ہیں جنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ بے دیکھے کوئی کیسے ایمان لائے۔ بغیر دیکھے تو وسوسے دور نہیں ہو سکتے۔ اسی قبیل میں حضرت کا غار حراء کے دیوان صالحین کا بیان ایمان افروز ہے۔ یہ انسان کی خلافت ارضی کی روشن دلیل ہے۔ طالب و مطلوب کے درمیان ان رموز کا بیان ہے جن کی کراماً کاتبین کو بھی خبر نہیں۔

سید مشتاق حسین شاہ کی یہ لائق تحسین تصنیف خود حضرت دباغؒ سے توحید قائم کرنے کے لیئے لکھی گئی ہے۔ اور زور دے رہی ہے کہ حضرت دباغ کی صداقت میں غوطہ زن ہوتے بغیر نور محمدی کی روشن دلیل نہیں بنا جا سکتا۔ دعا ہے کہ دامن کرم کے طفیل، ہر مومن کو خیر امت بن کر، حضور پر نورؐ کے روبرو سرخرو پہنچنے کا وسیلہ عطا ہو۔

در پردہ باری تعالیٰ کا یہ احسان ہر سطح کے انسان پر ہے۔ عام انسان عقل کے ذریعہ جو علم حاصل کرتا ہے اسی کو اپنا رہنما بنا کر اسی پر شاکر رہتا ہے تو ایسا ہے کہ جیسے آنکھیں بند ہیں۔ پھر بھی علم میں مگن ہے۔ اس کے لیے علم الیقین ہی کافی ہے۔ اور کچھ ہوتے ہیں جن کی آنکھیں کھول دی جاتی ہیں۔ جو دیکھتے ہیں وہی بولتے ہیں۔ کچھ ہیں کہ ان کا شرح صدر کر دیا جاتا ہے۔ اوپر سے انوار کا نزول ہوتا ہے۔ اور کچھ ہیں کہ مادر زاد ولی ہیں پہلے سے سیکھے ہیں کہ پیدائش سے پہلے ہی ان کی ولایت، نبوت یا ان کے مقبول بارگاہ ہونے کے اشارے دے دیئے جاتے ہیں۔ ایسے مقبولین میں حضرت عبدالعزیز دباغؒ بھی ہیں کہ آپ کے بیان کردہ حقائق، غیب و رموز دانی، حقیقت و عین الیقین کی تصدیق لیے ہیں۔ تب ہی آپ کے فرمودات سطحی علم یا علم الیقین رکھنے والوں کے لیے اب بھی ذریعہ ہدایت بنے ہیں۔

حضرت دباغ ان پڑھ محض تھے۔ کتابی علم پڑھنے یا سننے سے لاتعلق تھے پھر بھی تمام علوم پر سیر حاصل عبور رکھتے تھے۔ اللہ کی صفات، انبیاء و رسل کے واقعات، آسمانی کتابوں کی تفصیلات، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور آخرت پر اس طرح بیان فرماتے جیسے سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔ آخر معراج کے واقعات کی تصدیق بھی تو اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اصحاب صفہ نے کی تھی۔ حضرت دباغؒ بھی حضور پاکؐ کی قدر د

marfat.com

منزلت اور مقامات کے بارے میں جو کچھ بیان فرماتے تو وہ ایسا ہوتا کہ بڑے بڑے فقہا نے نہ کبھی پڑھا تھا نہ سنا تھا۔ بات یہ ہے کہ عالمِ بالا سے جو انوار و رموز کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لیے مقدر ازلی سے کسی کسی کی روح کی کھڑکی یا قلب کا دروازہ کھلتا ہے یا اس کے وجود مظہر میں صد ہزار دریچے ہوتے ہیں۔ جن سے ضرورت کے مطابق وہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے جس علم کی اس معصوم ہستی کو ضرورت ہوتی رہتی ہے۔ یا پھر وہ اُمّی مرتبت ہوتا ہے کہ اپنے ہی خزانہ ہائے مخفی کے انوار، اس سے نشر ہونے لگتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ کا تقاضہ یہی ہے۔

فکر کریں تو ایسی ہستیوں کا ظہور میں آنا بھی عجوبۂ روزگار ہوتا ہے۔ ایک بزرگ فشتالی نے عبدالعزیز دباغ کی والدہ کو خواب میں بتایا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے یہاں ایک ولی کبیر پیدا ہوگا۔ فشتالی نے اپنی وفات کے وقت کپڑے کا ایک ٹکڑا اور سیاہ جوتا دے کر فرمایا تھا کہ عبدالعزیز پیدا ہو تو یہ اللہ کی امانت اسے دے دینا چنانچہ جب عبدالعزیز دباغ پیدا ہوئے اور عرصہ بعد بڑے ہوئے تو والدہ کو امانت کا دینا یاد آیا۔ اس وقت فشتالیؒ کے انتقال کو ۱۹ سال ہو چکے تھے۔ جب عبدالعزیز نے کپڑا سر پر رکھا اور جوتا پہنا تو سخت گرمی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں شکر کے آنسو بے اختیار آگئے۔ اس کے بعد ہی ۱۲ سال تک جگہ جگہ بزرگوں کی صحبتوں میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دن خضرؑ نے ذکر عطا کیا۔ اسی دوران کشف صدر ہوا۔ بعد ازاں دس ولیوں کی ولایت وراثت ملتی گئی۔ اور فشتالی کے تمام اسرار بھی ملے۔ بعد میں سید عبداللہ برناوی ملے۔ انھوں نے چھ ماہ تک رہبری فرمائی۔ چھ ماہ تک ظلمات سے بچاتے رہے۔ اسی دوران حضور پاکؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اب برناوی نے کہا کہ تمہیں اللہ نے رحمت کاملہ سے ملا دیا ہے۔ اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔ خدا کے حوالے کر کے جاتا ہوں۔ خود حضرت دباغ نے فرمایا، کہ مشاہدہ یوں ہی نہیں، حقیقی مشاہدۂ رسولؐ کے لیے تین ہزار مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ دیدار اور بات ہے۔

marfat.com

اُمّی ولی

marfat.com

پہلا حصّہ ——— ۴۳

دوسرا حصّہ ——— ۳۰۵

marfat.com

حصہ اوّل

فہرست مضامین

باب	مضمون	صفحہ
(۱)	پیش لفظ از موئف احمد بن مبارک سلجماسی	۴۳
	مؤلف کی پہلی ملاقات ۱۱۲۵ھ	
	تالیف کتاب ۱۱۲۹ھ	۴۳
	ایمانِ مفصل	
(۲)	دباغ کا نسب و ولادت	۴۴
	حضورؐ کی بشارت	۴۵
	العربی فشتالی	۴۶
	دباغ کے والد کے استاد	
	احوال چھپانا	
	کشف	۴۷
	احوال	۴۸
	حسنِ خلق	۴۹
(۳)	دباغ کے استاد و مرشد	۵۰
	۱۔ حضرت خضرؑ سے عطائے ذکر	
	دس ولیوں کے وارث	۵۱
	دباغ کا شرحِ صدر ۱۱۲۵ھ	۵۲
	۲۔ قطب عبداللہ تاودی یا برناوی	۵۳
	رسولِ پاک کی زیارت	
	برناوی کا دباغ کے سامنے عورت بن کر آنا	۵۴
	صالحین کے لیے فاصلے سکڑ جاتے ہیں	
	برناوی کی وفات ۱۱۲۶ھ	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	۳۔ قطب یحییٰ	۵۵
	امت کی شان مزارات سے فائدہ	
	پیر کو مدد کے لیے پکارنا	
	۴۔ قطب منصور بن احمد	۵۶
	۵۔ قطب محمد لھواج (سراج)	
	۶۔ قطب علی بن عیسیٰ مغربی	۵۷
	۷۔ محمد بن علی	
	۸۔ محمد مغربی	
	۹۔ عبداللہ جراز	
	۱۰۔ قطب ابراہیم طلز	
	۱۱۔ غوث احمد بن عبداللہ عصری	
	نور محمدی کی شان	
	راز الٰہی افشا کرنے کا انجام	
	رازِ الٰہی بغیر پیر کے باعث ہلاکت	
	قبل از وقت رازِ الٰہی لینے کا انجام	۵۹
	اللہ کی راہ میں مکر بیکار ہے	۶۱
(۴)	حضرت دباغؒ کی کرامات از مؤلف احمد بن مبارک	۶۲
	۱۔ صحیح عقیدہ	
	احادیثِ صفات	۶۳
	جنت	۶۳
	۲۔ دوسری کرامت کشف	۶۶
	۳۔ ولی کے لیے فاصلے	
	۴۔ صاحبِ امر سلطان یا ولی	
	۵۔ کشف حمل	۶۷
	۶۔ کشف	
	۷۔ موت و حیات کا کشف یا کن فیکون؟	
	۸۔ کشف و کرامات کے فائدے اور نقصان	۶۸
	کشف کا نقصان	۶۹

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	۹۔ کشف	۶۹
	۱۰۔ کلام کا اثر دلوں پر	۶۶
	دل کا تعلق	
	ضرورتِ شیخ۔ اللہ سے پہلے معرفتِ رسول و شیخ	۷۰
(۵) دباغ کی کرامات از محمد بن احمد زایاری		۷۱
	تزکیۂ شیخ	
	۱۔ ۱۔ کرامت یا تربیت	۷۲
	۲۔ کشف و کرامت	
	۳۔ " "	
	۴۔ کشف۔	۷۳
	۵۔ اللہ سے کچھ مخفی نہیں۔	
	۶۔ دِلوں کا حال اللہ جانتا ہے۔	
	۷۔ کشف سے مرید کی اصلاح کرنا۔	
	۸۔ کشف اور تربیت	
	۹۔ کشف	۷۴
	۱۰۔ مریدوں پر سایہ	
	۱۱۔ کشف و کرامت	۷۵
	۱۲۔ مرشد کی مرید پر نظر	
	۱۳۔ وہاں بھی اور یہاں بھی	
	۱۴۔ یزنکیھم	۷۶
	۱۵۔ مرشد سے مشورہ	
(۶) دباغ کی کرامات		۷۷
	۱۔ شیخ کو پکارنا	
	۲۔ مشکلات میں مرشد کی یاد	
	۳۔ کشف	۷۸
	۴۔ کُن فیکون	
	۵۔ ولی کے لیے فاصلے سکڑ جاتے ہیں	۷۹
	۶۔ ولی کی قبر کا احترام	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ

۷۔ خدیجہ نام کی برکت ۷۹

۸۔ کشف

۹۔ نافرمان اولاد اور مرید کا تزکیہ ۸۰

۱۰۔ بیوی کے حقوق یا سنت

محبت مرشد

(۷) دباغ کی کرامات از فقیہ عبداللہ قاری ۸۱

۱۔ مشکل کشائی

۲۔ دُعا ۸۲

۳۔ شیخ کا حکم پتھر پر لکیر

۴۔ کشف ۸۳

۵۔ پردہ پوشی

۶۔ کشف ۸۴

(۸) دباغ کی مزید کرامات از مؤلف ۸۴

۱۔ کشف

۲۔ گھر کی مرغی دال برابر

۳۔ سچے اور جھوٹے ولی ۸۵

۴۔ ولی سے ٹکر کا انجام

۵۔ ولی سے مشورہ

۶۔ دُعا یا تیری مرضی میری مرضی ۸۶

۷۔ شرک یا غیر اللہ کی محبت

۸۔ دُعا دل کی چاہت ۸۷

۹۔ نورِ محمدی

۱۰۔ کشف مشیت ۸۸

۱۱۔ عیب دار غیر سید کی سیدانی سے شادی

۱۲۔ فتح کے بعد کشف و کرامت

۱۳۔ کُن فیکون ۸۹

۱۴۔ کشفِ علوم

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ

۹۔ کشف کلام اللہ اور احادیث نبوی ؐ — ۹۱

ولی کا آزمانا

اُمّی اولیاءؒ بھی قرآن و حدیث میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ — ۹۳

قرآن و حدیث

حدیثِ قدسی کی قسمیں

قرآن و حدیث قدسی اور حدیث میں فرق — ۹۴

تین تشریحیں

اللہ کا کلام — ۹۵

کلام اللہ کی پہچان — ۹۶

حصہ دوم۔ احادیث

۱۰۔ احادیث و متعلقہ امور کی تشریحات — ۹۷

۱۔ پہلی حدیث

۲۔ حضورؐ کے ہاتھوں میں دو کتابیں

۱۱۔ دوسری حدیث — ۹۹

قرآن سات حروف پر اتارا

۱۲۔ سات حروف اور سات انوار — ۱۰۵

۱۔ آدمیت

۲۔ قبض — ۱۰۶

۳۔ بسط — ۱۰۷

۴۔ نبوّت — ۱۰۹

۵۔ روح — ۱۱۳

۶۔ علم — ۱۱۸

۷۔ رسالت — ۱۲۱

۱۳۔ (۲ب) سات حروف اور قرآن کا رسم الخط — ۱۲۵

قرآن کا رسم الخط

قرآن میں لحن (غلطی) اور حضرت عثمان رضؓ

قرآن کی کتابت میں اختلاف — ۱۲۶

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	حروفِ مقطعات	۱۲۷
	قرآن کا رسم الخط توقیفی (حضورؐ کا دیا ہوا)	
	حضورؐ کا لکھنا پڑھنا	۱۲۸
	حضورؐ کے عطا کردہ قرآنی رسم الخط کے اسرار	
(۱۴)	۲ ج۔ سات حروف اور سات قرائتیں	۱۳۰
	سورۂ فاتحہ کی شرح	۱۳۱
	سورۂ فاتحہ کی مختلف قرائتیں	
	حجاج کا انجام	۱۳۴
	عارف اور عامی کی صلوٰۃ	۱۳۵
۱۵	۲ ب۔ سات حروف اور انچاس اجزاء	۱۳۷
۱۶	۲ س۔ سات حروف اور قرائتوں سے متعلق	
	دوسری احادیث	۱۴۱
	اُمّی ولی کا علم	۱۴۴
	اختلاف قرأت	۱۴۵
۱۷	تیسری حدیث۔ صالح خواب نبوّت کا ایک حصّہ	۱۴۷
	۳۔ ا۔ صالح خواب پر علماء کا بیان	
	۳۔ ب۔ باغ سے خواب کے متعلق سوال	۱۵۶
	۱۔ رحمانی و شیطانی خواب اللہ کی طرف سے حق سے تعلق یا باطل سے	
	۲۔ سچے اور جھوٹے خواب	۱۵۷
	۳۔ ضرر رساں خوابوں کی تعبیر	
	۴۔ اعوذ اور پریشان کن خواب	۱۵۸
	۵۔ بائیں طرف تھوکنا	۱۵۹
	۶۔ تین بار تھوکنے میں حکمت	۱۶۰
	۷۔ پریشان خواب کے بعد نماز	۱۶۱
	۸۔ پریشان خواب کے بعد نماز	
	۹۔ پریشان خواب کے آداب	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(19) چوتھی حدیث		162
	حضورؐ کی موجودگی میں ابو بکرؓ کا خواب کی تعبیر کرنا۔	
	حدیث کے الفاظ اور ابو بکرؓ کی غلطی میں اختلاف	163
	دباغ کی تشریح	164
	اعمال کی دو اقسام	
	اولیاء کا اختلاف کہ تین شخص کون تھے ؟	166
	مقامِ نبیؐ و اولادِ نبیؐ	
	مترجم اردو کا حاشیہ	167
	مقام محمدؐ و صحابہؓ و اولیاءؒ	
	حضورؐ کی طرف توجہ	168
	امیؐ پیر	169
۲۰۔ خواب کیا ہیں ؟		
	نوآرام	171
	خواب کی دو قسمیں	171
	(ا) خواب مبنی بر ادراک ۔ ادراک کی دو قسمیں	
	۱۔ بشریت کے دس درجات ظلمت کا خوابوں پر اثر	172
	۲۔ روح کے دس درجات طہارت کا خوابوں پر اثر	176
	انبیاء کے خواب	179
	۱۔ معائنہ	180
	۔ معراج روحانی یا جسمانی	180
	۲۔ وحی	181
	مشاہدہ حق اور مقام انبیاء	
	(ب) خواب مبنی بر خواطر	182
	دل کے خیال یا شواطر اور فعل	
	حدیث ۔ بندوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں	
	ادراک اور خواطر کا فرق	183
	حضورؐ کو خواب میں دیکھنا	184

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب
۱۸۴	(۱) پہلی قسم	
	نورِ محمدی	
۱۸۵	(۲) دوسری قسم	
۱۸۶	تعبیرِ خواب ایک وہبی علم	
		(۲۱) پانچویں حدیث:
۱۸۷	۳۔ احسان والی یا افضل عبادت اللہ کو دیکھنا	
۱۸۸	۴۔ مسلم اور بخاری میں فرق	
۱۸۸	۵۔ ایمان پہلے یا اسلام؟	
۱۸۹		(۲۲) چھٹی تا پندرھویں حدیث
	۶۔ قرآن کی آیت بھلا دینا عظیم گناہ	
۱۹۰	متکبر دوزخ میں اور عاجز جنت میں	
	۸۔ جبرائیل کے وحی نہ لانے پر حضورؐ کا پہاڑ سے چھلانگ	
۱۹۱	لگانے کا ارادہ	
۱۹۲	۹۔ محشر میں مومنین کا اللہ کو جانی پہچانی صورت میں دیکھنا	
۱۹۴	۱۰۔ بندہ کا دل اللہ کی دو انگلیوں میں	
۱۹۵	خواطر	
۱۹۶	۱۱۔ حجرِ اسود اللہ کا ہاتھ	
۱۹۶	۱۲۔ بروزِ قیامت موت مینڈھے کی شکل میں ذبح	
	۱۳۔ احادیث اور معجزات۔ جمادات وحیوانات	
۱۹۷	کی تسبیح وغیرہ	
	کنکریوں کی تسبیح اور تنۂ کھجور وغیرہ کی احادیث	
۱۹۸	حضرت داؤدؑ اور مینڈک	
	جمادات کی جان اور تسبیح	
	محمد لہواج اور مچھلیاں	
۱۹۹	اللہ کے افعال اللہ والوں اور جمادات وحیوانات میں	
	روح کی زبان	
۲۰۰	۱۴۔ اللہ کا موسیٰؑ سے کلام	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	۱۵۔ جبرائیل کا سائل کی صورت میں آنا اور حضورؐ کا نہ پہچاننا	۲۰۱
	حضورؐ کا مشاہدۂ حق	۲۰۲
	حضورؐ مرشدِ اعلیٰ	
	حضورؐ کی شان	
(۲۳)	سولہویں تا پچیسویں حدیث	۲۰۳
	۱۶۔ انبیاء اور حضورؐ کے معجزات	
	حضورؐ کے معجزات	
	۱۷۔ مشاہدۂ نبی کریمؐ اور فرمان کہ میں مخلوق کے لیے رحمت ہوں	۲۰۴
	حضورؐ پہلی تخلیق اور پہلے نبی	
	نبوّت سے پہلے چالیس سال اور مشاہدہ	۲۰۵
	حضورؐ کی رحمت اور شفاعت	
	انبیاء کا مشاہدہ	۲۰۶
	حضورؐ کی شان	
	۱۸۔ اللہ کی قسم کھا کر حضورؐ کا بظاہر اُن کے خلاف کرنا	۲۰۷
	مشاہدہ حق کی تین سطحیں	
	۱۔ ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ	
	۲۔ صفاتِ الٰہی کا مشاہدہ	
	۳۔ ذات و صفاتِ الٰہی کا مشاہدہ	۲۰۸
	۴۔ حضورؐ کا کفارۂ قسم	
	۱۹۔ کھجور کو پیوند لگانے والی حدیث	۲۰۹
	اللہ فاعلِ مطلق اور اسباب دھوکہ یا سراب	۲۱۰
	مشاہدہ اور ایمان بالغیب کا فرق	
	اللہ ہی ہمارے افعال کا فاعل	
	ایمان بالغیب	
	۲۰) اذان پر شیطان کا بھاگنا	۲۱۲
	جنّات	
	۲۱) میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔	۲۱۲

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب
۲۱۳	۲۲۔ ولادتِ نبویؐ	
	ولادت دن کو یا رات کو	
۲۱۴	غارِ حرا میں اولیاء کی مجلس شوریٰ اور قبولیت دعا کا وقت	
	فجرِ مکہ کے وقت اٹھنے کا گُر	
	ولادتِ نبویؐ کا ماہ اور دن	
	ولادت نبویؐ کا سال اور مدتِ حمل	
۲۱۵	۲۳۔ حضورؐ کی چند خصوصیات از احادیث	
	۱ تا ۵ بغل کے بال، ابرو، چال، ڈاڑھی سفید بال اور خضاب۔	
۲۱۶	۶۔ شق صدر	
۲۱۷	ابوذر غفاریؓ	
۲۱۸	۷۔ انگلیاں	
	۲۴۔ حضورؐ کو جبرائیل کا تین بار بھینچنا	
	حضورؐ کا بلند مقام	
۲۱۹	۲۵۔ حضورؐ کے صحابیؓ اور قرآن (اقرأ)	
	حصہ سوم	
۲۲۱	قرآنی آیات اور اسرارِ الٰہیہ	
	۲۴۔ ۱۔ سورۂ اعراف۔ آیت ۱۹۰	
	اولاد کے شرک کا عتاب باپ پر	
۲۲۲	۲۔ سورۂ بقرہ۔ آیت ۳۰	
	اپنے غور و فکر، تدابیر اور اعمال کو اپنے سے منسوب کرنا باعثِ ہلاکت	
۲۲۳	۳۔ سورۂ زمر۔ آیت ۵۵	
	حضورؐ اور قرآن احسن ہیں۔ ان کا اتباع کرو۔	
۲۲۴	۴۔ سورۂ نحل۔ آیت ۷۸	
	آیات میں سمع کو بصر سے پہلے کیوں رکھا گیا۔	
۲۲۵ ۲۲۵	۵۔ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۵۔ سورۂ نساء۔ آیت ۱۱۰	
	ظالموں کے لیے جھگڑنا اور وکالت اپنے پر ظلم	

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب

۶۔ سورۂ فتح ۔ آیت ۲۶ — ۲۲۶

تقدیر

۷۔ سورۂ نجم ۔ آیت ۵۰

عاد دو قومیں اور ان کے دو رسول — ۲۲۷

قوم عاد کی حدیث

حضورؐ کا تجاہلِ عارفانہ

دوسری قومِ عاد اور حضرت ہودؑ — ۲۲۸

پہلی قوم عاد اور حضرت ہودؑ

دباغ غوثِ وقت

حضرت نوحؑ — ۲۲۹

۸۔ سورۂ انبیاء ۔ آیت ۷۸، ۷۹

حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کے متضاد فیصلے

۱۔ کھیت اور بکریاں — ۲۳۰

۲۔ دو عورتیں اور ان کے بچے

۳۔ ملزم کو شک کا فائدہ — ۲۳۱

۴۔ زانیہ بَری

انبیاء کا مقام

۹۔ و۔ سورۂ قلم ۔ آیت ۴۲ — ۲۳۲

ساق یا پنڈلی سے مراد اور سریانی زبان

سریانی زبان کے الفاظ

حضورؐ کی شان — ۲۳۳

کشف سے فیصلے کرنا

اہلِ قبر سے فیض — ۲۳۴

سریانی ارواح اور اولیاء کی زبان — ۲۳۵

سریانی تمام زبانوں کی اصل

حضرت آدمؑ اور بچوں کی زبان سریانی — ۲۳۶

سریانی زبان قبر میں — ۲۳۷

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	نورِ محمدیؐ	۲۳۷
	کلماتِ قرآنیہ	۲۳۸
	دباغؒ اور مؤلف کی سریانی	۲۳۹
	اہل اعراف	
۹-(ب)	حروف مقطعات	۲۴۰
	قرآن اور لوح محفوظ	
	۱- الٓمٓ	۲۴۱
	۲- صٓ	
	۳- کٓھٰیٰعٓصٓ	۲۴۲
	نورِ محمدی اور اہل کشف	۲۴۴
	دباغؒ کا مشاہدہ	
	نورِ محمدی	
	ایک اور تفسیر	۲۴۵
	حروفِ مقطعات پر ایک فقیہ کے دو سوال	۲۴۶
	قٓ	
	حضورؐ کا مقام	
	قرآن کے تین انوار	۲۴۷
	سریانی کے حروفِ تہجی	۲۴۹
	مرشد کے انوار و مقام	
۱۰-	سورۂ تکویر۔ پارہ ۳۰- آیت	۲۵۰
	قرآن کا ظاہر و باطن	
۱۱-	سورۂ اعراف - آیت ۱۷۲	۲۵۰
	الست بربکم؟	
۱۲-	سورۂ نساء - آیت ۱۴۵	۲۵۱
	منافقین کا بدترین درجہ	
۱۳-	سورۂ آل عمران - آیت ۱۴۰	۲۵۱
	اللہ اور رسول کی توحید یا تفریق	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	١٤۔ سورۂ نجم ۔ آیت ١٩، ٢٠	٢٥٣
	مسئلہ غرانیق یا نماز میں شیطان کا حضورؐ کی زبان پر الفاظ جاری کرنا	
	علماء کا اختلاف	
	عصمت انبیاءؑ	٢٥٥
	١٥۔ سورۂ حج ۔ آیت ٥٢	٢٥٦
	انبیاء و رسل پر شیطان کا تصرف	
	انبیاء اپنی امتوں کے ایمان کے لیے حریص	٢٥٧
	مومنین اور ایمان بالغیب والوں کے وسوسے	
	ابن حجر ۔ ابن ابی صالح ۔	٢٥٨
	ابومحمد علی اور بیضاوی کی تفاسیر	
	١٦۔ سورۂ بقرہ ۔ آیت ١٠٢	٢٥٩
	قصہ ہاروت و ماروت	
	١٧۔ سورۂ نور ۔ آیت ٤٣	٢٦٠
	بادل ۔ برف اور پہاڑ وغیرہ کی ماہیت	
	حدیث	٢٦١
	١٨۔ سورۂ رحمٰن ۔ آیت ٣٥	٢٦٢
	آگ محشر میں بھی یا جہنم میں ؟	
	١٩۔ سورۂ انبیاء ۔ آیت ١٠٤	
	سجل (رجل) کے معنی	
	٢٠۔ سورۂ اعراف ۔ آیت ١٤٣	٢٦٤
	مشاہدۂ افعال الٰہی اور ذات الٰہی	
	٢١۔ سورۂ رعد ۔ آیت ٣٩	٢٦٥
	یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب	
	٢٢۔ سورۂ آل عمران ۔ آیت ٤٢ ۔ ٤٣	٢٦٥
	کیا حضرت مریم نبی تھیں ؟ ولی پر بھی فرشتوں کا نزول	
	نبی اور ولی میں فرق	٢٦٦
	اجزائے نبوت	

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب
۲۶۷	ولی پر بھی فرشتوں کا نزول	
۲۶۸	را) صاحب فتح اور غیر فتح ولی کے خطرات	
	صاحب فتح کے مقامات، مشاہدات اور خطرات	
۲۶۹	مشاہدہ وکشف ایک آزمائش	
۲۷۰	مقامِ محمّدی	
۲۷۱	(ب) فرشتہ اور نبی میں فرق	
۲۷۲	نبی فتح سے پہلے اور بعد	
۲۷۲	۲۳- سورۂ انبیاء - آیت ۸۷-۸۸	
	حضرت یونسؑ نے یہ کیسے سوچا کہ اللہ ان پر قادر نہیں	
۲۷۳	۲۴- سورہ انبیاء - آیت ۸۴	
	حضرت ایوبؑ کی تکلیف جسمانی نہیں روحانی تھی	
۲۷۴	۲۵- سورۂ طٰہٰ - آیت ۱۲۴	
	ذکرِ الٰہی سے اعراض زندگی کی تنگی کا باعث	
۲۷۴	میں صحیح مذہب پر ہوں یا نہیں	
۲۷۶	۲۶- سورۂ یوسف - آیت ۲۴	
	حضرت یوسفؑ نے زلیخا کا ارادہ کیسے کیا؟	
	عصمتِ نبی اور ولی سے کلام	
۲۷۶	۲۷- سورۂ نساء - آیت ۱۶۴	
۲۷۷	اللہ کا نبی اور ولی سے کلام	
	اللہ ولی سے بھی کلام کرتا ہے۔	
۲۷۷	۲۸- سورۂ نساء - آیت ۱۰۱	
	حالتِ خوف میں نماز کا قصر	
۲۷۸	صاحبانِ کشف کا مشاہدہ اور علماء کا اجتہاد	
۲۷۹	۲۹- سورۂ انعام - آیت ۷۷	
	حضرت ابراہیم کا ستارہ وغیرہ رب مان کر رد کرنا	
۲۸۰	نبی اور ولی کو اپنی طرح گمان کرنا۔	
۲۸۰	۳۰- سورۂ فتح - آیت ۲۸	
	دینِ محمّدی دوسرے ادیان پر غالب	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	نبی اور ولی کو اپنی طرح گمان کرنا۔	۲۸۰
۳۰	سورۂ فتح ۔ آیت ۲۸	۲۸۰
	دین محمدی دوسرے ادیان پر غالب	
	شریعتِ محمدی	۲۸۱
۳۱	سورۂ توبہ ۔ آیت ۷۵	
	فراخئ رزق کے لیے دعا اور صحبتِ مرشد	۲۸۲
۳۲	سورۂ اعراف ۔ آیت ۱۷۲	۲۸۴
	الست بربکم ؟	
	مومن وکافر کی روح	۲۸۴
	صاحبِ فتح ولی	۲۸۵
	علمِ ظاہر و باطن	
	معصومیت انبیاء	۲۸۶
	وحی کی حقیقت	
۳۳	سورۂ احزاب ۔ آیت ۳۷	۲۸۷
	حضرت زیدؓ ۔ زینبؓ اور حضورؐ کے نکاح اور نبی کے باطن اور خیال کے مطابق نزول وحی	
۳۴	سورۂ توبہ ۔ آیت ۴۳	۲۸۹
	جدھر چلا خیال ادھر چلی لیلیٰ	
	ولی کی ساری متاع محبتِ نبویؐ اور	۲۹۲
	نورِ محمدی	
	مفسرین	
۳۵	سورۂ بنی اسرائیل ۔ آیت ۱۵	۲۹۲
	عذابِ دنیا کی لازمی شرط بعثتِ رسول	
۳۶	سورۂ تکویر ۔ پارہ ۳۰ ۔ آیت ۲۲	۲۹۳
	قرآن کی عبادت حضورؐ کے حال کے مطابق	
۳۷	سورۂ اعراف ۔ آیت ۸۹	۲۹۴
	اولیاء دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ کا فعل کام کرتا ہے۔	

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب
۲۹۵	۳۸۔ سورۂ نجم - آیت ۱-۲	
	ستارہ کی قسم یا حضورؐ کی ؟	
۲۹۶	۳۹۔ سورۂ فتح - آیت ۱-۲	
	حضورؐ کی فتح یا مشاہدۂ حق اور حضورؐ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی	
	فتح یا مشاہدۂ حق	
۲۹۷	فاعل حقیقی اللہ، ہم نہیں	
	ایمان بالغیب اور مشاہدہ	
۲۹۸	حضورؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف	
	اصل معنی	
	مفسرین	
۲۹۹	گناہ اور مغفرت کے تین درجے	
۳۰۰	۴۰۔ سورۂ جنّ - آیت ۲۶	
	حضورؐ اور اہل فتح کا علم غیب	
۳۰۱	توحید صحابہؓ اور ۷۲ فرقے	
۳۰۲	لیلۃ القدر	

marfat.com

حصہ دوم

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	باب
۳۰۵	ذات یا شخصیت کی تاریکیاں	۱
	ریاء	
	فاسق کی عبادت	
۳۰۶	محروم کے اعمال، اپنی ذات یا غرض کے لیئے	
	ہمارے اعمال ہمارے نہیں، اللہ کے ہیں	
	قرآن و حدیث میں اجر و ثواب کی ترغیب	
۳۰۷	عمل پر بھروسہ، خام خیال	
	حکایت - عبادت، دعا، افعال، ثواب و معرفت	
۳۰۸	حدیث - جنت اللہ کی طرف سے یا اعمال سے ؟	
	فاسق اور محروم کی عبادت	
۳۱۰	علماء کا اختلاف	
	کامل و اکمل	
	مشاہدہ اور درود	
۳۱۱	حضورؐ سے محبت کا گر	
	درود اور عمل کا ثواب	
۳۱۲	درود سے حضورؐ کو فائدہ یا نہیں ؟	
	درود رحمت یا آفت ؟	
۳۱۳	درود کا محرک	
	علم و عمل کے محرک	
۳۱۴	اللہ کی بجائے بزرگوں کی قسم کھانا اور بزرگوں سے فریاد کرنا	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	اللہ سے منقطع کرنے والے اسباب اور ظلمتیں	۳۱۵
	صحابہ میں حضورؐ کی خصلتیں	۳۱۸
	ایمان بڑھانے والے امور	۳۱۹
	اغلام	
	زنا	۳۲۰
	ہر حال میں اللہ سے تعلق	
	گناہ کبیرہ وصغیرہ	۳۲۱
	اللہ سے تعلق	۳۲۲
	حصولِ معاش اور اسباب	
	عارف اور غافل	۳۲۳
	ظاہر و باطن کی توحید	
	ذکر و عبادت میں چیخنا چلانا	۳۲۵
	ذکر — حکایات	۳۲۶
	تمباکو نوشی	۳۲۷
	جہنم	۳۲۹
	کشفی علوم اور اللہ سے تعلق	
	صلیب کی محبت	۳۳۰
	رحمت و عذاب تقدیر ازلی	۳۳۱
	بزرگی بہ توفیق است نہ بہ سال	۳۳۲
	کرامات کا فتنہ	
	ولی کو خباثت کا علم	۳۳۳
	ولی انسان کو واصل باللہ کر سکتا ہے	
	نفس کا علاج محبت اور مشاہدہ	
	شطرنج اور کھیلوں کا حلال و حرام ہونا	۳۳۴
	مومنوں سے محبت اور حسد۔	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۱	بعض گناہ سے زکوٰۃ مومن سے	۳۳۵
	لوگوں کی توجہ جیتنے کے لیے ممتاز رہن سہن	۳۳۶
	صدقہ اور نمائش	۳۳۷
	عمل، اجر و ثواب کے لیے یا اللہ کے لیے	
	غرض کے لیے صدقہ ـــــ حکایتِ مجذوب	۳۳۹
	عابد کا اعمال پر اعتماد	۳۴۰
	شریعت کا مقصد	
	دنیا میں رہ کر اللہ سے تعلق	۳۴۱
	رشوت ـ غفلت ـ فنا ـ بقا	
	اللہ والے مرتے نہیں ـ	۳۴۲
	مسلم گھرانے میں پیدا ہونا اور مسلم معاشرے میں رہنا ایک نعمت ہے ـ	
	مسلم معاشرے کی برکات	۳۴۳
	واحدانیت	۳۴۵
	ہمارے خیال اور فعل ہمارے نہیں	
	لاالٰہ الاّ اللہ	۳۴۶
(۲ ۲	مجلس غار حرا یا دیوان صالحین	۳۴۷
	غوث و قطب	
	وفات شدہ اولیاء	
	فرشتے اور جن	۳۴۸
	شانِ محمدی	
	مجلس کا وقت اور ساعتِ قبولیت	۳۴۹
	امت محمدیؐ سے قبل اہل مجلس فرشتے	
	اولیاء کی مدد کے لیے فرشتے	۳۵۰
	دعا اور فرشتے	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۲)		
	شب قدر کو مجلس غار حرا میں انبیاء	۳۵۱
	حضرت خدیجہ اور عائشہ میں افضل کون؟	
	لیلۃ القدر	
	جمعۃ المبارک کی ساعت قبولیت	۳۵۲
	حضورؐ کا خطبہ جمعہ	
	شرق و غرب کے مختلف اوقات	۳۵۳
	ساعتِ جمعہ کی احادیث	
	مجلسِ غار حرا کی زبان اور لوح محفوظ	۳۵۵
	چھوٹے اور بڑے ولی	۳۵۶
	ولی کا ارتقاء واردات اور یکتائی	
	غوث یا مرکز کی اہمیت	۳۵۷
	بی بی فاطمہ کا درود	۳۵۸
	غوث اور اہل دیوان کے تصرف	
	دباغ کا تصرف	
	مرشد سے حاجت روائی کے آداب	۳۵۹
	مقامات دیوان اور مجذوب	
	مجذوب سائل اور سالک دکان دار	
	سالک و مجذوب میں فرق	۳۶۱
	مجذوب بچہ غار حرا میں	
	سالک کا مجذوب سے پرہیز	۳۶۲
	مجذوب پیر	
	اولیاء اور فرشتے خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ	
	انبیاء کے معجزات اور امت محمدی کے اولیاء کی کرامات	
	اولیاء کفار کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتے	۳۶۳
	واقعہ	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۲)	عیسائی بچی	۳۶۴
	انتقالِ روح	
	مال لینے میں ولی اور چور کا فرق	۳۶۶
	ولی کی چوری ۔ غصب ۔ جیب تراشی ۔ مذاق	۳۶۷
	تزکیۂ مرید	۳۶۸
(۳)	تصوف اور پیری مریدی سے متعلق ایک فقیہہ کے سوال	۳۶۹
	کیا پیر کی تربیت منقطع ہو گئی ہے ؟	
	تربیتِ صوفیہ کے دو دور	
	چھوٹے پیر	۳۷۰
	مرشد کی پہچان	۳۷۱
	بیداری میں دیدارِ مصطفویؐ	
	ادب	
	محبت شیخ اس کے نورِ ایمان سے یا ذات سے	۳۷۴
	طریق فکر افضل یا طریق مجاہدہ ؟	۳۷۴
	مرید بننے کی اہلیت	۳۷۷
	خیال کی اہمیت	۳۷۸
	تقدیر، قابلیت اور تربیت	
	ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	۳۷۹
	تربیت سے سرشت اہم ہے ۔	
	لوگوں کی سمجھ اور طاقت کے مطابق تعلیم و تربیت	۳۸۰
	رحمتی وسعت علیٰ کلّ شیٔ	۳۸۱
	کیا صفات الٰہی پابند ہیں ؟	
	گناہوں میں مومن کے لیے رحمت	۳۸۲
	وحدت الوجود	
	حضورؐ کو دیکھنا ۔	۳۸۴

marfat.com

صفحہ	مضمون	باب

(۴) عشق ومحبت ۳۸۶
رسول اللہ سے محبت اور مشاہدہ ۳۸۷
شیخ سے محبت
مرید، شیخ اور اللہ کی محبت
شیخ سے بے غرض محبت یا اس کی ولایت سے محبت ؟ ۳۸۸
بے شرک محبت ۳۸۹
محبت کی علامات ۳۹۰
محبت کا د ۳۹۱
(۵) مرید کی خصوصیات ۳۹۳
صحیح مٹی، بے غرض محبت، بے لاگ عزم وجزم اور یقین وغیرہ۔
۱۔ حضرت دباغ کا عزم ویقین
۲۔ حضرت محمد بن عبدالکریم کا عزم ویقین اور پانی پر چلنا ۳۹۴
ذات کا جزم ویقین
۳۔ عبدالعلی کا جزم ویقین اور نیک نیتی
۴۔ مرید کا صدق ۳۹۵
۵۔ مرید کی اندھی محبت ۳۹۶
۶۔ مرید کا ایمان
۷۔ مرید کا عزم وجزم
۸۔ مرید کی محبت اور شریعت ۳۹۷
۹۔ جھوٹے مرید کی پیر سے ضد کا انجام عذاب
۱۰۔ اللہ کے پجاری یا شرع وخیال کے ۳۹۸
۱۱۔ مدعیٔ محبت ۳۹۹
۱۲۔ رسول اللہ اپنی امت کے ساتھ ساتھ ۴۰۰
۱۳۔ مجذوب کی محبت

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	۱۴ - ولی پر ایمان	۴۰۰
	۱۵ - طلب	
(۶)	اولیاء کے متعلق غلط تصورات اور خیالات	۴۰۱
	اولیاء کے سوانح نگار	
	۱ - ولی کا عجز و قدرت	۴۰۲
	نوح کا بیٹا	
	نوح اور لوط کی بیویاں	
	۲ - ولی کی معصومیت	
	نبی اور ولی کا فرق	۴۰۳
	ولایت کے منکر	
	مصنفین کے خود ساختہ قواعد وضوابط	۴۰۴
	درویش سے ولایت پر مناظرہ	۴۰۵
	ولی کسی فقیہہ کا پابند نہیں ہوتا۔	۴۰۶
	منکرین ولی	
	منکرِ ولی مرید	۴۰۸
	ولی کو عقل وعلم سے نہیں پرکھا جا سکتا۔	
	انکارِ ولی پر استاد فقیہہ سے مناظرہ	۴۰۹
	اولیاء کے مختلف رنگ	۴۱۰
	اولیاء کا ناپ تول	۴۱۱
	ولی مثلِ آئینہ	
	ولی کی بظاہر معصیت	۴۱۲
	حضورؐ اور کھجور کے پیوند وغیرہ	
	اللہ اور ولی کا رویہ بندے کے گمان کے مطابق	
	بد اعتقاد شخص کو ولی سے کوئی فائدہ نہیں	۴۱۳
	ولی پر اعتراض	۴۱۴

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
	ولی کی بیعت کا مقصد	۴۱۵
	روح و ذات کا سماع	۴۱۶
(۷)	قصیدہ رائیہ کی تشریح — پیری مریدی	۴۱۸
۱-	شیخ کی علامات	۴۱۹
۲-	ظاہری اور باطنی علوم	
۳، ۴-	شیخ کے علوم	
	ذات، عقل، روح	۴۲۰
	فتح سے پہلے اور بعد	
۵ تا ۷-	مرید کی تکمیل سے پہلے مرشد کی وفات	
۸-	کھانا کھلانے، لوگوں کو جمع کرنا۔	۴۲۱
۹-	شیخ کے متعلق پوچھ گچھ	
۱۰، ۱۱-	فہم کی کجی	۴۲۲
۱۲، ۱۳-	پیر مربی ہے	
۱۴-	ظاہر و باطن میں حق	
۱۵-	پرہیز	۴۲۳
۱۶-	نفس	
	حضورؐ کی عبادات	
	نفس کی عبادت	۴۲۴
	شہرت طلبی اور ریاء	
۱۷ تا ۲۰-	شیخ سے تعلق	۴۲۵
	شرح مؤلف	۴۲۶
۲۱-	شیخ پر اعتراض	
۲۲ تا ۳۴-	شیخ سے تعلق اور محبت وغیرہ — حکایات	۴۲۷
۳۵ تا ۳۶-	مرشد سے ہر بات کہہ دو۔	۴۳۹
۳۷ تا ۴۱-	مرید کی خصلتیں۔	۴۴۱

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۸)	اذکار اسماء الحسنیٰ اور معرفت و مشاہدہ حق	۴۴۷
	دباغ کے مشائخ اور شیخ عمرؒ	
	ذکر اذکار	۴۴۸
	نا اہل کو ذکر کا فائدہ	
	اسمِ اعظم	۴۴۹
	اسمائے حسنیٰ	
	اللہ —— اسمِ جلالت	۴۵۰
	مشاہدۂ حق	۴۵۱
	مقامِ رسول	
	روح	
	معرفتِ حق	
	ذکر و عبادت	۴۵۲
	اسماء کے ورد کی اجازت	
	مصیبت کے لیے ورد	۴۵۳
	حضرۃ یا ذکر بالجہر اور سماع	
	لُو لُو دے وِچ لکھ لکھ اکھیاں	۴۵۴
	اولیاء کے لیے مسافتوں کا سکڑنا	۰
	ولی کا عجز	۴۵۵
	غوث	
(۹)	شانِ نورِ محمدیؐ اور حضرت عبدالسلام کا کلام :-	۴۵۶
	شانِ محمدیؐ	
	نورِ محمدیؐ سے تمام رنگارنگی	۴۵۷
	اسرارِ محمدیؐ	
	تخلیقِ نورِ محمدیؐ	۴۵۸
	اسرارِ [illegible] کا [illegible]	۴۶۰

marfat.com

باب | مضمون | صفحہ

(۹) ج - آدم کو اسمار سکھائے ۴۶۱

عالم علوی، ملک، ملکوت، جبروت

اقوال ۴۶۲

جمال نورِ محمدی

د - مقصدِ حیات ـــــ ذات محمدی ۴۶۳

(۱۰) اولیار کے کلام کی تشریح

- مشاہدہ، ذکر و علمِ رسول، تکبیر، ولی، نبی، قادر ۴۶۴

I - مشاہدۂ روح اور ذات کی کمزوری

II - ذکرِ رسولؐ ۴۶۵

حکایات تسخیر زمان و مکان ۴۶۶

مشاہدہ ۴۶۷

III - حضورؐ اور جبرائیلؑ کا تعلق

IV - نماز عید کی تکبیریں اور مشاہدہ ۴۶۸

V - ولی اور نبی ۴۷۰

VI - اللہ قادر ہے عاجز نہیں ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

احادیث ۴۷۲

مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے، عبرت ناک حدیث

(۱۱) امام غزالی کے مسئلہ امکان پر علمار کی تین آرار ۴۷۴

توکل - جبر و قدر

۱ - پہلا گروہ، معترضین

۲ - دوسرا گروہ، حمایت اور تاویل کرنے والے ۴۷۶

۳ - تیسرا گروہ، غزالی کے بیان سے انکاری ۴۷۹

ولی کا دلوں پر تصرف ۴۸۱

(۱۲) تخلیقِ آدم و حوار ۴۸۲

مٹی اور پانی سے تخلیق

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۱۲)	جنت میں روح پھونکی	۴۸۲
	تخلیق حوّا	۴۸۳
	تدریجی تخلیق	
	شجرِ ممنوعہ	
	جنتیوں کی دو قسم کی خوراک	۴۸۴
	فرشتوں پر آدم کی فضیلت	۴۸۵
	جنتی اور دوزخی	
	عقل کا بت	
	عقل اور معرفت	۴۸۶
	اولیاء و مومنین کی قسمیں	
(۱۳)	**فتح اور انتقال اسرار وغیرہ**	۴۸۸
	فتح نورانی و ظلمانی	
	اہل حق کی دو فتحیں	۴۸۹
	ابراہیم خواص اور یہودی عامل	۴۹۰
	عالم علوی اور فلسفہ یا سائنس کا فرق	۴۹۱
	انبیاء اور اولیاء کا خاصہ	
	اولیاء مظہر حق اور ان کی پیشین گوئیاں	۴۹۲
	ولی کی صحبت یا شیر کی آشنائی اور جان کا خطرہ	۴۹۳
	دنیا کا مشاہدہ باطل اور دھوکا ہے	۴۹۴
	فتح اول میں اہل باطل و حق کا فرق	۴۹۵
	چھوٹے ولی کا بڑے ولی سے زیادہ کشف	
	خضر نبی نہ تھے	۴۹۶
	مشاہدۂ نبی	۴۹۷
	مشاہدۂ الٰہی	۴۹۸
	مشاہدۂ نبی و حق	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۱۳)	ولی اور ترک نماز ؟	۴۹۹
	فتح و مشاہدہ کے خطرات	
	عقل سے محروم ولی اور غیر ولی	۵۰۰
	فاتر العقل کی آخرت	۵۰۱
	مجذوب	
	جنت سے بہتر و جہنم سے بدتر	
	ایک طالب علم کا تلاش حق اور فتح	۵۰۲
	انتقالِ خلافت کے رنگ نرالے	۵۰۴
	لوگوں میں حقیر، اللہ کے ہاں مقبول یا سلبِ فتح	۵۰۵
	سلبِ فتح یا ولی سے بے ایمانی کا انجام	۵۰۶
	سر اور فتح	
	نور قوت	۵۰۷
	قطب منصور کا مشاہدۂ افعالِ الٰہی	۵۰۸
	شیخ عمر ہواری کے اوصاف	
	اولیاء اللہ لا خوف علیھم و ------	۵۰۹
	حضورؐ کا وارث غوث	
	صلوٰۃ العارفین	
	فتح کے مراحل	۵۱۰
	امتِ محمدی سے فرشتوں اور جبرائیل کا میں جول	۵۱۱
۱۴	عالمِ برزخ اور ارواح	۵۱۳
	بیت معمور اور حضورؐ کی روح	
	الستُ بربکم ؟	۵۱۴
	اصحابِ فتح کو قیامت کا علم	۵۱۵
	برزخ میں مومنین اور کفار و منافق	
	برزخ میں جہنم و جنت کا احساس	۵۱۶

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۱۴)	برزخ میں کفار کا عذاب	۵۱۶
	مشیّتِ الٰہی	۵۱۷
	ازلی لکھت ۔ نورِ ایمان کے ڈورے	۵۱۸
	منافق بدترین کافر	۵۱۹
	صحبت اور جمعیت	۵۲۰
	بظاہر صالح پیر بباطن بدبخت	
	انوار اولیاء قبر سے برزخ تک	
	حضورؐ کے مقبرہ کی شان	۵۲۱
	برزخ کی شان	
۱۵ جنت		۵۲۲
	جنت الفردوس	۵۲۳
	آٹھ جنتیں	
	جنت عالیہ، جنت الفردوس، علیین اور دار المزید	
	باقی جنتیں اور ان کے مکین	۵۲۴
	جنتوں کی ترتیب	۵۲۵
	جنتوں کی کیفیت	
	نورِ ایمان اور توبہ کا دروازہ	۵۲۷
	جنت کی اصل نورِ محمدی ۔۔۔ درود	
	درود کی قبولیت	۵۲۸
	خوفِ خدا	
	اہلِ جنت کا لباس	۵۳۱
	اہل جنت کو حزن و غم	
	جنت میں زانی کی ندامت	۵۳۲
	احادیث	
	مومن اور ولی کا دل رب کے ساتھ	

marfat.com

باب	مضمون	صفحہ
(۱۶) جہنم		۵۳۴
	جہنم میں بچے	
	ازلی حکمت	
	کیفیتِ دوزخ	۵۳۵
	اعمالِ بد، توبہ اور جہنم و جنت	۵۳۶
	بلاارادہ اعمال	
	کفار کے تمام افعال معاصی	۵۳۷
	اعمال اور جنت و جہنم	
	کافر اور مومن کے حیوانات	۵۳۸
	قربانی	
	جہنم میں جنات اور قاتل	۵۳۹
	اللہ سے تعلق	

marfat.com

باب ا

پیش لفظ

مؤلف علامہ احمد بن مبارکؒ سلجماسی

اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے اولیاء اور دوستوں کی راہیں کھول دیتا ہے۔ ان کے ہاتھوں قسم قسم کے فضائل اور اکرام جاری کرتا ہے۔ جس نے ان انعام یافتہ لوگوں کا دامن پکڑا۔ اس نے صراطِ مستقیم پائی۔ جو ان سے دور رہا اور ان پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ وہ گمراہ اور ہلاک ہوتا ہے۔

اللہ کی حمد کہ اس کے سوا کوئی پناہ نہیں۔ اسی کا شکر کہ تمام بھلائیاں اسی کے پاس ہیں اس کی مدد اس شخص کی طرح چاہتا ہوں جو اپنا سب کچھ اسی کے سپرد کر دیتا ہے اور اور سیدنا محمد و آلِ محمد پر ان گنت صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔

مؤلف کی حضرت دباغؒ سے ملاقات ۱۱۲۵ھ

اللہ کی تعریف

اور شکر کہ مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے ایک ولیٔ کامل اور غوثِ وقت کی راہوں میں لا ڈالا۔ اور تاریک زمانے اور اندھیروں میں بھی مجھے ایک پاک روحانی نسبتوں والے بزرگ سید عبد العزیز دباغ کو پہچاننے کی توفیق بخشی۔

ان سے پہلی ملاقات رجب ۱۱۲۵ھ میں ہوئی اور ایک عرصہ ان کی صحبت اور محبت کے سائے تلے رہا۔ ان سے بے شمار علوم و معارف سنے۔ طرح طرح کے مشاہدے کیئے۔ ان علوم اور مشاہدات کا ذکر اپنے ساتھیوں، دوستوں، علماء اور اولیائے وقت سے کیا کرتا اور ہم سب حیران و پریشان ہوتے کہ حضرت دباغؒ "امی محض" ہونے اور کتابی وظاہری علم کے پڑھنے پڑھانے سے لاتعلق ہونے کے باوجود تمام علوم پر ایسی مسحور کن اور پُر لذت باتیں کرتے کہ سب دنگ رہ جاتے۔ اللہ کی صفات، انبیاء و رسل کے واقعات، آسمانی کتابوں کی تفصیل

marfat.com

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت و آخرت پر اس طرح باتیں کرنے، جیسا سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔

حضور پاک محمد ﷺ کی قدر و منزلت اور مقامات کے بارے میں جو کچھ بیان فرماتے وہ نہ کبھی سنا تھا، نہ پڑھا تھا اور سچ ہے جو کوئی حضور محمد ﷺ کو جتنا پہچانے گا۔ وہ دنیا و آخرت میں آپؐ سے اتنا ہی قریب ہوگا۔ چنانچہ بڑے بڑے علماء، فقہاء اور اولیاء جب حضرت دباغؒ کی باتیں مجھ سے سنتے تو کہتے۔ ”دیکھنا اس شخص کی محبت کا دامن نہ چھوڑنا“۔

تالیف کتاب ابریز ۱۱۲۹ھ

حضرت دباغؒ کی پہلی ملاقات کے چار سال بعد رجب ۱۱۲۹ھ میں اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ لوگوں کے فائدے کے لیے حضرت دباغ کی باتوں اور علم کو قلمبند کروں۔ کہ علم کی آفت اس کو نہ لکھنے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سمندر سے چند قطرے پیش کرتا ہوں۔ اور جو کچھ ان کے سینے میں محفوظ ہے۔ اللہ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔

ایمان مفصّل

سرورِ کائنات محمد ﷺ سے جبرئیل امین نے حقیقت ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے ایمانِ مفصّل کی تعلیم دی اور فرمایا کہ —

”اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، اس کی دی ہوئی اچھی اور بری تقدیر اور موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لانا ہی اصل و حقیقت ہے“ — چنانچہ حضرت دباغؒ سے انہی ایمانیات کے متعلق مؤلف علامہ احمد سوالات کرتے رہے اور انہیں اس کتاب ابریز کی شکل میں پیش کر دیا۔

باب ۲

عبدالعزیز دباغ کا نسب و ولادت

حضرت دباغ بن مسعودؒ دباغ کا نسب یا خونی رشتہ امام الحسن السبط سے ہوتا ہوا تیئیسویں پشت میں حضرت علی سے جا ملتا ہے۔

marfat.com

دباغؒ کہتے ہیں کہ میرے والد مسعود دباغ ایک قاری، فقیہہ اور ولی العربی الفشتالیؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ فشتالی طالب علموں کی تختیاں درست کرتے اور علم قرأت و تجوید سکھاتے۔ ایک دن فشتالی نے میرے والد مسعود دباغ کو بلا کر کہا کہ اپنی بھانجی فارحہ کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ میرے والد نے قبول کر لیا۔ دراصل فشتالی کی بہن یعنی فارحہ کی والدہ نے اپنے پہلے مالدار خاوند علا التمارشی سے بیوہ ہونے کے بعد اور شادی کر لی تھی اور فارحہ کو اس کے ماموں فشتالی نے پالا پوسا تھا۔ چنانچہ فشتالی نے مہر اور جہیز اپنے ذمہ لیا۔ جس سے میرے والد کو بہت خوشی ہوئی اور نکاح کے بعد بھانجی کو تیار کر کے میرے والد کے ہاں بھیج دیا۔ فشتالی کے کہنے پر میرے والد ہر روز عصر کے بعد فشتالی کی دکان پر جاتے اور فشتالی روزانہ انہیں دو موازنہ (مراکش کا چاندی کا سکہ) دیا کرتے۔

عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ میرے آقا محمد بن عبدالرحمان نے مجھے بتایا کہ مدرسہ میں وہ اپنی تختی دکھا رہے ہوتے کہ فشتالی اپنی دکان کی ساری آمدن تمہارے والد کو دے دیتے۔ ایک دن فشتالی نے میرے والد کو کہا کہ تمہاری نیک بیوی اپنی زداغہ کی زمین (جو اسے اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی) کا وکیل بناتی ہے۔ جاؤ اور سب بیچ ڈالو۔ میرے والد نے میری والدہ کی ایک علاتی بہن کا بھی وکیل بننا چاہا لیکن میری خالہ نے انکار کر دیا۔ پس میرے والد نے جا کر صرف میری والدہ کا حصہ فروخت کر دیا۔ اور میری خالہ تین سال تک زمین کی آمدن حاصل کرتی رہیں۔ لیکن پھر ظالم ودیہ فرقہ آیا اور تمام زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور میری خالہ کو کچھ وصول نہ ہوا۔ یوں لوگوں کو فشتالی کے کشف کا علم ہوا۔

عبدالعزیز دباغ کہتے ہیں کہ فشتالی میرے والد سے الفت سے پیش آتے اور میں نے والدہ سے سنا کہ ان کے ماموں فشتالی روزانہ عشاء کی جماعت کرا چکنے کے بعد خاص ہمارے لیے تیار کرایا ہوا طنجیہ (حلوہ) آ کر دے جاتے۔ لیکن ماموں کے مرنے کے بعد ہم نے یہ حلوہ کھایا ہی نہیں۔

رسولِ پاک کی بشارت

میری والدہ نے کہا کہ ان کے ماموں فشتالی نے انہیں بتایا کہ خواب میں رسولِ پاک نے فشتالی کو فرمایا کہ تمہاری بھانجی کے ہاں ایک ولی کبیر پیدا ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس کا باپ کون ہوگا؟" تو فرمایا "مسعود دباغ"، یہی وجہ تھی کہ فشتالی نے میرے والد مسعود دباغ کے رشتہ

marfat.com

کا انتخاب اپنی بھانجی کے لیے کیا۔

فشتالی کی تمنا تھی کہ عبدالعزیز کی پیدائش ان کی زندگی میں ہو، لیکن ۱۰۹۰ھ میں وبا آئی اور وہ انتقال کر گئے۔ مگر وفات سے پہلے میرے والدین کو بلایا اور کپڑے کا ایک ٹکڑا اور سیاہ رنگ کا جوتا دے کر فرمایا۔ عبدالعزیز پیدا ہو تو یہ اللہ کی امانت اسے دے دینا۔ میری والدہ نے حفاظت سے امانت کو سنبھال کر رکھا لیکن اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اور پھر اگلے حمل سے میں پیدا ہوا۔ میں بڑا ہو گیا تو ایک رمضان میں والدہ کو اللہ نے امانت یاد دلا دی اور لا کر فرمایا فشتالی کی یہ امانت لو۔ جب میں نے کپڑا سر پر رکھا اور جوتا پہنا تو مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ فشتالی کی وفات کے انیس سال بعد ۱۱۰۹ھ کی بات ہے۔ الحمد للہ

العربی الفشتالی

عبدالعزیزؒ دباغ کے والد مسعود دباغ کے استاد

مولف کتاب احمد بن مبارک نے العربی الفشتالی کا زمانہ نہیں دیکھا کہ فشتالی کی وفات کے بعد ان کی عمر چھ ماہ تھی۔ لیکن مؤلف نے لوگوں سے فشتالی کی تعریف سنی کہ وہ عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ اور بڑے اولیائیں سے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فشتالی کی بزرگی اور شان کی تصدیق خود عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ میرے آقا فشتالی اولیاء اللہ میں سے تھے۔ علم باطن پہلے محمد بن ناصر وادزرعہ سے اور پھر مبارک بن علی سے حاصل کیا۔

مبارک بن علی بھی ولی اللہ تھے اور قصابوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ فشتالی نے شہر فاس (الجزائر) میں قردبین کی جامع مسجد میں مبارک بن علی کو دیکھا اور فراستِ مومن سے ان میں بزرگی کے آثار نظر آئے تو پوچھا "اے میرے آقا! اللہ کے اسرار اور راز کیسے حاصل ہوتے ہیں؟ شیخ مبارک نے فرمایا "ذرہ چھینکو" فشتالی نے کہا۔ اس وقت تو مجھے چھینک نہیں آ رہی" فرمایا "اسی طرح مجھے بھی خیال نہیں آ رہا کہ تمہیں بتاؤں کہ اللہ کا سر یا راز کیسے حاصل ہوتا ہے"۔

فشتالی کا احوال چھپانا۔

marfat.com

فشتالی کا احوال چھپانا

احمد بن عبداللہ کے ایک مرید کہا کرتے کہ فشتالی ولی کبیر تھے۔ اگر ان کی وفات نہ ہو چکی ہوتی تو وہ ان کے حالات نہ بناتے۔ کیوں کہ فشتالی اپنے احوال اس قدر چھپاتے کہ ان کے شاگردوں اور خادموں میں سے ہوتے ہوئے بھی ہم انہیں ولی خیال نہ کرتے۔

احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ فشتالی ایک دن شاگردوں سے کہنے لگے کہ "کیا کشف بھی کوئی چیز ہے؟ یہ تو محض چالاکی اور سرعتِ فہم ہے۔ میری طرف دیکھو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں ولی نہیں ہوں"۔ شاگردوں نے تائید کی کہ جی ہاں آپ ولی نہیں ہیں۔ پھر آپ نے ایک طالبعلم کی طرف توجہ فرمائی اور کہا۔ کیا فلاں وقت تمہارا فلاں کام کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟ طالب علم نے عرض کی۔ "جی ہاں"۔ فشتالی نے فرمایا۔ یہی تو ہے کہ کشف محض چالاکی ہے"۔ سب کو یقین آ گیا کہ ٹھیک ہے اور پھر فشتالی ان سے غافل ہو گئے۔

مولانا العربی القادری صوفیاء کے طریقے پر چلتے تھے اور اولیاء کے کچھ انوار و آثار بھی ان میں تھے۔ ان کی العربی الفشتالی سے جان پہچان تھی۔ اور فشتالی کو وہ ولی نہیں صرف عالم سمجھتے تھے اور فشتالی ان کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے۔ ایک دن احمد بن عبداللہ کے پاس فشتالی کو معرفت کی باتیں کرتے سنا تو پوچھا کہ فشتالی صرف آج ایسی اونچی باتیں کر رہے ہیں یا پہلے بھی ایسا کرتے تھے۔ جب بتایا گیا کہ وہ ہمیشہ ایسی ہی بلند باتیں کرتے ہیں اور قادری کو فشتالی کی ولایت کا علم ہو گیا۔ اور فشتالی کو بھی راز افشا ہونے کا پتہ چل گیا تو فشتالی نے قادری سے چھپنا شروع کر دیا۔ اور ملنے پر پہلی سی خوشی اور آؤ بھگت بھی چھوڑ دی۔ کیوں کہ وہ اپنے کو چھپانا چاہتے تھے۔

فشتالی کے کشف:۔

(۱) احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ فشتالی نے مجھے کہا کہ محمد بن ناصر ابھی وفات پا گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ کو کیسے معلوم؟ فرمایا۔ وہ شخص جو آ رہا ہے۔ ان کی وفات کی خبر لا رہا ہے۔ آنے والا دور دھندلا دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ ہم اس کی طرف بڑھے اور پوچھا تو محمد بن ناصر کی وفات کی خبر درست تھی۔

(۲) احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ قرویین میں فشتالی سے میری ملاقات ہوئی اور میرا شادی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ وہ عورت بڑی مبارک ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کون سی عورت؟ فرمایا۔ جس سے تمہاری شادی ہو گی۔ میں نے عرض کیا "میرا تو کوئی ارادہ نہیں ہے"

marfat.com

فرمایا۔ تیری فلاں سے شادی ہو گی۔ ہفتہ ہی گزرا تھا کہ میرے دل میں شادی کی خواہش پیدا ہوئی اور میں نے شادی کر لی۔

(۳) احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب زیدان نے فاس کا محاصرہ کیا تو میں وہیں تھا محاصرہ نے طول پکڑا، لیکن فشتالی یہی کہتے رہے کہ سلطان اسمٰعیل کے بغیر چارہ نہیں۔ باغی یہ سن کر تلملائے بھی لیکن چند ہی دن میں انھوں نے سلطان کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔

(۴) احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ سلطان رشید کا دور آرام کا زمانہ تھا۔ نہ فتنہ نہ فساد۔ میں فشتالی کے ساتھ سوق الخمیس (بازار) میں جا رہا تھا کہ کہنے لگے۔ مجھے تو رشید کے ماتم کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی ہم بات کر ہی رہے تھے کہ رشید کی موت کی خبر مراکش سے آئی۔

(۵) پائے کے لوگوں نے بیان کیا جن میں دلائل الخیرات کے شارح المہدی الفاسی بھی شامل ہیں کہ مسجد کا بڑا دروازہ بننے سے پہلے فشتالی نے کہا تھا کہ یہاں سے ایک دروازہ کھلے گا۔ جس سے لوگ آیا جایا کریں گے۔ اور پھر تھوڑے عرصہ بعد اسی جگہ دروازہ کھولا گیا۔

فشتالی کے احوال :-

(۱) پڑوسی بتاتے کہ فشتالی رات کا اکثر حصہ نماز و تلاوت میں گزارتے۔ رات کے پہلے حصے میں تو قرأت سنائی دیتی۔ لیکن حال کے غلبہ سے بعد میں اضطرابی حرکات اور زمین پر رینگنے کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا۔

(۲) احمد بن عبداللہ نے قرویین کی مسجد میں فشتالی کا رنگ بدلا ہوا اور زرد پایا۔ پوچھنے پر کہا۔ اس وقت میں کسی سے بات نہیں کر سکتا۔ اصرار پر فرمایا "میں نے عمر بن الفارض (عربی زبان کے صوفی شاعر، فقہ، لغت اور ادب کے ماہر، بعد میں راہ طریقت اختیار کر لی اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ پیدائش قاہرہ ۵۷۶ھ = ۱۱۸۰ء۔ وفات ۶۳۲ھ = ۱۲۳۴ء عمر ۵۶ سال) کے تائیہ قصیدہ کا یہ شعر پڑھا۔

ے "اگر تیرے سوا کسی اور کا خیال بھی بھول کر میرے دل پر گزر رہے تو میں اپنے مرتد ہونے کا حکم لگا دوں"۔

اور دیکھا تو میرے دل میں کسی اور کا خیال تھا۔ لہٰذا میں مرتد ہو گیا"۔۔۔ میں نے کہا۔ یہ

marfat.com

تو غلبۂ حال تھا جو ابن فارض پر طاری ہُوا اور پھر جاتا رہا۔ اس پر فشتالی کو سکون آگیا۔ اور فرمایا۔ "اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تمہارے الفاظ سے میرا غم دور ہوگیا"۔

(۳) ایک شخص نے فشتالی کو دیکھا کہ گھر میں اپنے کو پنکھا جھل رہے ہیں اور بے تکی باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا۔ "فضل اللہ یوتیہ من یشاء" (اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے)

(۴) احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ قرویین کی مسجد میں بیٹھے ہم باتیں کر رہے تھے کہ مؤذن نے اذان دی۔ فشتالی مسجد سے نکل گئے اور تھوڑی دیر بعد آگئے۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات تھی؟۔ آپ خاموش رہے۔ میرے اصرار پر کہنے لگے "بڑا کریدتے ہو۔ میں اس لیئے مسجد سے نکلا تھا تاکہ اللہ کی طرف چلنا نماز کے واسطے سے ہو جائے۔ پہلے تو تمہارے پاس بیٹھنے کی خاطر میں نے قدم اٹھائے تھے۔

(۵) فشتالی جب اپنے گھر کے لئے گوشت خرید کر لاتے تو پڑوسیوں کے لیئے بھی ضرور لاتے۔ فرماتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تو گوشت کھاؤں اور میرے پڑوسی نہ کھائیں۔

حسن خلق

گواہی دینے سے اکثر پرہیز کرتے۔ کسی سے گواہی کا وعدہ کر لیتے اور کسی سے انکار کر دیتے۔ چاہے کوئی کتنی اجرت دیتا۔ احمد بن عبداللہ کے مطابق فشتالی کے عدل، اخلاق اور صبر و تحمل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ کسی کے خلاف سچی گواہی دینے پر اس شخص نے فشتالی کو بہت گالیاں دیں تو آپ نے حوصلہ سے شہادت دینے کی شرعی وجہ بیان کر دی۔ گالی دینے والا نادم ہوا اور توبہ کی۔

باب ۳

عبدالعزیز دباغ کے استاد اور مرشد

marfat.com

باب ۳ عبد العزیز دباغ کے استاد اور مرشد

حضرت دباغ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے العربی الفشتالی کی امانت (دستار اور جوتے) کو پہنا اور جو کچھ اس میں مجھے کہا گیا تھا وہ سمجھا دیا گیا تو اللہ نے میرے دل میں بندگی کا شوق ڈال دیا۔ اور میں لوگوں سے حقیقت اور حق کے بارے میں دریافت کرتا رہتا۔ جس بزرگ کا سنتا، اسے اپنا پیر و مرشد بنا لیتا۔ ان کے فرمان کے مطابق ورد وظائف پڑھتا اور جب ترقی رک جاتی تو انہیں چھوڑ کسی اور کے پاس چلا جاتا۔ اس طرح ۱۱۰۹ھ سے ۱۱۲۱ھ بارہ سال تک حیران و پریشان پھرتا رہا۔

حضرت خضرؑ سے عطائے ذکر:۔

حضرت علی بن حرزہم کے مزار پر ہر جمعہ کی رات لوگوں کے ساتھ قصیدہ بردہ ختم کیا کرتا۔ (علامہ بوصیری — مصر میں پیدائش ۶۰۹ھ = ۱۲۱۲ء اور وفات در عمر ۸۷ سال ۶۹۶ھ = ۱۲۹۶ء — درباری عالم اور شاعر تھے۔ کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھے۔ رسول پاکؐ کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ حضورؐ نے ایک رات یہ قصیدہ بردہ سنا اور پسند فرمایا۔ صبح شفایاب ہو چکے تھے) چنانچہ ایک رات بردہ شریف ختم کر کے مزار سے نکل رہا تھا کہ روضہ کے دروازے کے پاس بیری کے درخت کے نیچے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا۔ اس نے میرے دل کی باتیں بتانی شروع کر دیں اور میں جان گیا کہ یہ ولیٔ عارف ہے۔ میں نے ذکر عطا کرنے کے لیے عرض کیا لیکن اس نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے مجھے ٹالنا چاہا۔ میں اصرار کرتا جاتا اور وہ ٹالتے جاتے۔ تاکہ میرا عزم پختہ کریں۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ مجھ سے عہد لیا کہ یہ ورد نہیں چھوڑوں گا تو ذکر عطا کیا اور فرمایا روزانہ سات ہزار بار یہ ذکر کیا کرو:۔

اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ بِجَاہِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ فِی الدُّنْیَا قَبْلَ الْاٰخِرَۃِ۔

(اللھم اے رب! ہمارے سید محمد بن عبداللہ کے طفیل مجھے اور سیدنا محمد بن عبداللہ کو اسی دنیا میں آخرت سے قبل جمع یا اکٹھا کر دے۔)

پھر ہم اٹھے اور روضہ کے متولی عمر بن محمد الھواری آ گئے۔ اس شخص نے انہیں میرے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی۔ وہ کہنے لگے۔ یہ تو ہمارا سردار ہے۔ عمر بن محمدؒ نے مرتے وقت مجھ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ بیری کے درخت کے نیچے کس نے تمہیں ذکر عطا

marfat.com

کیا تھا۔ میں نے کہا "نہیں"۔ فرمایا خضر علیہ السلام تھے۔

دس ولیوں کے وارث :-

حضرت دباغ فرمایا کرتے سے مجھے دس گیارہ ولیوں کی وراثت ملی ہے۔

مولف کتاب احمد بن مبارک کہتا ہے کہ حضرت دباغ علاوہ ازیں دوسرے کامل اولیاء سے بھی ملے۔ ان کی صحبت میں رہے اور ان سے فیض اٹھایا۔

عمر بن محمد الھواری :-

آپ علی بن حرزہم کے مزار کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔ حضرت دباغ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے میرا سینہ کھول دیا تو جو کچھ عمر ہواری نے فرمایا تھا۔ مجھے سمجھ آگیا۔ اب میں نے یہ ذکر شروع کر دیا۔ لیکن اتنا بوجھل کہ رات تک مکمل نہ ہوا۔ پھر کچھ کچھ ہلکا ہونے لگا اور اس سے انس ہونے لگا تو زوال تک ختم کر لیتا۔ مزید ہلکا ہونے پر پہلے اشراق اور پھر طلوع آفتاب تک پورا ہو جاتا۔ اس زمانہ میں عمر ھواری کے پاس اٹھتا بیٹھتا اور وہ بھی میرے ساتھ خاص محبت فرماتے رہے حتی کہ ۱۱۲۵ھ میں وفات پا گئے۔ بوقتِ وفات مجھ سے پوچھا "جانتے ہو! میرے پیر کون تھے؟"۔ میں نے کہا "نہیں معلوم"۔ فرمایا "سید فشتالی قدس سرہٗ"

الحمد للہ کہ حضرت فشتالی کے تمام اسرار و کیفیات بواسطہ ہواری مجھے حاصل ہوئے اور اس کا مشاہدہ مجھے شرح صدر اور سینہ کھلنے کے بعد ہوا۔ سید عمر ہواری بھی حضرت فشتالی کے تمام اسرار کے حامل نہ تھے۔ مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے ان کے تمام اسرار عطا ہوئے بلکہ اتنے زیادہ کہ مولیٰ کریم کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ حمد و شکر للہ۔

ایک دن فرمایا کہ حضرت فشتالی عارف باللہ اور پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ اور اپنی زندگی میں غار حرا کی مجلس یا دیوان الصالحین (جہاں زندہ قطب اور غوث کرہ ارض کے فیصلے کرتے ہیں) کے ممبر تھے۔ میں نے عرض کیا اور بعدِ وفات؟ فرمایا نہیں۔ اور سیدنا منصور کے بارے میں بھی ایسا ہی فرمایا کہ اسی زندگی میں حاضر ہوتے۔ انتقال کے بعد نہیں۔

marfat.com

دباغ کا شرح صدر، جمعرات ۸ رجب ۱۱۲۵ھ

حضرت دباغ نے فرمایا کہ عمر ہواری کی وفات کے تین بعد میرا سینہ کھلا اور ہم نے حقیقتِ نفس سے اللہ کو پہچانا۔

جمعراتِ ۸ رجب ۱۱۲۵ھ کو میں گھر سے نکلا تو اللہ نے ایک صاحب خیر سے مجھے چار موزونے (سکے) دلائے۔ میں نے مچھلی خریدی اور گھر لے آیا۔ بیوی نے کہا۔ مزارِ علی بن حرزم کے پاس سے مچھلی تلنے کا تیل لے آؤ۔ میں گیا اور باب الفتوح تک ہی پہنچا تھا کہ بدن کانپنے لگا۔ پھر زوردار رعشہ ہوا اور پھر جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ مگر میں چلتا گیا اور حالت اور خراب ہوتی گئی۔ اضطراب بڑھتا گیا اور کپکپاہٹ سے داڑھی گردن سے ٹکراتی تھی۔ میں سمجھا کہ موت آگئی۔ پھر جسم سے دھواں سا نکلا محسوس ہوا، جسم لمبا ہوتا جا رہا ہے اور دنیا کی چیزیں میرے سامنے آنے لگیں۔ سارے شہر، دیہات اور زمین کی اشیا نظر آنے لگیں۔ دیکھا کہ عیسائیت اپنے بچے کو گود میں دودھ پلا رہی ہے۔ (غالباً عیسائیت کے دنیاوی غلبہ کی طرف اشارہ تھا) میں نے تمام سمندر اور سات زمینوں کی مخلوقات دیکھیں۔ اچانک ہر طرف سے بجلی کی طرح کوندتا ہوا نورِ عظیم دکھائی دیا۔ جو میری تمام اطراف سے آیا اور مجھے سردی لگنے لگی اور میں سمجھا کہ مرنے لگا ہوں۔ میں چہرہ کے بل لیٹ گیا تاکہ اس نور کو نہ دیکھ سکوں۔ لیکن میرا تمام وجود آنکھیں بن گیا۔ میرا لیٹنا اور کھڑے رہنا برابر تھا کہ میرا رواں رواں دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد یہ حالت جاتی رہی۔ اور میں مزار تک نہ پہنچ سکا اور گھر واپس آگیا۔ مجھے جان کا خطرہ ہوا اور رونے لگا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر وہی حالت طاری ہوئی اور پھر جاتی رہی۔ یونہی ہوتا رہا اور پھر یہ حالت دائمی ہو گئی۔

اور اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا کہ ایک عارف سے مجھے ملا دیا۔ یوں ہوا کہ اگلے روز میں مولائے ادریسؒ کی زیارت کے لیے چلا۔ راستے میں مولائے ادریس کے امام فقیہہ الحاج احمد جرندی مجھے ملے اور میں نے اپنی حالت کا ان سے ذکر کیا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور ساری واردات دوبارہ بیان کرنے کو کہا۔ میں نے دہرایا تو وہ رونے لگے اور فرمایا "لا الٰہ الا اللہ۔ چار سو سال گزر چکے لیکن ایسا واقعہ والا ہم نے نہیں دیکھا" اس کے بعد مجھے بہت سا روپیہ دیا اور کہا کہ اپنی ضروریات پر خرچ کرو۔ ختم ہو جائے تو کہیں اور نہ جانا، میرے پاس آنا۔ اور مجھے سید عبداللہ التاودی کے پاس جانے کی تاکید کی۔ میں ان سے رخصت ہو کر آگیا اور پھر ان سے ملاقات نہ ہو سکی کہ وہ اچانک انتقال

marfat.com

کر گئے۔

۲۔ قطب عبداللہ تادوی یا برناوی

میں سید احمد حراوندی کی وصیت پر عمل کے مطابق شرح صدر یا فتح کے دوسرے دن سید عبداللہ تادوی کی طرف چل پڑا۔ باب الجیسہ پہنچا تو دروازے کے باہر پتھر کے پاس ایک کالا آدمی کھڑے پایا۔ اس نے مجھے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ میں نے سوچا۔ آخر اس کے کیا ارادے ہیں؟ قریب پہنچا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا، سلام کیا اور کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور بخوشی جامع مسجد میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ فرمانے لگے۔ تجھے فلاں فلاں مرض ہے اور تجھے ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ تمام باتیں جو مجھ پر گزری تھیں۔ از خود ذکر کر دیں۔ میرا بوجھ اتر گیا اور میں جان گیا کہ یہ ولی عارف ہے۔ اپنا نام عبداللہ برناوی بتایا کہ میں برنو کا باشندہ ہوں اور یہاں شہر فاس میں صرف تمہارے لیے آیا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اس وقت میں نے سید احمد حراوندی کی خیر و صلاح اور کلام و برکت کو سمجھا۔

سید عبداللہ برناوی میرے ساتھ رہے۔ میری رہبری فرماتے۔ کجی اور بدراہی سے بچاتے۔ قلب کو قوت پہنچاتے۔ میرے دل سے وہ خوف مٹاتے رہتے تھے جو تقریباً چھ ماہ بقیہ رجب تا ذوالحج کی دسویں تک مجھے پیش آتے رہے۔

مشاہدہ محمدی:۔

عیدالاضحیٰ کے تیسرے دن مجھے حضورؐ پاک کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو عبداللہ برناوی نے فرمایا۔ "اے عبدالعزیز! مجھے تمہارے متعلق ڈر تھا۔ مگر آج اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت کاملہ یعنی سیدنا محمدؐ سے ملا دیا ہے۔ اس لیے مطمئن ہو گیا ہوں۔ تمہیں اللہ کے حوالے کر کے جاتا ہوں۔ اور وہ وطن چلے گئے۔ میرے ساتھ رہنے کا مقصد یہ تھا کہ میرے مشاہدات میں ظلمت کو داخل ہونے سے مجھے بچائے رکھیں۔ حتیٰ کہ مشاہدۂ محمدیہ نصیب ہو جائے جس کے بعد کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔

marfat.com

عبداللہ برناوی کا دباغ کے سامنے عورت بن کر آنا:-

عبداللہ برناوی کے ساتھ مجھے بہت قصے پیش آئے۔ جن میں عجیب ترین یہ ہے کہ جزائر بن عامر میں ایک عورت چادر اوڑھے، نقاب ڈالے، خوشبو میں مہکی، صاف ستھری اور خوب صورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی۔ "میں تنہائی میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں"۔ اس سے بھاگ کر میں لوگوں میں آگیا۔ مگر جب اصیف پہنچا تو پھر آگئی اور مجھے پھسلانے لگی۔ میں پھر بھاگا اور شراطین پہنچا اور بچ جانے پر خوش ہوا تھا کہ پھر اسے پاس کھڑے پایا۔ میں بھاگ کر مسجد قرویین میں داخل ہوگیا اور سمجھا کہ اب نجات مل گئی۔ لیکن وہ وہاں بھی آموجود ہوئی۔ غرضیکہ میں بھاگتا رہا اور وہ میرا پیچھا کرتی رہی۔ آخر میں مجھ پر حال کا غلبہ ہوا اور چلانے کو تھا تاکہ لوگ جمع ہو جائیں کہ دفعتہً وہ عورت عبداللہ برناوی بن گئی اور فرمایا کہ یہ سب کچھ تمہیں آزمانے کے لیے تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ سادات کا میلانِ طبع عورتوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ تم کو ایسا پایا، جیسا میں چاہتا تھا۔

صالحین کے لیے فاصلے سکڑ جاتے ہیں:-

عبداللہ برناوی کے وطن واپس چلے جانے کے بعد حضرت دباغؒ مجھے اکثر بتاتے کہ آج میں عبداللہ برناوی کے ساتھ تھا۔ ہم نے یہ باتیں کیں اور یہ یہ کام کیا۔ میں پوچھتا کہ کیا وہ وطن نہیں چلے گئے تو فرماتے۔ صالحین کے درمیان فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مراکو اور سوڈان اور بصرہ وغیرہ میں بکھرے ہوئے صالحین آپس میں جمع ہو کر باتیں کر سکتے ہیں۔

عبداللہ برناوی کی وفات:-

فرمایا سید عبداللہ برناوی اقطاب میں سے تھے۔ ستر سے زائد اسماء حسنیٰ کے انوار سے سیراب کیے گئے تھے۔ ۱۱۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور وفات پر ان کے تمام اسرار کا میں وارث بنا۔ الحمدللہ۔

marfat.com

۳۔ قطب یحییٰ صاحب التجرید:۔

یہ بھی قطب تھے۔ ظاہر و باطن میں شریعت محمدیہ کے سخت پابند تھے اور حضرت دباغ ان کے بھی وارث ہوئے۔ حضرت یحییٰ کی ڈیوٹی ہوتی کہ مزاروں پر دعا کرنے والوں کی حاجات پر غور کرتے اور مقدر میں ہوتا تو ان حاجات کو پورا کرتے۔

امت کی شان مزارات سے فائدہ:

مولف احمد بن مبارک نے حضرت دباغ سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو مزاروں سے فائدہ ہوتا ہے، فرمایا کہ اللہ نے امتِ محمدیہ کے دلوں کو عجیب شان بخشی ہے کہ اگر کوئی بھی مدفون نہ ہو اور لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہاں کوئی ولی دفن ہے اور پھر اس جگہ آکر اللہ سے دعا کریں تو دعا قبول ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ آج کل حضرت یحییٰ اس پر مامور ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ولی مشہور ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ اس کا ولایت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور لوگوں کی دعائیں اس مشہور ولی کے وسیلے سے پوری ہوتی ہیں۔ دراصل ڈیوٹی والے اہلِ تصرف ہی نے اس شخص کو ولی کی صورت میں لا کھڑا کیا ہوتا ہے۔ تاکہ اس جیسے اہلِ ظلمت لوگ اس کے پاس آیا کریں۔ مگر اہلِ تصرف بھی تقدیر کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ جو خود اہلِ حق اور چھپے ہوئے ہیں۔ کہ لوگوں میں اہلِ حق کے سمجھنے اور ادب کرنے کی طاقت نہیں۔

پیر کو مدد کے لئے پکارنا:

حضرت دباغ نے فرمایا۔ ایک شخص شام کے بعد ایک خطرناک راستہ پر گیا جہاں دو آدمی تھے۔ وہ مسافر ایسے شخص کا مرید تھا جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ مرید نے پیر کو رسولؐ پاک کا واسطہ دے کر پکارا کہ گھاٹی سے نجات دلائیں اور نذرانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ایک ڈیوٹی والے نے دعا سن لی اور حضورؐ پاک کے نام کی عزت کی خاطر مسافر کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے دل کو اطمینان بخشا اور ڈاکوؤں کی نگاہوں پر پردہ ڈال دیا جبکہ نہ مسافر، نہ ڈاکو صاحب تصرف کو دیکھ سکتے تھے۔ مرید کو یقین ہو گیا کہ اس کے پیر نے حاجت پوری کی ہے اور اور جا کر نذرانہ پیش کیا۔

marfat.com

۴ قطب منصور بن احمد ؒ

حضرت دباغ نے فرمایا کہ میراان سے ملنا سورج گرہن (۲۹ محرم ۱۱۱۸ھ) سے ایک ماہ قبل ہوا۔ ایسے ہوا کہ میں اپنے بھائی علال کو ایک جولاہے کے پاس اس غرض سے لے گیا کہ کوئی اسے بھی بننے کا کام سکھا دے۔ بات ٹھہرنے کے بعد میں کارخانے سے باہر آنے لگا تو ایک نا واقف کارندے نے آواز دی اور کہا تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں ؟"۔ میں نے کہا۔ "سید ہوں" کہا۔ "ماشاءاللہ! اچھے لوگوں کی اولاد ہو"۔ پوچھنے پر نام عبدالعزیز بتایا۔ تو کہا۔ "کس قدر پیارا اور بزرگ نام ہے"۔ ماں باپ کا پوچھا تو میں نے بتایا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ بیوی بچوں کا پوچھا تو میں نے کہا۔ ہیں۔ روپیہ پیسے کا پوچھا تو میں نے کہا۔ نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ لے لو۔ دیکھا تو تین موزونے (سکے) تھے۔ وہ اس جولاہے کے پاس سوت بٹنے کا کام کرتے تھے۔ جبل حصب میں شہر فحص کے رہنے والے تھے۔

اللہ اور رسولؐ کی محبت میں میراان کا ساتھ بارہ برس رہا۔ اور ان کے ساتھ مجھے عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ امورِ بحر ان کے تصرف میں تھے۔ حضرت دباغ نے ایک بار فرمایا۔ "تو نے کٹے ہوئے گوشت کو پھڑکتے دیکھا ہوگا۔ حضرت منصور کو فتح نصیب ہوئی۔ تو ان کا بھی یہی حال تھا۔ اللہ کے جلال سے ایک مدت تک ان کے تمام اعضا لرزتے تھے"۔ نیز فرمایا۔ میں نے قطب ابراہیم خلیل اللہ کو حضرت منصور سے دعائے خیر کا طلب گار دیکھا۔

حضرت دباغ سے میں نے پوچھا کہ عبداللہ برناوی اور منصور بن احمد میں بڑا کون تھا فرمایا دونوں قطب تھے۔ مگر عبداللہ برناوی بڑے تھے۔ اور جب حضرت منصور کا انتقال ہوا۔ تو ان کے اسرار کا بھی میں وارث ہوا۔ والحمدللہ۔

۵ قطب محمد لہواج (سراج)

حضرت دباغ فرماتے ہیں۔ ان سے میری ملاقات ۱۱۱۲ھ میں یوں ہوئی کہ والد کے انتقال کے بعد ہمارے چچا مجھے اور میرے بھائی العربی کو ایک ململ کے کارخانہ میں کام کیلئے گئے اور کارخانہ کا ایک کاریگر محمد لہواج کا رشتہ دار تھا۔ اور لہواج جب بھی اس رشتہ دار کو ملنے آتے تو میرے پاس بھی آکر بیٹھ جایا کرتے اور باتیں کرتے رہتے۔ پھر ہماری جان پہچان ہوگئی اور ہمارے درمیان عجیب و غریب حکایات و کرامات پیش آئیں۔

marfat.com

آپ تطاون کے قریب کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت منصور سے پہلے میری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن ان کی وفات ۱۱۲۹ھ حضرت منصور کے چند دن بعد ہوئی اور ان کی وفات پر ان کے اسرار کا وارث بھی میں بنا۔ والحمد للہ۔

۶ قطب علی بن عیسیٰ مغربی

شام میں دروز کے پہاڑ میں مسکن تھا۔ مغرب (مراکو دیکھ) سے شام چلے جانے کی ایک لمبی کہانی ہے۔

۷۔ محمد بن علی الکیمونی۔ ۸۔ محمد مغربی

۹ عبداللہ جراز:۔

مراکش کے رہنے والے تھے۔

۱۰۔ قطب ابراہیم طلز:۔

حضرت دباغ نے مجھ سے ان کا نام ذکر کیا تھا اور فرمایا سمجھ لو۔ کچھ عرصہ بعد پوچھا تو میں نام بھول گیا تھا۔ پھر ذکر کیا اور نصیحت کی۔ مگر میں پھر بھول گیا۔ تیسری مرتبہ پھر ذکر کیا اور ڈانٹا۔ تو میں نے یہ نام لکھ لیا۔ اور یاد بھی رکھا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ الجزائر کے رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے ڈر کے مارے پوچھا ہی نہیں کہ ان کے علاوہ آپ نے کن سے وراثت حاصل کی۔

۱۱۔ غوث احمد بن عبداللہ:۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ جس دن مجھے غارِ حرا کی مجلس یا دیوانِ اقطاب و اغواث میں داخل کیا گیا تو اس دن مجھ سے کوئی اور بات نہیں کی گئی سوائے کتمانِ سِر کے یعنی رازوں کو چھپانے کی تاکید کی گئی۔ غوث احمد بن عبداللہ نے تمام اراکین کو حکم فرمایا کہ اس بارے میں اپنا ایک ایک واقعہ سنائیں۔ چنانچہ مجھے دو سو (۲۰۰) واقعات سنائے گئے۔ ان میں سے

marfat.com

آٹھ واقعات مؤلف نے حضرت دباغ سے سنے اور یہاں کتاب میں صرف پانچ حکایات درج کی ہیں۔

نورِ محمدی کی شان:

غوثِ وقت احمد بن عبداللہ نے راز چھپانے کی پہلی حکایت یوں بیان فرمائی کہ ایک مرید سے مجھے بڑی محبت تھی۔ ایک دن حضورؐ کی شانِ عظمت میں اسے سنانے لگا کہ بیٹا اگر سیدنا محمدؐ کا نور نہ ہوتا تو زمین کے راز ڈھکے ہی رہتے۔ نہ کوئی چشمہ ابلتا، نہ کوئی دریا بہتا۔ حضورؐ کا نور مبارک اس طرح میں تین بار تمام بیجوں پر مہکتا ہے۔ جس کی برکت سے پھول اور پھل آتے ہیں۔ اگر نورِ محمدیؐ نہ ہوتا تو کوئی تخم بھی پھل نہ لاتا۔

بیٹا! کم ترین درجہ ایمان کا اس شخص کا ہے جو اپنے ایمان کو بڑا سمجھے اور اپنے آپ کو اوروں سے زیادہ حق دار سمجھے۔ لیکن ذات انسانی اکثر ایمان کے بوجھ سے عاجز آکر اسے پھینک دینے کا ارادہ کرتی ہے۔ کہ نورِ محمدیؐ مہکتا ہے اور ایمان کا بوجھ اٹھانے میں مددگار ہوتا ہے۔ جس سے مومن کو ایمان شیریں معلوم ہونے لگتا ہے۔

یوں میں حضورؐ پاک کی عظمت و برکات کا ذکر کرتے کرتے ذاتِ محمدیؐ میں کھو گیا اور مرید نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا "اے میرے آقا! اسی نبی محترمؐ کی جاہ کا واسطہ مجھے سِر عطا فرما دیجئے۔ میں نے باز رہنا چاہا لیکن بڑی ذات کا واسطہ نظر آیا تو میں نے اس کی بات مان لی اور اسے راز دے دیا۔

مجھ سے سرِ الٰہی لے کر یہ خود عرب مصر میں اپنے شہر چلا گیا۔ اور لوگوں کو الٰہی راز سنانے لگا جو ان کی عقلوں سے بالا تھے۔ اور چند ہی دن میں لوگوں نے اس پر کفر کی گواہیاں دیں اور اسے قتل کر دیا گیا۔

رازِ الٰہی افشا کرنے کا انجام:۔

ایک رکنِ مجلس نے یہ حکایت بیان کی کہ بارہ سال سے ایک مرید میری خدمت کر رہا تھا۔ مجھے اس سے اتنی محبت تھی کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرنے کا ارادہ تھا۔ میں ہفتے میں تین دن بستی چھوڑ کر ساحل سمندر پر جا بیٹھتا۔ ایک دفعہ میرے غائب رہنے کے دنوں میں عید آگئی۔ گھر آیا تو دیکھا کہ اس مرید نے میرے چھ لڑکوں، تین لڑکیوں اور ایک خادم کے کپڑے سلوائے تھے اور ان کی ہر ضرورت پوری کی ہوئی تھی۔ میں بہت خوش ہوا۔ اس

marfat.com

نے انتہائی محبت سے سِرِّ الٰہی عطا کرنے کی درخواست کی اور میں نے اسے دے دیا۔ لوگوں نے اس سے راز کی باتیں سنیں تو باور نہ کر سکے۔ اس کے خلاف گواہیاں دیں اور چالیس دن ہی گزرے تھے کہ اسے پھانسی دے دی گئی۔

رازِ الٰہی بغیر پیر کے باعث ہلاکت :-

غارِ حرا کی ایک مجلس کے ایک اور صاحب نے فرمایا کہ میرے ایک مرید نے نو سال تک میری خدمت کی۔ وہ میرا ہمسایہ بھی تھا۔ وہ اپنی خوبصورت بیوی کو بھی میری بیمار بیوی کا ہاتھ بٹانے لے آتا تھا۔ مجھے اس سے محبت تھی۔

میں کھڑا تھا۔ وہ اپنی بچی کو لایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بچی قرآن مجید لیے میرے پاؤں پر گر پڑی میں نے ہٹ کر کہا۔ آخر تو کیا چاہتا ہے؟ بولا۔ "مجھے سِرِّ الٰہی عطا کریں"۔ میں نے کہا۔ رازِ الٰہی بڑی چیز ہے۔ تجھ میں اس کی برداشت کی طاقت نہیں۔ اللہ جسے طاقت بخشے۔ وہی یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ لوگ اس کے حامل کی واہ واہ کرتے ہیں۔ جو اس کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس نے اصرار کیا اور اس کی حسن معاشرت، تعلقات، حقوق اور معصوم بچی و کلام اللہ کے واسطے سے مجبور ہو کر میں نے اسے سِرِّ الٰہی دے دیا۔

اس نے سِرِّ الٰہی بغیر ذات کے لیا تھا۔ اور جس کو بھی بغیر ذات کے ملے اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ ذات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ پیر کی ذات اور اس کے اسرار اور یہ پیر کی وفات کے بعد ہی مرید کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ولی سِرّ تو دے سکتا ہے لیکن ذات نہیں دے سکتا۔ ذات صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

الغرض اس نے سِرّ لیا اور چلا گیا۔ تین دن تک پیر سے غائب رہا۔ اور پیر کی شان میں بکواس کرنے لگا۔ کسی نے پیر کو اس کی گستاخی کی اطلاع دی۔ لیکن پیر نے تغافل برتا۔ اس پر آزمائش کے دورے پڑتے رہے۔ اور اسی گمراہی اور تاریکی میں پڑا رہا۔ کچھ عرصہ بعد اسی حالت میں ایک قافلہ کے ساتھ بحری سفر پر چلا گیا۔ وہاں جا کر قید ہو گیا۔ پھر عیسائی بن گیا۔ قبل از وقت سِرّ لے کر وہ اس عتاب اور بدبختی میں پھنس گیا اور اسلام سے بھی محروم ہو گیا۔

میں نے ان تینوں قصوں والوں کا انجام پوچھا تو حضرت دباغ نے فرمایا کہ پہلے دو کی موت ولایت پر ہوئی مگر تیسرا کفر پر مرا۔

قبل از وقت راز لینے کا انجام :-

marfat.com

ایک بزرگ نے فرمایا۔ میں اور میرا ایک دینی بھائی کسی ولی اللہ کی تلاش میں سفر پر نکل پڑے تاکہ ہمیں اللہ کی راہ پر چلائے۔ اور اللہ نے ہمیں ایک ولی سے ملا دیا۔ وہ ثرید (ایک کھانا) کی دکان کرتے تھے۔ شیخ پکاتے، ہم آگ جلاتے اور تول کر گاہکوں کو کھلاتے۔ ایک مدت بعد شیخ کی موت کا وقت آیا تو میرے دینی بھائی نے سِر کی درخواست کی۔ فرمایا۔ تو ابھی اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے اصرار پر شیخ نے میری مرضی پوچھی۔ میں نے عرض کیا۔ جو آپ کی مرضی۔ فرمایا تو راضی ہو جا۔ اللہ تمہیں بدلہ دے گا۔ چنانچہ میں راضی ہو گیا اور اس نے سر لے لیا۔ دو دن بعد شیخ وفات پا گئے۔

میرا دینی بھائی وطن چلا گیا۔ اور میں بارہ برس تک شیخ کے بچوں کی خدمت محبت سے کرتا رہا۔ شیخ کی بیٹیوں کی شادیاں ہو گئیں، بیٹا مغرب کو چلا گیا اور بیوہ نے دیور سے نکاح کر لیا۔ تعلق دار چلے گئے تو میں نے بھی وطن جانے کی ٹھانی۔ شیخ کی قبر کی زیارت کو گیا۔ اور روانگی پر محبت شیخ نے جوش مارا، تو رک گیا۔ قبر سے آنے کا ارادہ کرتا تو وحشت طاری ہو جاتی، روتا رہا اور محبت شیخ اور بے چینی بڑھتی گئی اور یوں تمام دن اور رات اس ڈراؤنی جگہ اور قبر پر گزار دی۔ حتیٰ کہ اگلی فجر حضرت خضر آئے۔ ذکر عطا فرمایا اور اللہ نے شرح صدر اور فتح نصیب کی۔

وطن روانہ ہوا۔ راستے میں اس دینی بھائی کے وطن سے گزرا تو لوگ ایندھن جمع کر کے کسی کو جلانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں بھی دیکھنے گیا تو وہی میرا دینی بھائی تھا۔ اس کا قصور پوچھا تو کہنے لگا کہ علما نے اس کے جلانے کا فتویٰ دیا ہے کہ یہ شریعت کے خلاف باتیں کرتا ہے۔ بھائی مصیبت کی وجہ سے مجھے نہ پہچان سکا۔ اس سے پوچھا تو کہنے لگا کہ میں تو انہیں یہ سچی باتیں بتاتا ہوں۔ لیکن انہیں سمجھ ہی نہیں آتی۔

میں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں سلطان کے پاس جاتا ہوں۔ وہ اپنا حکم واپس لے لیں گے۔ تم میرے آنے تک صبر کرو۔ اگر کسی نے کاروائی کی تو اس کی خیر نہ ہو گی۔ سب نے کہا۔ بہتر۔

میں سلطان کے پاس پہنچا تو علماء کو دیکھا کہ متواتر قتل پر ابھار رہے ہیں۔ میں نے ایک لمبی تقریر کی کہ اللہ سلطان کا ناصر و مددگار ہو اور اسے صحیح راہ پر چلائے۔ ناحق قتل کرنے والے پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور مقتول کی خطائیں بھی قاتل کے

marfat.com

اعمال نامے میں لکھ دیتے ہیں اور قاتل کی نیکیاں مقتول کے حصے میں ڈال دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بادشاہ نے کہا۔ان علماء نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ میں نے کہا۔علماء نے جلدی کی ہے۔اگر الفاظ قتل کا تقاضا کریں تو نیت و مراد معلوم کی جاتی ہے۔نیت صحیح ہو تو قتل کا حکم نہیں لگ سکتا۔مجرم کو بلا کر اس کی نیت معلوم کی جائے۔علماء نے اتفاق کیا۔مجرم کو بلایا گیا۔اور اس کی نیت درست پائی گئی تو اسے رہا کر دیا گیا۔

میں نے حضرت دباغ سے پوچھا تو فرمایا کہ جس بھائی نے اسے رہا کرایا تھا۔اسی نے اس کا سِر سلب کر لیا۔اور اسے عوام کی طرح بنا دیا۔

اللہ کی راہ میں مکر بے کار ہے:

غارِ حرا کی مجلس کے ایک بزرگ نے کہا۔میرا ایک سخی اور کریم مرید بارہ برس سے میری خدمت کر رہا تھا اور اس نے مجھ پر اور غریب پیر بھائیوں پر ایک بھاری رقم خرچ کر دی تھی۔ دوسری طرف میرا ایک بھائی شاہی ملازم تھا۔سلطان نے ناراض ہو کر اسے بھاری جرمانہ کر دیا۔جس کو ادا کرنے کی اس میں طاقت نہ تھی۔عوام میری عزت کرتے تھے۔ اس لیے حکومت مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالتی تھی۔

مرید نے موقعہ پا کر کہا" حضرت یا تو مجھے سِر عطا کیجیئے یا میری خرچ کی ہوئی رقم واپس کیجیئے۔ ورنہ حکومت کے بلاوے کے لئے تیار رہیئے"۔ میں نے کہا" اللہ سے ڈر۔ اللہ تجھے عنقریب سِر عطا کر دے گا۔مجھ پر شک ہو تو میں اللہ کا عہد کرتا ہوں"۔ مگر میری باتوں سے اس کی ایذاء رسانی اور سرکشی اور زیادہ ہو گئی اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم جب تک رقم نہ لوٹاؤ گے۔نہیں چھوڑوں گا۔اور وہ اسی طرح میرے پیچھے پڑا رہا اور مجھے حکومت کا بھی ڈر تھا۔پھر سر بسجود ہو کر میں نے اس کے سِر کے لیے دعا کی۔اور اللہ نے اسے سِر سے نواز دیا۔

چند ہی دنوں میں اس پر ایک چیز ظاہر ہوئی جو لوگوں سے مخفی ہوتی ہے۔کیونکہ عوام اسے برداشت نہیں کر سکتے۔لیکن یہ شخص راز کی باتیں لوگوں سے بیان کرنے لگا۔ لوگوں نے ان باتوں کو مزید اچھالا۔اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اگر وہ صبر کرتا یہاں تک کہ اسے سِر ذات حاصل ہوتا تو سِر ولایت ہمیشہ

marfat.com

باب ۴

اس کے پاس رہتا۔ کیوں کہ سرِ ذات کے بعد سرِ ولایت حاصل ہو تو اللہ توفیق دیتا ہے کہ بندہ اسرار کا ذکر نہ کرے۔ عجلت پر سزا ملتی ہے۔ اس پر میں نے اس شخص کے انجام کا پوچھا تو فرمایا۔ ولایت ہی پر مرا۔

جو اسرار اور راز ان لوگوں کی موت کا سبب بنے۔ میں نے اپنے شیخ سے سب سُنے تھے۔ مگر تحریر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ عوام کے سامنے قابل بیان نہیں۔ اللہ ہمارے شیخ اور ان کے نسب کی برکت سے ہمیں اپنی پسند کی باتوں کے کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت دباغ کی کرامات

(از مؤلف احمد بن مبارک)

ہمارے شیخ دباغ مجسم کرامت تھے۔ وہ اُمّی تھے۔ کوئی علم نہ پڑھا۔ کسی مجلس درس میں نہ دیکھے گئے اور نہ قرآن کے حافظ تھے۔ لیکن قرآن حدیث اور تمام علوم پر صحیح عقلی و نقلی علوم کے مطابق بحث فرمالیتے۔

میں ان دیگر مذاہب والوں کے شبہات پیش کرتا۔ آپ اچھی طرح سمجھ لیتے اور پھر ایسے جواب دیتے جیسے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ فرماتے۔ "ہم تو انہی باتوں پر ایمان لائے ہیں جنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ بے دیکھے کوئی کیسے ایمان لائے۔ بغیر دیکھے تو وسوسے دور نہیں ہو سکتے۔

۱۔ صحیح عقیدہ بڑی کرامت :-

مجھے آپ کی صحبت نصیب ہوئی تو میں نے آپ کا توحید کے متعلق عقیدہ دریافت کیا۔ آپ نے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کر کے فرمایا کہ اس عقیدہ کے بغیر کوئی ولی نہیں بنتا اور فتح (کشف صدر) نصیب ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پہلے کسی دوسرے عقیدہ پر ہو تو ولی بننے یا فتح کے بعد پرانے عقیدہ کو چھوڑ کر اہل سنت کا عقیدہ اپنانا ضروری ہے۔

مولف کہتا ہے کہ شافعی بزرگ بدر الدین زرکشی (وفات ۷۹۴ھ = ۱۳۹۱ء) نے بھی تاج الدین السبکی (پیدائش ۷۲۷ھ / ۱۳۲۵ء، وفات ۷۷۱ھ / ۱۳۷۰ء) کی فقہ کی کتاب جمع الجوامع

marfat.com

کی شرح میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

احادیثِ صفات :-

(یہ وہ احادیث ہیں جن میں اللہ کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، آنکھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ آیات قرآنی میں بھی ایسا آیا ہے جبکہ مسلم عقیدہ کے مطابق اللہ کا کوئی جسم نہیں چنانچہ محدثین کے دو گروہ ہوگئے۔ (۱) متقدمین نے معاملہ اللہ اور رسولؐ پر چھوڑا جسے "تفویض" کہتے ہیں۔ (۲) متاخرین ان احادیث کی "تاویل" کرتے ہیں یعنی ہاتھ سے مراد قوت، سننے سے مراد علم وغیرہ۔ اور یہ دونوں گروہ اہل سنت کے ہیں۔)

میں نے پوچھا کہ احادیثِ صفات کے متعلق سلف کا طریقہ "تفویض" واجب ہے۔ یا بعد میں آنیوالوں کا طریقہ "تاویل" ؟ — فرمایا "تفویض" ضروری ہے۔ شانِ الٰہی کتنی عظیم ہے کہ نہ اندازہ لگا سکتے ہیں، نہ حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

جنت :-

پھر فرمایا۔ دنیا والوں کا جنت کی نعمتوں کی حقیقت دریافت کرنا ممکن نہیں۔ کہ جنت کے پھل انگور، کھجور وغیرہ دنیا کے پھلوں جیسے نہیں۔ اگر اللہ کسی کی باطنی آنکھیں کھول دے تو وہ دونوں میں صاف فرق پائے گا۔ جب حادث نعمتوں کا یہ حال ہے تو قدیم اللہ کا حادث جسم کے ساتھ تعلق عام آدمی کیا جانے۔ پس ضروری ہے کہ "احادیثِ صفات" سنیں تو اللہ کو ظاہری مفہوم سے پاک سمجھیں اور حقیقی مفہوم اللہ کے سپرد کریں۔

احادیثِ صفات کے متعلق مؤلف کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل پائے کے علماء اور فقہا کا مذہب "تفویض" ہی ہے۔ (مندرجہ ذیل خصوصیات وغیرہ مترجم ڈاکٹر محمد حسن کی کاوش ہے)

نمبر شمار	نام	خصوصیات	پیدائش	وفات	عمر برس
۱	امام مالک بن انس	اہل سنت کے فقہ اور حدیث کے دوسرے امام، مدینہ میں ہی قیام کیا۔ کسی دوسرے شہر نہیں گئے۔	مدینہ ۹۳ھ ۷۱۰ء	۱۷۹ھ ۷۹۵ء	۸۷
۲	ابو محمد سفیان بن عیینہ	حفظِ قرآن چار برس کی عمر میں۔ حدیث لکھی۔ سات برس کی عمر میں محدث کبیر	کوفہ ۱۰۷ھ ۷۲۵ء	۱۹۸ھ ۸۱۲ء	۹۱

marfat.com

نمبر شمار	نام	خصوصیات	پیدائش	وفات	عمر
۳	سفیان بن سعید ثوری	حدیث کے امیرالمومنین عابد و زاہد	کوفہ ۹۷ھ / ۷۱۴ء	بصرہ ۱۶۱ھ / ۷۷۶ء	۶۴
۴	حماد بن زید	مشہور راوی حدیث اور عالم۔ نابینا تھے	—	۱۱۹ھ / ۸۱۳ء	—
۵	حماد بن سلمہ بن دینار	راوی حدیث۔ بصرہ کے عالم۔ حمید الطویل کے بھانجے تھے	—	۱۶۳ھ / ۷۸۳ء	—
۶	شعبہ بن حجاج	امیرالمومنین فی الحدیث والروایۃ عابد و زاہد، اقوال مشہور ہیں	—	۱۶۰ھ / ۷۷۶ء	۹۷
۷	شریک بن شہاب	تابعی، زیادہ مشہور نہیں	—	۱۴۰ھ / ۷۵۷ء	—
۸ (الف)	ابوعوانہ وضاح	حافظ حدیث اور ثقہ۔ حسن بصری اور ابن سیرین سے ملاقات رہی امام حنبل ان کی تحریری احادیث کو صحیح لیکن حافظہ والی کو پر از وہم مانتے ہیں۔	بصرہ ۱۷۶ھ / ۷۹۲ء	—	—
۸ب	ابوعوانہ یا یعقوب بن اسحاق	ایک اور حافظ حدیث	—	۳۱۶ھ / ۹۲۸ء	—
۹	ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن	مدینہ کے فقیہہ، جن سے امام مالک نے روایت کی۔	—	۱۳۶ھ / ۷۵۳ء	—
۱۰	الاوزاعی۔ (عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی)	خلفاء ان کی تعظیم کرتے۔ بیروت کے حمام والا دروازہ بند کر دیا گیا۔ واپس آیا تو مر چکے تھے۔	۸۸ھ / ۷۰۵ء	۱۵۷ھ / ۷۷۴ء	۶۹
۱۱	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	اہل سنت کے پہلے امام فقہ۔ تابعی، زاہد و متقی	۸۰ھ / ۶۹۹	۱۵۰ھ / ۷۶۷ء	۷۰
۱۲	محمد بن ادریس شافعی	اہل سنت کے تیسرے امام فقہ۔ اتباع حدیث کے کاربند	۱۵۰ھ / ۷۶۷ء	۲۰۴ھ / ۸۱۹	۵۴

marfat.com

نمبر شمار	نام	خصوصیات	پیدائش	وفات	عمر
		بے شمار خوبیاں			
۱۳	ابو عبداللہ احمد بن حنبل	اہل سنت کے چوتھے امام فقہ، امام شافعی کے شاگرد، عالم و متقی	بغداد سنہ ۱۶۴ھ / ۷۷۹	سنہ ۲۴۱ھ / ۸۵۵	۷۷
۱۴	ولید بن مسلم	امام، حافظ حدیث، امام حنبل، اسحٰق نے ان سے روایت کی۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کے علم اور حافظہ کو سراہتے ہیں۔ لیکن ان کی تمام احادیث کو دلیل نہیں جانتے۔	-	سنہ ۱۹۵ھ / ۸۱۰ء	-
۱۵	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	صحیح بخاری کے مصنف، متقی، زاہد اور عالم	سنہ ۱۹۴ھ / ۸۰۸ء	سنہ ۲۵۶ / ۸۶۸	۶۲
۱۶	محمد بن عیسٰی ترمذی	جامع ترمذی کے مصنف	سنہ ۲۰۹ھ / ۸۲۴	سنہ ۲۷۹ / ۸۹۲	۷۰
۱۷	عبداللہ بن مبارک	عالم ربانیین	سنہ ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء	سنہ ۱۸۱ھ / ۷۹۷	۶۳
۱۸	ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم	عالم، زاہد، عارف رجال، ابدال	-	سنہ ۳۲۷ھ / ۹۳۸ء	-
۱۹	یونس بن عبدالاعلیٰ	عالم مصر	سنہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء	سنہ ۲۶۴ / ۸۷۷	۹۴

قرونِ ثلاثہ (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ) کے لوگ بھی تفویض کو اپنائے ہوئے تھے۔ اور بلا تشبیہ و تفسیر اور بغیر تاویل کے احادیث صفات کو مانتے تھے۔

امام الحرمین (ابو المعالی عبدالمالک بن عبداللہ الجوینی فقہ، اصول اور کلام میں نیشاپور اور کل مشرق کے امام ہوئے۔ مکہ میں چار سال مجاورت کی۔ تصنیف کتاب فقہ "نہایہ" وفات سنہ ۴۷۸ھ = ۱۰۵۸ء) رسالہ نظامیہ میں کہتے ہیں۔ ان ظواہر کے متعلق علماء کے مسلک مختلف ہیں۔ بعض قرآن و حدیث کی تفسیر کے حق میں ہیں۔ لیکن پرانے امام تاویل سے باز رہتے۔ اور معانی اللہ کے سپرد کرتے۔ اور ہم بھی ان آئمہ سلف کی تابعداری کے حق میں ہیں کہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق قرونِ ثلاثہ کے لوگ تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہیں۔

marfat.com

ہمارے شیخ دباغ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ امام ناصر الدین علی بن المنیر سکندرانی (جنہوں نے دس ضخیم جلدوں میں بخاری کی شرح لکھی ہے) کا قول ہے کہ صحیح عقیدہ پر استقامت ہی حقیقی کرامت ہے برخلاف دیگر خوارق اور کرامتوں کے کیونکہ وہ کبھی رحمت ہوتی ہیں اور کبھی فتنہ۔

۲۔ دوسری کرامت کشف :۔

شیخ دباغ سے میری نئی نئی ملاقات ہوئی تھی کہ میرا بیٹا مر گیا۔ میری بیوی کو بہت غم ہوا۔ کیوں کہ اس سے پہلے ایک اور بیٹا بھی مر چکا تھا۔ میں نے بیوی کو تسلی دی کہ احمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ بچوں پر آئندہ آنے والی مصیبتوں کو دیکھ کر مجھے ترس آتا ہے لیکن جو بچے مر جاتے ہیں۔ ان مصائب سے بچ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ ــــ دوسرے دن جب میں شیخ کے پاس گیا تو وہ تمام باتیں دہرائیں۔ جو میں نے بیوی سے کی تھیں۔ اور میں سمجھ گیا کہ یہ کشف ہے۔

۳۔ ولی کے لئے فاصلے کوئی وقعت نہیں رکھتے :۔

شیخ دباغ سینہ کی تکلیف کی وجہ سے لونگ کھایا کرتے تھے۔ اور ان سے لونگ کی خوشبو آیا کرتی۔ رات کئی بار ہمیں اپنے گھر میں بھی یہ خوشبو آتی۔ اور ہم میاں بیوی اس کا ذکر کرتے۔ کیوں کہ میری بیوی کو بھی حضرت سے محبت تھی اور حضرت کو میری بیوی سے۔

ایک دن میں نے حضرت سے پوچھا۔ کیا آپ ہمارے پاس ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے مذاق میں کہا کہ خوشبو کے بہانے آپ کو پکڑ لوں گا۔ ہنس کر جواب دیا۔ میں کسی اور گوشہ میں رہوں گا۔

ایک بار فرمایا۔ "نہ دن کو، نہ رات کو تم سے جدا ہوتا ہوں۔ اگر گھنٹہ بھر میں پانچ سو مرتبہ تمہارا خیال نہ کرتا ہوں تو اللہ کے ہاں مجھے پکڑ لینا"

ایک بار میں نے خواب عرض کیا کہ آپ کے ساتھ اپنے کو ایک ہی کپڑے میں دیکھا فرمایا۔ سچا خواب ہے۔ پھر ایک بار فرمایا۔ دھیان رکھنا۔ آج رات تمہارے پاس آؤں گا۔ رات کے آخری حصہ میں کچھ سو رہا تھا۔ کچھ جاگ رہا تھا۔ کہ آپ آگئے۔ قریب آئے تو میں نے آپ کے ہاتھ اور سر کو بوسہ دیا تو آپ غائب ہو گئے۔

۴۔ صاحب امر سلطان یا ولی

marfat.com

سلطان نے دو قاصد مع فرمان کے بھیجے کہ میں مکناسہ جاکر جامع مسجد کی امامت کراؤں۔ میں پریشان ہوا۔ حضرت کو علم ہوا تو فرمایا۔ ڈرو نہیں۔ مکناسہ جاؤ گے تو میں ساتھ جاؤں گا۔ سلطان جو چاہتا ہے نہ ہوگا۔ میں قاصدوں کے ساتھ مکناسہ گیا۔ جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔ معاملہ خیر سے گزر گیا اور میں فاس (فیض) گھر واپس آگیا۔ میرے خسر فقیہہ محمد بن عمر نے سنا تو مجھے لکھا تم مکناسہ گئے اور سلطان سے نہ ملے، نہ باقاعدہ استعفیٰ دیا۔ نہ جانے تم پر کیا عتاب نازل ہو۔ فوراً واپس جاؤ۔ سلطان سے ملو۔ اور امامت قبول کرو۔ کسی اور رائے پر عمل نہ کرنا۔ میں خط لے کر شیخ کے پاس آیا۔ فرمایا۔ گھر بیٹھے رہو، کوئی خطرہ نہیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔

(۵) کشفِ حمل :-

میری بیوی حاملہ تھی۔ حضرت نے فرمایا۔ لڑکا ہوگا۔ نویں ماہ میں درد اٹھا۔ ہم سمجھے اس کی عادت کے مطابق دردِ زہ ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ ولادت تو ابھی دور ہے اور جیسا فرمایا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔

(۶) کشف :-

ایک دفعہ مولانا محمد میارہ فقیہہ نے حضرت کے لیے چار سکے دیئے۔ جب میں نے پیش کئے تو فرمایا۔ مولانا بڑی چیز ہیں۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو کھوٹے سکے نکلے۔

یہی فقیہہ ایک شخص کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے لیکن ان کے متعلق جو میں جانتا تھا وہ ذکر کر دیا۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں جو تم نے کہا اس سے فقیہہ صاحب کی انتڑیوں میں نیک نیتی سے درد اٹھا۔ اگلی ملاقات پر میں نے فقیہہ سے پوچھا تو کہا کہ حضرت نے درست فرمایا۔

(۷) موت وحیات کا کشف یا کُن فیکون :-

حضرت دباغ کا صاحبزادہ ادریس سخت بیمار پڑ گیا۔ ان کی والدہ سخت فکر مند ہوئیں۔ مرض کی شدت اور کلام نہ کر سکنے کی وجہ سے مجھے بھی فکر ہوئی۔ تو فرمایا۔ یہ اس مرض سے نہیں مرے گا اور ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح بیٹی فاطمہ کے مرض نے طول پکڑا تو فرمایا۔ نہیں مرے گی اور ایسا ہی ہوا۔

مولانا میارہ اور اسی طرح حاجی محمد بن علی کے بیٹوں کی بیماری اور مایوسی حیات

marfat.com

کے الگ الگ موقعوں پر حضرت نے فرمایا کہ نہیں مرتے۔ اور یہ سب آج ۲۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۳۰ھ تک زندہ ہیں۔

(۸) کشف و کرامت کے فائدے اور نقصان :

ظہر کے وقت ہم حضرت کے پاس پہنچے۔ خیال تھا۔ آپ ہمیں اپنے پاس ٹھہرائیں گے۔ لیکن فرمایا۔ سواریوں سے نہ اترنا۔ چلو شیخ عبدالسلام (قطب زمان عبدالسلام بن مشیش، ابوالحسن شاذلی کے پیر تھے۔ انہیں قتل کرا دیا گیا تھا) کی زیارت کرآئیں۔ زیارت کے بعد کہنے لگے۔ زیارت کیسی رہی، کیا دعا مانگی ؟ میں نے عرض کیا۔ حضور ! صرف آپ کے لیے دعا مانگتا رہا۔ حضرت نے فرمایا میں نے بھی صرف تمہارے لیے دعا کی۔ کسی اور کے لیے نہیں۔

زیارت کے بعد شہر تطاون جانے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ شہر دور ہے ہم نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ نے اصرار کیا تو ہم سوار ہوئے اور صبح طلوع کے وقت شہر میں داخل ہوئے شہر میں گھستا تھا کہ زوردار بارش ہوئی۔ فرمایا۔ میں نے مزار پر بارش کو دیکھ لیا تھا اسی لیے رات بھر تمہیں چلایا۔ میں نے آپ کا ہاتھ چوما اور عرض کیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

دو دن بعد بھی بارش ہوتی رہی اور میں نے روانگی پر اعتراض کیا۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ جانوروں کے لیے چارہ خریدنے کا ارادہ کیا تو منع فرما دیا۔ لیکن دو ایک میل بعد موسم اچھا ہو گیا۔ ہمیں تعجب ہوا۔ ہم نے عرض کیا۔ چارہ کہاں ہے ؟ آپ نے پوچھا۔ آبادی کتنی دور ہے معلوم ہوا کہ آدھی رات سے پہلے آبادی تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مغرب ہوئی تو فرمایا۔ دائیں طرف چلو۔ آپ کی ہر بات پر ہم لبیک کہتے تھے۔ راستہ چھوڑ کر دائیں طرف ہم تھوڑی دور گئے کہ کھلیان اور چشمہ نظر آیا۔ فرمایا۔ "اتر جاؤ۔ اللہ نے چارہ بھیج دیا ہے" کھلیان کا مالک آیا۔ خوش ہوا اور دوست بن گیا۔ شیخ نے چارہ کی قیمت ادا کر دی۔

اسی طرح ایک بار اور شیخ عبدالسلام کی قبر کی زیارت پر جاتے ہوئے عصر راستے میں پڑ گئی۔ ہم سے اگلے لوگ پڑاؤ ڈال چکے تھے اور ہم نے بھی رکنا چاہا۔ لیکن فرمایا۔ چلتے جاؤ۔ ہم نے کہا۔ راستہ نہیں معلوم۔ فرمایا۔ پھر بھی چلے چلو۔ بغیر رہنما کے ہم چلتے رہے اور اللہ ہمارے دل میں ڈال دیتا کہ اس راستہ پر چلو۔ یہاں تک کہ ایک کھلیان اور پانی کے چشمے پر پہنچے۔ رات آرام سے کاٹی اور ہمارے جانور رات بھر بھوسہ کھاتے رہے اور اگلے قافلے کے جانور بھوکے رہے۔

marfat.com

اس سفر میں حضرت سے بڑے بڑے دقائق وحقائق سننے میں آئے۔ آپ اکثر بغیر رہنما کے سفر کرتے اور شہروں کا ذکر یوں فرماتے۔ جیسے دیکھے بھالے ہوں۔ لیکن یہ سب کشف ہوتا۔

فقیہہ علی بن عبداللہ الصباغی سے فرمایا کہ "ہم فلاں فلاں موضع گھوڑوں پر گئے اور تمہارے مرشد سے بھی ملے۔ جہاں تم گھوڑے باندھتے ہو۔ وہاں ایک ولی کبیر کی قبر ہے۔ وہاں گھوڑے مت باندھا کرو"۔ اور یہ سب کچھ کشف تھا۔ اور یہ گھوڑوں پر جاتے کا ذکر وغیرہ کشف کو چھپاتے کے لیے کیا۔

کشف کا نقصان :-

ایک شخص زیلع سے آیا اور حضرت اس بستی کا مکمل نقشہ بیان کرتے رہے۔ گویا وہاں گئے ہوں۔ حالانکہ یہ سب کشف سے تھا۔

جب وہ چلا گیا تو مجھے فرمایا۔ لوگ کشف پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں خود ولی اور طالب کے لیے بھی مضرت ہے۔ ولی کے لیے اس لیے کہ وہ مشاہدہ حق چھوڑ کر مشاہدہ خلق کی طرف آتا ہے۔ طالب کے لیے یوں نقصان دہ ہے کہ کشف وکرامات وہی مانگتا ہے، جس کی محبت سرسری ہوتی ہے۔ اور جب ولی نے اس کی بات مان لی تو گویا اسے اندھا رہنے دیا۔

(۹) کشف :-

ایک سید مجھ سے علوم دقیقہ پڑھتا تھا۔ ایک کتاب میں ایک سِرّ (راز الہی) پر بحث تھی۔ سید نے مجھ سے مطلب پوچھا تو افشائے راز سے ڈرتے ہوئے میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ لیکن سید کے اصرار پر میں نے اسے حقائق بتا دیئے۔ اسی دن حضرت سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے سید سے کی گئی میری تمام گفتگو بیان فرما دی۔ میں نے عرض کیا۔ میری بہت نیت نیک تھی۔ لیکن مجھے ڈر تھا کہ حضرتِ ناراض نہ ہو جائیں۔ الحمدللہ کہ ایسا نہ ہوا۔

(۱۰) وسوسے اور کلام کا اثر دلوں پر :-

حضرت کے کلام کا دلوں پر اثر کرنا بھی کرامت تھی۔ ایک فقیہہ آیا اور دعا کی درخواست کی کہ دل میں وسوسے نہ آیا کریں۔ فرمایا۔ وسوسے تو اسی وقت آتے ہیں۔ جب راستہ

marfat.com

معلوم نہ ہو۔ انجانے شہر میں تو دسو سے آئیں گے کہ کبھی خیال آئے گا کہ راستہ اِدھر ہے اور کبھی کہ اُدھر ہے۔ کبھی اس طرف چل پڑے گا اور کبھی اس طرف اور یوں حیران و پریشان رہے گا اور جو راستہ جانتا ہو وہ بے تردد اور بے دھڑک اپنے راستے پر چل پڑے گا۔

پھر فرمایا۔ دنیا و آخرت کا راستہ چوں کہ ذاتِ حق ہے۔ اس لیے جس نے یہ راستہ پالیا اس نے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کر لیں۔ یہ سن کر میری کیفیت یہ ہو گئی کہ جب کسی ضرورت کے تحت میری طبیعت غیر اللہ کی طرف جاتی تو ایک اندرونی کشش اسے پھیر کر اللہ کی طرف لے آتی۔ دعا ہے کہ اللہ اپنی معرفت تک پہنچائے اور اسے پورا کرے۔

دل کا تعلق :-

ایک دفعہ فرمایا۔ "مومن جب سوتا ہے تو اللہ ہی کے دھیان میں سوتا ہے۔ جب جاگتا ہے تو اللہ ہی کے دھیان میں جاگتا ہے۔" یہ سن کر اس کا مفہوم میرے دل میں اتر گیا۔ اور الحمد للہ کہ اب سوتے وقت بھی اللہ میرے دل میں ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ "بندہ کا خیال جب غیر اللہ کی طرف جاتا ہے تو اللہ سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ ایک پہر میں اللہ کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ بعض دو پہر بعد اور کوئی اس سے بھی کم یا زیادہ وقت میں۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ بندہ کے دل کا تعلق اللہ کے ساتھ کیسا ہے۔"

آپ کے ان الفاظ نے میرے دل کے لیے لگام کا کام کیا۔ جب کبھی میرا دل غفلت کے سمندر میں آزاد پھرنا چاہتا تو یہ کلام اسے کھینچ لیتا۔

ضرورتِ شیخ :-

فرمایا: "جب تک حضورؐ کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور شیخ یا پیر و مرشد کی معرفت کے بغیر حضورؐ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک تمام مخلوقات مرید کی نگاہ میں ختم نہ ہو جائیں۔ نہ کسی پر نظر جائے نہ خیال۔ پس سب کو مردہ جانو۔ اور سب سے توقعات قطع کرو۔"

آپ کے اس کلام سے اللہ نے مجھ پر بڑا کرم کیا۔ اور ہر قسم کی خیر و خوبی نصیب ہونے کا بھی وسیلہ بنا۔

marfat.com

باب ۵

حضرت دباغ کی کرامات

از

محمد بن احمد بن حنین الزایرای

مولف کتاب نے اپنے برادرِ طریقت محمد بن زیراری سے حضرت دباغ کی کرامات تحریری منگوائیں۔ حضرت دباغ کو پیش کر کے تصدیق کرائی۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

تزکیۂ شیخ:۔

اللہ کا فضل و احسان کہ میری ملاقات فضلِ الہٰی سے حضرت دباغ سے ہو گئی۔ اس سے پہلے میرا دل دنیاوی امورِ تجارت و زراعت وغیرہ میں لگا ہوا تھا۔ مجھے اللہ نے کچھ علم بھی عطا کیا تھا۔ اور دنیاوی رغبت کا یہ عالم تھا کہ علم کے برتنے پر میں نے محکمہ شہادت کی افسری اور قاضی کا عہدہ حاصل کرنے کا بھی ارادہ کر لیا تھا۔

حضرت دباغ سے ملا اور ان سے بیعت ہوا۔ انھوں نے میرا مرض مہلک دریافت کر لیا۔ تو حکم ہوا کہ کھیتی باڑی کے تمام بیل بیچ ڈالوں اور فلاں فلاں کام کروں۔ یہ کام دنیاوی اسباب کے منافی نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اسباب دنیا کو میرے دل سے مٹا دیا جائے۔

ان کی برکت اور حُسنِ سیاست پر قربان کہ حالتِ خبیثہ سے ایسے نکالتے کہ مجھے خبر تک نہ ہوتی اور اپنے آپ کو پہلے سے بہتر پاتا اور پرانا خبث اور تاریکی صاف نظر آنے لگتی۔ ان کا یہی دستور سب برادرانِ طریقت سے تھا۔ کہ کسی کی کسی بھی بری بات پر نہ برا بھلا کہتے۔ نہ بیزاری کا اظہار کرتے اور نہ صراحتہً کہتے کہ یہ چھوڑ دو۔ کیوں کہ یوں نفسِ انسانی مخالفت اور بغاوت پر اتر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ مہربانی سے پیش آتے۔ کسی حد تک تعریف بھی کر دیتے۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے ساتھ چلاتے۔ سینہ کھل جاتا۔ اپنی پہلی حالت کو آدمی

marfat.com

برا محسوس کرتے لگتا اور وہ ظاہری اور باطنی کمر دریاں اتنی کھلنے لگتیں کہ بندے کو ان سے چھٹکارا مل جاتا اور ایک انجانی خوشی اور ہلکا پن میسر آجاتا۔

مجھے بیلوں کو بیچے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ کھیتی کی محبت دل سے نکل گئی بلکہ اسے برا سمجھنے لگا۔ پھر آپ نے تمام کتابوں کو بیچ دینے کا حکم دیا کہ یہ بیچ کر ایسا کام کرو جو تمہارا جی چاہے اور جس سے خوشی ہو۔ اس کے بعد حرص اور لوگوں سے مال کی طمع نے میرا دامن پکڑا امیر لوگوں کی طرف نظر جاتی۔ ان سے کچھ ملنے کی لالچ ہوتی۔ لیکن پھر حضرت اور راونچا لے گئے۔ یہاں تک کہ لالچ و طمع تو کیا مجھے لوگوں سے نہ نفع نظر آتا نہ نقصان۔ الحمد للہ۔

۱۔ کرامت یا تربیت :۔

ابتدائی دنوں میں مجھ سے پوچھا۔ تمہارے پاس گھی ہے ؟ میں نے کہا۔ ہاں بہت ہے۔ فرمایا۔ تھوڑا سا لے آنا۔ میں نے کہا۔ اچھا۔ ایک پیر بھائی نے کہا۔ کہ شاید اس کا باقی گھی کم پڑ جائے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ کیا باقی گھی فلاں وقت تک چل جائے گا۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ جتنا زیادہ سے زیادہ ہو لے آنا۔ چنانچہ میں لے آیا۔ اور جب وہ وقت آیا تو ایک شخص جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ مجھے اللہ کی خاطر گھی دے گیا۔

۲۔ کشف و کرامت :۔

میں فصل کی فروخت میں آپ سے مشورہ کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ فلاں ماہ کی پانچ تاریخ کو جو بیچنا ہو، بیچ دینا۔ اس ماہ کی پانچ چھ تاریخ تک خوب فروخت ہوئی اور سات تاریخ کو اتنی بارش ہوئی کہ غلہ سستا ہو گیا۔

۳۔ کشف و کرامت :۔

اپنی ایک بیوی کے حمل کا ذکر کیا تو فرمایا۔ لڑکا ہوگا۔ نام احمد رکھنا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ میری دوسری بیوی کی گود میں شیر خوار بچی تھی۔ اس نے نئے حمل کی امید میں بچی کا دودھ قبل از وقت چھڑا دیا۔ میں نے ملامت کیا تو قسم کھائی کہ میں حاملہ ہوں۔ حضرت کو بتایا تو فرمایا جھوٹ بولتی ہے۔ حمل و مل نہیں ہے۔ واپسی پر کریدا تو مان گئی کہ حاملہ نہیں ہے۔ تین ماہ بعد حاضر ہوا تو فرمایا۔ "کہو، بیوی کو حمل ہے ؟" میں نے لاعلمی ظاہر کی تو فرمایا۔ پندرہ دن سے حمل ہے۔ انشاء اللہ لڑکا ہوگا۔ میرے نام پر نام عبد العزیز رکھنا اور اس کی شکل بھی میرے جیسے ہوگی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔

marfat.com

۴- کشف:-

میری پہلی بیوی کو پھر حمل ہوا- عرض کیا تو فرمایا- بیٹی ہو گی اور میری والدہ کے نام پر اس کا نام (فارحہ) رکھنا- اور ایسا ہی ہوا-

۵- اللہ سے کچھ مخفی نہیں:-

خوش طبعی کرتے ہوئے فرمایا- کیا تم نے فلاں کام کیا اور وہ گناہ کا کام تھا- میں نے قسم کھا کر عرض کیا کہ نہیں- کیونکہ مجھے یاد نہیں تھا- ہنس کر فرمایا- ذرا غور کرو- میں انکار کرتا رہا- اور وہ اصرار چوتھی بار پوچھنے پر مجھے یاد آیا کہ پندرہ برس پہلے ایک دور دراز علاقے میں میں نے وہ کام کیا تھا- مجھے شرم آگئی- اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا- پھر پوچھا- "حضور! آپ کو کیسے علم ہو گیا؟" فرمایا! کیا کوئی چیز اللہ سے مخفی ہو سکتی ہے؟ اور یہی حال ان کا ہے جنہیں اللہ اپنے اسرار پر مطلع کر دے- پھر آپ نے چند ایسی باتیں بتلائیں جو اس کام سے پہلے اور بعد میں کی تھیں- اس پر میں نے آپ کے ہاتھ پر نیک نیتی سے توبہ کی-

۶: اللہ دلوں کا حال جانتا ہے:-

آپ میرے سامنے خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ میرے دل میں ایک برا خیال آیا- آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کیا کہا- میں نے عرض کیا- "حضور! میں نے تو کچھ نہیں کہا" فرمایا- تم نے دل میں کیا کہا؟ مجھے شرم آئی اور توبہ کی-

(۷) کشف سے اصلاح:-

ایک رات خلوت میں بیوی کی شرمگاہ پر میں نے عمداً نظر ڈالی- بعد میں جب زیارت کے لیے آیا تو مزاحاً فرمایا "اے علماء دین! عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا کیسا ہے؟" میں نے علماء کا قول بیان کر دیا (کہ مکروہ ہے) پوچھا کیا تم ایسا کرتے ہو- میں نے کہا- کہ نہیں- کیونکہ میں بھول چکا تھا- فرمایا- فلاں رات بھی تم نے نہیں دیکھا- مجھے یاد آگیا اور شرم آگئی- فرمایا- "پھر ایسا نہ کرنا- اپنی نظر کعبہ کی طرف لگائے رکھو-

۸- کشف و تربیت:-

ایک بار میری دونوں بیویاں اپنے اپنے گھر کی بجائے ایک ہی گھر میں الگ الگ بستروں پر سو گئیں- میں اپنے بستر پر اور چوتھا بستر خالی تھا- رات کو خواہش ہوئی تو اس خیال سے کہ دوسری سو رہی ہے- میں نے باری باری دونوں سے وقفے وقفے بعد جماع کیا- بعد میں زیارت

marfat.com

کے لیے آیا تو مزاحاً فرمایا۔ دو بیویوں کو ایک مکان میں جمع کر کے جماع کرنے کا کیا مسئلہ ہے؟ میں سمجھ گیا اور عرض کیا۔ حضور! آپ کو کیسے علم ہوا۔ فرمایا۔ تو جو تمھے بستر پر کون تھا؟ عرض کیا کہ میں تو سمجھا تھا۔ وہ سو رہی ہیں۔ فرمایا۔ نہ پہلی سوئی تھی، نہ دوسری۔ اور سو بھی رہی ہوں تب بھی مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ اور میری توبہ ہے۔

۹۔ کشف :-

ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے اور آپ کی بیوی گھر میں نہیں تھیں۔ ہم میں سے ایک رفع حاجت کے لیے گیا۔ بیت الخلاء نیچے تھا اور اس کا دروازہ گھر کے دروازے کے سامنے تھا۔ گھر میں آنے والے کی نظر بیت الخلاء میں بیٹھے ہوئے شخص پر پڑ سکتی تھی۔ آپ فوراً اٹھے نیچے گئے، گھر کا دروازہ بند کیا اور اوپر آ گئے۔ ہم حیران تھے کہ آپ نے یہ کیوں کیا کہ اتنے میں آپ کی زوجہ محترمہ تشریف لے آئیں اور پھر ہم سمجھے کہ آپ نے دروازہ انہیں کی پردہ پوشی کے لیے بند کیا تھا۔

ایک بار میں آپ کے گھر سو گیا۔ سوتے میں کسی نے میری گدگدی کی۔ میں ہنس پڑا تو آپ بھی ہنس پڑے۔ حالانکہ آپ اپنی خوابگاہ میں مکان کی نچلی منزل میں تھے۔

۱۰۔ مریدوں پر سایہ :-

ہم برادران طریقت آپ کی زیارت سے واپسی پر راستہ بھول گئے اور ایک خطرناک چوروں کے علاقے میں رات گزاری پڑی۔ ہمارے ساتھی سو گئے تو میں نے فوراً ایک ساتھی نے قریب ہی ایک شیر کھڑا دیکھا۔ ہم خاموش رہے اور صبح روانہ ہو گئے تو ایک تازہ مرا ہوا خرگوش بھی دیکھا۔

دوبارہ زیارت کے لیے آئے تو پڑاؤ پر رات بھر میں پہرہ دیتا رہا۔ آپ کے پاس پہنچے تو میں نے فوراً سونے کی اجازت چاہی۔ پوچھا کیوں؟ عرض کیا۔ رات بھر پاسبانی کرتا رہا۔ فرمایا۔ تمہاری پاسبانی سے کیا ہوتا ہے۔ اور پھر آپ نے شیر والی رات کا قصہ تفصیل سے سنا دیا کہ کیسے چور تم لوگوں کے پیچھے پڑے رہے اور کیسے کیسے شیر نے رکھوالی کی اور اللہ نے چوروں کے دلوں پر مہر لگا دی۔

میں نے خرگوش کے متعلق پوچھا تو فرمایا۔ شیر میں انسان کی طرح نخوت اور غرور ہوتا ہے۔ جیسے انسان ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ شیر بھی کسی کو برداشت نہیں کرتا۔ ایک

marfat.com

خرگوش گزرا اور شیر نے اسے مار ڈالا۔

۱۱۔ کشف و کرامت :۔

میں نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی۔ مجھے اس کی صفات معلوم نہ تھیں۔ لیکن آپ نے بیان کر دیں۔ اور کچھ ایسے امور کا بھی ذکر کیا جن کا اللہ کے سوا کسی اور کو علم نہ ہو سکتا تھا۔ اور شادی کے بعد میں نے ویسا ہی پایا۔

سہاگ رات آئی تو فرمایا۔ آج رات میں تمہارے پاس ہوں گا۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے کیسے معلوم ہوگا۔ فرمایا۔ کوئی ایسا کام کروں گا کہ تمہیں معلوم ہو جائے۔ بیوی کے پاس گیا اور ابھی کچھ باتیں ہی کی تھیں کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔ میں نے سبب پوچھا تو کہنے لگی۔ آپ ہی نے تو مکا مارا ہے۔ میں چپ رہا اور سمجھ گیا کہ حضرت کا کام ہے۔ جب زیارت کے لیے گیا اور قصہ بیان کیا تو فرمایا "ہاں"، وہ ٹھنڈے دن دور سے آئی تھی۔ اس کی ناک میں خون جم گیا تھا۔ اور یہ خون نہ بہتا تو بیمار پڑ جاتی۔

۱۲۔ مرشد کی مرید پر نظر :۔

آپ گھر میں نیچے کام کر رہے تھے اور میں چھت پر تھا۔ سامنے مکان کی چھت پر ایک عورت آئی۔ اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا کہ اس کے چہرہ کا رنگ ہی سرخ ہے یا سرخی لگائی ہے۔ نیچے سے حضرت کی آواز آئی۔ اللہ سے ڈرو۔ یہ بد نظر اور میرے سامنے؟ اور پھر ہنسنے لگے۔

۱۳۔ وہاں بھی اور یہاں بھی :۔

آپ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا کہ میرا خچر مجھ سے بھاگ گیا۔ میں نے زور زور سے پکارا۔ "یا سیدی مولائی عبدالعزیز!" اللہ نے چند لوگ پیدا کر دیئے جو خچر پکڑ کر لے آئے آپ کے پاس پہنچا تو مسکرانے لگے اور فرمایا۔ عبدالعزیز کیا کر سکتا ہے؟ تو وہاں اور میں یہاں۔ اگر تمہارے پاس ہوتا تو ضرور مدد کرتا۔ میں نے عرض کیا۔ "حضور آپ کے لیے ایک ہی بات ہے۔ دور ہوں یا نزدیک۔

میں ایک دن عبدالقادر فاس کی خانقاہ میں اکیلا ذکر خفی (دل میں) کر رہا تھا۔ ذکر کے بعد حضرت کے گھر کی طرف چلا۔ یاد آیا کہ کوئی چیز بھول گیا ہوں۔ پلٹ کر آیا تو دیکھا حضرت میری ذکر کی جگہ پر کھڑے ہیں۔ عرض کیا۔ آپ کب تشریف لائے۔ فرمایا جب سے

marfat.com

تو فلاں ذکر کر رہا تھا۔ میں جان گیا کہ آپ موجود تھے لیکن آنکھوں سے اوجھل تھے۔

۱۴۔ یُزَکِّیہِم :میں نے ایک بار ایک اجنبی عورت سے ایک معمولی سی بات شرع کے خلاف کی۔ بعد میں کسی دن عورتوں کا ذکر ہو رہا تھا کہ اس عورت کا نام بھی آگیا۔ آپ نے فوراً فرما دیا۔ تمہارے اور اس عورت کے درمیان میں نیلا دھاگہ (ظلمت معصیت) دیکھتا ہوں۔ اور یہ کیوں ہے؟ مجھے وہ واقعہ یاد آگیا اور شرما گیا۔ اس واقعہ کو پانچ سال گزر گئے تھے۔

۱۵۔ مرشد سے مشورہ :-

آپ سے غلہ وغیرہ خریدنے میں میں نے مشورہ لیا۔ فرمایا غلہ تمہارے پاس کافی ہے۔ گھی خرید لو۔ میں نے عرض کیا: فلاں عورت نے کافی گھی میرے پاس امانت رکھا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جتنا ضرورت ہو لے لینا۔ نہ جانے ادھار دے گی یا اللہ کی راہ میں؟ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا۔ گھی خرید لو۔ یہ بات دو تین مرتبہ دہرائی۔ چنانچہ اس عورت نے واقعی اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ وہ میرے گھر آئی اور اپنا سارا گھی فروخت کر دیا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ لیکن بعد میں اللہ نے شیخ کی برکت سے مجھے توقع سے زیادہ فراخی عطا فرمائی۔

ایک شخص نے کچھ رقم مجھے قرض دی اور کچھ میرے پاس امانت رکھی۔ کچھ عرصہ بعد دونوں رقمیں وصول کرنے آگیا۔ میں نے امانت تو نکال کر دے دی۔ اور دل میں شیخ دباغ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرنے لگا کہ یہ قرض کا مطالبہ نہ کرے۔ چنانچہ وہ خاموش رہا۔ اور چھ ماہ گزرنے کو ہیں کہ وہ قرض کا مطالبہ کرنے نہیں آیا۔ الحمدللہ

marfat.com

باب ۶

حضرت دباغ کی کرامات

از فقیہہ علی بن عبداللہ الصباغی

مؤلف کتاب کو فقیہہ علی بن عبداللہ نے اپنی دیکھی ہوئی کرامات لکھیں اور مؤلف نے حضرت دباغ سے تصدیق کرانے کے بعد مندرجہ ذیل کو کتاب میں جگہ دی۔

۱۔ شیخ کو پکارنا:۔

حضرت دباغ کی پہلی زیارت، صحبت اور بیعت کے دس دن بعد میرے ایک رشتہ دار کے ہاں ایک ایسا سخت معاملہ پیش آیا کہ اگر حکومت کو علم ہو جاتا تو تمام قبیلہ تباہ ہو جاتا اور اس معاملہ کا علم کم وبیش بیس ۲۰ مردوں اور عورتوں کو ہو گیا تھا۔

میں نے کھلے میدان میں تین مرتبہ بلند آواز پکارا "حضرت! اس قبیلہ کی پردہ پوشی کریں اور معاملہ کی آگ سے بچالیں" اور ایسا ہوا کہ تمام لوگوں کو خاموشی لگ گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اور تمام قبیلے کو اللہ نے شیخ کی برکت سے بچالیا۔

۲ مشکل میں مرشد کو پکارنا:۔

حضرت کی دوسری زیارت کرنے گیا تو دیکھا کہ لوگ اپنے مسائل پر مشورے اور مشکلات کے حل لے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ "حضور! جو لوگ آپ کے قریب رہتے ہیں۔ وہ کامیاب ہیں جب کہ میں چار دن کی مسافت پر ہوں۔ کیا کروں؟" فرمایا۔ جب مشکل آئے تو جنگل میں جا کر دو رکعت ادا کرو۔ ہر رکعت میں گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھو اور سلام پھیرنے کے بعد تین بار مجھے اس اعتقاد سے پکارو کہ میں تمہارے پاس ہوں۔ اور پھر مجھ سے مشورہ کرو۔ تمہیں جواب مل جائے گا۔

اس کے بعد ایک مہم پیش آگئی۔ فرمان کے مطابق میں نے آپ کو مسافت سے پکارا۔

marfat.com

آپ کی برکت سے معاملہ حل ہو گیا۔

بعد میں برادران طریقت نے بتایا کہ فلاں دن ہم شیخ کے پاس تھے کہ آپ ہنسے اور فرمایا کہ غریب علی بن عبداللہ کو یہ معاملہ درپیش ہے اور مجھے پکار رہا ہے۔ لیکن میں کہاں اور وہ کہاں۔ آپ سے ملاقات ہوئی فرمایا۔ آئندہ کبھی بھی کسی قسم کا غم نہ کرنا۔ ان کلمات سے میرا تمام غم جاتا رہا اور ہر مشکل سے پہلے ہی اللہ آپ کی برکت سے حل نکال دیتا۔ پوچھنے پر فرمایا۔ جو بھی ایسا کرنا چاہے۔ اسے اجازت ہے

۳۔ کشف :-

حضرت دباغ کی پہلی زیارت اور بیعت رمضان میں ہوئی۔ فرمایا۔ بقرعید پر ہمارے لیے دنبہ لانا۔ عید سے پہلے میں نے دو دنبے خریدے تو اس وقت حضرت کے پاس میرا ایک پیر بھائی موجود تھا۔ اسے فرمایا کہ فلاں تمہارے پاس دو دنبے لے کر آئے گا۔ ایک تم اپنے لیے رکھ لینا اور دوسرا میرے پاس لے آنا۔ وہ پیر بھائی مجھ سے دو دن کی مسافت پر رہتا تھا میں پہنچا تو پیر بھائی نے حضرت کا پیغام دیا۔ میں نے کہا۔ ایک آپ رکھ لیں۔ کہا ہم ادنیٰ لے لیں گے۔ اور عمدہ شیخ کے پاس لے جانا۔ اور بظاہر ہم نے ایسا ہی کیا۔ حضرت کے پاس پہنچا تو فرمایا۔ " فلاں نے تم سے دھوکا کیا۔ میرے لیے تو جو لایا ہے۔ وہ تو ادنیٰ ہے۔ اس کی تو صرف اوجھ اور چربی ہے"۔ قربانی ہونے پر جیسا فرمایا تھا۔ دنبے ویسے ہی نکلے۔

۴۔ کن فیکون :-

پیر بھائی کے گاؤں سے روانگی کے وقت دنبہ اکیلا چلتا نہ تھا۔ لیکن اللہ نے یہ مشکل یوں آسان کر دی کہ بکریوں کا ایک گلہ پاس جاتے مل گیا۔ چنانچہ میں تو سواری پر جلد پہنچ گیا اور میرا پیر بھائی دنبہ کے ساتھ دو دن بعد پہنچا۔ حضرت دباغ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ "تو ہمارے لیے دنبہ لے کر آیا ہے۔ ہم نے تم کو لڑکا دیا"

میں نے عرض کیا۔ "حضور یہی تو اس کی خواہش تھی۔ میرا پیر بھائی شادی کے پندرہ برس بعد بھی بے اولاد تھا اور بیوی خاوند کو نامرد ہونے کا الزام دیتی تھی۔ دنبہ کو باندھنے کے بعد شیخ ہمیں گھر لے گئے اور میرے بھائی کو قریب کر کے اس کی پیشانی کھولی۔ تین مرتبہ کچھ کلمات پڑھے اور تین مرتبہ فرمایا۔ "ارے فلاں! یہ کوئی سحر وہ تو نہیں ہے۔ پھر اسے کہا۔ لڑکے کا نام کیا رکھو گے؟ عرض کیا۔ آپ ہی فرمائیں۔ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا۔ رحال رکھنا چنانچہ

marfat.com

بچہ پیدا ہوا اور نام رحال رکھا۔ لوگ اس نام پر حیران تھے۔ لیکن تین برس بعد جب بچہ مر گیا تو سمجھ آیا کہ رحال کے تو معنی ہی جلد کوچ کر جانیوالا ہوتا ہے۔ شیخ کو اسی پیر بھائی کو میں نے کہتے سنا کہ پہلے تو ہم نے تجھے رحال دیا تھا۔ لیکن اب ایسا لڑکا دیں گے جو کوچ نہیں کرے گا۔

۵۔ فاصلے سکڑنا :۔

ایک دوست کے ساتھ میں شکار کو گیا اور کھانے کو کچھ نہ لے گئے۔ لیکن ہرنوں کے پیچھے دیر ہوگئی اور شام تک خوب بھوک لگی۔ بعد میں جب حضرت دباغ کے پاس حاضر ہوئے تو فرمایا۔ "بدھ کے روز بغیر کھانے کے شکار کے لیے کیوں گئے اور پھر ہمارے شکار کی تمام تفصیلات بتائیں کہ ہم کہاں کہاں گھومتے پھرے۔ اور اسی طرح اگرچہ میرے علاقے کو آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اس علاقے کو ایسے بیان کیا جیسا کہ دیکھ رہے ہوں۔

۶۔ ولی کی قبر کا احترام :۔

ایک بار حاضر ہوا تو حضرت دباغ نے ہمارے گھر کا تفصیل سے نقشہ کھینچا کہ تمہارے جانور باندھنے کی جگہ پر سات قبریں ہیں۔ جانوروں سے کسی کو حرج نہیں سوائے ایک ولی کی قبر کے۔ اس لیے تم گھوڑوں کو وہاں سے ہٹالو اور ولی کی قبر کی تعظیم کرو۔ وہاں کوئی جنگلہ بنا دو۔

برادران طریقت نے اس ولی کا پوچھا تو فرمایا۔ وہ فلاں آبادی کا رہنے والا عرب تھا۔ کسی کو اس کے ولی ہونے کی خبر نہ تھی۔ اسے صرف ایک طالب علم سمجھتے تھے۔ ہم نے اس علاقے کی قوموں کے نام لینے شروع کیے تو آپ نہ نہ کہنے لگے کہ اس قوم میں سے نہیں تھے۔ جب آل رباح کا نام لیا تو فرمایا۔ انہی میں سے ہے۔ مزید پوچھنے پر ولی کی قبر کی نشاندہی فرما دی۔ واپس آکر گھر کے تین تہہ خانوں کے قریب کھودا تو ارشاد کے مطابق پایا۔ اور لوگوں کو تعجب ہوا۔

میں نے پوچھا کہ ولی کی قبر کی کیا خصوصیت ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ فرمایا کہ ولی کی روح آزاد ہے اور باقیوں کی روحیں برزخ میں قید ہیں۔ اور پھر ان پر تو تین سو سال گزر چکے ہیں۔

۷۔ خدا بخش نام کی برکت :۔

میرے چچازاد اور نسبتی بھائی علال میرے ساتھ زیارت اور دعا کے لیے آیا کہ اس کی تنگدستی دور ہو۔ اس کی بیوی حاملہ تھی۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا۔ تمہاری بیوی حاملہ ہے۔ کیا تم کو پسند ہے کہ لڑکی پیدا ہو اور وہ رزق لے کر آئے؟ اس نے عرض کیا۔ حضرت ہم

marfat.com

یہی تو چاہتے ہیں۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ سات دن قبل لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اور گھر والے سوچ رہے تھے کہ نام کیا رکھیں۔ حضرت نے خدیجہ نام تجویز فرمایا تھا اور ہمارے ہاں اس نام کا رواج نہیں تھا۔۔۔ میں نے پوچھا تھا کہ خدیجہ نام کیسے رکھا۔ فرمایا کہ "رسولِ پاکؐ کو حضرت خدیجہ سے بڑی راحت اور دینی و دنیوی خوبیاں حاصل ہوئیں۔ جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ فتح عطا کرتا ہے تو نکاح کے لیے خدیجہ نام کی عورت کی جستجو کرتا ہے۔ اگر میرے ہاں ایک اور لڑکی ہوئی تو نام خدیجہ رکھوں۔"

۸۔ کشف ٤۔

ایک بار آپ نے میری بیوی کے سر سے پاؤں تک تمام اعضائے ظاہری و پوشیدہ بیان فرمائے۔ جو بالکل درست تھے۔ حالاں کہ آپ نے اسے کبھی نہ دیکھا تھا۔

۹۔ نافرمان اولاد اور مرید کا تزکیہ :

فجر کے وقت میں بیوی سے مجامعت کرتا اور سو جاتا۔ ایک دن حاضر ہوا تو فرمایا۔ فلاں کے پاس جب ہم گئے تو یا اسے سوتے پایا یا بیوی سے مجامعت کرتے پایا۔" کسی نے پوچھا حضرت اس وقت سونا بہتر ہے یا مجامعت کرنا۔" فرمایا۔ "اس وقت مجامعت سونے سے افضل ہے۔ لیکن اوقاتِ صلوٰۃ میں مجامعت سے اگر حمل قرار پا جائے تو جو اولاد ہوگی۔ وہ نافرمان ہوگی۔" میں نے توبہ کی۔ پھر اوقاتِ صلوٰۃ میں نہ مجامعت کی، نہ سویا۔

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ علی بن عبداللہ ہمیشہ اپنی اولاد کے نافرمان ہونے کی شکایت کرتے رہتے تھے اور ہم نے دیکھا کہ ان کی اولاد ان سے بڑی بری حرکتیں کرتی رہتی۔

۱۰۔ بیوی کے حقوق یا سنت :

میں اپنی بیوی سے بہت ہنسی مذاق کیا کرتا تھا۔ اور اسے کئی طرح سے کرتا۔ یہ ذکر میں نے اپنے ایک پیر بھائی سے کر دیا۔ اور اس نے شکایتاً اس کا ذکر حضرت دباغ سے میرے سامنے کر دیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اس نے تو پورا ذکر نہیں کیا۔ یہ تو ایسا ایسا بھی کرتا ہے۔" اور سب کچھ بتا دیا ـــــ پھر فرمایا۔ یہی سنتِ رسولؐ ہے اور ایسے کرنے والے کو نیکیاں ملیں گی۔ مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی۔ الحمد للہ۔

۱۱۔ صحبتِ مرشد :

علی بن عبداللہ نے حضرت دباغ کی مندرجہ بالا کرامات ارسال کرتے ہوئے لکھا کہ

marfat.com

حضرت کی محبت میں ہماری موت واقع ہو اور انہی کی جماعت میں ہمارا حشر ہو۔ چنانچہ اللہ نے دعا قبول کی۔ ایک دن دل میں خیال آیا کہ مرنے کا وقت قریب ہے۔ بیوی کو بتایا۔ کہ فاس حضرت کے پاس جاتا ہوں تاکہ وہیں وفات پاؤں۔ عزیزوں سے رخصت ہو کر آستانہ شیخ پر آپڑا۔ بیمار ہوا۔ حضرت نے اپنے گھر رکھا۔ تیمار داری فرماتے۔ حضرت کی زوجہ اور دوسرے متعلقین ضروریات پوری کرتے۔ حضرت نے وصیت اور تیاری کا حکم فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ علی کو رسول پاکؐ اور ابوبکر کی زیارت ہوئی ہے۔ لوگ علی کے پاس بالا خانے پر دریافت کرنے گئے۔ لیکن زبان بند ہو چکی تھی۔ پھر بھی لوگوں نے پوچھا تو سر ملا کر تائید کی مسکرائے اور دم دے دیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ نے اس پر رحم فرمایا۔ اگر اپنے گھر میں نوے سال بھی اور زندہ رہتا تو جس حال میں مرا ہے وہ حاصل نہ کر سکتا۔

باب ۷

حضرت دباغ کی کرامات

از
فقیہہ عبداللہ بن علی التاری

مندرجہ ذیل کرامات عبداللہ بن علی نے لکھ بھیجیں۔ یہ اور ان سے پہلی لکھی ہوئی کرامات ۱۱۲۸ھ تک کی ہیں۔ ان کی تصدیق میں نے بروز عاشورہ دس محرم ۱۱۲۹ھ حضرت دباغ سے کرالی تھی۔

۱۔ مشکل کشائی :۔

حکومت کے ایک سیکرٹری کے بیلے میں کرا ئیں خرید اکرتا تھا۔ کتابوں کی ایک کھیپ سیکرٹری صاحب کو پسند نہ آئی۔ مجھ پر گرجا برسا اور کتابیں واپس کر کے کہا کہ ان کو واپس

marfat.com

کے رقم لوٹا دو۔ ورنہ ہم سے جو ہو سکے گا۔ کریں گے۔ میں سخت گھبرایا۔ غمگین اور پریشان ہو کر حضرت کو سارا قصہ سنایا کہ مالکوں نے کتابیں واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ رقم میرے پاس نہیں کہ ادا کر دوں۔ اور سیکرٹری بڑے دبدبہ والا ہے شیخ نے فرمایا۔ "بیٹا! ڈر نہیں۔ کوئی سبیل جلد نکل آئے گی۔" چند دن گزرے تھے کہ سلطان نے اسے قتل کرا دیا۔ اور میری مشکل حل ہو گئی۔

۲۔ دعا:۔

ہمارے وطن تامسنا میں فساد ہُوا تو میں نے شیخ سے اپنے دینی بھائی اور قاضی شہر کے لیے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ سید طاہر قاضی کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن میر منشی کا ضامن نہیں ہوں اور ایسا ہی ہُوا کہ قاضی تو بچ گئے اور میر منشی یعنی وہی کتابوں والے سیکرٹری قتل کر دیئے گئے۔

۳۔ شیخ کا حکم پتھر پر لکیر:۔

سیکرٹری کے قتل کی خبر مجھے پہنچی تو میں شیخ کے گھر گیا۔ آپ نے نکلتے ہی فرمایا۔ سیکرٹری مر گیا۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ لیکن کیا اس کی کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ اللہ خیر کرے۔ میں گھبرا گیا اور شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہیں پھنس نہ جاؤں۔ حاضرین نے بھی میرے لیے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ طلبی تو ضرور ہو گی۔ لیکن سلامتی سے گزر جائے گی۔

تفتیش پر سیکرٹری سے لین دین اور میل جول کرنے والوں کو سزائیں ملتی رہیں۔ کسی کا مال ضبط، کسی کی ذلت اور قید اور کسی کا قتل۔ میں خوف میں شیخ کے پاس جاتا تو فرماتے موت تو نہیں۔ البتہ تکلیف ضرور ہو گی۔ حتیٰ کہ مکناسہ (دارالحکومت) سے قاصد مجھے لینے آگیا۔ میں اسے لے کر شیخ کے پاس چلا گیا۔ آپ اسے بڑی مسرت سے ملے۔ اس کے لیے دعا کی۔ میرے متعلق اسے نصیحت کی۔ تفتیش کرنے والے کو سلام کہلا بھیجا اور مجھے فرمایا۔ صحیح وسلامت واپس آؤ گے۔ مکناسہ جا کر سیکرٹری کی کتابیں میں نے واپس کیں اور مجھے چھوڑ دیا گیا۔

ظالم حکام کا مقرب بننے کے لیے چند جاہ پرستوں نے افسر تفتیش کو میرے خلاف بھڑکایا۔ اور جھوٹ باندھا کہ میرے پاس اب بھی بہت مال باقی ہے۔ چنانچہ قاصد پھر

marfat.com

آدھمکا۔ اور بظاہر دوستی کا اظہار کیا اور کہا کہ میرے دوست قاضی تامسانے افسرِ تفتیش کی معرفت مجھے بلا بھیجا ہے۔ میں پھر اسے حضرت کے پاس لے آیا۔ شیخ نے خاموشی سے سننے کے بعد فرمایا:"میری رائے ہے اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ لیکن تیس اوقیہ (سکے) ساتھ ضرور لے لو۔ تاکہ افسرِ تفتیش کو دے سکو۔ قاصد نے کہا۔ حضور! میری بھی یہی رائے ہے۔ میں نے کہا۔ اگر میں نے قاضی طاہر کے پاس جانا ہے تو اس کے ساتھ کیوں جاؤں۔ اور پھر تیس اوقیہ کیوں لے جاؤں"۔ شیخ نے فرمایا۔ میں ہنسی مذاق نہیں کر رہا اور میں اپنی نادانی پر جما رہا۔ لیکن شیخ نے اٹھتے وقت فرمایا۔ موت کا خطرہ نہیں۔ البتہ قید ہو جاؤ گے"۔

شیخ کے حکم کے خلاف میں بغیر تیس اوقیہ چلا گیا۔ افسرِ تفتیش نے منہ پھیر لیا۔ اور یہ کہتے ہوئے کہ سلطان سے تمہارے بارے میں مشورہ کروں گا۔ مجھے اپنے گھر میں قید کر دیا۔ چنانچہ میں بہت ڈرا۔

افسر جب سلطان کے پاس پہنچا تو سیکرٹری کا ایک بھائی ابوالعباس سبتی کا غلاف لے کر آیا تھا۔ اور سلطان نے خوش ہو کر سیکرٹری سے وابستہ تمام لوگوں کو معاف کر دیا لیکن مجھے سنخرہ کے بارے میں گرفتار کر لیا۔ جس کی قیمت تیس اوقیہ تھی۔ تب شیخ کی بات سمجھ میں آئی۔ پریشانی کے بعد اللہ کے فضل سے معاملہ آسان ہو گیا اور میں رہا ہو گیا۔ اور یہ سب شیخ کی برکت سے ہوا۔ (الحمد للہ۔)

۴۔ کشف:۔

نمازِ مغرب کے بعد میں دباغ کے گھر گیا۔ دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔ سیڑھیوں پر اترتے ہوئے آپ نے میرا نام پکارا۔ میں نے جواب دیا۔ فرمایا۔ کیا تو عرصے دروازے پر نہیں بیٹھا رہا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ یہ سب کچھ کشف سے کہا۔ کیونکہ اندھیرے کے علاوہ میں نے نہ دستک دی تھی، نہ کسی کو آمد کا بتایا تھا۔ آپ نکلے اور میں نے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔

۵۔ پردہ پوشی:۔

ایک رات میں نے گھر سے باہر گزاری۔ صبح ملنے گیا تو فرمایا۔ رات کہاں گزاری؟ میں نے جھوٹ بولا کہ گھر پر ہی تھا۔ فرمایا۔ کیا تو فلاں جگہ نہیں رہا۔ میں نے انکار کیا۔ فرمایا سچ نہ بولو گے تو جو کچھ تو کرتا رہا ہے۔ سب کو بتا دوں گا۔ رسوائی کے ڈر سے آپ کے ہاتھ کو بوسہ

marfat.com

دیا اور کہا۔ حضور صحیح فرماتے ہیں۔

۶۔ کشف :-

مدرسہ میں ایک جاہل سے جھگڑا پڑا۔ جو حضرت کا مرتبہ نہ جانتا تھا۔ بعد میں جب آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا۔ وہ کون تھا۔ جس سے کل رات تو جھگڑا تھا۔ میں چپ رہا۔ لیکن آپ نے تمام قصہ کہہ سنایا۔

باب ۸

حضرت دباغ کی مزید کرامات

از

مولف احمد بن مبارک

۱۔ کشف :-

ایک شخص کے بارے میں میں نے عرض کیا۔ کہ فلاں کو آپ سے بہت محبت ہے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ آزما کر دیکھ لو۔ چنانچہ وہ شخص میرے پاس آیا تو میں نے کہا کہ شیخ دباغ کی بزرگی کے بارے میں تو ہمیں غلط فہمی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو پہلے سے جانتا تھا اور پھر شیخ کے خلاف باتیں کر کے اپنا خبث باطن ظاہر کر دیا۔ تب میں نے کہا کہ میں تو آزما رہا تھا تمہیں۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا۔

۲۔ گھر کی مرغی، دال برابر :-

بالا خانے پر ہم دونوں بیٹھے تھے کہ پیرانی کے رونے کی آواز آئی۔ حضرت نے جھانک کر کہا۔ تمہارے بھائی کا انتقال نہیں ہوا۔ خبر دینے والے نے جھوٹ کہا ہے اور اس پر قسم کھائی۔ مگر وہ رونے سے باز نہ آئیں۔ اور پھر خبر آئی کہ بھائی زندہ ہیں۔

marfat.com

۳- سچے اور جھوٹے ولی :

راستے میں ایک ایسے شخص نے جو کسی جھوٹے مدعی ولایت کا ساتھی تھا۔ حضرت سے اپنے پردیسی بھائی کا پوچھا کہ مر گیا ہے یا زندہ ہے؟ کیونکہ فلاں صاحب (ہم جلیس ولی) نے بتایا ہے کہ تمہارا بھائی زندہ ہے۔ حضرت دباغ نے تجاہل برتا لیکن اصرار پر فرمایا۔ تمہیں اپنے بھائی کی خبر وہ دے گا جس نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیوں کہ سلطان نے اسے قتل کرایا ہے۔ اور پھر ایسی ہی خبر اسے ملی۔

۴- ولی سے ٹکر کا انجام :-

شیخ کا ایک خادم تنخواہ پر کام کرتا تھا اور وہ حکومت کے ظلم سے روپوش تھا۔ اس کا بھائی اس کی ایذا رسانی کے درپے تھا۔ اور اس کی تلاش میں تھا۔ شیخ نے اس بھائی سے کہا بھی کہ اسے چھوڑ دے لیکن وہ نہ مانا۔ اور حاکم کو جا شکایت کی۔ حاکم نے سپاہی کے ذریعہ بلایا۔ حضرت نے فرمایا۔ بسر و چشم۔ میں تو ایک مسکین رعیت ہوں۔ اور مجھے لے کر حاکم کی طرف روانہ ہو گئے۔ سپاہی نادم ہوا اور کہا۔ حضرت ہمارا مقصد تو ملزم سے ہے۔ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں۔ اور واپس چلے جائیں۔ فرمایا۔ کیا میں نے روکا ہے۔ چنانچہ وہ اسے لے کر روانہ ہو گئے۔ بعد میں اس کا بھائی صرف ایک ماہ زندہ رہا۔ اور وہ خادم چھوڑ دیا گیا۔

۵- ولی سے مشورہ :-

قبیلہ بزناسن نے سلطان کے خلاف بغاوت کی تو ان کے کچھ لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ تازہ کے ایک اہلکار نے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک جعلی دستاویز بنائی جو تازہ کی طرف سے بزناسن کو مدد کا ایک خط تھا۔ اور اسے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان آگ بگولا ہوا۔ لیکن پھر خیال آیا اور اہلکار کو قید کر دیا۔

اہل تازہ کے چند لوگ شیخ سے مشورہ کرنے آئے کہ ہم بھاگ جائیں یا نہ۔ فرمایا میری مانو تو سیدھے سلطان کے پاس جاؤ۔ لیکن پہلے وزیر کے پاس جانا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سلطان نے انہیں بری کر دیا اور اہلکار کو قتل کرا دیا۔

حضرت کا یہی طریقہ تھا کہ کسی نے حکومت سے بھاگ جانے کا سوچا تو آپ نے مشورہ دیا کہ حکومت کے پاس خود چلے جاؤ۔ اور انجام اچھا ہی نکلتا۔ طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک واقعہ پیش کر دیا ہے۔

marfat.com

۶۔ دعا یا تیری مرضی، میری مرضی:۔

سلطان کے ایک معزول حاکم نے کسی کو شیخ کے پاس دعا کے لیے بھیجا کہ اسے دوبارہ عہدہ مل جائے۔ آپ نے وعدہ کیا اور چند روز ہی میں وہ بحال ہو گیا۔ حضرت نے چند حفاظ قرآن کی ٹیکس معافی کی سفارش کی۔ لیکن حاکم نہ مانا۔ حاکم کا بھائی ملنے آیا تو آپ نے اسے عہدہ ملنے کی خبر سنائی۔ ٹیکس معافی سے انکار کے چند دنوں بعد حاکم مر گیا اور اس کا بھائی اس عہدہ پر مقرر ہو گیا۔ اور اس نے سفارش مان کر ٹیکس معاف کر دیئے۔

شرک یا غیر اللہ کی محبت:۔

حضرت دباغ کا میں نیا نیا مرید بنا تھا۔ میری شادی علامہ محمد بن عمر کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ جو بڑے مرتبہ کے امام و خطیب تھے۔ کمال عقل، حسن معاشرت اور سلیقہ شعاری کی وجہ سے مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔

شیخ مجھ سے پوچھا کرتے کہ تمہیں مجھ سے زیادہ محبت ہے یا بیوی سے۔ مجھے شیخ کے مقام کا علم نہ تھا اور میں کہہ دیتا کہ بیوی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ حضرت دباغ پر اس جواب کا اثر ہوتا کیوں کہ وہ مجھے اونچا اڑانا چاہتے اور جب تک مرید کے دل میں مرشد کے سوا کسی اور کی محبت ہو تو وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ چنانچہ وہ مختلف طریقے آزماتا رہے۔ لیکن میں معذور رہا اور نہ مانا۔ ایک دن ۲۷ رمضان ۱۱۲۵ھ کی صبح حاضر ہوا تو فرمایا۔ اولیاء کے ساتھ میل جول زہر کھانے کے مترادف ہے۔ ہمارے فلاں شیخ نے اپنے مرید کے لیے نہ بیوی چھوڑی، نہ بچہ، اور اس کو بلا شرکت غیر اپنا بنا لیا۔ لیکن میں اس اشارے کو بھی نہ سمجھا۔ نہ اپنا سکا۔

جب میں کسی طرح بھی شیخ کی محبت کو بھاری مقام نہ دے سکا تو میری بیوی بیمار پڑ گئی۔ حضرت میری بیوی کو بھی چاہتے تھے۔ اس کی تیمارداری کرتے رہے۔ دوائی، شربت، اور اس کی مرغوب چیزیں بھیجتے رہے۔ اسے دلاسہ دیتے رہے اور شفاء کا وعدہ بھی کرتے رہے لیکن وہ مر گئی اور بعد میں بتایا کہ ان کی مراد شفاء آخرت تھی۔

بیوی کی وفات کے بعد اس کی نشانی ایک بچہ رہ گیا تھا۔ اس کے ساتھ میری گرویدگی بڑھی۔ دل اسی کے ساتھ لگا رہتا۔ لیکن چند دن بعد اسے بھی اٹھا لیا گیا۔

پھر میں نے فقیہہ مذکور کی دوسری بیٹی سے شادی کر لی۔ اسے اپنے گمان سے بھی زیادہ

marfat.com

خوب صورت اور عقل و کمال والی پایا - اور وہ بھی میرے دل پر قابض ہو گئی - لیکن تھوڑی مدت بعد وہ بھی چل بسی -

تب مجھے اللہ نے شیخ کی محبت کاملہ نصیب کی - صورت یوں ہوئی کہ حضرت گھر میں محبت الٰہی کے متعلق فرما رہے تھے کہ وہ کیسی اور کیوں کر ہوتی ہے - میں نے کئی سوالات کیے - اور جوابات لکھتا گیا - آپ مسکرائے اور فرمایا - ہم تمہارے ساتھ کیا تدبیر کریں تم تو دو بیویوں سے محبت کرتے رہے - یہاں تک کہ اللہ نے انہیں اپنی رحمت میں لے لیا - اور برزخ میں اتارا - لیکن پھر بھی تم ان کی محبت اور محبت سے فارغ نہ ہوئے - اب بتاؤ اللہ انہیں برزخ سے کہاں لے جائے - تاکہ تمہارا دل ان سے فارغ ہو جائے ؟ — ان الفاظ سے ان کی محبت میرے دل سے جاتی رہی - اور تمام محبتیں شیخ کے لیے خالص ہو گئیں -

پھر فقیہہ مذکور کی تیسری بیٹی سے میری شادی ہو گئی - لیکن دل شیخ کے ساتھ ہی لگا رہا اور بحمد للہ ہم میاں بیوی بھی بخیر و عافیت رہتے ہیں -

۸ - دعا، دل کی چاہت :-

حضرت دباغ کی زوجہ کا حمل ہو گیا تو خاوند سے کہا کہ ہمارے بچے ہیں - اور نہیں چاہئیں خصوصاً جبکہ گھر کے کام کاج بہت ہیں - اور کوئی مددگار باندی وغیرہ بھی نہیں - اگر آپ ولی ہیں تو دعا کریں کہ حمل گر جائے - شیخ اکثر بیوی کو کہتے کہ چہرہ ڈھانپ لیا کرو - تاکہ کسی ڈراونی چیز کو دیکھ کر ڈر نہ جاؤ - ایک رات چہرے سے کپڑا اٹھایا تو شیخ کے پاس مردانِ غیب (جن) دیکھے - وہ ڈر گئیں اور حمل گر گیا -

۹ - نورِ محمدی :-

اکثر لوگوں کا مشاہدہ تھا کہ کبھی کبھی آپ کو جسم سے ہلکی سی غیوبت حاصل ہو جاتی یعنی جیسے جسم سے روح نکل گئی ہو اور آپ کی سانس اور رگوں وغیرہ کی حرکت نہ ہوتی - ایک دن ایک آدمی نے اس حالت میں شیخ کو دیکھا اور ساتھ ہی روشنی کا مینار سا بھی دیکھا - باہر جا کر اس نے لوگوں کو خبر کر دی اور سب نے آ کر ویسا ہی پایا - اگلے دن حضرت کے ساتھ میں جا رہا تھا کہ فرمایا - انا للہ وانا الیہ راجعون - (ہم بے شک اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) کل ایسی بات ہو گئی جو میں چھپانا چاہتا تھا - میں نے راز پوچھا - تو فرمایا - یہ رسولِ پاک کا نور تھا -

marfat.com

۱۰۔ کشفِ مشیّت :۔

میرے ایک حافظِ قرآن دوست کے قبیلہ پر ظلم و ستم ڈھائے گئے تو میں نے حاکم وقت کے پاس دوست کی سفارش بھیجی اور اس نے حافظ کو تمام مطالبات سے معاف کر دیا۔ دو سال بعد وہ حاکم معزول ہو گیا اور نئے حاکم کو سفارش بھجوائی لیکن اس نے کوئی رعایت نہ کی۔ میں نے چاہا کہ حاکمِ اعلیٰ کو کہلا بھیجوں۔ لیکن شیخ نے فرمایا۔ "اگر اللہ کی مرضی ہوتی تو حاکم تمہاری بات مان کر حافظ کو آزاد کر دیتا" میں نے تغافل برتا اور سفارش پر سفارش بھیجتا رہا۔ میرے قاصدوں سے حاکم خوشی خوشی ملتا اور وعدہ بھی کرتا لیکن کام نہ کرتا۔ میری کئی کوششیں ناکام ہوئیں تو شیخ کے کشف کی صداقت معلوم ہو گئی۔

۱۱۔ عیب دار غیر سید کی سیدانی سے شادی :۔

میرے سامنے سید عبدالسلام مشیش کی اولاد کے ایک سیدزادے نے بیان کیا کہ ہمارے سادات نے سلطان سے ایک غیر سید کی شکایت کی ہے کہ اس نے سیدانی سے شادی کی ہے۔ چنانچہ اس غیر سید کو گرفتار کر کے قتل کی دھمکی دی گئی۔

شیخ نے فرمایا۔ کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتا کہ مولائی عبدالسلام کی اولاد سے شادی کر لی اور اس میں یہ یہ عیب پائے جاتے ہیں۔ وہ سیدزادہ کشف دیکھ کر متعجب ہوا اور شیخ کے ہاتھ چومے۔

۱۲۔ کشف و کرامت قبل و بعد از فتح :۔

یہ کرامت میں نے حضرت دباغ کے اپنے ہاتھ سے الحاج عبدالقادر تازی کی بیاض میں لکھی ہوئی دیکھی ہے۔

شیخ دباغ پہلے محمد بن عمر کے حمام میں ملازم تھے۔ وہ حج پر چلے گئے تو عبدالقادر تازی کے حمام میں ملازم ہو گئے۔ عبدالقادر کا بیان ہے کہ دباغ نے ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ کو کاپی میں لکھا کہ "اللہ کا شکر جو ایک ہے۔ سیدی محمد بن عمر فوت ہو کر جوارِ رحمت میں چلے گئے۔ اللہ اس پر مہربانی کرے۔ آمین" عبدالقادر نے پوچھا۔ یہ کیا لکھا ہے۔ حضرت نے لکھی ہوئی عبارت کاٹ دی اور فرمایا کچھ نہیں لکھا۔ حاجی جب آئے تو بتایا کہ محمدؐ بن عمر کی وفات اسی ذوالقعدہ ۱۱۱۸ھ میں حج پر ہوئی تھی۔

میں (مؤلف) نے شیخ دباغ سے پوچھا کہ آپ کی فتح تو ۱۱۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ تو

marfat.com

پھر ۱۱۱۸ھ میں کیسے یہ کشف و کرامات ظاہر ہوئیں۔ فرمایا کہ سیدی فشالی کی وصیت کے مطابق ان کی امانت (کپڑا اور جوتا) جب سے پہنی تھی مجھے فتح حاصل ہوگئی تھی۔ وہ تنگ تھی لیکن کسی چیز کی طرف توجہ دیتا تو اصلیت نظر آجاتی۔

۱۳۔ کُنْ فَیَکُوْن :۔

محمد بن عمر کے حمام پر ملازمت کے دوران منتظم نے آپ کو ڈانٹا۔ شیخ کو غصہ آگیا اور کہا۔ جتنی چاہو لکڑیاں جلاؤ۔ اللہ کی قسم! یہ دیگچہ گرم نہ ہوگا۔ چنانچہ صبح سے عصر تک پانی گرم نہ ہوا۔ محمد بن عمر آئے اور انہیں سارا ماجرا سنایا گیا تو کہا۔ "سیدی عبدالعزیز! کیا آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ مجھے تو آپ سے محبت ہے۔ جس نے ڈانٹا۔ اس کا تو کچھ نہیں، نقصان تو میرا ہوا ہے۔" شیخ دباغ فرماتے ہیں۔ وہ مجھے راضی کرتے رہے۔ اور پھر مجھے شرم آگئی کہ ان کا مجھ پر احسان ہے۔ میں کام کرتا یا نہ کرتا۔ مجھے اجرت دے دیا کرتے اور کہتے کہ آپ کو میں نے برکت کے لیے رکھا ہے نہ کہ کام کے لیے۔

شیخ فرماتے ہیں۔ میں نے ایندھن لے کر دیگچے کے نیچے ڈالا اور کہا۔ آگ! تمہیں تو جلانا ہی نہیں آتا۔ یہ لو دیگچہ یوں گرم کرتے ہیں۔ اور لوگوں نے چھوا تو پانی گرم تھا اور لوگ حیران ہوئے۔

۱۴۔ کشفِ علوم :۔

حضرت دباغ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ چھ سال تک میں یہ تجربہ کرتا رہا کہ امی ہونے کے باوجود آپ کو تمام علوم کا علم تھا۔ آپ علمائے ظاہر و باطن کے اقوال اور آرا سے واقف تھے۔ یہاں تک کہ جانتے تھے کہ کس کس مسئلہ میں علماء کے درمیان کیا کیا اختلاف ہے اور کیا کیا اتفاق۔

آپ کو گزشتہ حوادث اور واقعات اور موجودہ علوم کا اچھی طرح علم تھا۔ ایک بار سُوق الخمیس میں تھے ان سے بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک چمک کی اصلیت کے بارے میں پوچھا تو ان تمام علوم کا تذکرہ فرمایا۔ جن پر مندرجہ ذیل علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

(۱) **قرطبی** ۔ (شمس الدین محمد بن احمد بن فرح انصاری اندلسی۔ متوفی ۶۷۱ھ بمطابق ۱۲۷۲ء کی کتاب "التذکرۃ باحوال الموتیٰ و امور الآخرۃ۔ جس کا اختصار امام عبدالوہاب شعرانی نے بنام مختصر التذکرۃ کیا ہے۔ اور یہ دونوں چھپ چکے ہیں)

marfat.com

(۲) حافظ ابن حجر کی کتاب الفتن۔

(۳) ابوشامہ (حافظ علامہ ذوالفنون شہاب الدین ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل شافعی۔ مشہور مصنف۔ پیدائش ۵۹۹ھ = ۱۲۰۳ء۔ وفات ۶۶۵ھ = ۱۲۶۶ء عمر ۶۶ برس)

(۴) نووی (ابوزکریا محی الدین بن یحییٰ بن شرف محدث اور شارح۔ پیدائش ۶۳۱ھ = ۱۲۳۲ء۔ وفات ۶۷۶ھ = ۱۲۷۷ء۔ عمر ۴۵ برس۔)

حضرت دباغ نے ان علوم اور علماء کے اقوال ایسے بیان فرمائے کہ میں دنگ رہ گیا اور بعض اسرار کا تو اظہار بھی یہاں مناسب نہیں۔ غرضیکہ آپ کی کرامات لاتعداد ہیں۔ سب کا ذکر کرنے لگوں تو ضخیم کتاب بن جائے۔

marfat.com

باب ۹

کشفِ کلام اللہ و احادیثِ نبویؐ

مؤلف کہتا ہے کہ میرے پاس حافظ جلال الدین سیوطیؒ [1] کی احادیث کی مشہور کتاب الدُّرَرُ المُنتَثِرَہ فِی الاَحادِیثِ المُشتَہِرَۃ تھی۔ اس تالیف میں احادیث ابجد کے حساب سے ترتیب دی گئی ہیں۔ اور یہ نفیس کتاب صحیح اور موضوع یا جھوٹی احادیث کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔

ولی کا آزمانا:۔

میں جب حضرت دباغؒ سے متعارف ہوا اور آپ کے علم و عرفان اور ایمان کو دیکھا تو آپ کو آزمانا شروع کیا اور دوسری باتوں کے علاوہ آپ سے مندرجہ ذیل احادیث کے صحیح یا غلط ہونے کا دریافت کیا۔

(۱) اُمِرتُ اَن اَحکُمَ بِالظَّوَاھِرِ (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ظاہر پر حکم لگاؤں یا فیصلہ کروں) حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ حضورؐ کا فرمودہ نہیں اور حافظ سیوطی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(۲) کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً لِاُعرَفُ ۔۔۔۔ (میں چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں ۔۔۔) حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ بھی حضورؐ کی حدیث نہیں ہے۔ حافظ سیوطی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

---

[1] پیدائش سیوط ۸۴۹ھ = ۱۴۴۵ء۔ آٹھ سال کے نہ تھے کہ قرآن حفظ کر لیا اور خاتم الحفاظ کہلائے عرصہ قاہرہ میں درس دیا۔ پانچ سو کے قریب تصانیف ہیں۔ وفات سنہ ۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء عمر ۶۲ برس

marfat.com

(۳) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ ..... (اللہ نے اول عقل کو تخلیق کیا) کے متعلق فرمایا۔ یہ حضورؐ نے نہیں فرمایا۔ احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ ابن الجوزی[۱] نے اس کو موضوع حدیث بتایا ہے۔

ابن تیمیہ[۲] نے اسے جھوٹ کہا اور زرکشی نے بالاتفاق موضوع بتایا ہے۔

(۴) اِتَّخِذُوْا عِنْدَ الْفُقَرَاءِ اَیْدًا فَاِنَّ لَھُمْ دَوْلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ .... (پکڑو لو فقراء کے ہاتھ۔ بے شک وہ یوم قیامت تمہارے بلیے دولت ہوں گے۔) حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ نے ایسا نہیں فرمایا۔ اور سیوطی بھی یہی کہتے ہیں۔

(۵) اُحِبُّ الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ ..... (میں عرب کو تین وجہ سے پسند کرتا ہوں کہ میں عرب ہوں۔ قرآن عربی میں ہے اور اہل جنت کا کلام عربی ہوگا۔) — فرمایا۔ حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ ابن الجوزی نے اسے موضوعات سے لکھا ہے اور حاکم نیشاپوری[۳] نے جو اسے صحیح لکھا ہے۔ اس میں شک ہے۔

(۶) عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ... (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) — فرمایا یہ حدیث ہی نہیں۔ سیوطی نے بھی "الدرر" میں یہی لکھا ہے۔

(۷) اَکْرِمُوْا عَمَّاتِکُمُ النَّخْلَ ..... (عزت کرو اپنی پھوپھیوں .....) — فرمایا۔ یہ حدیث نہیں۔ ابن حجر، سیوطی، اور ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں سے لکھا ہے۔

(۸) اَنَا اَفْصَحُ مَنْ نَّطَقَ بِالضَّاد .... (میں زیادہ فصیح ہوں اس سے جس نے کلام کیا ...) فرمایا۔ یہ بھی حدیث نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر[۴]، حافظ ابن جوزی اور سیوطی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

---

[۱] ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی حنبلی مشہور محدث اور مورخ۔ پیدائش ۵۱۰ھ، وفات ۵۹۷ھ۔

[۲] پیدائش حران ۶۶۲ھ = ۱۲۶۳ء دمشق میں تعلیم پائی۔ بلا کا حافظ تھا۔ محدث اور معنف وفات ۷۲۹ھ = ۱۳۲۸ء

[۳] محدث، وفات ۴۰۵ھ = ۱۰۱۴ء۔ ابن حجر کے مطابق انہوں نے کتاب مستدرک لکھی۔ پھر کانٹ چھانٹ کرنی چاہی مگر موت نے مہلت نہ دی۔ اس لیے ضعیف احادیث رہ گئیں۔

[۴] مشہور محدث، مصنف اور مفسر، متوفی ۷۷۴ھ بمطابق ۱۳۷۲ء

marfat.com

اُمّی اولیاء بھی قرآن و حدیث میں تمیز کر سکتے ہیں :

ایک عرصہ امتحان کرنے کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ حدیث اور غیر حدیث اور قرآن میں کیسے امتیاز کر لیتے ہیں۔

فرمایا۔ ایک پہچان تو یہ ہے کہ حضورؐ کے کلام کا ایک خاص نور ہوتا ہے جو مخلوق کے کلام میں نہیں ہوتا۔ اور دوسرے یہ کہ اولیاء یا عارفین جب حضورؐ کا کلام سنتے ہیں تو ان کے انوار اور معارف میں زیادتی ہوتی ہے جبکہ غیر کے کلام سے اپنی حالت پر رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک عرصہ میں قرآن اور احادیث کو علیحدہ علیحدہ یا آگے پیچھے اور ملا جلا کر پڑھتا اور آزمانے کی خاطر آپ سے پوچھتا تو ہر بار صحیح بتا دیتے۔ میرے ساتھ ایک بار علماء کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب میں نے آپ کو آزمایا تو آپ کے امی ہونے کی وجہ سے وہ بھی حیران ہوئے کہ کیسے صحیح جواب دے لیتے ہیں۔

قرآن و حدیث قدسی :-

جب میں نے جان لیا کہ آپ قرآن و حدیث میں امتیاز کر لیتے ہیں تو پھر قرآن و حدیث قدسی سنا سنا کر آزمایا تو وہ بھی آپ صحیح بتاتے رہے اور میں نے ہاتھ پر بوسہ دے کر تینوں کا فرق پوچھا۔ فرمایا۔ یہ تینوں کلام حضورؐ کی زبان سے نکلے ہیں اور تینوں میں حضورؐ کے انوار پائے جاتے ہیں۔ قرآن کا نور کلام اللہ ہے اور قدیم ہے۔ اور ذات حق میں سے نکلا ہے — حدیث قدسی کا نور حضورؐ کی روح کا نور ہے۔ اور روح ملاء اعلیٰ سے ہے جس کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے اور حق کی سب سے زیادہ معرفت رکھتی ہے۔ عام حدیث نبوی حضورؐ کی ذات پاک یا مٹی کے جسم کے نور سے ہے۔

حدیثِ قدسی کی قسمیں :-

فرمایا حدیثِ قدسی کی تین قسمیں گنوائی جا سکتی ہیں۔

(۱) یا تو ان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہوگا یا (۲) اظہارِ رحمت کا یا اس کی وسعتِ ملک اور کثرتِ عطا کا — مثلاً عظمت الٰہی کا اظہار۔ ابوذرؓ سے راوی مسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔ یَا عِبَادِیْ لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ (اے میرے بندو! چاہے کہ تم سے پہلے اور بعد کے اور انسان اور جن ....) — اظہارِ رحمت اس حدیث قدسی سے ہوتا ہے۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْن .... (میں نے اپنے صالح بندوں

marfat.com

کھ لیے تیار کی) اور (۳) وسعتِ املاک اور کثرتِ عطا، کا ذکر اس حدیث قدسی میں ہے

(اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، نہیں خالی ہوتا رات دن کے خرچ اور سخاوت سے ....) اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حدیث قدسی کے علوم روح کے علوم ہیں۔

عام یا غیر قدسی احادیث میں اشارہ ان علوم کی طرف ہوتا ہے جن کا تعلق بندوں اور معاشرے کی اصلاح کے ساتھ ہے۔ مثلاً ان میں حلال و حرام یا جزا و سزا کا بیان ہوگا۔ یا اطاعت کی ترغیب دی جاتی ہے۔

قرآن، حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق :-

فرمایا۔ حدیثِ قدسی اللہ کا کلام نہیں بلکہ حضورؐ کا کلام ہے۔ میں نے سوال کیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے اور یہ حضورؐ کا کلام ہے تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ حضورؐ نے اپنے رب سے روایت فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضورؐ کے کلام میں "یا عبادی"، یعنی میرے بندے کہنا کہاں تک مناسب ہے اور اس کے کیا معنیٰ ہوئے۔

پہلی تشریح :-

ایک بار جواب دیا۔ حضورؐ ہر وقت مشاہدۂ حق میں رہتے اور انوارِ الٰہی کے ساتھ کوئی فرشتہ نازل ہوتا یا کلامِ الٰہی سنائی دیتا جو آپ کے لبوں پر آجاتا تو یہ قرآن ہوتا۔

لیکن اگر نہ فرشتہ آتا، نہ کلام سنائی دیتا اور کثرت یا شدتِ انوار سے خاص قسم کے مشاہدہ میں جو کچھ حضورؐ فرماتے۔ یہ حدیث قدسی ہوتی۔ اس حالت میں آپ جو کچھ فرماتے وہ عظمتِ خداوندی اور شانِ ربوبیت لیے ہوتا۔ کیونکہ اس حالت میں غیب سامنے ہوتا اور باطن ظاہر ہوجاتا۔ اور اس توحیدی کیفیت میں حضورؐ کا کلام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ــــ اور حضورؐ کا فرمان "یا عبادی"، "یا میرے بندے" اس لیے حق ہے کہ مشاہدۂ حق کی شدت میں وہ بزبانِ حال یہ فرماتے۔

عام یا غیر قدسی حدیث وہ نور لئے ہوتی ہے۔ جو حضورؐ کا ذاتی نور ہے اور ان سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سورج کو اللہ تعالیٰ نے انوارِ محسوسہ سے نوازا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کی ذات کا بھی اپنا نور ہے جو انعام یافتہ بندوں کو محسوس ہوتا ہے۔

marfat.com

دوسری تشریح :-

دوسری مرتبہ فرمایا کہ فرض کرو کسی کو دائمی بخار ہو لیکن بخار کی شدت کے گھٹنے بڑھنے سے تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) بخار کی عام یا معلوم مقدار۔ (۲) بخار کی اس قدر شدت کہ مریض حواس کھو بیٹھے۔ (۳) بخار کی ایسی شدت کہ مریض حواس نہ کھوئے۔

حضورؐ کی ذات کے بھی کا بھی یہی حال ہے۔ (۱) عام حالت یا معین مقدار کے انوار کے وقت جو کلام فرمائیں گے۔ وہ حدیث غیر قدسی ہوگا۔ (۲) انوار اتنے پھیل جائیں یا شدت اختیار کر لیں کہ آپ مستغل ہو کر اپنی عام حالت سے باہر آجائیں تو اس وقت جو کلام ہوگا وہ کلام اللہ یا قرآن ہوگا۔ اور (۳) انوار تو پھیلیں یا شدت اختیار کریں۔ لیکن حال پہلی اور دوسری حالت کے بین بین ہو تو آپؐ اس وقت جو کلام فرماتے وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

تیسری تشریح :-

ایک اور مرتبہ فرمایا۔ قرآن نبیؐ پاک کی زبان سے نکلا ہوا وہ کلام ہے جو آپؐ کے اختیار سے باہر ہو۔ اگر آپؐ کے اختیار میں ہے اور اس میں خاص عارضی انوار کی شدت ہے تو یہ حدیث قدسی ہے اور اگر دائمی انوار کی حالت میں کوئی بات فرمائی تو وہ حدیث غیر قدسی ہے۔

چوں کہ حضورؐ کے کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے انوار کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے جو بات بھی آپؐ فرماتے ہیں۔ وہ سب وحیٔ الہی ہے۔ انوار کے اقسام اور شدت کے فرق کی وجہ سے حضورؐ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے کلام کی تین قسمیں بن گئی ہیں۔

اللہ کا کلام :-

میں نے پوچھا کیا دلیل ہے کہ حدیث قدسی اللہ کا کلام نہیں ہے۔ فرمایا۔ بھلا اللہ کا کلام بھی چھپ سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ کیا کشف کے ذریعہ؟ فرمایا کشف کے ذریعہ بھی اور بغیر کشف کے بھی۔ کوئی بھی عقل والا خاموشی سے قرآن اور کسی اور کا کلام سنے تو دونوں میں فرق پائے گا۔ صحابہ عقلمند لوگ تھے اور ان پر واضح ہو گیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور انھوں نے تسلیم کر کے گردنیں جھکا دی تھیں —— جو بھی قرآن سن کر معانی دل پر جاری کرے گا تو اس کلام کی عظمت و ہیبت سے محسوس کرلے گا کہ یہ اللہ کا کلام ہے جیسا کہ ایک عقلمند، ذی فہم اندھا اگر کسی عام آدمی اور بادشاہ کی تقریر سنے تو فرق پہچان لے گا۔ چنانچہ قرآن سنکر ان کے معائنہ اور مشاہدہ نے علم الیقین کا مقام حاصل کر

marfat.com

لیا اور اللہ تعالیٰ جیسا کہ ان کا ہم نشین ہو۔

کلام اللہ کی پہچان :۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کے کلام کی پہچان ان امور سے ہوتی ہے۔

(۱) انسانی طاقت سے باہر : اللہ کا کلام اللہ کے علم محیط، فیصلے اور حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ جبکہ فانی بشر کا علم محدود، فیصلے اور حکم ناقابل نفاذ ہوتے ہیں۔ کیونکہ بشر کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔

(۲) دبدبہ و عظمت :۔ اللہ کا کلام سطوت و عظمتِ الوہیت کے ساتھ ساتھ شانِ ربوبیت بھی لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں سزا اور عذاب کی دھمکی کے ساتھ ساتھ اجر و انعام کی بھی بشارت دی گئی ہے۔

(۳) کلام و معنیٔ قدیم :۔ اللہ کا کلام قدیم ہے۔ اس سے فانی حروف نکال دیئے جائیں تو خالص معانی قدیم رہ جائیں گے۔ جس کے مخاطب تمام مخلوقات ہیں۔ اور اس کلام میں ماضی، حال اور مستقبل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ معنی قدیم میں نہ ترتیب ہے، نہ تجزیہ۔ اللہ جس کی بصیرت کی آنکھ کھول دے اور وہ معنی قدیم کو دیکھے تو اسے لاانتہا پائے گا۔ حروف صرف صورت اور لباس ہیں معنی قدیم کے۔ معنی قدیم قرآن کا باطن ہے اور حروف ظاہر قرآن۔ جب قرآن کو دل کے کان سے سنیں گے تو معنیٔ قدیم پلے پڑ جائیں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح محسوسات آنکھیں دیکھ لیتی ہیں۔

(۴) حضورؐ کا قائم کردہ امتیاز :۔ حضورؐ کی دور اندیش نگاہ نے یہ امتیاز قائم کیا۔ آپؐ نے کلام اللہ کو لکھنے کا حکم دیا اور اسے قرآن کی شکل بخشی۔ دوسرے کلام کو لکھنے سے منع فرمایا تاکہ گڈ مڈ نہ ہو جائیں۔ صحابہؓ نے جو احادیث قدسیہ لکھ لی تھیں تو اس اہتمام کے ساتھ کہ وہ کلام الٰہی کے ساتھ مل نہ جائیں اور اگر یہ اہتمام نہ بھی ہوتا تو مندرجہ بالا تین پہچانیں کلام الٰہی کو احادیث قدسیہ سے ممیز یا علیحدہ رکھنے میں مدد دیتیں۔

(۵) اللہ والوں کا کشف یہ چونکہ خواص کی بات ہے، عوام کی عقلوں سے بالا ہے اس لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کشف سے بھی اولیاء اللہ اللہ کو پہچان لیتے ہیں۔

حضرت دباغ کے ارشادات کا خلاصہ ہم نے عام احادیث، احادیث قدسی اور قرآن کی پہچان کے بارے میں لکھ دیا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد کہ کوئی عقلمند قرآن اور

marfat.com

دوسرے کلام کو غور سے سنے تو دونوں کے درمیان فرق کرلے گا۔ اسی قسم کی بات امام ابوبکر باقلانی (بن الطیب اشعری باقلانی متوفی ۴۰۳ھ) نے بھی اپنی کتاب "الانتصار" میں زور دے کر کہی ہے۔ بلکہ روافض کے دعوے (جن میں غیر قرآن کو انھوں نے قرآن سے منسوب کیا ہے) بھی رد کیے ہیں۔

فصل دوم ـــــــ احادیث

باب ۱۰

احادیث و متعلقہ امور کی تشریحات

اس کتاب کا اصل مقصد شیخ دباغ سے سنے ہوئے علوم کا جمع کرنا ہے جو احادیث مشکل دکھائی دیں۔ ان کے متعلق حضرت سے میں پوچھتا رہا اور یہاں کوئی پچیس احادیث کی تشریح دی جائے گی۔

پہلی حدیث

۱۔ حضورؐ کے ہاتھ میں دو کتابیں:

ترمذی میں عبداللہؓ[1] بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ:۔

رسول اللہؐ دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لے کر باہر آئے۔ ایک کتاب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اور اس میں اہل جنت کے نام ولدیت اور قومیت درج ہے جس میں تبدیلی نہ ہوگی۔ پھر بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے

---

[1] عبداللہ اپنے باپ سے صرف ۱۲ سال چھوٹے اور ان سے پہلے ایمان لائے۔ وفات سنہ ۵۵، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۸ اور ۷۳ بیان کی جاتی ہے۔

marfat.com

اسی قسم کے الفاظ دوزخیوں کے متعلق فرمائے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ فرما کر ان کو پھینک دیا۔ اور فرمایا۔ رب العالمین بندوں سے فارغ ہو چکا۔ ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں۔

حدیث پر اعتراض :-

رسولِ پاکؐ کو معصوم جانتے ہوئے اور یہ مانتے ہوئے کہ آپؐ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ وحی کی بنیاد پر بولتے ہیں۔ علمائے کلام نے اس حدیث پر عقلی اعتراض کیئے ہیں۔ کہ دو چھوٹی سی کتابوں میں کثیر تعداد جنتیوں اور دوزخیوں کے نام کیسے آ سکتے ہیں؟۔

جواب :-

فرمایا علمائے کرام اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ صحیح ہے کہ نبی کے معجزات اور ولی کی کرامت ناممکنات میں سے نہیں ہوتے۔ لیکن عقل اس وقت تک انہیں سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے جب تک معنویت تک نہ پہنچا جائے۔

مذکورہ کتابوں میں کتابتِ قلم نہیں بلکہ کتابتِ نظر مراد ہے۔ صاحبِ بصیرت اور خصوصًا رسول پاکؐ جب کسی چیز کو دیکھنے کا ارادہ کریں تو تمام درمیانی پردوں اور حجابات کو پھاڑ کر اسے پوری طرح دیکھ لیتے ہیں اور یہ دیکھنا بصیرت سے بصارت کو بھی منتقل ہو جاتا ہے۔

حضورؐ نے اپنی بصیرت سے جنت اور دوزخ کی طرف توجہ کی تو ان کی صورتیں بمعہ ان کے مکینوں کے حضورؐ کی بصارت میں آگئیں۔ یہی حقیقت حضورؐ کے اس فرمان کی ہے کہ مُثِّلَتْ لِیَ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ عَرْضَ ھٰذَا الْحَائِطِ ۔۔۔۔ (مجھے اس دیوار کی پہنائی میں جنت اور دوزخ دکھائی گئی ہے) کیوں کہ حضورؐ جب صلوٰۃ الکسوف (سورج گرہن کی نماز) ادا کر رہے تھے اور آپؐ کے سامنے دیوار تھی اور آپؐ کی بصیرت نے دیوار کے عرض میں زمان و مکان کو پھاڑتے ہوئے جنت و دوزخ کو دیکھ لیا۔

مشکل تب پیش آتی ہے جب ہم قلم کی لکھائی اور کاغذ کی کتاب سمجھ لیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہوئی کتاب جس میں انبیاء و رسل کے نام ہوں حضورؐ پھینک دیں جب کہ وہ سب سے زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں۔ کتاب کا لفظ حضورؐ نے تشبیہ اور تمثیل کے طور پر استعمال فرمایا کہ "کتاب" ہر مجموعہ کو کہتے ہیں۔

marfat.com

اور حروف و الفاظ اسمائے کے مجموعہ کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ اسی طرح فوجی دستوں کو بھی کتاب کہتے ہیں۔

رب العالمین کی طرف سے کتاب اس لیے کہ جس نور سے حضورؐ نے دیکھا وہ اللہ کا نور ہے جو انسانی طاقت اور اکتساب سے باہر ہے۔ پس کتابت سے مراد وہ صورت ہے جو نظر میں آئی۔ جیسا کہ آسمان کی صورت مسور کے دانہ جتنی چھوٹی آنکھ کی پتلی میں سما جاتی ہے۔ چنانچہ یہ حدیث ممکنات میں سے ہے اور تمام معجزات یا خوارق کا یہی حال ہے۔

باب ۱۱

دوسری حدیث

قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے۔

حدیث:۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ (بے شک یہ قرآن سات حروف پر اتارا گیا) مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

مندرجہ ذیل صحابہؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

(۱) عمرؓ بن خطاب۔ (۲) ہشامؓ[1] بن حکیم (۳) عبدالرحمٰنؓ بن عوف[2] (۴) عثمانؓ بن عفان (۵) عمر بن ابی سلمہ (۶) ابی جہیم۔ (۷) سمرہ بن جُندب۔ (۸) عمرو بن عاصؓ۔ (۹) ام ایوبؓ انصاری۔ ابو یعلیٰ احمد بن علی نے اپنی کتاب مسند کبیر میں لکھا ہے کہ ایک دن

---

[1] فاضل صحابی فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ والد کی حیات میں فوت ہوئے۔ وفات والد ۵۲ھ / ۶۷۲ء

[2] مشہور صحابی، عشرہ مبشرہ اور سابقین اولین سے۔ حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت کی۔ تمام جنگوں میں شرکت کی۔ وفات ۳۲ھ مطابق ۶۵۲ء عمر ۷۵ برس۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

عثمانؓ بن عفان نے خطبہ کے دوران پوچھا کہ کس نے یہ حدیث حضورؐ سے خود سنی ہے تو ہر طرف سے صحابہ کھڑے ہو گئے۔

ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰؒ اور دیگر حفاظ حدیث نے اسے "متواتر" حدیث کہا ہے شروع سے آج تک علماء نے اس پر خوب بحث کی ہے۔ بعض نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً ابو شامہ قاضی ابوبکر باقلانی کی کتاب الانتصار۔ حافظ بحر بن جزری کی النشر، حافظ امام ابن حجر کی شرح بخاری اور امام جلال الدین سیوطی کی الاتقان فی علوم قرآن وغیرہ۔

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں بہت اختلاف کیا ہے۔ جس سے پریشانی بڑھتی ہے اختلافی اقوال کی تعداد چالیس ہے اور چونکہ اقوال کی کثرت کی وجہ عدم واقفیت ہوتی ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ اصل مراد ان اقوال سے بھی باہر ہو۔

مجھے علماء کے ان اقوال کا علم اور سمجھ تھی، لیکن یقین نہیں تھا کہ صحیح بات کون سی ہے۔ میں نے کئی بار حضرت دباغ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیے۔ آپ نے کئی ایک جواب دیے مگر میں مطمئن نہ ہوا۔

دباغ کا حضورؐ سے پوچھنا۔

میں نے حضرت سے پھر پوچھا کہ اس حدیث سے حضورؐ کی اپنی کیا مراد تھی؟ فرمایا۔ انشاء اللہ کل جواب دوں گا۔ اگلے دن فرمایا۔ "میں نے حضورؐ سے ان کی مراد دریافت کی اور آپؐ نے تشریح فرمادی"۔ میں (مؤلف) تین دن بحث کرتا رہا اور حضرت کی تشریح سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کی بڑی شان اور بڑے اسرار ہیں۔ جو نہ بیان کیے جا سکتے ہیں۔ نہ سمجھ میں آتے ہیں۔ مختصر یوں ہے۔

گزشتہ حاشیہ۔ ۳؎ عبداللہ اور ام المومنین ام سلمہ کے بیٹے حضورؐ نے پرورش کی۔ پیدائش حبشہ ۲ھ/۶۲۳ء حضرت علی کی خلافت میں بحرین اور فارس کے گورنر۔ وفات، مدینہ ۸۳ھ/۷۰۲ء۔ عمر ۸۱ برس۔

۴؎ ۸ھ فتح مکہ کے قبل ایمان لائے۔ مصر میں سکونت اختیار کی۔ وفات ۴۲ھ/۶۶۲ء۔ عمر ۷۰ برس

۵؎ ابو ایوب انصاری کی بیوی اور صحابیہ۔

۶؎ حافظ حدیث اور ثقہ۔ وفات ۳۰۷ھ = ۹۱۹ء

۷؎ حافظ حدیث، لغت دان، مصنف۔ وفات ۲۱۰ھ بمطابق ۸۲۵ء

marfat.com

حضورؐ کی ذات کے سات نور :-

حضورؐ کی ذات اور شخصیت میں اللہ نے ایسی قوت رکھی ہے۔ جس کے سات انوار ہیں۔ ہر ایک نور کے دو رخ ہیں۔ ایک اللہ کی طرف، دوسرا مخلوق کی طرف۔ اللہ کی طرف توجہ ہونے کی وجہ سے ان پہلے یا اللہ کے رخ والے انوار سے متواتر فیض جاری رہتا ہے۔ یہ انوار نہ کبھی تھمتے ہیں نہ سست پڑتے ہیں۔ جب قرآن نازل ہوتا ہے تو آیات کے ساتھ پہلے رخ کا تھوڑا سا نور (پورا نہیں) مخلوق کی طرف بھی آجاتا ہے۔ مختلف آیات میں ان سات انوار میں سے کسی ایک نور کا کچھ حصہ شامل ہو جاتا ہے اور یوں سات حرفوں سے مراد سات نور ہیں۔

سات حروف، سات انوار اور سات قرأتیں

حضرت دباغؒ نے حضورؐ کی ذات کے ساتوں نور جن کی طرف سات حروف اشارہ کرتے ہیں یوں واضح فرمائے :-

۱۔ حرفِ آدمیت :-

یہ وہ نور اور صفت ہے جو ہر انسان میں ہے اور اُسے کلام کرنے کی ایسی قدرت بخشتی ہے کہ ملائکہ اور جنات وغیرہ کے کلام سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ صفت حضورؐ کی ذات میں کمال تک پہنچ چکی ہے۔ کیونکہ ان کی ذات باقی چھ نوروں سے بھی سیراب ہوتی رہتی ہے۔ پس ہر آیتِ قرآنی میں حرفِ آدمیت کا نور لازمی ہے کیوں کہ قرآن کا نزول بشری زبان میں ہوا ہے۔

۲۔ حرفِ قبض :-

اس کی پہچان یہ ہے کہ آیت کا رخ کفار اور تاریکی کی طرف ہو۔ چونکہ نور اور تاریکی متواتر آپس میں لڑتی رہتی ہیں۔ اور ایسی آیات نازل ہوتیں جن میں کفار کو بد دعا اور دھمکی وغیرہ دی جا رہی ہے۔ مثلاً قرآن کی آیت ہے کہ " ان کے دلوں میں مرض ہے۔ پس اللہ نے ان کے مرض کو بڑھا دیا۔ اور ان کے جھوٹ و کذب کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

marfat.com

۳۔ حرفِ بسط :-

اس کی علامت یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ کے انعامات کا ذکر آیت میں ہو جب حضورؐ کی توجہ مخلوق پر اللہ کی نعمتوں کی طرف ہوتی تو حضورؐ کو انبساط ہوتا جس کی وجہ سے آیت بھی بسط اور کشادگی لیئے نازل ہوتی ۔

۴۔ حرفِ نبوت :-

اس کی شناخت یہ ہے کہ نبوت کے منصب اور خاصہ کے مطابق آیت راہ حق میں صبر و استقامت کی تاکید، حکم اور خوشخبری لیئے نازل ہوتی ۔

۵۔ حرفِ روح :-

روح ہمیشہ حق کے مشاہدہ میں ہوتی ہے اور جب استغراق اپنے کمال کو پہنچا ہو کہ کسی مخلوق کا دخل نہ ہو تو ایسی آیت حرف یا نورِ روح لیے نازل ہو گی۔ جس میں خالصتاً اللہ کا ذکر ہوگا۔

۶۔ حرفِ علم :-

حرف یا نور علم وہ تمام آیاتِ قرآنی لیئے ہوئے ہیں۔ جن میں انبیا، اور قوموں کے قصے وعظ، نصیحتیں اور آرا، وغیرہ کا ذکر ہو۔ یہ نور جسے بخشا جائے وہ جہالت سے پاک اور عارف بن جائے۔ چاہے وہ پہاڑ کی چوٹی یا غار میں پیدا ہوا اور بغیر میل جول کے رہا ہو پھر اگر وہ کسی یونیورسٹی کے اعلیٰ تعلیمیافتہ سے بات کرے تو ہر پہلو سے نور علم کا یہ حامل شخص اکتسابی علم والے سے علم میں بھاری ہوگا۔

۷۔ حرفِ رسالت :-

منصبِ رسالت کے مطابق یہ نور آیاتِ قرآنی میں تمام پیغامات، آخرت کے حقائق درجات، ثواب اور عذاب وغیرہ سموئے ہوئے ہیں ۔

حضرت نے فرمایا۔ ہر حرف میں تین سو چھیاسٹھ (۳۶۶) وجہیں اور رخ ہیں۔ اگر ان میں سب وجہوں اور ہر آیت پر ان کے اطلاق کی تشریح کروں تو لوگوں کے سامنے حضورؐ کا باطن سورج کی طرح روشن ہو جائے۔ مگر یہ وہ اسرار اور راز ہیں جن کا چھپانا واجب ہے۔ جن کو اللہ فتح کبیر سے نوازتا ہے وہ جانتے ہیں اور جسے فتح نہیں میسر۔ اسے اپنی حالت پر ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔

marfat.com

شیخ کی تشریح پر اعتراض :-

میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں تمام احادیث میں سات حروف سے قرآنی آیات بولنے یا پڑھنے کے طریقے یا کیفیت مراد لی گئی ہے ۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے ہشام بن حکیم کو قرآن کو ان حروف یا قرأت سے پڑھتے سنا جو رسول اللہؐ نے عمرؓ کو نہیں پڑھائے تھے ۔ تو رسول اللہؐ نے دونوں کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا "قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے جیسے جیسے آسان ہو ویسے پڑھے"۔ لیکن آپ کی تشریح تو بات کو حضورؐ کے باطنی اوصاف اور انوار ربانیہ کی طرف لے گئی ہے ۔ جن میں دونوں صحابہ کا اختلاف کرنا ناممکن ہے ۔ اصل حقیقت کیا ہے ؟

الفاظ کے انوار :-

فرمایا ۔ تلفظ یا قرأت کا اختلاف انوارِ باطنیہ کے اختلاف کی وجہ سے ہے ۔ چنانچہ حروف کا ساکن ہونا یا ان پر پیش ہونا "قبض" سے پیدا ہوتا ہے ۔ زبر حروف رسالت سے پیدا ہوتی ہے اور زیر حروف آدمیت سے ۔ اور ہر آیت کے لیے ایک خاص سمجھ اور ذوق ہوتا ہے ۔

یہ نورانی کلام سن کر میں نے حضرت سے سورۂ فاتحہ اور بقرہ (ابتدائی آیات) کی تشریح چاہی جو سنکر میں ششدر رہ گیا ۔ ان آیات کو میں نے دوبارہ پڑھا اور مندرجہ ذیل علماء اور قاریوں کی ساتوں روایات پڑھیں ۔ جس کی شرح آپ نے اتنی حیرت انگیز طرح سے کی کہ ساتوں قرأتوں میں باطنی انوار کے لحاظ سے اختلاف میں نے دیکھ لیا ۔

(۱) نافع بن عبدالرحمٰن :- مدینہ میں انہی کی قرأت پڑھی جاتی ہے ۔ سیاہ رنگ تھے ۔ ام المومنین ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام ابومیمونہ سے قرأت سیکھی ۔ وفات ۱۶۹ھ ۔

(۲) عبداللہ بن کثیر :- کنیت ابوبکر ، معروف دارانی کہ حجاز میں عطار کو کہتے ہیں ۔ وفات مکہ ۱۲۰ھ = ۷۳۷ء

(۳) ابوعمرو بن علاء بصری ۔ اصل نام زبان بن علاء ، ممتاز نحوی ، قاری ۔ وفات ۱۵۳ھ / ۷۷۰ء

(۴) عبداللہ بن عامر :- کنیت ابو عمر ، قرآن حضرت عثمانؓ سے سیکھا ۔ وطن و وفات دمشق ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء ۔

marfat.com

(۵) ابو بکر عاصم بن ابی نجود:۔ کنیت ابو بکر بن ابی نجود۔ قرأت ابو عبد الرحمٰن سلمی اور زر بن جیش سے سیکھی۔ وفات ۱۲۸ھ = ۷۴۵ء

(۶) حمزہ بن حبیب الزیات۔ زیتون کے تاجر۔ وفات ۱۵۶ھ = ۷۷۲ء

(۷) علی بن حمزہ کسائی، کوفہ کے امام نحو، ساتوں قرأتوں کے قاری۔ وفات ۱۷۹ھ = ۷۹۵ء

تیس برس کی تلاش:۔

اس حدیث کے مفہوم کو میں تیس سال سے تلاش کرتا پھرا۔ اور وہ مجھے مل گیا۔ مجھ سے قبل حافظ ابن الجوزی بھی تیس برس تلاش میں رہے تو ان پر حدیث کے معنی ظاہر ہوئے۔ لیکن وہ بھی صرف تلفظ تک محدود رہے اور انوارِ باطنیہ کا ذکر نہیں کیا۔ جن کی وجہ سے لفظی اختلافات پیدا ہوئے۔

مختصر یہ کہ جو تشریح ہمارے شیخ نے رسول پاک سے سن کر کی ہے۔ اس میں تمام درخت بمع جڑوں اور شاخوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جبکہ دوسری تشریحات میں علماء نے صرف سایہ کو لیا ہے۔

فرمایا۔ لکھنا چاہوں تو سات کتابیں لکھ دوں۔ لیکن راز کو راز ہی رہنے دو۔ تشریح کے دوران حضرت نے فرمایا۔ سات حرفوں میں سے ہر ایک کے سات اجزا ہیں۔ چنانچہ کل ایک سو انچاس (۱۴۹) جز ہوئے۔ جو آگے مذکور ہیں۔

marfat.com

باب ۱۲ ——— دوسری حدیث (جاری)

(۲) سات حروف اور سات انوار

حضورؐ کی ذات یا شخصیت کے مندرجہ ذیل سات انوار قرآن میں منعکس ہوتے ہیں اور قرآن ان سات انوار یا حروف سے باہر نہیں ہے۔

(۱) آدمیت

آدمیت کے مندرجہ ذیل سات اجزاء اپنے انتہائی کمال میں حضورؐ کی ذات کے سوا کسی اور میں نہیں۔

۱۔ ظاہری صورت :۔
تمام اعضاء یعنی چہرہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ متناسب اور کمالِ حسن سے متصف ہوں۔

۲۔ حواسِ خمسہ :۔
سننے، بولنے، دیکھنے، چکھنے اور چھونے کی تمام قوتیں کمال کی ہوں۔ مثلاً بولنے میں تلفظ فصاحت اور بلاغت کمال کے ہوں۔

۳۔ باطنی صورت :۔
دل، جگر، دماغ، رگیں وغیرہ تمام کمالِ حسن لیے ہوں۔

۴۔ باطنی حس :۔
لذتِ حس، کیفیات اور واردات کمالِ حسن اور میزان لیے ہوں۔

۵۔ ذکوریت یا نر ہونا :۔
یہی آدمی کا کمال ہے۔ کیوں کہ اس میں دوسرے پر اثر کرنے کی خصوصیت ہوتی ہے جبکہ انوثیت (مادہ ہونا) میں انفعال (اثر لینے) کی خاصیت ہوتی ہے۔ اللہ نے آدم کو اپنے لیے اور اپنا خلیفہ پیدا کیا اور قیامت تک خلافت نرینہ اولاد میں رہے گی۔ جبکہ تمام اشیاء آدم کے لیے پیدا کیں۔ جن میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

۶۔ ایمان و حکمت :۔

marfat.com

آدمیت کا یہ جز باطنی شیطانیت نکل جانے پر نکھرتا ہے۔ ملائکہ نے حضورؐ کا سینہ شق کر کے جو نکالنا تھا۔ نکالا اور انسانِ کامل نے ایمان و حکمت کے موتی بکھیرے۔

۷۔ عقل:۔

اسی نور کی بدولت معرفت کا کمال میسر آتا ہے۔

قبض

۱۔ حاسہ:۔

یہ جز ذاتِ انسانی میں خیر اور اچھائی سے لذت حاصل کرنے کی قوت کا باعث ہے اسی طرح جیسے شہد کی مٹھاس کی لذت حاصل کرنے کی حس ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعہ ذاتِ انسانی کو اپنے جواہر میں تکلیف پہنچتی ہے جس طرح حنظل کی کڑواہٹ محسوس کرتا ہے۔

۲۔ انصاف:۔

اس کے بغیر قبض کی تکمیل نہیں ہوتی۔ کیوں کہ یہاں پر قبض نورانی کی بات ہو رہی ہے۔ اور انصاف کے بغیر یہ قبض ظلمانی ہے اور ایسا انسان اللہ کے غضب کا مستحق ہو جائے گا۔

۳۔ ضد سے نفرت:۔

ہر ضد اپنی ضد سے نفرت کرتی ہے اور اس کے ساتھ اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ سفیدی و سیاہی اور قیام و قعود وغیرہ

۴۔ حق بات سے نہ شرمانا

اللہ اور حق کے بارے میں کسی طعنہ اور ملامت کی پرواہ نہ کرے اور حق بات کہہ دے۔

۵۔ تعمیلِ احکام:۔

بات قبض نورانی کی ہے۔ احکامات اور شریعت کی مخالفت سے یہ بات ظلمانی بن جائے گا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہو گا۔

۶۔ میل الی الجنس:۔

ہم جنس کی طرف رغبت اور کشش۔ مثلاً جب حضورؐ کسی سے سنتے کہ اللہ برحق ہے، ہمارا خالق، رازق اور احد ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو آپؐ کا قلب اس کی طرف کھنچتا اور آپؐ پر کلام کے مطابق کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی ذات اور اعضاء اس کیفیت کو ظاہر کرتے

marfat.com

جس طرح ضد سے نفرت ہوتی۔ اسی طرح ہم جنس کی طرف میلان اور کشش۔

۷۔ کمالِ گرفت :۔

اس قوت گرفت کا کمال یہ ہے کہ جسے ہاتھ ڈالے نہ وہ کمزور ہو، نہ عارضی۔ قبض کا ایک جزو میل الی الجنس ہے یعنی جنس کی کیفیت اپنانا یا اخذ کرنا۔ اور کمال یہ کہ گرفت کمزور نہ پڑے۔ اسی طرح ضد سے نفرت کے جز میں کمال یہ کہ نفرت پر قائم رہے۔

(۲) بسط

۱۔ فرحِ کامل :۔

یہ نورِ باطن جس کو عطا ہو اس کے دل سے کینہ، حسد، تکبر، بخل اور عداوت نکال دیا جاتا ہے۔ جب اس فرح کے ساتھ کسی میں نورِ ایمان بھی ہو تو اس ذات میں موافقت اور صلح جوئی جگہ پکڑ لے گی اور مثال ایسی جیسا کہ اچھی زمین پر بارش کا نزول ہو جس سے پاکیزہ اخلاق پیدا ہوں گے۔

۲۔ ذات میں خیر کا رچ جانا :۔

یہی بسط کا کمال ہے۔ یہ نور مل جائے تو بھلائی اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اچھائی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ انہیں نہیں بھولتا۔ کوئی تکلیف پہنچائے تو وقت کے ساتھ بھول جاتا ہے، وہ ایذا اس کے ذہن میں دل سے نکل جاتی ہے اور وہ خود مطمئن اور خوش رہتا ہے۔

۔ فتح حواسِ ظاہرہ :۔

یہ لذت حواسِ ظاہرہ میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان حواس کی رگوں کو کھول دیتی ہے اور کمال بسط کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً آنکھوں کی لذت حسین شکلوں کی طرف میلان بڑھاتی ہے اور عشق کا باعث بنتی ہے اور ہر دوسری چیز سے بندہ کٹ جاتا ہے۔ اسی طرح سمع یا سننے میں بھی ایک لذت ہے۔ جس کی وجہ سے خوش آوازوں اور نغموں کو سن کر کسی کو انکساری اور کسی کو اضطراب و وجد میسر آتا ہے۔ چنانچہ ہر حس میں مطلق ادراک کے علاوہ ایک زائد لذت پائی جاتی ہے۔

فتح حواسِ ظاہرہ اور کمالِ ظاہرہ میں فرق :۔

حواسِ ظاہرہ کی فتح بسط کا جزو ہے اور حواس ظاہرہ کا کمال جو آدمیت کا جزو ہے میں فرق یہ ہے کہ حواسِ ظاہرہ کی فتح رگوں کو کھول کر کمال کو بڑھا دیتی ہے۔ کیوں کہ رگوں کا کھلنا

marfat.com

اس ادراک سے زائد چیز ہے جو کمال حواس میں پایا جاتا ہے۔ رگوں کی اسی فتح اور کیفیتِ جاذبہ کی وجہ سے گرویدگی پیدا ہوتی ہے برخلاف مطلق ادراک کے۔ کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے گرویدگی حاصل نہیں ہوتی۔ جیساکہ بہت سے لوگ حسین امور دیکھنے کے باوجود متاثر نہیں ہوتے اور کئی لوگ خوش آوازی سے کوئی اثر نہیں لیتے۔ اسی فتح اور تکیف سے کمال بسط حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ فتح حواسِ باطنہ :-

رگوں کے کھلنے سے حواس باطنہ بھی اثر پذیر ہوتے ہیں اور گرویدگی میسر آتی ہے اور حواس ظاہرہ کی طرح یہاں بھی وہی قوانین جاری و ساری ہیں۔

۵۔ مقامِ رفعت :-

جب اجزاء آدمیت، قبض اور مندرجہ بالا چار اجزاء بسط سے انسان آراستہ ہو جائے تو اسے اس عطاء کی قدر معلوم جاتی ہے کہ یہ اوصاف کسی بڑی ہستی کو ہی عطا ہوتے ہیں۔ اور وہ جان جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کے نزدیک قدر والا اور بڑے درجہ والا ہے۔ اور اس سے بلند مرتبہ کام اور مکارم اخلاق ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جیساکہ فرمایا۔ وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ (ہم نے بنی آدم کو عزت دی) اور فرمایا۔ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنسَانَ فِيٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٍ۔ (اور ہم نے انسان کو اچھی بناوٹ میں تخلیق کیا۔ سورہ تین آیت ۴۔) چنانچہ جب اسے اپنی قدر اور درجہ کا علم ہوگا تو اس کا بسط بھی کامل ہوگا۔ اسی وجہ سے مقامِ رفعت اجزائے بسط میں سے ہے۔

۶۔ حسنِ تجاوز :-

اس کی وجہ سے یہ اس کو معاف کر دے گا جس نے اس پر ظلم کیا ہے اور برائی کرنے والے کو معاف کر دے گا۔ اگر رفعت کے ساتھ حُسنِ تجاوز بھی ہوگا تو یہ بسطِ نورانی ہوگا۔ لیکن اگر رفعت کے ساتھ بُرا برتاؤ اور ظلم ہوگا تو یہ رفعتِ ظلمانی ہوگا۔ جس سے انسان غضبِ الٰہی کو دعوت دے گا۔

۷۔ نرم خوئی و تواضع :-

بسط والے کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اس لیئے اپنے ہم جنسوں اور رفیقوں کے ساتھ انکساری، تواضع اور نرمی ضروری ہے۔ ورنہ اگر اپنے آپ کو بلند ظاہر کرے گا تو اس بسط میں کبر داخل ہو جائے گا۔ جس سے غضبِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

marfat.com

آدمیت، قبض اور بسط کے اجزا

یہ اجزار تمام انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ خواہ مسلم ہو یا کافر۔ البتہ درجات میں فرق ہوگا۔ مثلاً نبی پاکؐ میں مخصوص اور کامل ترین اجزارِ آدمیت پائے جاتے ہیں۔ اور نزعِ حفظ الشیطان (شیطانی لذت کا نکلنا) حضورؐ کے معاملہ میں شقِ صدر النبی کے مترادف ہے۔ جب کہ دوسرے انسانوں کے معاملہ میں اس سے مراد گوشت کے لوتھڑے کو نکالنا نہیں بلکہ ذات سے قباحت اور بے حیائی وغیرہ کا نکالنا ہوگا۔ تاکہ بندہ نہ شریر ہو، نہ بدخُلق۔

قبض نورانی و ظلمانی :۔

حضورؐ کی ذات کا قبض نورانی اور بلند ترین درجہ کا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کا قبض نورانی اپنے اپنے درجہ کا اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ کون کس قدر رسولِ پاکؐ کی اتباع اور تابعداری کرتا ہے۔

حضور کی راہ اور شریعت کا مخالف قبضِ ظلمانی کے اجزار پاتا ہے۔ مثلاً قبض کے جزوِ اوّل "حواس"، کی کیفیت یہ ہوگی کہ آدمی شر سے لذت پائے گا اور خیر سے تکلیف۔ قبض کے دوسرے جز "عدل و انصاف"، سے خالی ہوگا۔ تیسرے جز" ضد سے نفرت"، بھی اس میں برعکس ہوگی ۔ یعنی خیر سے نفرت کرے گا۔ یہی عالم باقی اجزا کا ہے کہ وہ الٹ جاتے ہیں۔ اور یہ قبض ظلمانی سرکش شیاطین اور کفار میں پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ سے اس قدر معجزات دیکھنے کے باوجود بعض ظالموں کی سرکشی اور کفر بڑھتا گیا۔ اللہ ہمیں بچائے۔

عام مومنین میں بعض اجزار قبضِ نورانی کے اور بعض ظلمانی کے اپنی اپنی حالت کے مطابق ہوتے ہیں۔

بسط نورانی و ظلمانی :۔

یہاں بھی وہی قبض والی بات ہے کہ ذاتِ محمدی میں کمالِ بسط ہے۔ اور یوں درجہ بدرجہ کفار بسطِ ظلمانی لیے پھر رہے ہیں۔

(۴) نبوت

marfat.com

۱- حق گوئی :-

ذاتی نور سے پیدا ہونے والی یہ صفت طبیعت اور خصلت بن جاتی ہے۔اور بغیر کسی کی خوشی یا خفگی کا خیال کیے حق گوئی پر مجبور کرتی ہے۔مثلاً حضورؐ کے مخالفین نے ہر قسم کے حربے استعمال کیئے۔لالچ، دھمکی، جنگ و جدل کوئی چیز بھی آپؐ کو حق کہنے سے نہ روک سکی۔پھر حضرت دباغ نے حق گوئی کی دو حکائیتیں بیان کیں۔

حکایت نمبر ۱ :-

کسی عجمی شہر میں لوگ پرندوں کو یوں سدھاتے تھے کہ چور گھر آجائے تو وہ شور مچاتے ہیں کہ "چور آگئے"۔ کوئی کتنا ڈرائے، دھمکائے، کھانا کھلائے یا قتل کے درپے ہو جائے یہ باز نہیں آتے۔مقصد یہ کہ تعلیم و تربیت سے طبیعت بدل جاتی ہے۔اسی طرح انسان اور مومن کو بھی سدھایا جا سکتا ہے۔

حکایت نمبر ۲ :-

ایک مرید نے اللہ کے ہاں راحت کے لیے پیر سے نصیحت چاہی۔پیر نے کہا۔اللہ کے کسی وصف کو اپنا لو۔(جیسا کہ حضورؐ کا فرمان ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ) تو اللہ قیامت میں تجھے اپنے اولیا کے ساتھ رکھے گا۔مرید نے کہا۔اللہ کے اوصاف تو بہت ہیں۔میں کیا کروں۔فرمایا "حق گوئی میں اللہ کے شبیہہ بن جاؤ" اور مرید نے وعدہ کر لیا۔

ایک دن مرید شیطان کے نرغے میں آگیا۔اور پڑوس کی ایک کنواری لڑکی سے بدکاری کر لی۔لڑکی نے انکار کی تھی۔لیکن بھانڈہ پھوٹ جانے کے ڈر سے اس نے گھر میں بتا دیا۔باپ نے عدالت میں دعویٰ کر دیا۔مرید سے پوچھا گیا تو اس کو پیر کا وعدہ یاد آیا اور مان لیا۔حاکم نے فیصلہ دیا کہ یہ دیوانہ ہے۔اسے پاگل خانہ لے جاؤ۔کیونکہ کوئی عقل والا ایسی بات کا اقرار نہیں کرتا۔چنانچہ اسے پاگل خانہ بھیج دیا گیا۔کچھ دنوں بعد کسی نے اس کی سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا گیا۔مقصد یہ کہ حق گوئی کا انجام اچھا ہی نکلتا ہے۔

۲- صبر :-

یہ نور بندے کو مصیبتوں اور دکھوں کے احساس سے پاک کر دیتا ہے۔حقیقی صبر بغیر تکلیف کے ہوتا ہے۔صابر کی عقل وسیع ہوتی ہے اور اس پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔چنانچہ وہ تکلیف کی طرف توجہ کرنے کی بجائے ہر مصیبت میں

marfat.com

اللہ کے ہاتھ اور اللہ کے کمالات کے مشاہدہ میں لگ جاتا ہے اور یہ شغل اسے تکلیف کے احساس سے محفوظ رکھتا ہے۔

حکایت :-

ایک ولی غوث کو چار آدمی قتل کرنے آئے اور اسے بیوی بچوں کی چیخوں کے درمیان سے گھسیٹ کر لے گئے اور اس تمام کاروائی کے دوران اس ولی کو بچوں کی چیخ و پکار کا نہ اپنی جان جانے کا ڈر بلکہ اس کا دھیان اپنے رب کے ساتھ لگا ہوا تھا ـــــ اولیائے امت کے صبر کی یہ شان ہے تو حضورؐ کے صبر کا کیا حال ہو گا۔

ذات حجاب میں ہو تو نورِ عقل اپنی ذات پر ہی فریفتہ رہتا ہے اور جسم کی ہر تکلیف کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ ایک سلاخ داغی جائے تو یوں لگتا ہے جیسے سو سلاخیں داغی گئی ہوں۔ لیکن مقابلتاً صاحبِ فتح ولی یا تو محسوس ہی نہیں کرے گا یا محسوس کرے گا تو تھوڑا سا۔

۳ - رحمت :-

یہ ذاتی نور تقاضا کرتا ہے کہ مخلوق پر رحم کیا جائے۔ یہ نور اس رحمت سے پیدا ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے بندے پر برستی ہے۔ جس قدر بندے پر اللہ کی رحمتِ عظیم ہو گی۔ اسی قدر بندہ لوگوں کے ساتھ رحمدلی سے پیش آئے گا۔ حضورؐ پر اور ان کی رحمتِ عظیم اندازے سے باہر ہے۔ آپ کی رحمت العالمینی شان اہل دنیا و آخرت سفلی (نچلے) اور علوی (اوپر والے) عالموں پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اللہ نے آیت "بالمؤمنین رؤف رحیم" میں جو حضورؐ کی صفت بیان فرمائی کہ مومنین کے ساتھ وہ رؤف و رحیم ہیں تو اس میں چار باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ :-

(۱) نورِ رحمت سے تمام مومنین کو سیراب کیا جاتا ہے۔

(۲) نورِ رحمت کو اللہ کا قرب حاصل ہے اور قرب سے مراد قربِ مرتبہ ہے۔ نہ کہ قربِ مکانی۔

(۳) یہ نور تمام کا تمام ذاتِ نبیؐ پاک میں پایا جاتا ہے۔

(۴) اس نور کو بغیر کسی کلفت اور مشقت کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی قوت حضورؐ کی ذات میں ہے اور اسی کمال کی وجہ سے آپؐ کو تمام مخلوقات پر فوقیت ہے۔

marfat.com

اس آیت میں اور اشارے اور اسرار بھی ہیں۔ جن کا چھپا نا ضروری ہے۔

۴۔ معرفتِ الٰہی:۔

یہ معرفت ایسی ہے کہ جیسی ہونی چاہیئے۔

۵۔ خوفِ تام (مکمل):۔

نبوت کے اس جز سے مراد کامل خوفِ خدا ہے۔

مراد یہ ہے کہ باطنی اور اصلی خوف جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور ظاہری خوف بھی ہو۔ جس کا سبب عقلِ سلیم اور اللہ کی ظاہری معرفت ہے ۔ مخلوق اپنے خالق رب سے ڈرتی ہے۔ جیسا سورہ حم سجدہ آیت ۱۱ میں ہے۔ "پھر اللہ نے آسمان کی طرف توجہ کی اور یہ ابھی دھوئیں کی شکل میں تھا اور اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہوجاؤ خواہ بخوشی یا بجبر" دونوں نے کہا۔ ہم بخوشی حاضر ہیں۔) اس جواب کی وجہ یہی اصلی اور باطنی خوف ہے جس کی وجہ سے ہر چیز خدا کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ باطنی خوف ہر وقت رہتا ہے۔ جبکہ ظاہری خوف توجہ پر مبنی ہے۔ اگر توجہ یا خیالات کسی اور طرف مشغول ہو جائیں۔ تو ظاہری خوف بھی زائل ہو جاتا ہے ۔ مگر جس پر اللہ کی رحمت ہو اس کو ظاہری خوف بھی دائمی رہتا ہے جو تاریکی سے پاک ہوتا ہے اور یہ خوف اپنے رب کی معرفت سے مدد حاصل کرتا ہے اور جیسا کہ معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح ظاہری خوف کی بھی کوئی انتہا نہیں ۔ مختصر یہ کہ ظاہر باطن سے صفائی اور دوام حاصل کرتا ہے اور باطن ظاہر سے ترقی اور فیضان۔ اسی کا نام خوف ہے۔

۶۔ بغضِ باطل:۔

یہ نور ذات کے اندر ہر وقت موجود ہوتا ہے۔ اور باطل سے ہر لحظہ اور ہمیشہ بغض رکھنا اجزائے نبوت میں سے ہے۔

۷۔ عفو:۔

یہ نور بھی ذات کے اندر ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جو اسے نقصان پہنچائے۔ یہ اسے نفع پہنچاتا ہے۔ جو اس سے تعلقات منقطع کرے۔ یہ اس سے تعلقات جوڑتا ہے۔ ظلم کرنے والے سے درگزر اور برائی کرنے والے سے نیکی کرتا ہے۔ حضورؐ کی یہ کیفیت کمال کی حد تک تھی۔

marfat.com

رسول اللہ کی عظمت :-

حضورؐ کے سوا کسی اور کو یہ اجزاء اور خصائلِ نبوت اس اکمل طریقہ سے نہیں حاصل ہوئے جیساکہ آپؐ کو ہوئے - آپؐ کو آدمیت، قبض اور بسط کی خصلتیں بھی کمال کی حد تک ملی تھیں - اسی وجہ سے آپؐ کا نور رحمت تمام مخلوقات پر عام ہے اور آپؐ رحمۃ اللعالمین کہلائے -

آپؐ کی معرفتِ الہیہ کی کوئی حد نہیں اور آپؐ کے انوار اور بلندیوں کا کوئی اندازہ نہیں - جیساکہ علامہ بوصیری نے قصیدہ بردہ میں فرمایا - "حضورؐ کے محاسن میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں اور آپؐ کا جوہرِ حُسن غیر منقسم ہے" صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین -

(۵) روح

۱- ذوق الانوار :-

یہ نور روح کے اندر ہوتا ہے جس سے روح اللہ کے افعال کے نور کو کائنات اور عالمِ علوی میں اپنے مقدر کے مطابق چکھتی ہے - ذوقِ روح اور ذوق ذات یا جسم مندرجہ ذیل لحاظ سے مختلف ہوتا ہے -

(ا) ذوقِ روح کا تعلق نور سے ہوتا ہے - جسمانی ذوق کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے - مثلاً شہد کا جسم زبان سے لگتا ہے تو جسم شہد کی مٹھاس کا ذوق محسوس کرتا ہے - جبکہ روح شہد کی مٹھاس کو شہد کے جسم سے نہیں بلکہ نورِ عقل سے محسوس کرتی ہے -

(ب) ذوقِ روح میں اتصال یا ملاپ ضروری نہیں - کیوں کہ روح متصل و غیر متصل اشیائے کے ذوق کو محسوس کرتی ہے - لیکن ذوقِ جسم میں اتصال یا ملاپ ضروری ہے -

(ج) ذوقِ روح کسی خاص حصہ تک محدود نہیں - بلکہ یہ ذوق تمام ظاہری و باطنی جواہر میں سرایت کئے ہوئے ہے - برخلاف جسمانی ذوق کے کہ وہ خاص جسمانی اعضاء تک مخصوص ہے -

(د) ذوقِ روح تمام حواس میں پایا جاتا ہے یا تمام حواس سے پیدا ہوتا ہے - یعنی جب روح شہد دیکھے گی تو روح کو نورِ عقل سے مٹھاس کا ذائقہ حاصل ہو جائے گا یہی حال تمام انوارِ علویہ کا ہے - اسی طرح الفاظ کے سننے سے بھی یہ ذوق اسے حاصل ہو جائیں گے

marfat.com

قرآن سنے گی تو کلامِ الٰہی کے نور کا ذوق اور اس سے متعلقہ مزے حاصل ہوں گے ۔
الغرض روح تمام جسم اور جواہر سے مزہ لیتی ہے جو اسے تمام حواس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

روحِ محمدی اور دیگر ارواح :-

پس ارواح ذوق میں تو برابر ہیں لیکن قوت اور کمزوری کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ سب سے قوی روح کا ذوق عرش، فرش اور دیگر عوالم کو چیر کر نکل جاتا ہے اور سب سے قوی روح حضورؐ کی روح ہے جو سلطان الارواح ہے اور یہ روح آپکے جسم میں رضا، محبت اور قبول سے ساکن ہو چکی ہے اور روح و جسم پاک کے درمیان حجاب اٹھ چکا ہے۔ اور اسی لیے آپؐ کا جسم مبارک آپؐ کی روح کے ساتھ عوالم چیر کر معراج پر چلا گیا۔

۲- طہارت :-

اس سے مراد روح کی حسی اور معنوی صفائی ہے۔ حسی طہارت اس لیے کہ روح ایک نور ہے اور نور انتہائی درجہ صاف و پاک ہوتا ہے۔ معنوی طہارت سے مراد معرفتِ الٰہی اور ظاہری کا امتزاج جس کی تشریح یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے خالق کو پہچانتی اور ایسا کوئی نہیں جس میں یہ باطنی معرفت نہ پائی جاتی ہو۔

جس پر اللہ کی عنایت ہو۔ اس کے لیے باطن بھی ظاہر کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام جواہر کی معرفتِ الٰہیہ محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ اور باطن کی طرح ظاہر کے تمام اجزاء عارف بن جاتے ہیں۔ اور یہی معرفت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ جو اللہ نے تمام ارواح کو بخشا ہے۔

ارواح صفائی میں برابر ہوتی ہیں۔ لیکن حجم میں بڑی اور چھوٹی ہونے کی وجہ سے ان کی معرفتِ الٰہی میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ بڑی روح کے جواہر زیادہ ہوتے ہیں اور اس کی معرفتِ الٰہی بھی زیادہ ہوتی ہے۔

خون کی صفائی اور روح کی طہارت :-

جب روح خوشی سے ذات یا جسم میں رہتی ہے اور دونوں کے درمیان حجاب ختم ہو جاتا ہے اور دونوں میں توحید قائم رہتی ہے۔ تو روح اپنی حسی اور معنوی صفائی سے ذات کو بھی حسی صفائی بخشتی ہے اور نتیجے میں جسم کے خون میں صفائی پیدا ہو گی۔ یہ صفائی

marfat.com

چار طرح سے ہوتی ہے :-

(ا) خون سے بھاری پن دور کر کے اس کو ہلکا کرنے سے۔ بھاری خون میں خباثت اور شہوت کی کثرت ہو گی۔

(ب) بو کی صفائی :- صاف خون کی بد بو گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوتی ہے۔ خبیث خون کی بو سڑے ہوئے کیچڑ جیسی ہو گی۔

(ج) رنگ کی صفائی :- صاف خون زردی مائل اور مفسد خون سیاہی مائل ہوتا ہے۔

(د) مزہ کی صفائی :- صاف خون میٹھا ہوتا ہے۔ فاسد خون کا مزہ جلی ہوئی چیز کی طرح ہوتا ہے۔

خون صاف ہو گا تو اس سے شیطانی حصے، شہوات اور معصیت کی تاریکیاں نکل جائیں گی۔ اس کے بعد جسم کی رگیں بھی صاف ہو جائیں گی۔ جسم کو یہ حسی صفائی مل جائے گی۔ تو پھر روح معنوی صفائی سے اس کی مدد کرے گی۔ اور معرفتِ الہی حاصل ہو جائے گی۔

حضورؐ کی روح :-

تمام ارواح سے بڑی قدر اور حجم والی روح حضورؐ کی روح ہے۔ وہ تمام زمینوں اور آسمانوں کو پر کیئے ہوئے ہے۔ مگر پھر بھی آپؐ کی ذات اسے اپنے اندر لیئے ہوئے ہے اور وہ اس کے تمام اسرار پر حاوی ہے۔ یوں چونکہ ذاتِ محمدی آپؐ کی روح پر محیط ہے اور اس کے تمام اسرار کو حاصل کر چکی ہے۔ اس لیے اسے حسی اور معنوی دونوں صفائیاں حاصل ہو چکی ہیں۔

۳۔ تمیز :-

روح کا یہ نور روح کو اشیاء کی حقیقت اور پہچان مہیا کرنا ہے۔ اس کے لیے روح کو کسی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ محض دیکھ یا سن کر پہچان ہو جاتی ہے کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا اس کے حالات کیا ہیں؟ ابتداء کیسی تھی۔ انتہا اور انجام کیا ہو گا۔

اپنی اپنی اطلاع کے مطابق روحوں کی پرکھ بھی قوی یا ضعیف ہوتی ہے۔

روحِ محمدیؐ کا غیب دانی :-

حضورؐ کی روح کی اطلاع قوی ترین ہے۔ دنیا و آخرت کی کوئی شے آپ سے پردے میں نہیں۔ کیونکہ فرمایا۔ لولاک لما خلقت ہذا۔ یعنی سب کچھ آپ کی بدولت پیدا کیا گیا۔

marfat.com

چنانچہ آپ کو تمام آسمانوں اور زمینوں اور جہانوں کی خبر ہے۔ سورج۔ چاند، ستارے، لوح جنت اور دوزخ اور فرشتوں وغیرہ تمام مخلوقات کا علم ہے۔

حضورؐ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے قدیم، لامحدود ازلی علم سے مزاحم نہیں ہوتا جبکہ روح کو ذات سے محبت ہو تو وہ ذات کی اس تمیز سے مدد کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے آپ کی ذات کو یہ شرف و عزت بخشا اور اس تمیز پر قدرت دی کہ آپؐ کی ذات تمام عوالم کو جانتی ہے۔

۴۔ بصیرت :۔

اس سے مراد تمام اجزاءِ روح میں فہم کا اس طرح سرایت کرنا ہے۔ جس طرح تمام حواس (ابصارت، سماعت، شامہ، سونگھنا، لمس) اجزاءِ روح میں سرایت کیے ہوئے ہیں یعنی روح کا کوئی ایسا جزو نہیں جس میں علم و سمع و بصر و شم و ذوق و لمس موجود ہو ہوں۔ یہی حال باقی اجزا کا ہے اور یوں روح ہر طرف سے اور ہر طرف کو دیکھتی ہے۔

جب روح اور ذات کی توحید و محبت قائم ہو جائے اور دونوں کے درمیان حجاب باقی نہ رہے تو روح اس بصیرت سے ذات کی مدد کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذات شش جہات میں روح کی طرح دیکھ سکتی ہے، سن سکتی ہے وغیرہ وغیرہ اور جو شان روح کی ہوتی ہے وہی جسم کو بھی میسر آجاتی ہے۔

حضورؐ کی بصیرت :۔

حضورؐ کا سینہ مبارک بچپن میں جب فرشتوں نے چاک کیا تو آپؐ کی ذات اور روح کے درمیان پردہ اٹھ گیا۔ دونوں کے درمیان اتحاد اور توحید قائم ہو گئی۔ اور آپؐ کی ذات بھی ان تمام امور سے آگاہ ہو گئی۔ جن سے آپؐ کی روح آگاہ ہوتی۔ اور اسی لیے آپؐ نے صحابہ سے فرمایا "اپنے رکوع اور سجود ٹھیک ادا کیا کرو کہ میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے"

۵۔ عدم غفلت :۔

روح کا ایک خاصہ عدم غفلت ہے۔ یعنی نہ بھول پیش آئے، نہ سہو وغیرہ۔ روح حصول علم ذات کی طرح تدریجاً نہیں کرتی بلکہ علم اسے ایک ہی نظر میں حاصل ہو جاتا ہے بلکہ روح کے علوم فطری اور شروع سے حاصل ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ علوم ذات کی طرح قائم رہتے ہیں۔

marfat.com

عدمِ غفلت کا وصف ہر روح میں ہوتا ہے۔ صرف مقدارِ علم کا فرق ہوتا ہے۔ روح کا علم بغیر ترتیب اور بغیر تدریج کے دفعتاً ہوتا ہے۔ جس کی طرف توجہ کی اطلاع ہوگئی۔ بعد میں دوسری چیز کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کا علم ہوگیا۔ یہاں تک کہ روح تمام عالم کا علم حاصل کر لیتی ہے اور موجودات پر تسلط حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر توجہ کے بغیر یہ علم حاصل نہیں ہوتا۔

ذات میں دفعتاً حصولِ علم کی طاقت نہیں۔ اسی طرح عدم غفلت کے عدم سے سہو و نسیان میں بھی ذات مبتلا ہو جاتی ہے۔ مثلاً حضورؐ کو صحابہ نے جب سہو پر آگاہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ میں ایک بشر ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس جب بھولوں تو یاد دلا دیا کرو۔ (بخاری، مشکوٰۃ، باب السہو)

رہی وہ حدیث جس میں حضورؐ نے فرمایا۔ "میں بھولتا نہیں ہوں بلکہ مجھ پر بھول ڈال دی جاتی ہے۔" (مؤطا امام مالک)۔ یہ تو حفاظِ حدیث امام عبدالبر (اندلس کے عالم و محدث وفات ۳۸۰ھ سے ۹۹۰ء) تمہید میں ابن حجر فتح میں اور جلال الدین سیوطی مؤطا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے بھی حضورؐ سے روایت کی گئی ہے یا نہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی پہلی حدیث میں اپنی طرف بشریت کو منسوب کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے نسیان کو صحابہ کے نسیان سے تشبیہ دی ہے۔

۶۔ قوت سریان :۔

یہ روح کی وہ قوت ہے کہ وہ اجرام یا چیزوں کو پھاڑ کر ان میں داخل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ روح کسی ذات سے محبت کرنے لگے تو وہ اس کی مدد کرتی ہے اور ذات بھی وہی کام کرنے لگ جاتی ہے جو روح کرتی ہے۔

یحییٰؑ اور اولیاء :۔

حضرت یحییٰ کا قصہ بھی اسی طرح کا ہے کہ قوم نے جب آپ کو گرفتار کرنا چاہا تو آپ کی روح جو ذات کے ساتھ محبت کرتی تھی۔ جسم سمیت درخت میں گھس گئی۔ اسی طرح اولیاءؒ بھی دروازہ کھولے بغیر مکان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور ایک قدم اٹھایا اور ہوا کو چیرتے ہوئے میلوں کا فاصلہ دم بھر میں طے کر ڈالا۔

marfat.com

معراج:-

حضورؐ نے بھی اسی طرح جسم کے ساتھ روح کی قوتِ سریان کے ذریعہ تھوڑی مدت میں مکہ سے مسجدِ اقصیٰ اور عرش کا سفر طے کیا اور واپس آ گئے۔

۷۔ عدمِ احساس:-

روح کے اس جزو سے دکھ یا تکلیف دینے والے عوالم مثلاً بھوک، پیاس، گرمی اور سردی وغیرہ کا احساس نہیں رہتا۔ چنانچہ روح کو گندگی اور بدبو وغیرہ سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اگر روح اور جسم کی توحید قائم ہو جائے تو جسم بھی کوئی تکلیف محسوس نہ کرے روح میں یہ عدمِ احساس کی قوت نہ پائی جاتی تو گندے جسم میں ایک لمحہ بھی قرار نہ پا سکتی ——— البتہ فرشتوں کو بدبو سے نفرت اور خوشبو سے انس ہے۔

روحِ محمدؐ:-

مندرجہ بالا سات امور کا ہونا ہر روح میں ضروری ہے۔ لیکن روحوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اعلیٰ ترین روح حضورؐ کی ہے اور حضورؐ کی روح کے اوصاف حضورؐ کی ذات میں بھی اجاگر ہیں کیونکہ دونوں کی توحید اور محبت آپس میں قائم و دائم ہے۔

(۶) علم

علم نورِ عقل ہے اور عقل نورِ روح ہے۔ اور روح نورِ ذات ہے۔ علم سے مراد علم کامل ہے جو پاکیزگی اور طہارت میں انتہائی درجہ کا ہو۔ جب روح اور ذات کے درمیان پردہ اٹھ جائے تو ذات میں روح کی صفات آ جاتی ہیں۔ وہ ظاہر ہو جاتی ہے اور علم کے مندرجہ ذیل ساتوں انوار سے منور ہو جاتی ہے۔

۱۔ علم اور معلومات:-

علم کے ایک نور کا تقاضا ہے کہ وہ اشیاء کا ادراک اس قدر حاصل کرے کہ حواس سے حاصل کی ہوئی معلومات پر نورِ علم کی معلومات زیادہ ہوں۔ چنانچہ نورِ علم میں ادراک حقیقی ہوتا ہے اور بصر یا سمع وغیرہ میں خیالی۔ جبکہ لوگوں میں اس حقیقت کے برعکس مشہور ہے کیونکہ لوگوں میں نورِ علم بہت کم ہوتا ہے اور یوں وہ حواس پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن کامل علم والے حواس کے علم کو نورِ علم سے حاصل کردہ علم کے مقابلہ میں ایک خیال جانتے ہیں۔

marfat.com

نورِ علم کا علم اور حواس کا علم :-

فرض کریں - ایک شخص بغیر کسی کی مدد کے ایک مکان تعمیر کرتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا کام خود سر انجام دیتا ہے - ارادہ، نیت، سوچ بچار اور تمام دوسرے ظاہری کام بھی خود کرتا ہے - کچھ عرصے غائب رہنے کے بعد وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ آئے اور دونوں اس مکان کو دیکھیں تو دونوں کے دیکھنے میں بڑا فرق ہوگا۔ بنانے والے کے علم کو علمِ کامل کہا جاسکتا ہے کہ وہ گھر کے ظاہر و باطن سے واقف ہے - بہر حال یہ ایک بھونڈی سی مثال ہے - کیوں کہ علمِ کامل تو عنایتِ الٰہی ہے اور مثالوں سے ماورار ۔

میں نے پوچھا - علمِ اشیار کا کیسے ادراک کرتا ہے ؟ فرمایا - ایک لٹر یا سیر صاف پانی لو اور ایک لٹر ایسا پانی جو نمکین، میٹھے، کڑوے، ترش وغیرہ قطرات کا مرکب ہو - صاف پانی کو ہم "علم" کہہ سکتے ہیں اور مرکب پانی بمنزلہ "معلومات" کے - اور دونوں کو ملا دیں تو "علم" میں "معلومات" خلط ملط ہو جائیں گی - اسی طرح آپ ہتھیلی بھر پانی بھر لیں جو "علم" ہے - اور ایک ایک قطرہ بمنزلہ "معلومات" اس میں ملاتے جائیں تو یہ کیفیت علم اور معلومات حاصل کرنے کی ہے - یعنی نورِ علم پہلے قطرہ میں علوم سے خالی ہوتا ہے - معلومات کے آنے سے تدریجاً بڑھتا رہتا ہے - جس طرح معلومات کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح نورِ علم کی بھی کوئی انتہا نہیں - علم معلومات کے لیے بمنزلہ غلاف ہے ہے کہ ابتدار میں غلاف چھوٹا ہوتا ہے - اس قدر چھوٹا کہ صرف ایک معلوم سما سکتا ہے - جوں جوں نئے معلوم کا اضافہ ہوتا ہے تو غلاف بڑا ہو جاتا ہے -

۲ - ضائع نہ کرنا :-

عدمِ تفصیح ایک نور ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کی معلومات صرف مستحق کو پہنچیں - چنانچہ یہ نور اسے نااہل لوگوں تک پہنچنے سے محفوظ رکھتا ہے - اور اگر نااہل تک یہ نور پہنچ بھی جائے تو اسے واپس لے آتا ہے اور نااہل کے پاس رہنے سے بچاتا ہے -

حضورؐ کا کلام مومن و منافق اور نیک و بد سب سنتے - لیکن یہ نور منافق اور بد لوگوں کے پاس قرار نہ پاتا - اور نہ ان کے دل پر اثر ہوتا - بلکہ یہ نور ان انوار کو اپنی اصل یا ذاتِ محمدی کی طرف واپس لے آتا - لیکن اہلِ محبت اور اہلِ ایمان کے دلوں میں یہ انوار قیام کر لیتے جیسا کہ اللہ نے فرمایا - وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا -

marfat.com

علم کی دو قسمیں ہیں -(۱) پاک جس کے نور میں سفیدی ہے۔ (۲) ناپاک جس میں نیلا پن ہے۔

فرض کریں۔ چار آدمی ہیں (۱) پہلے کا علم پاک اور کامل ہے (۲) دوسرے کا علم پاک اور قلیل ہے (۳) تیسرے کا علم ناپاک مگر کامل ہے۔ (۴) چوتھے کا علم ناپاک اور قلیل ہے۔ چونکہ علم کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ضائع نہ ہو۔ چنانچہ قلیل پاک علم والا کامل پاک علم والے کی طرف کھچے گا اور فائدہ حاصل کرے گا اور ناپاک و خبیث علم والے ایک دوسرے سے مستفید ہوں گے۔ اور پاک علم اور ناپاک علم والے کی ایک دوسرے کی طرف رغبت نہیں محسوس کریں گے۔

۳- زبانوں اور آوازوں کی معرفت :-

انسانوں اور جانوروں کی طرح جمادات، نباتات اور حیوانات، پتھروں، پودوں اور جانوروں وغیرہ کی بھی اپنی اپنی زبانیں ہیں۔ اور اللہ چاہتا ہے تو اپنے بندوں کو بھی ان کی زبانوں اور آوازوں کی سمجھ دے دیتا ہے۔

۴- معرفتِ انجام :-

اللہ چاہتا ہے تو وہ اپنے بندوں کو اس نور سے نواز دیتا ہے کہ وہ کسی انسان یا شے کا انجام تفصیل سے دیکھ لیں۔ مکلفین یعنی جن و انس وغیرہ جیسے پوچھ گچھ ہوگی کا انجام بھی بعض بندوں کو دکھا دیا جاتا ہے کہ کس کی فنا بتدریج ہوگی، کیسے ہوگی اور کس کا انجام بقاپر ہوگا اور کیوں کر وہ درجہ بدرجہ جنت یا دوزخ میں پہنچے گا۔

۶- علومِ جن و انس :-

ہر دو مخلوقات کے اپنے اپنے علوم ہیں۔ جو ظاہر اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں ظاہری علوم میں معاشرت، معاش، سیاست، طب، کھیتی باڑی اور دستکاریاں وغیرہ سینکڑوں علوم گنوائے جا سکتے ہیں۔ جب کہ باطنی علوم اور ان کی معرفت سے بندہ اپنے رب تک پہنچ جاتا ہے۔ حالات و واقعات میں اللہ کی حکمتوں کو دیکھنے اور جاننے لگتا ہے۔ شریعتوں کے راز اور فوائد سمجھنے لگتا ہے۔

ہم (مصنف) نے شیخ دباغ رح سے برسوں ان اختلافات پر بحث و تمحیص کی جو اصحاب شریعت یا مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) اور اسی طرح باطنی شیوخ اور راستوں (قادری، سہروردی، چشتی وغیرہ) کے درمیان چلے آتے ہیں۔ یا اسی طرح مختلف انبیاء کے

marfat.com

شریعتوں کے اختلافات پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اور حضرت دباغ نے ایسے ایسے راز اور معارف کھولے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ان علوم سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

۶۔ علومِ کونین :-

کونین یعنی عالم علوی اور سفلی کا انحصار سات باتوں پر ہے۔ (۱) عناصر اربعہ یعنی (۱) پانی (۲) مٹی (۳) ہوا اور (۴) آگ۔ اور (ب) مرکباتِ ثلاثہ (۱) معدنیات (۲) نباتات اور (۳) حیوانات۔ علم کامل ان اشیاء کے حقائق، امتیازات، اختلافات، منافع اور نقصانات پر حاوی ہوگا۔

۷۔ یک رخی :-

علمِ کامل کا ایک جزیہ ہے کہ اللہ بندے کو یہ زائد نور عطا فرما دے کہ تمام دوسری جہتیں اور طرفیں معدوم ہو جائیں۔ اور صرف ایک جہت، طرف یا رخ اس کے لیے قائم ہو جائے — یہ کیفیت صاحبِ فتح یا کشف کو میسر آتی ہے۔ حضورؐ کو یہ بات کامل طور پر حاصل تھی۔ اسی لیے فرمایا۔ اِنی لَاَرٰکُم مِن خلفی کَمَا اَرٰکُم مِن اِمَامِی (مشکوٰۃ و موطا امام مالک) یعنی "میں اپنے پیچھے سے تمہیں اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے" چنانچہ صاحب علم جب الگ الگ جہات محسوس کرے تو اس کا علم کامل نہیں۔

(۷) رسالت

روح کا جسم میں برضا و رغبت قیام :-

اجسام کے انوار کی طاقت اور کمزوری ایمان باللہ کی کثرت و قلت پر منحصر ہے۔ روح بھی نور ہی میں سے ہے اور جس ذات میں نورِ ایمان کو دیکھتی ہے تو روح اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس سے لذت پاتی ہے۔ ذات میں نور ایمان زیادہ ہو تو روح ذات یا جسم میں برضا و رغبت سکونت پذیر ہوتی ہے۔

نورِ ایمان نیک اعمال کے اجر یا نور سے بڑھتا رہتا ہے اور اعمال کا عکس ذات پر پڑتا ہے۔ جس سے دنیا میں بھی نور ایمان بڑھتا ہے اور آخرت میں بھی انعام بڑھتے ہیں۔

اگر دو آدمیوں کا نور ایمان برابر ہو۔ تو دن بھر اعمال صالح کرنے والے کا نور رات بھر روشن اور زیادہ رہے گا۔ برخلاف اس کے جس نے کوئی نیک کام نہ کیا ہو۔

marfat.com

رسولوں کا ایمان اور پھر خود عمل رسالت سب سے بڑھ کر ہے۔ پیروکاروں کی تعداد اور ان کے ایمان کی شدت وغیرہ کی بنیاد پر رسولوں کے مرتبوں میں فرق ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی پاکؐ کے برابر کوئی دوسرا نہیں۔ آپؐ کا نورِ ایمان بھی آپؐ کی روح کی طرح سب سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ذاتِ محمدی میں روحِ محمدی کی سکونت بدرجۂ اتم رضا و رغبت سے ہے اور آپ کی ذات میں یہ جزو بھی کمال پر ہے۔

کافروں اور منکروں کی ذات میں نورِ ایمان قطعاً نہیں ہوتا۔ ان میں روح مجبوراً اللہ کے حکم اور تقدیر کی وجہ سے قیام پذیر ہوتی ہے۔ ورنہ روح ان کی ذات سے بیزار ہوتی ہے۔

۲۔ علمِ کامل :۔

رسالت میں علوم اشیاء (جن و انس، مخلوقات، کونین اور عاقبت کے علوم) اور علوم غائب (اللہ اور اس کی صفات کے علوم) اور ان کی معرفت کامل درجہ کی ہوتی ہے۔ اور یہ کمال ہمارے نبیؐ کی ذات میں اعلیٰ ترین تھا اور ہے۔

۳۔ صدق :۔

رسولوں کے قول و فعل کا بہ صدق اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے۔ حق کے سوا نہ وہ کچھ کہتے ہیں، نہ کرتے ہیں۔ ان کا مزاح بھی حق اور ان کی ہر ادا بھی حق۔ کسی بات کی خبر دیں تو وہ ہو کر رہتی ہے۔ بظاہر الٹ نظر آئے تو صحیح تاویل ضروری ہے۔ اہل جنت کو بھی اس انعام سے نوازا گیا ہے کہ جس چیز کی خواہش کریں گے، پائیں گے۔

۴۔ سکون و وقار :۔

یہ دل کا ایک نور یا حال ہے کہ اللہ پر اطمینان اور اعتماد اس قدر ہوتا ہے کہ تمام طاقتیں اللہ سے منسوب جانتا ہے اور تمام دنیا کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود دل کا سکون درہم برہم تو کیا دل پر بال تک نہیں آتا۔ نہ کسی کی ملامت اور دشمنی کا خیال۔ نہ کسی کی دوستی اور مدد پر بھروسہ، کہ اس کا ناطہ فقط ایک اصل سے ہوتا ہے۔

لیکن جسے یہ نعمت حاصل نہ ہو اور اسے کسی کی مخالفت اور دشمنی سے واسطہ پڑے تو مدافعت کی تدبیریں سوچتا ہے۔ کشمکش و پیچ میں رہتا ہے اور کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ "سکینہ" رسالت کا ایک جزء ہے۔

marfat.com

دنیا والے متحد ہو کر رسولوں سے لڑے۔ لیکن ان کے دل ان مخالفتوں کا اثر نہ لیتے
مثلاً جیسا فرمایا۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ط۔ توبہ نمبر ۲۶
(پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل کی)۔ رسولؐ پر سکینہ یوں کہ مشاہدہ کرا دیا اور
وہ کثیر دشمن کے سامنے ڈٹے رہے اور مومنین پر یوں کہ حضورؐ کی معیت، محبت اور برکت
سے ان کے دل مخمور و مستغرق رہے۔

پھر حضرت دباغ رح سے بنی اسرائیل کے تابوت کے سکینہ کا تذکرہ ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ
اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ بقرہ ۲۴۸ (کہ تمہارے پاس ایک تابوت
آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہو گی)۔ پھر بدری صحابی اسید رضؓ بن
حضیر (وفات مدینہ ۲۰ھ ۔ ۶۴۰ء، خلافت عمرؓ) کی حدیث والی سکینہ کا ذکر آیا۔ جس
پر مفسرین حدیث نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور جس کا مجھے علم تھا۔ مگر شیخ نے یوں تشریح
فرمائی جیسے کوئی مشاہدہ کر رہا ہو۔ حتیٰ کہ حضرت جبرائیل کا دحیہ[1] کلبی کی شکل میں آنے کا
ذکر ہوا۔ پڑھنے والوں کے اکتا جانے کا ڈر نہ ہوتا تو سب کچھ لکھ دیتا۔

۵۔ مشاہدہ کاملہ:۔

معرفت کی طرح مشاہدۂ کاملہ کی تشریح عقل سے باہر کی بات ہے۔

۶۔ زندگی میں موت:۔

رسولوں کا کام لوگوں کو رغبت اور خوف دلانے کا بھی ہے۔ اور یہ کام مشاہدۂ حق و آخرت
کے بعد ہی اچھی طرح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسی زندگی میں رسول کو عذابِ قبر، برزخ، جنت
اور دوزخ کا مشاہدہ اس طرح کرایا جاتا ہے۔ جیسا کہ عام لوگ مرنے کے بعد کریں گے۔
اور پھر یہ باتیں وہ لوگوں کی عقلوں کی برداشت کے مطابق کرتے ہیں۔

پوچھا کہ وحی کے بعد مشاہدہ کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا وحی ایک خطاب اور کلام ہے
اور کلام ان سے ہوتا ہے جو معنی سمجھتے ہیں۔ اور مشاہدہ سے ہی معنی ہاتھ لگتے ہیں۔ وحی
تبلیغ کی اجازت کا ایک ذریعہ بھی ہے جس سے رسول لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرتا ہے
ورنہ مشاہدے میں مگن رہتا ہے۔ اور حضورؐ کا بھی یہی چلن ہے۔

---

[1] دحیہ کلبی ــ اُحد اور بعد کی جنگوں میں شریک رہے۔ حضورؐ نے ۶۲۸ء میں قیصر کی طرف
روانہ کیا۔ جبرائیل ان کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ امیر معاویہ کے عہد تک زندہ رہے۔

marfat.com

۷۔ جنتیوں کی زندگی :-

عالم دو ہیں۔ دارِ فنا اور دارِ بقا۔ ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ظلمانی (دوزخ) اور نورانی (جنت)۔ حجاب ختم ہو جائے تو دارِ بقا کی ہر قسم دارِ فنا کی اپنی جیسی قسم یعنی نورانی، نورانی کی اور ظلمانی ظلمانی کی مدد کرتا ہے۔ رسولوں کا حجاب اسی دنیا میں ختم ہو چکا ہوتا ہے چنانچہ وہ اسی زندگی میں اہلِ جنت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اور مومنین بھی ان کے طفیل یہ مزہ چکھتے رہتے ہیں۔ جبکہ عام لوگوں کے حجاب قیامت کے دن ختم ہوں گے اور وہ تب ہی اپنے اپنے انوار کی قسم سے مدد حاصل کر سکیں گے۔

(رسول کی زندگی میں جنت کی مثال مشکوٰۃ کے باب صلوٰۃ الکسوف کی اس حدیث سے ثابت ہے جب صحابہ نے پوچھا کہ صلواۃ کسوف کے دوران آپ پہلے آگے بڑھے اور پھر پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا۔ ہاں میں جنت میں تھا اور چاہا کہ انگور کا ایک خوشہ تمہارے لیے توڑ لوں۔ پھر دوزخ دیکھی اور ....)

ا۔ وجیہہ کلبی ۔ احد اور بعد کی جنگوں میں شریک رہے۔ حضورؐ نے ۶۲۷ھ میں قیصر کی طرف روانہ کیا۔ جبرائیل ان کی شکل میں آیا کرتے۔ امیر معاویہ کے عہد تک زندہ رہے۔

marfat.com

باب ۲۱ (۲) ——— دوسری حدیث اجاری)

(۲ب) سات حروف اور قرآن کا رسم الخط

حضرت دباغ نے پھر صحابہؓ اور تابعین میں قرأت کے لفظی اختلافات اور سات باطنی انوار کی تشریح کی۔ باطنی حروف کے ۴۹ اجزاء اور عربی کے ۲۹ حروف تہجی پر عالمانہ بحث کی۔ مؤلف نے مشہور قاریوں، علماء اور محدثین کی کتابوں کے حوالے سے ان کی آراء اور اپنی تحقیق کے نتائج اخذ کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

قرآن کا رسم الخط:-

علماء کی ایک جماعت نے قرآن کے رسم الخط کے متعلق جو کھلی اجازت دے رکھی ہے اس کو رد کرتے ہوئے دباغ نے فرمایا کہ قرآن کی کتابت صحابہؓ نے حضورؐ کے فرمان کے مطابق انہی کی زندگی میں اختیار کی۔ نہ اضافہ کیا، نہ کم کیا۔

قرآن میں لحن (غلطی) اور حضرت عثمانؓ:-

روایت ہے کہ حضرت عثمان کے سامنے قرآن لکھے جانے کے بعد پیش کیے گئے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جو قرآن کا نسخہ میں نے دیکھا۔ اس میں لحن یا غلط اعراب ہیں۔ لیکن کوئی بات نہیں، عرب اپنی زبانوں سے اسے ٹھیک کرلیں گے۔

یہ روایت حدیث مرسل ہے یعنی راوی یحیٰ بن یعمر[۱] اور عکرمہ[۲]۔ دونوں نے نہ تو حضرت عثمانؓ کو دیکھا اور نہ ان سے کوئی حدیث سنی۔ نہ صرف اس کی اسناد میں اضطراب پایا جاتا ہے، بلکہ اہل علم کی ایک جماعت نے مختلف وجوہات سے اس کا رد کیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ نہ صرف حضورؐ کے ایک جید صحابی اور یار حضرت عثمان پر اس میں طعن پایا جاتا ہے۔ بلکہ اسلام کا شیرازہ بکھیرنے کی بو ۲ دو وجہ سے آتی ہے:-

(۱) اس میں صحابہؓ کی طرف جو امت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضورؐ کی مخالفت منسوب کی گئی ہے جو ناممکن ہے۔

۱۔ یحیٰ بن یعمر۔ مرو کے قاضی۔ فصیح و بلیغ، فقیہہ، وفات سنہ ۹۰ھ

۲۔ عکرمہ۔ بربر تابعی اور مکہ کے فقیہہ۔ حضورؐ کے چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وفات سنہ ۱۰۵ھ ۲۵ء

marfat.com

(۲) قرآن و حدیث اور صحابہ و امت کا اتفاق ہے کہ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی یا بیشی نہ جائز ہے اور نہ کی گئی ہے اور قرآن کی حفاظت کے وعدے میں کتابت کی حفاظت بھی جاریں سے ایک وجہ ہے۔ اور قرآن تمام کا تمام اللہ کا کلام ہے۔

اگر صحابہؓ نے قرآن کو حضورؐ کی وفات کے بعد لکھا ہوتا تو اسے ہم صحابہ کی اصطلاح کہتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ نے بذاتِ خود قرآن کو موجودہ طرز میں لکھنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کی۔ حضورؐ نے ہی کہیں حروف کو زیادہ فرمایا۔ کہیں کم کیا۔ اور یوں قرآن کی صحت کے بارے میں تمام شکوک و شبہات کے پیدا ہونے کے دروازے بند کر دیئے۔

جیسا کہ نظم قرآن اور حفاظتِ قرآن معجزے ہیں۔ اسی طرح رسم الخط اور کتابتِ قرآن کی صحت بھی ایک معجزہ ہے جو دوسری آسمانی کتابوں انجیل و تورات وغیرہ کو میسر نہیں۔

قرآن کی کتابت میں اختلاف :-

قرآن کی کتابت کی خصوصیات کے خداوندی راز اور نبوی اغراض کو زبان دانی اور عقلی و عالمانہ بحثیں کیا جائیں۔ مثلاً :-

(۱) مائۃ میں الف کی کیا ضرورت ہے اور فئۃ میں کیوں نہیں ہے؟

(۲) آیت وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْیدٍ میں ایک زائد "ی" کیوں لکھی گئی؟

(۳) آیت وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا ...... (حج آیہ ۲۴) کے "سعوا" میں الف بڑھانے کا کیا راز ہے؟

(۴) آیت وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ...... (سبا ۵) کے "سعو" میں الف کیوں اڑا دیا؟

(۵) آمنوا، کفروا، خرجوا میں الف کیوں زیادہ کیا گیا اور باؤ، جاؤ اور ناؤ میں کیوں گرا دیا گیا؟

marfat.com

(۶) سورہ یوسف اور زخرف کے "قرءٰنًا" میں الف گرا کر باقی تمام مقامات میں کیوں لکھا گیا؟

(۷) سورہ فصلت میں سمٰوٰت میں واؤ کے بعد الف لکھا گیا اور باقی مقامات میں حذف کر دیا گیا۔

(۸) لفظ میعاد میں ہر جگہ الف قائم رکھا گیا۔ مگر سورہ انفال میں حذف کیا گیا۔

(۹) سِرَاجًا میں ہر جگہ الف برقرار ہے لیکن سورہ فرقان میں حذف کر دیا گیا۔

(۱۰) بعض جگہ ت کو لمبا کر کے لکھا گیا ہے اور بعض جگہ ۃ چھوٹی۔ جیسا کہ رحمتۃ و نعمتۃ اور قرۃ و شجرۃ وغیرہ وغیرہ۔

حروف مقطعات :-

قرآن کی کتابت کے اسرار لوگوں اور علمائے ظاہر پر اس طرح مخفی ہیں۔ جیسا کہ حروف مقطعات۔ اکثر علماء ان کے معنیٰ اور اسرار نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی دریافت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے خیال کیا کہ "ص"، "ق"، "ن"، "یٰس" اور "طٰہٰ"، وغیرہ سورتوں کے نام ہیں۔ بعض نے انہیں بے معنیٰ اور مہمل حروف خیال کیا۔ حالاں کہ ان کی حقیقت اور انوار اور معنی اور راز اللہ والوں پر فتح صدر کے بعد ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔

قرآن کا رسم الخط توفیقی (حضورؐ کا دیا ہوا) نہ کہ اصطلاحی (صحابہؓ کا گھڑا ہوا) ہے۔

یہ کہنا کہ صحابہ نے بعد میں کسی اور طرز پر قرآن کی اصطلاح بنالی تھی۔ بالکل اسی طرح غلط ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ صحابہؓ نے پانچ نمازوں کو بعد میں گھڑ لیا تھا یا فلاں رکعات کی تعداد صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے خلاف مقرر کر دیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ نے ایک ایک لفظ کی شکل اور تحریری صورت قرآن لکھاتے وقت مقرر کر دی تھی۔ اور یوں یہ توفیقی یعنی حضورؐ کا وقف شدہ یا عطا کردہ ہے۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ امت نے وحی کو بال برابر بھی ضائع نہیں کیا اور قرآن کے الفاظ اور رسم الخط ہر طرح سے محفوظ ہیں۔ کیوں کہ بعض نے بطریق تواتر قرآن کے الفاظ کو محفوظ رکھا تو اہل عرفان نے جنہیں مشاہدہ حق حاصل ہے۔ الفاظ اور رسم الخط دونوں کو محفوظ رکھا۔ اور یہ مشاہدہ علم تواتر سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ رہا بعض الفاظ میں رسم الخط کا اختلاف تو اس سے کوئی خلل نہیں اور نہ امت کو وحی کا ضائع کنندہ کہا جا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح

marfat.com

ہے۔ جس طرح قرآن کے الفاظ و معنیٰ کو عوام جہالت کی وجہ سے غلط پڑھتے ہیں۔ یا غلط تعبیر کرتے ہیں۔

حضورؐ کا لکھنا پڑھنا :۔

میں نے پوچھا کہ حضورؐ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کی "سورۃ عنکبوت" آیۃ نمبر ۴۸ میں ہے کہ اے نبی۔ اس سے قبل نہ آپ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ ہاتھ سے لکھ سکتے تھے"۔ (اگر ایسا ہوتا) تو اہلِ باطل قرآن کے بارے میں شک میں پڑتے۔ (کہ یہ اپنے ہاتھ سے لکھ لایا ہے)

حضرت دباغ ؒ نے فرمایا کہ حضورؐ اصطلاحی کتابت نہ جانتے تھے۔ نہ آپ نے عام طریقے سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ لیکن فتح ربانی کے بعد آپ اصطلاحی عالموں وغیرہ سے کہیں زیادہ پڑھ لکھ لیتے تھے۔ حضورؐ کی شان تک تو کسی کا خیال تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضورؐ کی امت میں کئی اولیاء آج بھی حضورؐ کے طفیل فتح یا شرح صدر کے بعد حضرت آدم سے لے کر آج تک کی تمام امتوں اور قوموں کی زبانیں اور خطوط جانتے ہیں اور پڑھ لیتے ہیں۔ بلکہ قرآن مجید کے موجودہ تحریر شدہ نسخوں کا مقابلہ لوحِ محفوظ کے قرآنی الفاظ سے کر لیتے ہیں۔ کہ کہاں کمی اور کہاں بیشی ہے۔

مولف احمد بن مبارک نے حضرت دباغ کے امی ہونے کے باوجود ان سے قرآن کے رسم الخط کے بارے میں ایسے ایسے راز سنے جو نہ صرف رسمی علماء اور اماموں کی دریافتوں اور تحقیق کے مطابق تھے۔ بلکہ ان سے کہیں زیادہ مشکل کشا کہ تمام شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔

حضورؐ کے عطا کردہ قرآنی رسم الخط کے اسرار :۔

حضرت دباغ کو قرآن کا ایک حزب (حصہ) بھی یاد نہیں تھا۔ لیکن آپ کے کشف اور مشاہدہ کی بنیاد پر میں (مولف احمد بن مبارک) نے کتاب کی کتابت اور رسم الخط پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی اور سوال و جواب کیئے۔ مختلف جید علمائے ظاہر کی کتابوں اور تحریروں کے حوالے دیتے ہوئے اپنے آپ کو مطمئن کیا کہ قرآن کا رسم الخط حضورؐ کا عطا کردہ ہے اور یہ خیال کہ صحابہ نے بعد میں اپنی سمجھ یا لغت کی مدد سے قرآن کے الفاظ کے ہجے لکھائے ہیں۔ ہر لحاظ سے غلط ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ اللہ کے کلام میں راز اور اسرار پائے جاتے ہیں۔ اور ان اسرار

marfat.com

میں کتابت کا بھی دخل ہے۔ چنانچہ حضورؐ کے بتائے ہوئے توقیفی طرز پر لکھا ہوا قرآن اپنے تمام اسرار اور فوائد سموئے ہوئے ہوگا۔ مگر عقل، لغت، گرامر اور قیاس وغیرہ کی بنیاد پر لکھے ہوئے ہجے خداوندی اور نبوی اسرار کو کھو دے گا۔ مثلاً الصلوٰۃ، الزکوٰۃ اور الحیوٰۃ کو الصّلاۃ، الزکاۃ اور الحیاۃ لکھنے سے ان الفاظ کے اسرار اور خصوصیات کو ناقص کرنا ہے۔

قاضی امام ابوبکر بن فورک نیشاپوری اور شافعی استاد تھے۔ عراق میں مدرسہ قائم کیا اور درس دیتے تھے۔ تفسیر قرآن حافظ سے لکھائی۔ ۴۰۶ھ یا ۱۰۱۵ء میں زہر دے کر مار ڈالے گئے۔ وہ اور ان کے مسلک کے علماء کہتے کہ نہ کتاب اللہ، نہ سنتِ رسول، نہ اجماع اور نہ قیاس سے ثابت ہے کہ رسمِ کتابتِ قرآن کا اتباع واجب ہے کیونکہ قرآن کی کتابت کو صحابہ سے منسوب کرتے۔

ابوالحسن علی قالبی (پیدائش ۳۲۴ھ یا ۹۳۵ء۔ وفات ۴۰۳ھ یا ۱۰۱۲ء) عالم و حافظ حدیث اور نابینا ہونے کے باوجود بہت صحیح اور اچھی کتابوں کے مصنف تھے۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے کہ قاضی ابوبکر بن فورک کے عقائد اور مشکل احادیث کی تشریحات پر اعتراض کیا کہ غلط اور باطل احادیث کی شرح کیا معنی رکھتی ہے؟ شرح کی ضرورت تو تب پیش آتی ہے جب حدیث صحیح ہو۔

قرآن کا فرمان کہ "اور جو رسول تمہیں عطا کرے اسے پکڑ لو اور جس سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ" (سورہ حشر آیت نمبر) بھی یہی بتاتا ہے کہ قرآنی رسم الخط جب حضورؐ کا دقف ہے تو اس پر سختی سے پابندی کرنی ہوگی کہ حضورؐ نے صحابہؓ کو ایک خاص ہیئت میں لکھنے کا حکم دیا تھا۔

اور اگر کوئی یہ اصرار کرے کہ حضورؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تو اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضورؐ نے قرآن کو اپنے سامنے لکھایا اور اس طرز تحریر کو برقرار رکھا۔ اور برقرار رکھنا اس طرز تحریر کے واجب ہونے کی کافی دلیل ہے۔

امام مالکؒ، احمد بن حنبلؒ اور دوسرے آئمہ اجتہاد نے بھی تائید کی ہے کہ قرآنی رسم الخط میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔ چاروں اماموں نے جدید حروف تہجی اور گرامر کی بجائے قدیم طرز پر لکھنے کو صحیح جانا۔

marfat.com

باب ۴ — دوسری حدیث (جاری)

(۲ ج) سات حروف اور سات قرأتیں

حضرت دباغ نے یہ "قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا" والی حدیث کو ایک اور طرح سمجھایا کہ حرکات ثلاثہ (یعنی زبر۔ زیر اور رفع یا پیش) جزم اور مدّ میں سے ہر ایک کی سات قسمیں ہیں۔ اور یہ سات باطنی انوار سے باہر نہیں ہیں۔ اور یوں قرأت کے اماموں میں جو لفظی اختلافات پائے جاتے ہیں وہ حضورؐ کی اس حدیث کی مراد اور رازوں سے خارج نہیں ہے۔

[ڈاکٹر پیر ایم حسن نے قرأتوں سے متعلق ابن خلدون کا بیان نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ "قرآن کی نقل حضورؐ کے زمانے سے تواتر سے ہوئی ہے۔ مگر الفاظ کی ادائیگی اور حروف کی کیفیات میں صحابہ کرام کا اختلاف رہا اور یوں مختلف قرأتیں بن گئیں — ملاحظہ ہو ابن خلدون جیسے مشہور عالم کی پہنچ اور صاحب مشاہدہ حضرت دباغ کا ایمان افروز انداز) — اب تواتر کی حد تک سات مشہور قرأتیں رہ گئی ہیں اور ہر ایک خاص قاری سے منسوب ہے۔

قرأتوں کے تواتر میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن تو متواتر ہے لیکن ادائیگی کا تواتر صحیح نہیں۔ کیوں کہ سن لینے سے کیفیتِ ادا سے واقفیت نہیں ہوتی — (نعوذ باللہ!)

علوم وفنون کتابی شکل میں آنے سے پہلے قرأت کی تعلیم بھی دیگر علوم کی طرح زبانی جاری رہی۔ بعد میں علمِ قرأت بھی ضبط تحریر میں آگیا اور مستقل فن کی شکل اختیار کر گیا۔

ایک امیر اور بادشاہ مجاہد نے بڑے ذوق شوق اور کوشش سے علم قرات کی تعلیم حاصل کی اور اس کو رائج کیا۔ قرأت سے متعلق بہت اچھی کتابیں لکھی گئیں اور مقبول ہوئیں —

marfat.com

مغرب اور اندلس میں وہ داخلِ نصاب ہوئیں۔

قرأت کے ساتھ فنِ رسم الخط پر بھی کام ہوا اور صحیح قرآنی رسم الخط متعین کیا گیا۔ اور اختلافات کو دور کر کے یکجا کتابی شکل میں ترتیب دیا گیا اور بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ یہ اختلافات بار بار اٹھتے رہے اور دبتے رہے۔ لوگوں نے نظمیں لکھ لکھ کر بھی ان ان اختلافات کو دبایا........"]

سورۂ فاتحہ کی شرح :-

حضرت دباغ نے پھر سورۂ فاتحہ کی ساتوں آیتوں کی تشریح، حرکاتِ ثلاثہ، جزم اور سات باطنی انوار یعنی آدمیت، قبض، بسط، روح، علم اور رسالت اور ان کے اجزاء کی روشنی میں فرمائی۔

سورۂ فاتحہ کی مختلف قرأتیں :-

سات قرأتوں کے علاوہ دوسری قرأتوں کے اعتبار سے بھی سورہ فاتحہ کے پڑھنے میں بہت اختلاف ہے۔ عالمانہ بحثوں سے بچتے ہوئے چند دلچسپ پہلوؤں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(ا) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ :-

دال پر پیش والی قرات زیادہ مشہور، درست اور کثرت سے پائی جاتی ہے کہ پیش والی قرأت سے اللہ کی تعریف کے ساتھ حضورؐ کی ذات میں حمد سرایت ہو جانے کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے اور یوں توحید میسر آتی ہے۔ یا یوں سمجھو کہ حضورؐ نے اللہ کی حمد کے بعد اس کے معنیٰ کو بھی محسوس کیا اور وہی کیفیت آپؐ میں بھی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ آپؐ کی مثال اس کی سی ہے کہ جس نے ایک بات کہی اور اس پر عمل بھی کر دکھایا۔

(ب) اَلْحَمْدَ لِلّٰہِ :-

زید بن رؤبہ بن حجاج اور العتکی (وفات ۱۸۱ھ سے ۱۹۷ھ) سے یہ حدیث مروی ہے۔ جن سے احمد بن حنبل نے بھی روایت کی کہ دال کو زبر سے پڑھا گیا۔ مگر دال پر زبر والی قرأت میں مندرجہ بالا پیش والی کیفیت نہیں پیدا ہوتی۔

(ج) اَلْحَمْدِ لِلّٰہِ :-

امام حسن بصری (۱۱۰ھ) قرأت شاذہ کے مطابق ایسا پڑھتے۔ دال اور لام

marfat.com

دونوں پر زبر کی ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ دال کے اتباع میں لام کو بھی زبر دی گئی۔ باطنی وجہ یہ کہ زبر علم کامل کا اظہار کرتی ہے۔ اور یوں بندہ علم کامل سے حمد کرتا ہے۔ جبکہ زیر حس باطنی اور کمال وجدان کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی حمد کی نسبت کو وجدان بھی محسوس کرنا ہے۔ اور چوں کہ کسی شے کا احساس اس کے علم کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتا ہے اس لیے زبر والی قرأت زیر کے مقابلے میں زیادہ صحیح، مشہور اور افضل ہے۔

(د) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ :-

قتیبہ بن سعید محدث و عالم خراسان (پیدائش ۱۴۹ھ ۷۶۶ء۔ وفات ۲۴۰ھ ۸۵۴ء) الکسائی سے راوی ہیں کہ "لِلّٰہِ" پڑھا گیا ہے۔ اور ایسی ہر زیر کمالِ حسنِ باطنی کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ جب صرف اپنی ذات کے ساتھ قرآن پڑھتے تو احساس نشاط میں باطنی معنوں سے لطف اٹھاتے ہوئے زیر سے پڑھتے۔ لیکن جب آپؐ جماعت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ کے لیے قرآن پڑھتے تو الفاظ کو اس انداز میں ادا کرنا چاہتے جس میں آپؐ کا باطن مشغول ہوتا۔ اسی وجہ سے زبر والی قرأت امالہ زیر سے زیادہ مشہور اور افضل ہے کیوں کہ یہ آپؐ کی عام عادت کے مطابق ہے۔

رَبُّ الْعَالَمِیْنُ، اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ :-

ابو زید انصاری صحابی اور لنگڑے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ تیرہ جنگوں میں شرکت کی۔ حضورؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر خوب صورت ہونے کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کا کوئی بال سفید نہیں ہوا۔ ان کی قرأت میں "ب" اور "ن" پر پیش ہے اور "م" پر زبر۔

ان قرأتوں کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ زیر اللّٰہ کے تابع ہونے کو ظاہر کرتی ہے پیش اور زبر اس لیے کہ پہلے جملہ سے علیحدگی کا اظہار ہو۔

باطنی اسرار یا راز یہ کہ زیر عقل کے لیے ہے جو جز و آدمیت ہے۔ اور آدمیت تواضع اور ادب کا اظہار ہے۔ اس لیے زیر کے ساتھ پڑھنے والے میں عقل کامل تواضع اور ادب کا شعور پیدا کرے گی اور اسے مشاہدہ ہوگا کہ وہ مفعول اور پرورش یافتہ ہے۔

زبر والی قرأت علمِ کامل کے لیے ہے۔ جس سے لازم ہے کہ یہ قرأت پڑھنے والا اشیاء کی حقیقت کو جان لے۔ چنانچہ وہ رب کو رب جانتا ہے اور عالمین کو پروردہ رب۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نے اپنے رب کے سامنے تواضع اور ادب کیا یا نہ کیا۔

marfat.com

پیش والی قرأت میں چھپے ہوئے راز ہیں۔ جس کے پڑھنے سے قاری کی ذات لفظِ "ب" کے خاص تاثر حاصل کر لیتی ہے۔ اور حظ اٹھاتی ہے۔

زبر والی قرأت معنی کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور مشہور ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ :-

اس آیت کی قاریوں نے کئی قرأتیں بیان کی ہیں۔ ہر قرأت کی اپنی اپنی ظاہری اور باطنی وجوہات ہیں۔ مندرجہ ذیل قرأتیں قابلِ توجہ ہیں :-

(ا) **مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** :-

اس قرأت کے دو مقصد ہیں۔ اول یہ کہ بات مَلِك (بادشاہ) جو اللہ کی صفت ہے سے منسوب کی گئی ہے۔ اور دوم یہ کہ قاری یا سننے والا غفلت سے بیدار ہو جائے۔

(ب) **مَلِيْكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** :-

یمانی یا الیمان بن معاویہ الاسود (حاملین قرآن میں سے تھے۔ نابینا تھے۔ لیکن قرآن کو ہاتھ میں لیتے تو نظر ٹھیک ہو جاتی) کی یہ قرأت انجام کی معرفت اور نفس کو متنبہ کرنے کے لیئے ہے۔ لیکن یہ قرأت ضعیف ہے کیوں کہ "ی" سے مفہوم یوں نکلتا ہے جیسا کہ کبھی غفلت برتی جا سکتی ہے۔ چنانچہ "ی" کے بغیر (مَلِك) والی قرأت بہتر ٹھہری۔

(ج) **مَلَّاكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** :-

حضرت علیؓ کی اس قرأت کے مخصوص معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ قیامت کے دن دوسری مخلوقات کو چھوڑ کر مکلف لوگوں کی گردنوں کا خاص طور پر مالک ہوگا۔ غیر بنی آدم اس قرأت میں شامل نہیں۔ اس لیے یہ قرأت بھی ضعیف ٹھہری۔

(د) **مَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ** :-

ابو حیوٰۃ (مؤذن، قاری، ثقہ، وفات ۲۰۳ھ = ۸۱۸ء) کی یہ قرأت زیادہ مشہور نہیں۔

(ہ) **مَلَكَ يَوْمَ الدِّيْنِ** :

عمر بن عبد العزیز (دو سال خلیفۂ بنی امیہ، متقی، عابد، زاہد اور عمر ثانی۔ عمر ۳۹ برس، وفات زہر دیئے جانے سے ۱۰۱ھ = ۷۱۹ء) کی اس قرأت کی باطنی وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ اللہ کی زبان سے نکلے ہیں۔ اور پڑھنے والا طاقت نہ رکھنے کے باوجود

marfat.com

اللہ کا نائب بن کر ان الفاظ کو لڑکھڑا کر اور اضطرابی حالت میں ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ بچہ اپنی طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھائے۔

(ل) مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ:

مَالِکُ یَوْمِ الدِّیْنِ ط مَالِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ کچھ اور قرائتیں بھی ہیں۔ مشہور قراتوں کے معانی اور اسرار نہیں رکھتیں۔

بہر حال جمہور کی قرأت زیادہ مشہور اور بہتر ہے۔

اِیَّاکَ:

سفیان ثوری[1] اَیَّاکَ پڑھتے۔ بظاہر زیر اور زبر سے لغت یا گرامر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن باطناً زیر میں ادب، انکساری اور تواضع پائی جاتی ہے۔ یہ یوں کہ زیر عقل کامل کے لیے ہے اور کمال عقل کا تقاضا ہے کہ اللہ سے انکسار اور عجز کا اظہار کیا جائے۔ اور یہی زیر والی قرأت زیادہ مشہور ہے افضل ہے۔ اسواری کی قرأت اِیَاکَ بغیر شد کے ہے۔ فرق یہ ہے کہ تاکید کا پہلو کم ہو جاتا ہے۔

نَعْبُدُ:۔ اہل مکہ کی قرات ہے۔

"یُعْبَدُ" باطناً "ی" کی پیش اور "ع" دونوں کے معنوں سے متصف ہو کر متکلم کی حالت عارف یا مشاہدہ کرنے والی ہو جاتی ہے جو قرآن کے الفاظ میں ہر شے کو تسبیح اور حمد کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ لہٰذا یہ قرأت صرف عارف لوگ ہی ادا کر سکتے ہیں۔ حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ سعید بن جبیر اکابر عارفین سے تھے۔ وہ اس آیت کو اسی طرح پڑھا کرتے۔

حجاج کا انجام:۔

سعید ۳۸ سنہ ھ = ۶۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۵۷ برس کی عمر (۹۵ سنہ ھ) میں ابن اشعث کی بغاوت میں حجاج نے انہیں قتل کیا۔ اہل کوفہ حج پر عبداللہ بن عباس سے مسئلہ پوچھتے تو فرماتے "کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہیں؟ وہ کسی کو اپنے پاس غیبت کی اجازت نہ دیتے۔ شہید ہونے سے پہلے دعا کی۔ اے اللہ! "حجاج کو میرے بعد کسی پر مسلط نہ ہونے دینا"۔ چنانچہ حجاج پندرہ دن بعد مر گیا۔ اس عرصہ میں حجاج کو نیند نہ آتی تھی۔ جب سوتا۔ حضرت سعید

---

[1] سفیان ثوری محدث، متقی، عابد، زاہد، پیدائش کوفہ ۹۷ سنہ ھ۔ وفات ۱۶۱ سنہ ھ۔

marfat.com

خواب میں پاؤں کھینچتے اور اٹھا دیتے۔

عارف اور عامی کی صلوٰۃ :۔

وہ (سعید) اکابر عارفین سے تھے یہی وجہ ہے کہ اس قرأت والے کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ نعبُدُ (ہم عبادت کرتے ہیں) کہے کیوں کہ وہ تو اپنے سمیت ہر شے کو عبادت میں دیکھتا ہے اور یُعبَدُ (وہ عبادت کرتے ہیں) کہتا ہے۔ اس کے برعکس عام آدمی نعبُدُ کہہ کر اپنے آپ کو دوسرے حاضرین کے ساتھ شامل کرتا ہے۔ اور یوں عام لوگوں کی قرأت میں عارف بھی شامل ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص اللہ کی عبادت سے باہر نہیں رہ سکتا۔ پس عارف کا اپنے آپ کو شامل کرنا لذت حاصل کرنے کے لیے ہوگا۔ اور اگر وہ مشاہدہ نہ کر رہا ہوگا تو قاری غیر عارف ہوگا۔

اس کے باوجود جمہور کی قرأت بہتر ہے۔ کیونکہ پڑھتے وقت حروف کے معانی کے انوار چمک اٹھتے ہیں اور متکلم کی ذات ان انوار سے سیراب ہوتی ہے۔ کیونکہ عام آدمی "ن" (ہم) سے پڑھے گا تو "ن" کے معنی سے سیراب ہوگا۔ "ی" سے پڑھے گا تو "ن" کے نور سے رہ جائے گا۔ چونکہ مقصد سورۂ فاتحہ کے تمام انوار سے سیراب ہونا ہے۔ اس لیئے عام آدمی "ن" (ہم) سے پڑھے اور عارف سے انوار نہیں چھوٹتے۔ اس لیئے وہ ہر طرح دو سے پڑھ سکتا ہے۔

نعبُدُوْ :۔

یہ نافع اور اصبہانی کی روایت ہے۔ باطنی وجہ یہ ہے کہ واؤ بڑھانے سے حق گوئی اور عبادت سے عدم حیا پر اصرار ہوتا ہے۔ اس سے اچھی بات یہ ہے کہ بندہ یہ خیال کرے کہ اس نے کوئی عمل کیا ہی نہیں۔ اور اللہ ہی اس کی حرکات و سکنات کا خالق ہے۔ عام قرأت میں واؤ اس لیے گرا دی جاتی ہے۔ کیوں کہ عام آدمی اپنے عمل کو دیکھتا ہے اور یوں اللہ سے بے ادبی کا لامحالہ مرتکب ہوتا ہے۔ تو حقیقت حال کے مطابق واؤ گرا کر ہی پڑھے ورنہ واؤ کی قرأت صحیح ہے۔ اور حضورؐ سے ثابت ہے اور عام قرأت سے زیادہ انوار کی حامل ہے۔

نَستَعِین :۔

یحییٰ بن وثاب اسدی کوفی مشہور قاری اور احادیث کے راوی تھے۔ قرآن پڑھتے تو سناٹا چھا جاتا۔ وفات ۱۰۳ھ سے ۷۲۱ء میں ہوئی۔ یہ ان کی قرأت ہے۔ زبر اور زیر

انی پا

marfat.com

کا راز الگ الگ ہے ۔ زیر حس باطنی کے لیے ہے جو آدمیت کا جزو ہے اور غیر متکلم خارج ہو جاتا ہے اور یہ بات زبر میں نہیں ۔ آدمیت میں ادب ، انکساری اور عجز ہے اور یوں متکلم کا اشارہ صرف اپنی طرف ہوتا ہے جبکہ عوام کی زبر والی قرأت میں سب شامل ہو جاتے ہیں ۔ اس لیے زیادہ مفید اور بہتر ہے ۔

غَیْرُ الْمَغْضُوبِ :-

یہ حضرت عمرؓ کی قرأت ہے ۔ بعض نے غیرُ المغضوب زبر کے ساتھ بھی پڑھا ہے یہ ابن کثیر کی سند سے خلیل بن احمد (مشہور نحوی اور لغوی وفات سنہ ۱۷۵ھ = سنہ ۷۹۱ء) کی قرأت ہے ۔ باطن میں تینوں حرکات کے راز اور اثرات اپنی اپنی جگہ کام کریں گے ۔

زیر آدمیت کی جز کمال صورت باطنی اور ادب سے مزین ہے ۔ اور ایک اور اشارہ یہ کہ مغضوب ہماری جنس سے ہی نہیں چاہیے وہ ہمارے رشتہ داروں اور بچہ زاد دل سے ہی کیوں نہ ہوں یا یہود و نصاریٰ سے ہوں ۔ اور یوں ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں ۔ اسی واسطے عوام نے زیر سے پڑھا ۔

پیش سے پڑھنے میں زیر والی انکساری نہیں پائی جاتی لیکن مغضوب سے دوری اور بیزاری کا اظہار اسی طرح ہے ۔ زبر کی قرأت میں مغضوب علیہم کا تعین نہیں ۔

وَلَا الضَّآلِّیْنَ

ابوایوب سختیانی (تابعی ، عالم ، حضرت انسؓ کے ملاقاتی ۔ احادیث کے راوی ۔ پیدائش ۶۶ھ = سنہ ۶۸۵ء ، وفات سنہ ۱۳۱ھ = سنہ ۷۴۸ء) کی یہ قرأت باطنی طور پر اشارہ کرتی ہے کہ گمراہ ہمارے دشمن ہیں ۔ لیکن جمہور کی قرأت بہتر ہے ۔

حضرت دباغؒ نے قاریوں کی دوسری قرأتوں کی تشریح بھی کی ۔ لیکن ہم نے یہاں صرف مشہور قرأتوں کا خلاصہ بیان کیا ہے ۔ تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں ۔ ورنہ ساری تفصیل سے تو جلدیں بھر جاتیں ۔

marfat.com

باب ۱۵ ـــــــ دوسری حدیث (جاری)

(۵۲) سات حروف اور انچاس اجزا

حضرت دباغؒ نے "قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا" والی حدیث کی تشریح اس طرح کی کہ اس سے مندرجہ ذیل نکات و فوائد اخذ کیے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ مقامِ نبوت:۔

حضرت دباغؒ کے کلام سے حضورؐ کے جسم و قلب اور باطن کے بلند مقام اور ان کے اسرار کی جھلک دکھائی دیتی ہے ـــــ حضورؐ کی ذات میں انچاس اجزاء کے انوار جس طرح پائے جاتے ہیں۔ کسی اور میں نہیں۔ اور اگر کوئی ان اجزاء کی روشنی میں حضورؐ کی ذات پر غور کرے تو آپؐ کی محبت میسر آ جائے گی جو دونوں جہان کا مآل اور نعمت ہے۔

۲۔ شرحِ حالِ روح:۔

روح کے متعلق لوگوں میں سخت اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ روح کے متعلق بحث میں ہی نہیں پڑنا چاہیئے (کیوں کہ قرآن امرِ ربی کہہ کر ہمیں خاموش کرانا چاہتا ہے) اور کوئی روح کی حقیقت اور اصل جاننے کا مدعی بن بیٹھتا ہے۔ حالانکہ روح کے خواص تک سے ناواقف ہے۔

جبکہ حضرت دباغؒ روح کے خواص، لوازمات، خصلتیں اور اوصاف روح کے ان سات اجزاء میں بیان کرتے ہیں (۱) ذوق۔ (۲) طہارت۔ (۳) تمیز۔ (۴) بصیرت۔ (۵) عدمِ غفلت۔ (۶) قوتِ سریان۔ (۷) عدمِ احساس۔

اب رہی یہ بات کہ روح کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت کیا ہے؟ روحوں کے ہم جنس یا مخالف کیا کیا ہیں۔ اور اجسام میں داخلے سے پہلے روح کی کیا کیفیت تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کے جواب کتاب میں ان شاء اللہ حضرت دباغ کی باتوں سے مل جائے گا۔

marfat.com

اولیاء کی شرح :-

حضرت دباغ کے کلام میں اولیاء کے عرفان اور ولایت کا پتہ چلتا ہے۔ ولی اور غیر ولی کا فرق واضح ہوتا ہے۔ ذات اور روح کا درمیانی پردہ اٹھ جائے اور ذات پر روح کے راز کھل جائیں تو وہی ولی صاحب فتح اور عارف کہلائے گا۔ جس کی ذات روح سے حجاب میں رہے تو وہ عام شخص ہے چاہے ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے۔

۴۔ شرح حدیث :-

حدیث کی ظاہری شرح اور اسے ظاہری عبارت اور عربی زبان کے مطابق پیش کرنے کو مقام نبوت و رسالت سے کوئی نسبت نہیں۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ "قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا" والی حدیث کی تفسیر و تشریح، حلال و حرام کا وعدہ وعید وغیرہ سے کی جائے تو یہ درست نہیں۔ اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم جتنا اور جس طرح آسانی سے پڑھ سکو، پڑھ لو۔ اور یہ صحابہؓ پر بہتان کے مترادف ہے کہ وہ آپس میں معانی پر جھگڑتے۔

جبکہ حضرت دباغ رحؒ نے اس حدیث کے انوار و اسرار حضورؐ سے حاصل کر کے بیان فرمائے اور رسولِ اکرمؐ کی عظمت اور ان کے قلب و باطن کی جھنک انہی کے فضل و کرم سے میسر آسکتی ہے۔

۵۔ قرأت کے اماموں اور حضرت دباغ میں فرق :-

قرأت کے عالموں اور اماموں نے سات قرأتوں کی جو توجیہیں کی ہیں۔ اگرچہ اپنی جگہ پر درست ہیں۔ مگر وہ عام عقلی اور لغت کی سطح کی باتیں ہیں۔ جب کہ حضرت دباغ نے جن اسرار اور انوار کو بیان کیا ہے وہ حضورؐ کی شان کے زیادہ قریب ہے۔

۶۔ قرآن کی تفسیر :-

یہ نہ سمجھ لینا کہ قرآن کی تفسیر انہی سات باطنی حروف سے ہو سکتی ہے بلکہ قرآن کے مزید معنی بھی ہیں جن میں علوم اولین و آخرین شامل ہیں۔ اور یہ سات باطنی حروف ان معانی کے لیئے بطور لباس کے ہیں۔ قرآن کے ظاہری اور باطنی یا حقیقی معنوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ارواح کی کیفیت جسم میں داخل ہونے سے پہلے کیا تھی اور جسم سے نکل جانے کے بعد کیا ہو گی۔ شریعت محمدیہ کے علاوہ دوسری شریعتیں اور علوم کو کیوں کہ قرآن سے

marfat.com

اخذ کیا جا سکتا ہے اور یہ سب کچھ حضورؐ کے باطن کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

اگر قرآن کو اس طریقے پر سمجھا جائے اور ان سات حروف کے انوار کا لباس پہنا دیا جائے تو ایسی باتیں ظاہر ہوں گی کہ عقلیں حیران رہ جائیں گی۔ اور تب واضح ہو کہ آسمانوں اور زمین کے لوگ کیوں کر قرآن کی ایک آیت یا سطر بھی پیش نہیں کر سکتے۔

۷۔ اصحاب کشف :۔

قرآن کے ہر حرف کا ایک سِر اور راز ہے۔ مثلاً "د" امتثال کیلئے، ب سکینت کیلئے اور ت کمالِ حسن ظاہری کے لیئے وغیرہ وغیرہ ــــ اہلِ فتح، صاحب عرفان اور اربابِ شہود کے بغیر کسی دوسرے کو ان اسرار اور رازوں کا علم نہیں ہو سکتا۔ علمائے ظاہر اور زباندانوں کی طبع آزمائیوں کے خلاف ان اسرار اور حقیقی قرآنی معنوں کے لیے کوئی ضابطہ اور قانون ہوتا تو عام لوگ بھی یہ اسرار معلوم کر لیتے۔ لیکن بغیر اللہ والوں اور عارفوں کی امداد کے نہ رازوں کا علم ہو سکتا ہے نہ حق تک رسائی ہو سکتی ہے۔ الاّ ماشاء اللہ۔

۸۔ قرآن کا رسم الخط حضورؐ کا عطا کردہ ہے نہ کہ صحابہؓ کی اصطلاح :۔

دراصل قرآن کا رسم الخط اور کتابت توقیفی یعنی حضورؐ کا عطا کردہ ہے اور انہی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اور اس کے خاص راز اور اسرار ہیں۔ مگر اکثریت نے اسے صحابہ کی اصطلاح سمجھ لیا اور یوں گروہوں میں بٹ گئے۔ اس اکثریت کا خیال ہے کہ اس اصطلاحی رسم الخط میں بھی اسرار ہیں۔ جن میں سے بعض کو ہم سمجھتے ہیں اور بعض کو نہیں سمجھتے۔ جس طرح آیاتِ محکمات و متشابہات کا معاملہ ہے۔ لیکن ان کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بلا چون و چراں اطاعت اور اتباع صرف احکامِ الہیہ کا ہی ہونا ہے۔ کسی دوسرے کی تجویز کردہ اصطلاح کی اتباع واجب نہیں۔

۹۔ سات حروف اور انوار پر دو سوال :۔

(۱) حضرت دباغ سے میں نے پوچھا۔ آپ سات حروف کو سات انوارِ باطنیہ پر تقسیم کرتے ہوئے ہر حرف کو کسی ایک نور سے متعلق ٹھہراتے ہیں۔ (مثلاً ا، ظ، م، ص، ع کو آدمیت

ا؎ عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ کے چچا زاد، صحابی حضورؐ کا تکیہ، مسواک، نعلین اور وضو کے پانی کا انتظام سفر میں ان کے سپرد ہوتا۔ حضورؐ کمرے میں آتے تو پہلے یہ داخل ہوتے۔ آپ کے پاؤں سے جوتا اتار کر بازو میں ڈال لیتے۔ خلافت عثمانؓ میں وفات پائی۔ ۳۲ھ = ۶۵۲ء

marfat.com

سے۔ ح، ث، ش، ہ کو قبض سے۔ ر، ن، س کو بسط سے..... وغیرہ وغیرہ) جب کہ یہی حروف عام لوگوں کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس طرح تو یہ انوار عوام کے کلام میں بھی ہونے چاہئیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا۔ کہ دیگر آسمانی کتابیں ایک دروازے سے اور ایک حرف پر اتریں۔ مگر قرآن مجید سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ حروف اور ان کے انوار صرف قرآن کے حروف کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کسی اور کلام کے حروف کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ ہر "ح"، قبض کے لیے نہیں۔ ہر "ب"، سکینت کے لیے نہیں۔ ہر "ت"، کمال حواس ظاہرہ کے لیے نہیں اور ہر "ج"، صبر کے لیے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ یہ حروف قرآن میں پائے جائیں تو تب ان کے یہ انوار ہوں گے۔ اور کسی اور کلام میں ان انوار کی تقسیم کسی اور طرح ہوگی۔ اور ان کی شدت اور تیزی قرآن کے انوار کی طرح نہ ہوگی۔

(ب) پھر پوچھا۔ چھ انوار تو تمام پیغمبروں کی ذات میں موجود ہیں۔ چنانچہ ان کی کتابوں میں یہ انوار بھی ہوں گے۔ اور وہ بھی سات حروف پر نازل ہوئی ہوں گی؟

حضرت نے جواب دیا کہ یہ درست ہے کہ چھ انوار دوسرے پیغمبروں کی ذات میں بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح حضورؐ کی ذات میں۔ اور جب آپؐ احادیث یا احادیث قدسیہ بیان فرماتے ہیں تو ضروری نہیں کہ ان میں بھی اسی سطح کے اسرار پائے جائیں اور ان میں بھی اسی طرح انوار مشتعل ہوں۔ جس طرح قرآن کے کلام میں انوار چمکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ایک راز اس حکم کا ہوتا ہے۔ جس سے متعلق آیت آئی اور دوسرا راز حضورؐ کی ذات کا ہوتا ہے جبکہ دوسری آسمانی کتابیں صرف متعلقہ رسول کی ذات کے انوار لیے ہوتی ہیں۔ فرمایا یہی وجہ ہے کہ قرآن ایک معجزہ ہے۔ جس کا مقابلہ نظم، ترکیب اور معانی میں نہیں ہو سکتا۔ جبکہ دوسری آسمانی کتابوں کا مقابلہ نظم و ترکیب میں ہو سکتا ہے معانی میں نہیں ہے۔

marfat.com

باب ۱۶ ـــــــــ دوسری حدیث (جاری)

(۳) سات حروف اور سات قراتوں سے متعلق اور احادیث

حضرت دباغؒ نے سات حروف والی حدیث کی جو تشریح کی اور اسی قسم کی دوسری ترجیحات میں مطابقت کے متعلق مندرجہ ذیل قابلِ غور ہے۔

(۱) ایک متفق علیہ حدیث ہے جس پر مندرجہ ذیل نے کام کیا۔

(ل) ابن حجر العسقلانی ۔ مشہور محدث، مفسر اور مورخ ۔ وفات ۸۵۳ھ = ۱۴۴۹ء۔

(ب) ابو جعفر محمد بن جریر طبری، مشہور محدث، مفسر اور مورخ ۔ پیدائش آمل ۲۲۴ھ = ۸۳۸ء، وفات ۳۱۱ھ = ۹۲۳ء

(ج) اسحاق بن عبداللہ انصاری :۔ مدینہ کے معتبر تابعی جن کو امام مالک بہت معتبر سمجھتے ۔ وفات ۱۳۲ھ = ۷۴۹ء =

ایک صحابی ہشامؓ بن حکیم نے قرآن پڑھا اور حضرت عمرؓ نے اس کی اصلاح کی۔ پھر دونوں حضورؐ کے پاس فیصلہ کے لیے گئے۔ ہشامؓ نے عرض کیا ۔"یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا؟" آپؐ نے فرمایا ۔کیوں نہیں۔ حضورؐ نے عمرؓ کے چہرے سے ان کی پریشانی پہچان لی اور عمرؓ کی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ شیطان کو نکال دو"۔ پھر فرمایا:"اے عمر! قرآن سب ٹھیک ہے جب تک کہ رحمت کے الفاظ کو عذاب اور عذاب کے الفاظ کو رحمت نہ بنا دیا جائے"۔

(۲) مشہور صحابی، حافظ، قاری اور کاتب وحی اُبیؓ بن کعبؓ (ان چھ صحابہ میں سے تھے جنہوں نے حضورؐ کے عہد میں ہی قرآن حفظ کر لیا تھا۔ (وفات ۱۹ھ = ۶۴۰ء) نے فرمایا کہ مسجد میں ایک آدمی کو سورۂ نحل پڑھتے میں نے سنا جس کی قرأت میری قرأت سے مختلف تھی۔ وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا۔ تجھے یہ سورت کس نے پڑھائی۔ اس نے جواب دیا کہ رسولؐ اللہ نے۔ پھر ایک اور آدمی نے نماز میں

marfat.com

سورۂ نحل اس طرح پڑھنی شروع کی جس کی قرأت ہم دونوں سے مختلف تھی۔ پوچھنے پر اس نے بھی کہا کہ رسول اللہ نے مجھے ایسا پڑھایا ہے۔ اس پر میرے دل میں اس قدر شک و شبہ پیدا ہو گیا کہ جاہلیت میں بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ پھر میں ان دونوں کو پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ! ان سے سورۂ نحل پڑھوایئے۔" آپؐ نے ایک سے پڑھوائی تو فرمایا "بہت خوب"۔ اور پھر دوسرے سے پڑھوائی تو فرمایا۔ "بہت خوب" اور میرا دل شکوک سے بھر گیا۔ تو حضورؐ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر فرمایا۔ "اے ابیؓ! میں تمہیں اس شک سے اللہ کی پناہ میں دے جاتا ہوں کہ جبرائیل نے اللہ کا حکم دیا کہ قرآن کو ایک ہی حرف سے پڑھا جائے۔ میں نے اللہ سے امت کے لیے آسانی چاہی۔ جبرائیل پھر آئے اور اللہ کا حکم سنایا کہ قرآن دو حرفوں پر پڑھا جائے۔ میں نے اللہ سے مزید کمی چاہی تو جبرائیل نے آکر کہا کہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھ لیا جائے اور ہر حرف کے عوض آپ کی ایک درخواست منظور کی جائے گی۔ (الحدیث)

(۳) ابی بن کعب کی یہ حدیث قدرے مختلف روایتوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی آیت یا سورت کو حضورؐ نے خود ہی مختلف صحابہ کو مختلف طرز سے پڑھایا۔ اور جبکہ اُبیؓ بن کعب مختلف طرح سے سن کر پریشان اور مضطرب ہوئے۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ لیکن حضورؐ نے مختلف طرزیں سنکر پسند فرمایا اور اُبیؓ کے تزکیہ کے لیے اور ان کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے واسطے ان کے سینہ پر دستِ مبارک مارا۔ جس سے وہ پسینہ پسینہ ہو گئے اور حضورؐ نے فرمایا کہ "اے اُبیؓ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھوں"۔

(۴) عمرو بن العاص (قریش صحابی، فتح مکہ سے چند ماہ پہلے ۸ سنہ ھ = ۶۲۹ سنہ ء میں ایمان لائے۔ حضورؐ نے ذات السلاسل کی فوج پر امیر بنا کر بھیجا۔ عمر ستر برس۔ وفات مصر ۴۲ سنہ ھ = ۶۶۲ سنہ ء) نے اسی طرح حضورؐ کے سامنے کسی آیت کے مختلف طرح سے کسی شخص کے پڑھنے کا ذکر کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ ان میں سے جو پڑھ لو ٹھیک ہے۔ پس اس میں جھگڑا مت کیا کرو"۔

(۵) طبری (ابو جعفر محمد بن جریر طبری مشہور محدث، مفسر اور مؤرخ۔ پیدائش آمل ۲۲۴ سنہ ھ = ۸۳۸ سنہ ء، وفات ۳۱۱ سنہ ھ = ۹۲۳ سنہ ء) اور طبرانی (ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی

marfat.com

حافظ حدیث، مصنف۔ پیدائش ۲۶۰ھ = ۸۷۳ء، وفات ۳۶۰ھ = ۹۷۰ء عمر ۱۰۰ سال) نے زید بن ارقم (خزرجی، انصاری اور صحابی۔ انھوں نے عبداللہ بن ابی کا نفاق ظاہر کیا تھا اور انہی کی تصدیق کے لیے سورۃ منافقون نازل ہوئی۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ مختار اور عبدالملک بن مروان کے عہد میں ۶۶ھ = ۶۸۵ء میں وفات پائی) سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے عرض کیا کہ اس نے زیدؓ اور ابن مسعودؓ اور اُبیؓ بن کعبؓ سے ایک سورۃ سنی ہے۔ مگر ان سب کی قرأتوں میں اختلاف ہے۔ اب میں کس کی قرأت اختیار کر دوں۔؟ حضور خاموش رہے۔ حضرت علیؓ پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے فرمایا۔ جس طرح تمہیں پڑھایا گیا ہے۔ اسی طرح پڑھو۔ وہی اچھا ہے۔

(۶) ابوحاتم محمد بن حبان (ابن خزیمہ کے عقلمند شاگرد، لغت و حدیث کے ماہر و مصنف وفات ۳۵۴ھ = ۹۶۵ء) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری (محدث، اپنی کتاب مستدرک میں ان صحیح احادیث کو لکھا جنکو مسلم اور بخاری نے چھوڑ دیا تھا۔ وفات ۴۰۵ھ = ۱۰۱۴ء) نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ مسجد میں ایک شخص کو سورۂ آل عمران کی چند آیتیں میں نے اس طرز سے مختلف طریقہ پر پڑھتے سنا جس طرز پر حضورؐ نے مجھے پڑھائی تھیں۔ پھر ہم دونوں حضورؐ کے پاس آئے اور اس اختلاف کا ذکر کیا۔ تو آپؐ کا چہرہ بدل گیا۔ اور فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو اسی اختلاف نے تباہ کیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کے کان میں کچھ فرمایا تو علیؓ نے کہا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ جس طرح تمہیں پڑھایا گیا ہے، اسی طرح پڑھا کرو۔ اور پھر ہم اپنی اپنی قرأت پڑھا کرتے۔

(۷) ترمذی کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "اے جبرائیل! مجھے ایک امی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ جس میں بڑھیا، بوڑھا، لڑکا، لڑکی اور ان پڑھ موجود ہیں۔ تو جبرائیل نے کہا۔ کہ انہیں کہہ دیں کہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھ لیا کریں۔

مولف احمد بن مبارک نے حضرت دباغ سے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ان احادیث کے کئی اور پہلو ہیں۔ جن پر بحث کرنے سے بات طویل ہو جائے گی۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان احادیث کی عبارت گواہ ہے کہ حروف سے مراد صرف لفظی اختلافات ہیں۔ اور باطنی حروف تو حضورؐ کی ذات، طبیعت اور باطن میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ اور یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ جبرائیل ایک بار ایک حرف لے کر آیا اور پھر دو۔ اور پھر اسی طرح

marfat.com

سات حرف۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ لفظی اختلافات کی مثال سایہ کی ہے اور انوارِ باطنی جسم کی طرح ہیں۔ سائے کو دیکھنے والا جسم سے منکر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب جبرائیل سایہ یا حرف لے کر آئے تو لامحالہ وہ درحقیقت وہ جسم یا باطنی نور ساتھ لائے ہوں گے۔ اگرچہ وہ حرف پہلے سے حضورؐ کی طبیعت میں موجود تھا۔ اور یوں ایک قرأت کو متعین کر دیا۔ اور اسی طرح جب سایہ کے ساتھ حروف لے کر آئے تو آپ کو ساتوں انوار باطنی کے مطابق پڑھنے کی اجازت مل گئی۔

میں (احمد بن مبارک) نے پوچھا۔ سات باطنی حروف کی سمجھ تو آپ کی برکت سے آ گئی لیکن یہ سات لفظی اختلافات دراصل کیا ہیں؟ کیونکہ اس بنا پر بھی کئی اختلافی فرقے بن گئے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اختلاف لغات ہے ۔۔۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ اختلافِ احکام ہے۔ اور دلیل میں ابن مسعودؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ پہلی آسمانی کتابیں ایک حرف پر جبکہ قرآن سات حروف یا دروازوں سے نازل ہوا ہے۔ یعنی زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔ لہٰذا تم اس کے حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام۔ اوامر یا احکام پر عمل کرو۔ اور متشابہات پر ایمان لاؤ۔ اور کہو۔ اٰمنّا بہٖ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ (ہم اس پر ایمان لے آئے۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔) دوسرے گروہ کے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ روایت کا سلسلہ ہی منقطع ہے۔ پھر ایک اور گروہ اسے قرأتوں کا اختلاف جانتا ہے اور اس گروہ میں بھی کئی فرقے ہیں۔ ایک کہتا ہے سات قرأتوں سے سات عدد کا تعین نہیں۔ بلکہ مراد وسعت اور سہولت ہے۔ چنانچہ جس کو جس طرح آسانی ہو۔ اسی طرح پڑھ لیا کرے۔ تو بتایئے کہ حقیقت حال کیا ہے۔

اُمّی ولی کا علم :-

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ مراد اختلاف قرأتؔ ہی ہے۔ مگر ہم کیا کہیں۔ ہمیں تو بچپن میں قرأت سکھائی ہی نہیں گئی۔ قرآن کے تمام اختلافات میری نظر میں ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کیسے بیان کروں؟

پھر حضرت دباغؒ جو کچھ دیکھ رہے تھے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے رہے۔

marfat.com

مثالیں دیتے رہے - اور بار بار کے سوال وجواب سے الحمدللہ ہم سمجھ گئے کہ مراد یہ ہے کہ اختلافِ قرأت سات قسم کا ہے

اختلافِ قرأت کی سات قسمیں :-

(۱) حرکات وسکون اور اعراب (زبر، زیر، پیش) میں اختلاف - مثلاً لھم عذابٌ من رِجزٍ الیمٍ یا الیمٌ - یعنی میم کے نیچے زیر یا اوپر پیش ہوسکتی ہے - (زیر اس لیے کہ رجز کی صفت ہے اور پیش اس لیے کہ عذاب کی صفت ہے)

(۲) حرفوں کی کمی اور بیشی کا اختلاف - مثلاً وَسَارِعُوا اور سَارِعُو یا وَقالُوا اتخذ اللہُ وَلَدًا اور قَالُوا اتَّخَذَ اللہُ وَلَدًا -

(۳) کلمات کی کمی اور بیشی کا اختلاف - جیساکہ اِنَّ اللہَ ھوالغنیُّ الحمید کی ایک قرأت میں ھُوَ کا لفظ ہے دوسری میں نہیں ہے -

(۴) الفاظ کے آگے اور پیچھے آنے کا اختلاف - وَقُتِلُوا وَقَاتَلُوا - (اور وہ قتل ہوئے اور انھوں نے قتل کیا) یا وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا (سورہ عمران) اور انھوں نے قتل کیا اور وہ قتل ہوئے) ——————— یا جیسے وَجَاءَتْ سَکْرَۃُ المَوتِ بالحق کو وَجَاءَتْ سَکْرَۃُ الحَقِّ بِالْمَوتِ بھی پڑھا گیا ہے اور یہ ابوبکر صدیق، طلحہ بن مطرف یا مصرف صاد (کوفہ کے قاری - وفات سنہ ۱۱۲ھ یہ سنہ ۷۳۰ء اور زین العابدین (مشہور امام، زاہد، متقی - انہی کو علی اصغر بھی کہتے ہیں - بے شمار مناقب والے - عمر ۵۸ برس، شہادت سنہ ۹۹ھ = سنہ ۷۱۷ء) کی قرأت ہے -

(۵) مخارج حروف کے اعتبار سے اختلافِ قرأت —— جیسے "الصراط" کو اشمام کے ساتھ پڑھنا جبکہ اشمام کا مخرج ص، کا مخرج نہیں ہے - یا جیسے قِیْلَ میں زیر اور اشمام کے ساتھ ق کا مخرج وغیرہ -

(۶) زیر اور امالہ اظہار اور ادغام کے اعتبار سے اختلافِ قرأت -

(۷) تیزی اور آہستگی سے پڑھنے کا اختلاف کیوں کہ حضور کبھی ترتیل سے یعنی رک رک کر اور کبھی تیزی سے پڑھتے -

پھر فرمایا - ان مختلف قرأتوں کا ربط اور تعلق مختلف انوارِ باطنیہ سے ہے اور یہ انوار حروف و حرکات کے انوار کے علاوہ ہیں - چنانچہ ترتیل اور آہستگی "روح" سے

marfat.com

پیدا ہوتی ہے۔ اور روانی یا تیزی "قبض" سے بشرطیکہ حروف درست ادا ہوں۔ امالہ "نبوت" سے اور زبر "رسالت" سے۔ ہر قسم کا اشمام "روح" کے لیے اور عدم اشمام "نبوت" کے لیے ہے۔ حروف کی زیادتی "قبض" کے لئے ہے اور کمی "روح" کے لیے ہے۔ کلمات کی زیادتی "رسالت" کے لیے ہے اور کمی "علم" کے لیے۔ تقدیم "آدمیت" کے لیے اور تاخیر "علم" کے لیے۔ اور وہ حرکات جن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں "بسط" کے لیے ہیں۔

مختلف علماء اور مصنفوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اختلافاتِ قرأت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن حضرت دباغ کے بیان کی بنیاد مشاہدہ اور کشفِ صحیح ہے۔ اور یہ سعادت بزور بازو نیست۔ اللہ ہمیں نفع پہنچائے۔

marfat.com

باب ۱۷ ـــــــ تیسری حدیث

(۳) صالح خواب نبوت کا ایک حصہ

میں (مؤلف احمد بن مبارک) نے حضرت دباغ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا کہ حضورؐ نے فرمایا...... اَلرُّؤیا الصالِحۃُ مِنَ الرَّجُلِ الصالِحِ جُزءٌ مِن سِتَّۃٍ وَ اَربَعِینَ جُزءًا مِنَ النبوۃِ۔ یعنی صالح آدمی کا صالح خواب نبوت کا چھیالیسواں جز ہے"۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الرؤیا)

بخاری میں چھیالیسواں جز بتایا گیا ہے۔ مسلم میں ابوہریرہ سے راوی ۴۵ واں جز۔ طبری اور امام احمد کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ۴۹ واں جز راوی ہے۔ کسی نے ۴۲ اور ۲۵ واں اور کسی نے ۷۰ اور ۲۷ واں جز بتایا ہے۔ غرضیکہ کوئی پندرہ مختلف روایتیں ہیں۔ جن پر بڑے بڑے محدثین حیران ہیں اور کسی نے کوئی نتیجہ خیز بات نہیں کی۔ چنانچہ میں نے مختلف روایات کی وجہ پوچھی۔

دباغ نے فرمایا۔ وہی "قرآن کو سات حروف پر اتارا"، والی حدیث کے سات انوار اور ہر ایک کے سات اجزا یعنی کل ۴۹ اجزا نبوت کے اجزا ہیں۔ اور ان کو کم و بیش کرنے سے مختلف روایات سامنے آتی ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) آدمیت (۲) قبض ۔(۳) بسط اور (۴) نبوت میں سے ہر ایک کے سات اجزا سے ۲۸ جز بنے اور آدمیت سے ذکوریت کے جز کو خارج کر دو۔ کیوں کہ خواب مرد و عورت دونوں کو آتے ہیں۔ تو یوں ۲۷ جز رہ گئے۔ اور ابن ابی حمزہ اندلسی (عارف باللہ، فقہ مالکی کی کتاب مدونہ کے حافظ، بخاری کے شارح۔ وفات ۵۹۷ھ = ۱۲۰۰ء) کی ۲۷ ویں والی روایت اسی پر محمول کی جائے گی۔

اگر "آدمیت"، سے ایک اور جز "کمالِ صورت ظاہری"، کو نکال دیں۔ کیوں کہ

marfat.com

خواب سے اس کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ تو باقی ابن عبد البرؒ (علماً اندلس کے شیخ، محدث، مصنف۔ وفات ۳۸۰ھ = ۹۹۰ سنہ) کے ۲۶ ویں جزو والی روایت بھی صادق ہو جاتی ہے ــــ اور جزو اور کمالِ صورتِ باطنی" کو بھی نکال دیں تو ۲۵ ویں جزو والی روایت رہ جاتی ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ یہ تو چار حروف یاانوار کے حساب سے ہُوا۔ اسی طرح سات حروف یا انوار کے ۴۹ اجزا میں سے اجزائے ذکوریت، کمال صورتِ ظاہری اور باطنی خارج کر دیئے جائیں تو بخاری کی صحیح متفق علیہ ۴۶ ویں جزو والی روایت سامنے آجاتی ہے۔ اور جزو کمالِ حواسِ ظاہرہ کو خارج کرنے سے مسلم کی ۴۵ ویں جزو والی روایت کو محمول کیا جاسکتا ہے۔

حضرت دباغ نے یوں سات روایات کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ باقی روایات کی صحت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ لہٰذا ان کی توجیہہ کرنی بے کار ہے۔

مزید بحث پر حضرت دباغ نے فرمایا ــــ صالح خواب "آدمیت" کے جزو "نزع حظِّ شیطان"، اور پھر "روح" کے جزو "بصیرت" کی مدد سے آتے ہیں۔ چنانچہ جس سے اللہ تعالیٰ شیطانی جزو نکال دے تو اس کے تمام خیالات نیک ہوں گے۔ اور وہ جب سوئے گا تو وہی خیالات دیکھے گا جنہیں بیداری کی حالت میں سوچا کرتا تھا۔ اور یوں اس کا خواب بھی نیک ہوگا۔ اور جس سے شیطانی حصہ نکالا نہ گیا ہو۔ اس کے خیالات اور خواب بھی بد ہوں گے۔

حضرت دباغ نے یہ کچھ محض کشف و معرفت کی بنیاد پر فرمایا۔ اور علماً نے اس انداز اور زاویہ نگاہ سے نبوت کے ایک جزو کا بھی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ تعداد یا شمار کی ذمہ داری حقائقِ نبوت کے عارفین کے ذمہ ڈال دی ہے۔

(۱۳) صالح خواب نبوت کا ایک حصہ پر علما کا بیان

marfat.com

۱۔ امام حلیمی :۔

(پورا نام شیخ امام ابو عبداللہ حسین بن حسن حلیمی جرجانی شافعی مشہور مصنف وفات ۴۰۳ھ = ۱۰۱۲ء)

شیخ علاؤ الدین قونوی فرماتے ہیں کہ حلیمی نے انبیاء کی خصوصیات کو مندرجہ ذیل ۴۶ کی تعداد تک گنوانے اور تکلف کرتے ہوئے صالح خواب کو نبوت کا ۴۶ واں حصہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) نبوت کا بلند ترین جز یعنی اللہ سے بلا واسطہ کلام۔ (۲) بغیر کلام

(۳) وحی بزبان فرشتہ (۴) فرشتہ کا دل میں القاء

(۵) کمالِ عقل (۶) کمالِ حافظہ

(۷) اجتہاد میں غلطی سے پاک (۸) فہم کی ذکاوت

(۹) کمالِ بصر (۱۰) کمالِ سماعت

(۱۱) کمال قوت شامہ جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی قمیض دور سے سونگھ لی تھی۔ (۱۲) جسمانی طاقت کہ ایک ہی رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کرلے۔

(۱۳) آسمانوں پر عروج (۱۴) وحی کا گھنٹی کی سی آواز میں آنا۔

(۱۵) بکری کا کلام کرنا (۱۶) نباتات کا باتیں کرنا۔

(۱۷) کھجور کے تنے کا باتیں کرنا (۱۸) پتھر سے باتیں کرانا۔

(۱۹) حضورؐ کا بھیڑیوں کی باتیں سمجھنا۔ (۲۰) حضورؐ کا اونٹوں کی بلبلاہٹ سمجھنا۔

(۲۱) بغیر بولنے والے کے آواز سننا (۲۲) جنات کو دیکھنے کی قوت

(۲۳) نظر سے اوجھل چیزوں کو دیکھنا۔ مثلاً معراج میں۔ (۲۴) واقعات کے انجام کا علم۔ مثلاً حدیبیہ میں جب آپؐ کی اونٹنی رک کر بیٹھ گئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ ہاتھیوں کو روکنے والے نے اسے بھی آگے جانے سے روک دیا۔

(۲۵) نام سے کسی معاملہ پر دلیل دینا۔ مثلاً سہیل صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر آیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ "تمہارا معاملہ آسان ہوگیا۔" جنگ بدر میں ان کا بیٹا

marfat.com

ابوجندل حضورؐ کی طرف سے شریک ہوا۔ اور یہ خود کفار کی طرف سے قید ہو کر آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ سہیل کے دانت نکال دیئے جائیں کیوں کہ بہت اچھے خطیب ہوتے ہوئے وہ حضورؐ کے خلاف تقریریں نہ کر سکے۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا "رہنے دو۔ یہ آئندہ ایسا کام کرے گا کہ تو خوش ہو گا" چنانچہ حضورؐ کی وفات پر جب مکہ میں اختلاف پیدا ہو گیا اور کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو سہیل کی تقریر سے لوگ مدہم ہوئے۔ وفات عمواس کے طاعون میں ۱۸ھ = ۶۳۹ء میں ہوئی۔

(۲۷) آسمان کی چیز سے زمین کے کسی واقعہ کی بتانا۔ مثلاً حضورؐ نے بادل دیکھ کر فرمایا کہ یہ بنی کعب کی فتح کی خوش خبری دے رہا ہے۔

(۲۷) پشت کی طرف سے دیکھنا

(۲۸) کسی مرنے والے کے متعلق ایسے معاملہ کی اطلاع پانا جو پہلے ہو چکا ہو۔ مثلاً صحابی حضرت حنظلہ بن مالک (لقب غسیل الملائکہ) کی نئی شادی ہوئی۔ اعلان جنگ ہوا تھا تو بیوی کے پاس تھے۔ بغیر غسل جنبی حالت میں جنگ احد میں شریک ہو کر شہید ہو گئے۔ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا۔ لیکن ان کے جسم اور بال گیلے دیکھ کر صحابہ نے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ جنبی حالت کی وجہ سے انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

(۲۹) آئندہ کی فتوحات کے امور کا اظہار مثلاً جنگ خندق۔

(۳۰) دنیا میں جنت و دوزخ پر اطلاع پانا۔

(۳۱) فراست

(۳۲) درخت کا حضورؐ کی اطاعت کرنا اور جگہ بدل لینا۔

(۳۳) ہرنی کا حضورؐ سے اپنے بچے کی ضرورت کا شکایت کرنا

(۳۴) خواب کی تعبیر بغیر غلطی کے کرنا۔

(۳۵) انجانی چیز کا صحیح اندازہ بتانا

(۳۶) مخلوقات کو اسلام کی طرف ہدایت کرنا۔

(۳۷) مخلوق کو دینی و دنیاوی سیاست بتانا۔

(۳۸) مخلوق کو نیک راہ کی ہدایت کرنا۔

(۳۹) طب سے جسم کی صحت کی تعلیم دینا

(۴۰) قرب الٰہی کی راہ دکھانا۔

(۴۱) مفید صنعتوں کی تعلیم دینا۔

(۴۲) غائب کا علم۔

(۴۳) آئندہ پیش آنے والے واقعات

(۴۴) لوگوں کے مخفی معاملات اور اسرار سے

marfat.com

کا علم۔ | واقفیت

(۴۵) استدلال کی تعلیم | (۴۶) مہربانی کے طریقوں کا علم

مؤلف کا حلیمی پر اعتراض:۔

حلیمی نے کھینچ تان کر چھیالیس کا عدد پورا کیا ہے۔ حالاں کہ کوئی چھ خصوصیات زبان دانی سے اور چار آئندہ یا انجام کے جاننے سے متعلق ہیں۔ اور اکثر بیان کردہ خصوصیات فقط واقعات اور معجزات ہیں جو حضورؐ کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اور حضورؐ کے امتیوں اور اولیاء سے بھی ایسے بے شمار واقعات اور کرامات صادر ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا چھیالیس خصوصیات اجزائے نبوت نہیں بلکہ حلیمی کی ذہنی مشق ہے۔ جس میں ایسے خصائل بھی جمع کر دیئے گئے ہیں جو غیر نبی سے بھی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ امام غزالی

(ابو حامد غزالی بہت بڑے امام، فلسفی اور صوفی گزرے ہیں۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں درس دیتے رہے۔ آخر عمر میں درس و تدریس چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ مشہور تصانیف مقاصد الفلاسفہ، تہافت الفلاسفہ، کیمیائے سعادت، جواہر القرآن وغیرہ۔ پیدائش طوس ۴۵۰ھ = ۱۰۵۸/۱۰۵۹ء وفات ۵۰۵ھ = ۱۱۱۱ء، عمر ۵۵ برس)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ حضورؐ کی بیان کردہ مقدار اتفاقیہ ہوتی تھی بلکہ آپؐ کا ہر بیان صحیح اور حقیقت ہے۔ نبی اور غیر نبی اور ان کی باتوں میں امتیاز ہوتا ہے نبی کا ایک مرتبہ اور مقام ہوتا ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور نبی کے چند خواص یوں گنوائے جا سکتے ہیں۔

نبی کے خواص:۔

(۱) نبی کو اللہ، اس کی صفات، فرشتوں اور آخرت وغیرہ کا علم و معرفت اور ان پر یقین اس قدر اور اس طرح حاصل ہوتا ہے جو کسی اور کو نہیں ہوتا۔

(۲) نبی دنیا و آخرت کے معاملات کو اس طرح دیکھتا ہے کہ اس میں اور دوسروں میں وہی فرق ہوتا ہے جو اندھے اور بینا میں۔

(۳) نبی میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جس سے اسے غائب معلوم ہو جاتا ہے اور

marfat.com

لوحِ محفوظ تک پڑھ لیتا ہے۔ اس قوت کی مثال ذکی اور کند ذہن کے فرق سے دی جا سکتی ہے۔

(۴) نبی میں ایک اور قوت خارقِ عادت یا غیر معمولی کام کرنے کی ہوتی ہے جیسا کہ ایک عام انسان اختیاری افعال کر لیتا ہے۔

(۵) یہ تمام صفات حضورؐ میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان صفات کو مزید تقسیم کر کے یا پھیلا کر چالیس یا چھیالیس یا پچاس قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے ایک قسم یا جزء خواب کو بنایا جا سکتا ہے۔ مگر ہماری تقسیم صرف ایک اندازہ ہوگی جبکہ حضورؐ کے فرمان کی حقیقت اور اصل وہؐ خود جانیں۔

امام غزالی کی تشریح سے امام کی بزرگی اور علم و عرفان کا پتہ چلتا ہے۔ واقعی اللہ جس پر چاہتا ہے۔ اپنا فضل کرتا ہے۔

۳۔ مازری :-

(ابو عبداللہ محمد بن علی بن التیمی مازری صقلی، افریقہ اور مغرب (مراکو وغیرہ) کے امام تھے۔ آخری شخص تھے جو تحقیقِ فقہ میں مشغول رہے اور اجتہاد کرتے رہے اور باریک نظر رکھتے تھے مسلم اور دوسرے مصنفین کی کتابوں کی شرح لکھی۔ وفات ۵۳۶ھ یہ سنہ ۱۱۴۱ء)

مازری کہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ عالم کو ہر چیز کا پورا علم ہو۔ کیونکہ اللہ نے عالم کے لیے بھی ایک حد مقرر کر دی ہے۔ جہاں وہ رک جاتا ہے اور آگے نہیں چل سکتا۔ چنانچہ بعض باتوں کا قطعاً علم نہیں ہو پاتا اور بعض کا اجمالی علم تو ہو جاتا ہے۔ مگر تفصیل کا پتہ نہیں چلتا۔ اور یہ حدیث بھی اسی قسم کی ہے کہ ۴۶ واں حصہ کی تفصیل کوئی عالم نہیں بتا سکتا۔

مندرجہ ذیل علما کا بھی یہی بیان ہے۔

۴۔ ابن بطال :-

ابو الحسن علی بن خلف المعروف بابن بطال مغربی مالکی۔ انھوں نے بھی بخاری کی شرح کی۔

۵۔ ابن العربی :-

ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المعارفی الاشبیلی۔ یہ وہ مشہور صوفی

marfat.com

ابن العربی نہیں، بلکہ اپنے شہر اشبیلیہ میں ادب حاصل کر کے مشرق کا طویل سفر کیا۔ اور امام غزالی سمیت بہت سے علماء سے ملاقات کی۔ بہت سی تصانیف کیں۔ اور مؤطا امام مالک کی شرح لکھی۔ وفات ۵۵۳ھ سے ۱۱۵۸ء

(۶) الخطابی:۔

امام ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی اپنے زمانے کے امام و مصنف اور صحیح بخاری کے شارح تھے (وفات ۳۰۸ھ سے ۹۲۸ء)

۷۔ ابو سعید سفاقسی:۔

امام عبدالواحد بن تین سفاقسی شارح بخاری اور مفسر کے حوالے سے ابن بطال نے لکھا ہے کہ بعض علماء کے مطابق حضورؐ پر پہلے چھ ماہ خواب میں وحی نازل ہوئی اور پھر باقی تیئس برس بیداری میں وحی نازل ہوتی رہی۔ یوں خواب کی وحی بیداری کی وحی کا ۴۶ واں حصہ ہوا۔

اعتراضات اور جواب:۔

اس پر مندرجہ ذیل اعتراض کئے گئے۔

(۱) خواب میں چھ ماہ تک وحی کی کیا دلیل ہے۔

محمد بن اسحاق (وفات بعہد منصور ۱۵۰ھ سے ۷۶۷ء، جنہوں نے سب سے پہلے حضورؐ کی سوانح لکھی) وغیرہ کے مطابق حضورؐ کے چالیسویں سال میں پہلی وحی ربیع الاول میں ہوئی۔ اور پھر چھ ماہ کے وقفے بعد غار حرا میں جبرائیل ماہ رمضان میں وحی لے کر آئے۔

اس کا پہلا جواب یہ دیا گیا کہ اس پر اتفاق نہیں کہ وہ رمضان کا ہی مہینہ تھا۔ ایک جماعت رجب اور ایک اور جماعت ربیع الاول بھی بتاتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ چھ ماہ کا وقفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ ثابت نہیں کہ اس عرصہ میں وحی خواب میں آئی۔

(۲) تیئس سال کی بیداری میں آنے والی وحی کے دوران بعض اوقات حضورؐ کو خواب میں بھی وحی آئی۔ اس طرح خواب کی مدت چھ ماہ بڑھ جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ خواب سے مراد متواتر خواب ہیں نہ کہ بعد والے خواب۔

marfat.com

(۳) بیداری کی وحی کے تیئیس سال کی مدت پر سب کا اتفاق نہیں

(۴) اگر چھ ماہ اور تیئیس سال کی نسبت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے صرف ۴۶ ویں جز کی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے۔ باقی ۴۵، ۴۹، ۵۰ اور ۷۰ ویں جز والی روایات کا کیا کہیں گے۔

جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حضورؐ نے نبوت کے مختلف مراحل پر یہ حدیث بیان فرمائی۔ مثلاً وحی کے تیرہ سال بعد یا ہجرت کے قریب جب حضورؐ نے فرمایا ہو تو صالح خواب ۲۶ واں حصہ ہوئے۔ وحی کے بیس سال مکمل ہونے پر فرمایا ہو تو ۴۰ واں حصہ ہوا۔ بائیس سال بعد ۴۴ واں اور آخری عمر میں ۴۶ واں جز فرمایا ہو ——— دوسری روایات ضعیف ہیں۔ البتہ ممکن ہے پچاس کی روایت کسر پوری کرنے کے لیے اور ستر (۷۰) کی روایت مبالغہ کی ہو۔

۸۔ ابن حجر :۔

حافظ ابن حجر نے روایات کی مندرجہ بالا مناسبت پیدا کی ہے اور پھر خود ہی اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضورؐ کی مراد صالح مومن کے خواب کی فضیلت بیان کرنا ہے جبکہ مندرجہ بالا مناسبتیں تو حضورؐ کے اپنے خوابوں کے متعلق ہیں۔ لازم نہیں کہ نیک لوگوں کے خواب میں بھی یہ نسبت پائی جائے ——— ابن ابی حجرہؒ نے اس تاویل کو پسند نہیں کیا۔ کیوں کہ حضورؐ کے کمال فصاحت و بلاغت کو سامنے رکھتے ہوئے حضورؐ کی بات کی تاویل کرنا مناسب نہیں ——— مذکورہ بالا روایتی اختلاف میں مناسبت پیدا کرنے کی کئی دوسرے علماء نے بھی کوشش کی ہے۔

۹۔ ابو جعفر طبری :۔

یہ لکھتے ہیں کہ ستر والی روایت ہر مسلم کے سچے خواب کے متعلق ہے۔ چالیس والی روایت سچے اور دیندار مومن کے خواب کے متعلق اور درمیان والی روایتیں عام مومن کے حال کے مطابق۔

marfat.com

۱۰- ابن بطال :-

امام ابن بطال فرماتے ہیں کہ خواب کی دو قسمیں ہیں - ایک صاف اور واضح - کہ جو کچھ خواب میں دیکھا - وہی کچھ بیداری میں پیش آگیا - چنانچہ ایسا خواب ۴۶ واں جزء ہوا - اور دوسرا مخفی خواب جس کی تعبیر کوئی ماہر ہی کر سکتا ہے - ایسا خواب ۷۰ واں جزء ہوا - ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ جواب میں نے کئی لوگوں کو سنایا تو انھوں نے اسے پسند کیا -

۱۱- امام ابن ابی حمزہ :-

(شیخ ابو محمد بن سعد بن ابی حمزہ ازدی اندلسی بہت بڑے ولی ، شریعت کی تعظیم کرتے اور بیداری میں انہیں دیدار نبوی حاصل ہوتا - مصنف، مفسر، محدث، وفات ۵۲۵ھ)

ان کا بیان ہے کہ نبوت تو واضح امور لے کر آئی ہے - بعض وحی میں اجمال ہوتا ہے تو کسی دوسری جگہ واضح کر دیا جاتا ہے - اسی طرح بعض خواب بھی صریح ہوتے ہیں جن کی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی اور بعض کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے - لہذا اس خواب میں سے جس قدر حق بات عارف سمجھ جائے تو وہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزء ہوتا ہے اور یہ جزء عارف کی سمجھ کے مطابق کبھی کم ہوتا ہے ، کبھی زیادہ - چنانچہ بلند ترین عارف وہ ہوگا جس کے فہم اور نبوت کے درجہ کے درمیان کم سے کم اجزا کی تعداد ہو اور ادنیٰ ترین عارف وہ ہوگا جس میں تعداد زیادہ ہوگی اور دوسروں کے لیے درمیانی مدارج ہیں -

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہوا کہ عارف جس قدر فہم والا ہوگا تو اجزا کی تعداد بھی کم ہوگی - اور سب سے زیادہ اجزاء کی تعداد ضعیف الفہم عارف کی تعبیر میں ہوگی - اور درمیانی فہم والے کے لیے درمیانی حالت ــــ مگر اس تشریح پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تعداد کے اختلاف کو تعبیر بتانے والے کے فہم سے متعلق کر دیا گیا ہے - جبکہ خواب تو کسی اور کو آیا ہوتا ہے -

marfat.com

باب ۱۸ ——— تیسری حدیث (جاری)

(۳ب) حضرت دباغ سے خواب کے متعلق سوال

۱۔ رحمانی و شیطانی خواب اللہ کی طرف سے :-

میں نے رحمانی و شیطانی خواب کا پوچھا۔ تو حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ انسانی ذات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا تعلق حق کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر وقت حق میں مشغول ہوتی ہیں۔ دوسری قسم کا تعلق باطل سے ہوتا ہے اور ہر وقت باطل میں لگی رہتی ہیں۔ ہر ایک کو وہی چیز مل جاتی ہے جو اس کے مناسب حال ہے۔

حق سے تعلق یا باطل سے ؟

فرمایا فرض کرو۔ دو سائل ہیں۔ ہر ایک نے دس دینار مانگے جو انہیں دے دیئے گئے دونوں خوش ہوئے۔ مگر ایک کی خوشی کا تعلق دینے والے کے ساتھ ہے۔ اور یہ تعلق ذکر کرتے کرتے اس قدر گہرا ہو جاتا ہے کہ باطن بھی مسرور ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کی عادت بن جاتی ہے۔ یہ شخص حق پر قائم اور حق سے وابستہ ہے۔

دوسرے کی خوشی دیناروں کے ساتھ ہے کہ ان سے حاجت پوری کرے گا۔ چنانچہ وہ اپنی حاجتیں پوری کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اور جب یہ حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں تو اور ابھر آتی ہیں اور مزید دس دینار طلب کرتا ہے۔ ایسے شخص کا دل و دماغ اپنی ضرورتوں میں لگا رہتا ہے۔ اور اس کا "یارب" کہنا محض برائے نام ہوتا ہے۔ جبکہ دل رب سے خالی، بے تعلق اور حجاب میں ہوتا ہے۔ دنیا میں پھنسا ہوا یہ شخص باطل سے تعلق جوڑے اپنی ضرورتوں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

چنانچہ اپنے رب سے تعلق جوڑے ہوئے کے خواب بھی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے کے شیطان کی طرف سے — درحقیقت دونوں خواب اللہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن شیطان کے ساتھ اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور بنی آدم کے لیے اسے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ان ظلمتوں اور اندھیروں سے پیدا ہوتے ہیں

marfat.com

جو شیطان کی اصل ہے۔

حدیث کے علماء ابن حجر، ابن العربی، ابن بطال اور ابن ابی حمزہ وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ سب خواب اللہ کی طرف سے ہیں۔ شیطان سے منسوب اس لیے کیئے جاتے ہیں کہ وہ ان سے خوش ہوتا ہے۔

۲۔ سچے اور جھوٹے خواب:۔

فرمایا۔ سچا خواب وہ ہے جس کے دیکھنے والے کا دل نیند میں بھی اسی طرح حق کے مشاہدہ میں لگا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر جاگتے ہیں ۔ اور جھوٹے خواب والے کا دل اپنی بیداری کی حالت کے مطابق محجوب اور پردے میں ہوتا ہے اور وہم کی حالت میں رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ بعض اہل ظلام بھی سچے خواب دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن اور سورۃ یوسف میں عزیز مصر کے سات گائیں دیکھنے کا ذکر ہے۔

فرمایا۔ ہاں! کسی واقع میں اللہ والوں کا تعلق ہو تو ان کی برکت سے اہل باطل بھی سچے خواب دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت یوسف کو قید سے نکال کر حکومت کا اختیار دینا مقصود تھا۔ تو عزیز مصر کو بھی سچا خواب دکھایا گیا۔

میں نے پوچھا۔ کیا قید خانے میں بھی حضرت یوسف کے دو ساتھی قیدیوں کے خواب انہی قیدیوں کے متعلق نہ تھے جو سچ نکلے۔

فرمایا۔ ان خوابوں میں بھی حضرت یوسفؑ کی شہرت اور قید سے نکلنے اور حکومت کرنے کا راز مضمر تھا۔ اور اسی لیئے وہ خواب ان قیدیوں کو دکھائے گئے۔ اسی طرح حق یا خیر کا بول بالا کرنے کے لیے اہل باطل کو بھی سچے خواب دکھا دیئے گئے

حافظ ابن حجر نے بھی فاسقوں مفسدوں اور مشرکوں کے سچے خوابوں کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ ا۔ حق اور خیر کی طرف لانے کی خاطر انہیں بھی سچے خواب دکھا دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ ضرر رساں خواب کی تعبیر:۔

حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث میں نے حضرت دباغ کو سنائی کہ ایک عورت جس کا خاوند تجارت کی غرض سے سفر پر تھا، نے آکر حضورؐ کو خواب سنایا کہ اس نے

ؔ عائشہؓ۔ ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی، حضورؐ سے شادی اور رخصتی ۲ھ میں نو برس کی عمر میں ہوئی۔ بے شمار احادیث بیان کیں۔ وفات ۵۷ یا ۵۸ھ = ۶۷۶ یا ۶۷۷ء

marfat.com

دیکھا کہ اس کے گھر کا ستون گر گیا ہے اور اس نے ایک کانا بیٹا جنا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تمہارا خاوند انشاءاللہ صحیح و سلامت واپس آجائے گا۔ اور تیرے ہاں صالح بچہ پیدا ہوگا ــــ اس کے بعد وہی عورت پھر آئی اور حضورؐ تشریف فرما نہ تھے۔ تو وہی خواب حضرت عائشہؓ کو سنایا تو انھوں نے فرمایا۔ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارا خاوند سفر میں مر جائے گا اور تمہارے ہاں بدکار بچہ پیدا ہوگا۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے اس عورت، اس کے خواب اور تعبیر کا ذکر کیا تو حضورؐ کو ناگوار گزرا اور فرمایا۔ اے عائشہ! کسی مسلم کے خواب کی تعبیر کرو تو اچھی کرو۔ کیوں کہ خواب اپنی تعبیر کے مطابق واقع ہوتی ہے۔

چنانچہ میں نے پوچھا کہ کون سا خواب ضرر رساں ہوتا ہے اور کون سا غیر ضرر رساں۔ حضرت نے فرمایا کہ پریشان کن خواب اللہ کی طرف سے بندہ کے لیے تنبیہ اور آزمائش ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کی طرف رخ کرتا ہے کہ نہیں ــ اگر بندہ کا تعلق اللہ سے ہو تو وہ پریشان کن خواب کو نہ وزن دے گا، نہ ڈرے گا۔ بلکہ خواب کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنے ایمان پر ڈٹا رہے گا کہ تمام اچھی بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے اور بندہ کا کام تسلیم و رضا ہے۔ تمام اختیارات اور قدرت اللہ ہی کی ہے۔ چنانچہ وہ خواب کی بجائے مالک کی طرف ہی متوجہ رہے گا۔ اور یوں انشاءاللہ یہ خواب اسے نقصان نہیں دے گا۔

جس بندہ کا تعلق اللہ سے نہ ہوگا تو وہ پریشان کن خواب پر ہی نظر رکھے گا۔ اس کا باطن اسی میں مشغول ہو جائے گا۔ اور اپنے رب سے مزید کٹ جائے گا۔ اور آدمی جس چیز سے ڈرتا ہے وہ اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے آدمی پر خواب کا نقصان دہ اثر ہوگا۔

۴۔ اعوذ اور پریشان کن خواب:۔

میں نے پوچھا کہ جب خواب نقصان نہیں دے سکتا تو پھر پریشان کن خواب اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنے اور بائیں جانب تھوکنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟

فرمایا۔ مومنین کے دل اللہ کے نام کے ساتھ سوتے ہیں اور اسی نام کے ساتھ بیدار ہوتے ہیں۔ یعنی سوتے اور بیدار ہوتے وقت اللہ ان کے دل میں ہوتا ہے۔ لیکن پریشان کن خواب سے مومن کا دل اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ حضورؐ نے اسے اپنی حالت پر لوٹ جانے کا حکم دیا ہے کہ بندہ اللہ کو اپنے اور خواب کے درمیان رکھے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اسی کی طرف لوٹ جائے۔ اسی کی یاد اور تصور میں کھو جائے اور گم ہو

marfat.com

جائے اور پریشانی وغیرہ سے کٹ جائے۔ یہی استعاذا ور پناہ ہے۔

شیطان بھی اسی طرح بندہ کے دل میں خلل ڈالتا رہتا ہے۔ چنانچہ اپنے محبوب سے تعلق قائم رکھنے کے لیے مومن کو بار بار اپنے محبوب کی یاد اور تصور کی آغوش میں پناہ لینے اور امن پاتے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

تھوکنے کا حکم اس لیے ہے کہ غیر اللہ کے درمیان میں آجانے سے حالت پلید ہوگئی اور اس پلیدی سے نجات پانے کا اظہار تھوک کر کیا جاتا ہے۔

بائیں طرف تھوکنا:۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ بائیں طرف اس لیے کہ شیطان بائیں طرف سے آتا ہے اور ہر بھلائی دائیں طرف سے آتی ہے۔ حضورؐ کے پاس جبرائیل ہمیشہ دائیں طرف سے آتے۔ حضورؐ جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شہداء کی شہادت کے بعد پریشان ہوتے تو جبرائیل کو دائیں طرف دیکھتے اور انہیں گھوڑوں پر سوار کفار کے خلاف جہاد کرتے دیکھتے۔ عرش دائیں جانب ہے اور فرش بائیں جانب۔ خیر دائیں جانب سے اور شر بائیں جانب سے آتا ہے۔ دائیں جانب سے رگیں اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں جبکہ بائیں جانب کی رگیں خاموش ہیں۔

جس کو اللہ فتح یا شرح صدر سے نواز دے۔ اسے ہر طرح کی بھلائی دائیں جانب سے ملتی ہے۔ اور ہر طرح کا شر بائیں طرف سے۔ وہ رخ بدلتا ہے تو صورت حال بھی بدل جاتی ہے۔ یعنی اگر وہ مشرق کی طرف جا رہا ہے تو ہر قسم کی بھلائی مثلاً جنت، عرش اور ارواح شہداء وغیرہ اپنی دائیں جانب یعنی جنوب کی طرف دیکھے گا۔ اور اپنی بائیں جانب یعنی شمال کی طرف جہنم، شیاطین اور بدروحیں وغیرہ دیکھے گا۔ اب اگر یہ اللہ والا مغرب کی طرف چل رہا ہو تو خیر اس کی دائیں جانب یعنی شمال کی طرف اور شر اس کی بائیں طرف یعنی جنوب کی طرف نظر آئے گا۔

اس کا راز یہ ہے کہ دراصل یہ مومن کا نور ایمان ہی ہوتا ہے جو دیکھتا ہے۔ عارف کے دو آئینے ہوتے ہیں جن میں وہ دیکھتا ہے۔ ایک نورانی جو اس کی دائیں طرف ہوتا ہے اور جس میں نور ہی نور اور خیر نظر آتا ہے اور دوسرا ظلمانی جو بائیں طرف ہوتا ہے جو دراصل نفس خبیثہ اور شہوات اور دوسری تاریکیوں کو منعکس کرتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں ذات اور روح دونوں کام کر رہے ہیں۔ اور

marfat.com

عارف کی روح جاگ گئی ہوتی ہے - اور ذات اور روح میں توحید اور یگانگت قائم ہو جاتی ہے تو روح ذات میں محبت رضا اور بخوشی قیام پذیر ہوتی ہے - اور یوں نورِ ایمان چھلکتا ہے اور عقل کے ذریعہ نورِ روح سے دیکھتا ہے تو اسے پاکیزہ اور اچھی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور جب نورِ ذات کے آئینہ سے دیکھتا ہے تو اسے تاریک اشیاء نظر آتی ہیں -

وہ حدیث بھی اسی حقیقت کا اظہار کرتی ہے - جس میں ذکر ہے کہ آدم دائیں طرف دیکھتے تو نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر ہنس پڑتے اور بائیں طرف بدبخت روحوں کو دیکھ کر رو پڑتے تھے -

تین بار تھوکنے میں حکمت :-

حضرت دباغ نے فرمایا - تین بار تھوکنے سے مراد یہ ہے کہ پہلی بار ذات کی طرف سے، دوسری بار روح کی طرف سے اور تیسری بار بندہ کا حق سے مدد چاہنے کے لیئے .... (یا شاید کچھ وقفہ دینے کے لیے کہ بندہ واپس اپنے محبوب میں مدغم ہو جائے)

اور پھر یہ جو کروٹ بدلنے کا حکم ہے تو اس لیے کہ پہلی نیند کا معاملہ ختم اور نئے پہلو پر پھر سے اللہ کی یاد اور ذکر میں نیند کی دنیا میں داخل ہو جائے -

م

marfat.com

پریشان خواب کے بعد نماز :-

حضرت نے فرمایا - حضورؐ نے پریشان خواب کے بعد ایک بار (صحیح مسلم) نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا - جبکہ دوسرے موقع پر (صحیح بخاری) نماز کا ذکر نہیں کیا - چنانچہ جس کا حال تقاضا کرے اور دل چاہے تو نماز ادا کرلے ورنہ ویسے ہی سو جائے - بہر حال مقصد یہ ہے کہ بار سے تار جڑی رہے - اور یہ جیسے ہی میسر آجائے - وہی احسن ہے -

پریشان خواب کے آداب :-

مولف کہتا ہے کہ پریشان خواب کے پانچ آداب ہیں - (۱) خواب کے شر سے اللہ کی پناہ چاہنا - (۲) شر شیطان سے پناہ چاہنا - (۳) تین بار بائیں طرف تھوکنا - (۴) کروٹ بدلنا اور (۵) نماز ادا کرنا - پہلی چار باتیں ضروری ہیں - اور پانچویں اپنی مرضی پر موقوف - علما نے دو اور آداب کا ذکر بھی کیا ہے یعنی (۶) آیت الکرسی پڑھنا - لیکن ابن حجر نے لکھا ہے کہ مجھے اس کی کوئی سند معلوم نہیں ہو سکی - اور حضرت دباغ نے بھی یہی فرمایا کہ حضورؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا - اور (۷) پریشان خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا - اور بخاری میں بھی یہ مذکور ہے -

حافظ ابن حجر نے صحیح سندوں سے برے خواب کے بعد اعوذ پڑھنے کے الفاظ لکھے ہیں - اور امام مالک کی ایک روایت کے مطابق خالد بن ولید (مشہور صحابی سپاہی اور سپہ سالار) (وفات سنہ ۲۱ھ یا سنہ ۶۴۲ء) خواب میں ڈرا کرتے تھے - انھوں نے حضورؐ سے ذکر کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ جب خواب میں ڈرو تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو ——
نسائی نے یہ روایت کی ہے کہ خالد کو فرمایا کہ سوتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرو - اور وہی کلمات فرمائے - ابو داؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے

marfat.com

باب ۱۹ ــــــــــ چوتھی حدیث

(۴-) حضور کی موجودگی میں حضرت ابو بکرؓ کا خواب کی تعبیر کرنا

امام بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا - اور کہا، کہ رات میں نے نیند میں سایہ دار بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے - پھر دیکھا کہ لوگ ہاتھ پھیلائے اس سے لے رہے ہیں - کسی نے زیادہ لیا اور کسی نے کم - اور ایک رسی ہے جو زمین سے آسمان تک گئی ہوئی ہے - پھر آپؐ کو دیکھا کہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے - پھر ایک اور شخص نے پکڑا اور اوپر چڑھ گیا - پھر ایک اور (تیسرے) نے پکڑا اور چڑھ گیا - پھر ایک اور (چوتھے) نے پکڑا تو رسی ٹوٹ گئی - لیکن پھر جڑ گئی -

حضرت ابو بکرؓ نے کہا - یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ قربان! مجھے اس کی تعبیر بیان کرنے دیں - حضورؐ نے فرمایا - اچھا بیان کرو -

ابو بکر صدیق نے کہا سایہ دار بادل تو اسلام ہے - گھی اور شہد قرآن ہے جس کی مٹھاس ٹپک رہی ہے - کوئی اس میں سے زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم - زمین سے آسمان تک والی رسی آپؐ کا راستہ ہے - جس پر آپؐ قائم ہیں اور جسے پکڑے اللہ آپؐ کو اوپر چڑھا رہا ہے - آپؐ کے بعد کوئی اور اسے تھامے گا اور اوپر چڑھ جائے گا - پھر تیسرا بھی تھام کر اوپر چڑھ جائے گا - پھر چوتھا پکڑ لے گا تو رسی ٹوٹ جائے گی پھر اسے جوڑا جائے گا اور وہ اوپر چڑھ جائے گا ــــــــــ یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ قربان! کیا میں نے درست تعبیر کی یا غلط؟

marfat.com

حضورؐ نے فرمایا۔ کچھ ٹھیک ہے کچھ غلط۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ کو اللہ کی قسم! مجھے بتایئے کیا غلطی کی۔ حضورؐ نے فرمایا "قسم نہ دو"۔

حدیث کے الفاظ اور ابو بکر کی غلطی میں اختلاف :-

حدیث کے الفاظ میں مختلف روایات میں معمولی اختلاف ہے۔ اور علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ابو بکر نے تعبیر میں کہاں غلطی کی ۔ مؤلف کتاب نے نام بہ نام مختلف علماء کی آراء لکھی ہیں کہ کسی نے کہا کہ ابو بکرؓ نے گھی اور شہد کو قرآن سے تعبیر کر کے غلطی کی ہے۔ کیوں کہ دو الگ الگ چیزوں کی تعبیر بھی صرف قرآن کی بجائے دو الگ چیزوں سے ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ایک اور حدیث میں عبداللہؓ آکر حضورؐ سے اپنا خواب سناتے ہیں کہ خواب میں دیکھا۔ میری ایک انگلی میں گھی اور دوسری میں شہد ہے۔ اور میں دونوں کو چاٹ رہا ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم قرآن اور تورات دونوں پڑھو گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بعد میں دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔

کسی نے کہا کہ چوتھے شخص حضرت علیؓ تھے۔ جن کے لیئے رسی ٹوٹی اور پھر جب خلافت ان تک پہنچی تو جڑ گئی۔ کسی نے چوتھا شخص حضرت عثمانؓ کو بتایا کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران جو قابل اعتراض باتیں ہوئیں وہ رسی ٹوٹنا ہوا اور ان کی شہادت سے وہ رسی جڑ گئی۔

علماء کے ایک گروہ نے کہا کہ ابو بکر کی غلطی یہ تھی کہ حضورؐ کی موجودگی میں انہیں تعبیر نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ حالانکہ انھوں نے حضورؐ سے تعبیر کی اجازت لے لی تھی۔

بعض نے کہا کہ غلطی یہ ہوئی کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ کے بعد تین آدمیوں کا تعین نہیں کیا۔

بعض کی رائے ہے کہ ابو بکرؓ کی تعظیم کی خاطر اس بحث میں پڑنا ہی نہیں چاہیئے۔ چنانچہ اشبیلیہ کے عالم ابو بکر بن العربی (وفات ۵۴۶ھ = ۱۱۵۱ء) نے عارف سے جو خواب کی تعبیر کے فن سے بھی واقف تھے۔ پوچھا کہ ابو بکرؓ نے کیا غلطی کی؟ تو عارف نے کہا کہ اگر حضورؐ کی موجودگی میں ابو بکرؓ کا تعبیر کرنے میں پیش قدمی کرنا غلطی ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی غلطی کا تعین کرنا اس سے بڑھ کر غلطی ہے۔ لہٰذا دانش مندی اور دینداری یہی ہے کہ اس بحث ہی میں نہ پڑا جائے۔

marfat.com

حضرت دباغ کی تشریح:۔

فرمایا۔ سایہ دار بادل اسلام ہے۔ شہد اور گھی لوگوں کے مقبول اعمال ہیں۔ اور یہ ظاہری اعمال برزخ کو چڑھتے ہیں۔ انہیں برزخ کی روحیں دیکھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ فلاں کی نیکی ہے جو فلاں دن ہمارے پاس آئے گا۔ چنانچہ وفات شدہ ماں باپ، دادا اور قریبیوں کی روحیں بھی مشاہدہ کرتی ہیں اور جسم میں موجود ان لوگوں کی روحیں بھی جن کو اسی زندگی میں فتح نصیب ہو جائے۔ چاہے کہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن پردہ کی خاطر اللہ برزخ کی ان روحوں کو اجسام میں داخل ہونے کے بعد انہیں یہ باتیں بھلا دیتا ہے۔

اعمال کی دو اقسام:۔

شہد اور گھی ظاہری اعمال کی دو اقسام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱) اس خواب میں شہد کا اشارہ ان اعمال کی طرف ہے جو محض اللہ کے لیئے ہوں۔ اور ان سے دوسری مخلوقات کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مثلاً اللہ کے لیے نماز روزہ، سجدہ، رکوع اور دوسری عبادات ادا کرنا، اس سے ڈرنا، تعلق جوڑنا، رغبت دلانا، وغیرہ۔ جن کا تعلق صرف بندے اور رب کے ساتھ ہوتا ہے۔

ان اعمال کی جزا اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ دل سے شکوک و شبہات اور وسوسے دور ہوتے جاتے ہیں۔ نورِ ایمان اور عرفان بڑھتا جاتا ہے اور آخرت میں مشاہدۂ عظیم حاصل ہوگا۔

یہ اعمال شہد کی طرح ذات کو قوت پہنچاتے ہیں۔ مضر اشیاء کے نقصان کو روکتے ہیں اور شہد نہ ہی جسم کو موٹا کرتا ہے، نہ گوشت پیدا کرتا ہے۔ لیکن جسم کو طاقت پہنچا کر اسے کمزوری اور سستی سے بچاتا ہے۔ اسی طرح یہ اللہ سے تعلق جوڑنے والے اعمال قوت ایمان کا سبب بنتے ہیں۔ شکوک و شبہات کو دور کر کے نورِ ایمان کو صاف کرتے ہیں لیکن رزق میں وسعت کا سبب نہیں بنتے۔

(۲) گھی کا اشارہ ان اعمال کی طرف ہے جس سے مخلوق کو نفع پہنچے۔ مثلاً صدقہ، خیرات، لوگوں کی حاجت روائی وغیرہ۔ ان کی جزا اصلاحِ ذات، کثرتِ رزق اور مصیبتوں اور بلاؤں کے دور کرنے کی شکل میں دی جاتی ہے۔ اور اس دنیا میں ذات کو بہت فائدہ

marfat.com

پہنچتا ہے ـــــــ آخرت میں یہی صدقات اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے اعمال اس کی پسند کی نعمتیں مثلاً پلاؤ، حلال گوشت، مجامعت کے لیے دل پسند بیویاں وغیرہ بنا کر عطا کی جائیں گی۔

چنانچہ یہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے اعمال گھی کی طرح جسم و ذات کو موٹا اور تروتازہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ذات اس دنیا میں خوف پھلے پھولے گی۔ رزق میں وسعت اور بیرونی مصائب سے حفاظت میسر آتی ہے۔

پس اللہ سے تعلق جوڑنے والے اعمال بطور شہد مقوی ہیں اور مخلوق کو فائدہ پہنچانے والے اعمال بطور گھی نشوونما دینے والے ہیں۔ پہلی قسم سے قوت ایمانی بڑھتی ہے، دوسری قسم سے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

میں نے پوچھا۔ ان میں سے کون سے اعمال افضل ٹھہرے؟۔

فرمایا۔ تیرے نزدیک کون سی صورت بہتر ہے؟

میں نے عرض کیا۔ مجھے تو یہ پسند ہے کہ دبلا پتلا ہوں مگر طاقت رکھتا ہوں۔

فرمایا۔ یہی حال اعمال کا ہے کہ نورِ ایمان بڑھانے والے اور اللہ سے تعلق جوڑنے والے اعمال افضل ہیں۔

میں نے پوچھا۔ کہ خواب میں تو شہد اور گھی ٹپک رہے ہیں اور نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کہ اعمال تو زمین سے آسمان کو چڑھتے ہیں۔ تو یہ تشبیہ اور تعبیر کیسے درست ہے؟

فرمایا۔ اترنا اور چڑھنا تو اضافی امر ہیں۔ اسی طرح جس طرح نیچے اور اوپر یا دائیں اور بائیں اضافی باتیں ہیں (یعنی زمین سے چاند اوپر نظر آتا ہے۔ چاند پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو زمین اوپر نظر آئے گی۔ یا دریا کے بہاؤ کی طرف رخ کر کے دیکھیں تو دایاں کنارہ ایک ہوگا۔ دوسری طرف رخ کر کے دیکھیں تو دایاں کنارہ دوسرا ہوگا۔) ـــــ اور خواب کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا سمجھ جائے۔

خواب میں لٹکی ہوئی رسی سے مراد ایمان کامل ہے۔ لیکن ہر ایمان کامل نہیں بلکہ ان حکام کا ایمانِ کامل جو شریعت کی حدود کو رعایا پر قائم رکھتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ کمزوروں کی مدد کرے اور طاقت وروں کے ظلم کو روکے۔ چنانچہ شریعت کو پوری طرح جاری کرنے کے بعد ہی گناہ کم اور نیکیاں زیادہ ہوں گی اور معاشرہ چوری، زنا، ناجائز قتل وغیرہ سے

marfat.com

پاک ہوگا - اور تمام امت نیک ہوگی - اور امیر وقت یوں اسلام کو مضبوط کرنے کا باعث ہوگا اور امت پر نیکیوں اور برکات کا مینہ برسا رہا ہوگا - اور یہ حالت حضورؐ کے عہد میں درجۂ کمال پر تھی -

اولیاء کا اختلاف، کہ تین شخص کون تھے ؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ اولیاء عارفین کا اس میں اختلاف ہے کہ خواب میں تین شخص یا امیر کون ہیں ؟

(۱) اولیاء کا ایک گروہ جو ابوبکر صدیقؓ کے تابع ہونے کی وجہ سے صدیقیہ کہلاتے ہیں اور میرے شیوخ بھی انہی میں سے تھے - اس طرف گیا کہ وہ ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں اور حضرت عثمان کی رسی ٹوٹنے سے مراد وہ اعتراضات ہیں جو ان پر کیئے گئے اور رسی کے جڑ جانے سے مراد آپ کی شہادت ہے -

(۲) اولیاء کا حسینیہ گروہ، جو حسینؓ بن علی کا متبع ہے - یہ رائے رکھتا ہے کہ ان سے مراد حضورؐ کی اولاد میں سے وہ اشراف یا سید ہیں - جن میں سے دو پر تو امتِ مسلمہ کا اتفاق ہوگا اور پھر تیسرے پر پہلے امت متفق ہوگی - پھر اختلاف میں پڑ جائے گی اور اس کے بعد پھر سب متفق ہو جائیں گے - رسی کٹنے اور پھر جڑ جانے سے یہی مراد ہے -

مقامِ نبیؐ و اولادِ نبیؐ :-

حضرت دباغ نے فرمایا کہ خواب کا وہی مقصد ہے جو حسینیہ گروہ نے بیان کیا ہے - کیونکہ حضورؐ کا مقام بہت بلند ہے - آپؐ کے مقام پر وہی قدم رکھ سکتا ہے - یا آپؐ کی سیڑھی پر وہی چڑھ سکتا ہے جو یا تو نبی ہو یا نبی کی اولاد میں سے ہو - کوئی بھی ایمان کامل میں آپؐ کا ہم جنس نہیں ہو سکتا - اب صرف نسبتی مجانست باقی رہ گئی ہے - جو صرف اولادِ نبی کے امراٗ کے لیئے ثابت ہے - کیونکہ کسی کی جگہ اور گھر میں یا وہ خود داخل ہوتا ہے یا اس کی اولاد -

مزید یہ کہ خواب دیکھنے والے صحابی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان کو پہچانتے ہیں لیکن رسی پکڑنے والوں کے ناموں کا ذکر نہیں کرتے - یعنی خواب والے نے ایسے اشخاص کو دیکھا جنہیں وہ پہچان نہیں رہا تھا - لہذا وہ خلفائے ثلاثہ نہیں ہیں -

marfat.com

مؤلف نے حضرت دباغ سے اس بارے میں کئی بار بحث کی اور جھگڑا کیا۔ مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ میں خود صدیقیہ گروہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن حق بات کہنی پڑتی ہے کہ وہ تین اشخاص اشراف یا سید زادوں میں سے ہیں نہ کہ خلفائے ثلاثہ ہیں۔

مترجم اردو کا حاشیہ :-

ڈاکٹر پیر محمد حسن نے یہ حاشیہ آرائی کی کہ یہ بحث خواب کی تعبیر پر ہے۔ امر خلافت پر نہیں۔ اور حضرت دباغ کا قیاس درست نہیں۔ کہ وہ خلفائے راشدین نہیں۔ بلکہ اہل بیت میں سے تین شخص تھے۔ جبکہ دباغ نے بھی ان تین اہل بیت کا تعین نہیں کیا۔ اسرار فاطمیہ کا دعویٰ تھا کہ وہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن وہ شیعہ تھے اور حضورؐ کے طریق پر نہ تھے۔ اس لیے قرآن میں نوح کے بیٹے کی تمثیل کے مطابق بھی ان پر آل نبی ہونا صادق نہیں ہوتا۔ کشف وفتح سے کلام کے باوجود حضرت دباغ نے اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق مسئلہ اور الجھا دیا ہے ــــــــ جبکہ تلخیص کرنے والا مترجم کے اس اعتراض کو نہ سمجھ پایا ہے، نہ متفق ہے اور حضرت دباغ کی تشریح کو واضح اور صحیح سمجھتا ہے۔

مقام محمد وصحابہؓ واولیاءؒ :-

میں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسرے اولیاء تو اس خواب کی تعبیر سمجھ جائیں اور ابوبکر غلطی فرمائیں۔ جب کہ ہمارے عقیدے کے مطابق ابوبکر عارفوں اور اولیاء کے امام ہیں؟

فرمایا۔ ابوبکر اس خواب کی تعبیر کو جانتے تھے۔ مگر حضورؐ کی موجودگی کی وجہ سے ابوبکر اور دوسرے حاضرین کے علوم ماند پڑ جاتے تھے۔ حضورؐ کی محبت میں وہ اس قدر غرق تھے کہ حضورؐ کی موجودگی میں صحابہ کے علمی انوار غائب ہو جاتے۔ حضورؐ کے سامنے ان کا ذوق وشوق اور محبت اس قدر شدت اختیار کر لیتی کہ وہ لاعلم ہو کر رہ جاتے اور ہر دوسری شے سے کٹ جاتے کیونکہ قلب کی توجہ ایک طرف ہی ہو سکتی ہے۔

علم تو حضورؐ کی ذاتؐ کا ایک نور ہے۔ لہذا بعد میں آنے والے اولیاء اور عارفین کی نظروں سے جب ذاتِ محمدی اوجھل ہو جاتی ہے تو ان کا تعلق نورِ محمدی

marfat.com

سے ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی میں وہ اس خواب کی تعبیر سمجھ لیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں۔

حضورؐ کی طرف توجہ :-

میں نے پوچھا۔ حضورؐ کی ذات کی طرف توجہ کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

فرمایا۔ تین باتوں سے۔ محبت، تعظیم اور ان کمالات پر تعجب کرنے سے جو اللہ نے آپؐ کو عطا فرمائے ہیں؟

جب یوسف کے حسن سے مرعوب ہو کر مصر کی عورتیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ حَاشَ لِلّٰہِ مَا ہٰذَا بَشَرًا ط اِنْ ہٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ۔ (سورہ یوسف) اللہ پاک ہے۔ یہ انسان نہیں۔ یہ تو کریم خوبیوں والا فرشتہ ہے) تو حضورؐ کی ذات کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

حضورؐ کی ذات کی طرف توجہ اور ان تین باتوں کی تکمیل صرف اس وقت ہو سکتی ہے۔ جب عارف مندرجہ ذیل سات باتوں میں مکمل طور پر حضورؐ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس کا مقصدِ حیات فقط حضورؐ کی ذات پاک ہو :-

۱۔ فکرِ نفس، ۲۔ خیال یعنی نظرِ نفس، ۳۔ عقل، ۴۔ نظرِ عقل، ۵۔ ذات۔ ۶۔ روح ، ۷۔ علم

چنانچہ عارف کی توجۂ کاملہ کے لیے یہ شرط ہے کہ ان سات امور کے تصور اور انوارِ حضورؐ کی ذات پر مرکوز ہوں تو محبت، تعظیم اور تعجب کے ساتھ حضورؐ کی طرف توجہ حاصل ہو گی اور کسی اور چیز کی آرزو نہ رہے گی۔

جب عارف کو یہ حال میسر آجائے اور اس سے اس کے بیٹے کا رنگ پوچھا جائے تو وہ نہ بتا سکے گا۔ کچھ جواب دے گا تو بے خبری کے عالم میں دے گا۔ جواب درست ہو گا تو اس لیے کہ اسے درست بات کہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابوبکر خواب کی تعبیر پوری نہ کر سکے۔ اگر سائل ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں آکر یہ خواب سناتا تو آپ نہ صرف صحیح تعبیر بتاتے بلکہ عجیب و غریب حقائق سنا کر حیران کر دیتے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک بات کو ہم یا اولیاء جانتے ہوں اور ابوبکر صدیق نہ جانتے ہوں۔

marfat.com

امی پیر :-

یہ سب کچھ ہم نے اپنے اُمّی پیر سے سنا - عنایات اللہ کے ہاتھ میں ہیں - جس پہ چاہے کرے - میں کئی سال سے اس حدیث اور خواب کی تسلی بخش تعبیر کی تلاش میں تھا - مگر میری تسلی کسی عالم کی کتاب سے ہوئی اور نہ کسی انسان سے - لیکن حضرت دباغ کے بیان نے مجھے مطمئن کر دیا -

باب ۲۰ ——— چوتھی حدیث (جاری)

(۴ د) خواب کیا ہیں؟

میں (مؤلف) نے حضرت دباغ سے سوال کیا کہ خواب کی حقیقت کیا ہے؟ اور پھر مختلف لوگوں کی خواب کے بارے میں مندرجہ ذیل آراء بیان کیں -

۱ - اطباءٴ :-

طبیبوں کی رائے میں چار مزاجوں کی وجہ سے خواب آتے ہیں - بلغمی مزاج والا - پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھتا ہے کہ پانی اور بلغم کی آپس میں مناسبت ہے - جس پر صفراء کا غلبہ ہو وہ خواب میں آگ، ہوا میں بلند ہونا یا اسی قسم کی پریشان کن باتیں دیکھتا ہے - خون کے غلبہ والا شیریں اور خوش کن اور سوداوی مزاج والا سوداوی اور ترش چیزیں دیکھتا ہے -

۲ - علامہ مارزی :-

وہ کہتے ہیں - یہ سب غلط ہے - کیوں کہ اس کی نہ کوئی دلیل ہے، نہ قیاس -

۳ - فلاسفہ :-

یہ کہتے ہیں کہ زمین کے واقعات عالم بالا میں نقش بنا لیتے ہیں - اور ان میں سے

marfat.com

جو صورت بھی نفس کے سامنے آجاتی ہے۔ وہ خواب میں بھی نظر آجاتی ہے۔
علامہ مازری اسے بھی غلط بتاتے ہیں۔ کہ یہ بلا دلیل ہے۔

۴۔ معتزلہ :۔

ان کی رائے میں خواب بے حقیقت خیالات ہیں۔ اسی طرح وہ عذاب قبر کے بھی منکر ہیں۔

حافظ ابوبکر ابن عربی مالکی (۵۴۳ھ) جنہوں نے موطا امام مالک کی شرح بھی لکھی ہے۔ اپنی کتاب قبس میں فرماتے ہیں کہ معتزلہ عوام کو قدم قدم پر دھوکا دیتے رہے۔ اور فرشتوں جنوں اور ان کے کلام وغیرہ سے انکاری ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جبرائیل حضور سے کلام کرتا تو حاضرین بھی ضرور سنتے۔ صالح معتزلی کی رائے ہے کہ خواب سر کی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ اور ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ بات جمہور کے خلاف ہے۔

۵۔ اہل سنت :۔

ان کی رائے میں خواب اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اسی طرح پیدا کرتا ہے جیسے بیدار آدمی کی آنکھوں میں تصور اور دل میں کوئی خیال ڈالتا ہے اور ان خوابوں کو ان امور یا اشیاء کی علامت بناتا ہے جو بعد میں پیدا ہونے والی ہوتی ہیں۔ خواب دیکھنے والے کے پاس فرشتہ موجود ہو تو اچھا خواب ہوتا ہے۔ شیطان حاضر ہو تو پریشان کن خواب دکھائی دیتا ہے۔

۶۔ ایک قول :۔

یہ قول ایک حدیث سے اخذ کیا گیا ہے جس میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ سے سچے اور جھوٹے خواب کا پوچھتے ہیں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ گہری نیند میں روح عرش پر چڑھتی ہے اور بیدار ہونے سے پہلے عرش تک پہنچ جائے تو خواب سچا ورنہ جھوٹا ہوتا ہے۔

۷۔ امام ذہبی (وفات ۷۴۹ھ = ۱۳۴۸ء)

فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔ حاکم نے بھی اسے صحیح نہیں مانا۔ کیونکہ انھوں نے راوی عبداللہ ازدی خراسانی (پیدائش ۱۱۵ھ = ۷۳۳ء، وفات ۱۷۵ھ

marfat.com

۷۹۱ء) پر گرفت کی ہے کہ خطیب نے انہیں منکر حدیث کہا ہے۔ عقیلی نے بھی اسے غیر محفوظ کہا ہے۔ اور اس حدیث کے موقوف اور مرفوع ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے۔

۸۔ ایک رائے :۔

خواب میں اللہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اس کی بنیاد حکیم ترمذی (شہادت ۲۵۵ھ - ۸۶۸ء) کی دی ہوئی حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ مومن خواب کے ذریعہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایسے لوگ ہیں جنہیں محدثین پسند نہیں کرتے۔ اور ایک راوی عمر بن ابی عمر ضعیف، منکر حدیث اور مجہول استاد سمجھے جاتے ہیں۔

۹۔ حکیم ترمذی :۔

ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں ۲۸۸ اصولوں پر بحث کی اور ۲۵۵ھ - ۸۶۸ء میں شہید ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے قرآن کی آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (بشر کے لیے یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے) میں "وراء حجاب" کی تشریح "خواب" کی ہے۔

خواب کی قسمیں :۔

حکیم ترمذی خواب کی دو قسمیں یا اسباب بتاتے ہیں۔

(۱) ادراک :۔ جیسے بیداری میں کئی قسم کے علوم یا امور کا ادراک ہوتا ہے۔ اسی طرح نیند میں بھی اشیاء یا امور کا ادراک اور مشاہدہ ہوتا ہے۔

(۲) خواطر :۔ جیسے بیداری میں دل کے اندر خیالات گزرتے رہتے ہیں۔ ویسے ہی خواب میں بھی ہوتا ہے۔

ادراک کی دو قسمیں :۔ (۱) خواب مبنی بر ادراک

ادراک دو سطحوں سے ہو سکتا ہے۔ (۱) روح۔ (۲) ذات

چنانچہ خواب بھی ادراک کی روحانی سطح یا ذات کی سطح کا ہو گا۔

روح کے دو کان ہیں۔ ایک وہ جو جسم میں بند ہونے سے پہلے سے تھا اور

marfat.com

جس سے شرق و غرب تک کی آوازیں سن لیتی ہے۔ اور دوسرے وہ جو ذات یا جسم میں آجانے کے بعد اسے میسر آئے اور جن سے ہم جسم کی سطح پر سنتے ہیں۔

اسی طرح روح کی دو بصارتیں ہیں۔ ایک وہ جو جسم میں قید ہونے سے پہلے سے اسے میسر ہے۔ جو ساتوں آسمانوں کو چیر کر اور شرق و غرب کی چیزیں لحظہ بھر میں دیکھ لیتی ہے اور دوسری جسم میں محجوب یا قید ہونے کے بعد کی بصارت، جس کے ذریعہ ہم ظاہری چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

روح کی دو چالیں یا قدم ہیں۔ ایک جسم میں آنے سے پہلے والی کہ ایک قدم اٹھایا اور شرق و غرب اور عرش کو پار کر گیا اور دوسرا جسم میں آنے کے بعد والے پاؤں۔

اسی طرح روح کی دو نظریں ہیں۔ ایک وہ جو جسم میں محجوب ہونے سے پہلے ہے جس کے لیے ظاہری فاصلے اور نزدیکی اور دوری کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اور جس کے ذریعے تمام معلومات اور اشیاء لحظہ بھر میں بندہ دیکھ سکتا ہے۔ اور دوسری روح کے جسم میں آنے کے بعد والی نظر جو صرف دل میں ہوتی ہے۔

خواب میں انسان کبھی روح کی نظر سے دیکھتا ہے اور کبھی ذات کی نظر یعنی دل سے۔ ان میں صفائی اور پاکیزگی کا فرق ہے۔ روح سے منسوب نظر زیادہ پاک صاف اور منور ہوتی ہے۔ چنانچہ روح کی سطح کے خواب واضح ہوتے ہیں۔ ان کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور جو دیکھتا ہے وہی پیش آتا ہے۔ لیکن ذات سے وابستہ قلب کی سطح کے خواب میں دور کا اور چھپا ہوا اشارہ ہوتا ہے اور غیر واضح ہونے کی وجہ سے تعبیر میں دقت پیش آتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ روح یا نورِ روح کی سطح کے خواب واضح، صاف، پاکیزہ اور سچے ہوتے ہیں جبکہ بنظرِ ذات یا نورِ ذات کی سطح کے خواب غیر واضح اور باطل اور ظلمت سے آلودہ ہوتے ہیں۔ فقط نبی کی ذات معصوم ہوتی ہے اور دوسری کوئی ذات ظلمت سے خالی نہیں ہوتی۔

ذات یا شخصیت کے دس درجاتِ ظلمت اور خواب

marfat.com

حضرت دباغ نے فرمایا کہ قوت وضعف کے اعتبار سے ظلمت کے دس درجات ہیں۔ جو ذات یا بشر پر اور نتیجتاً خوابوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ سہواً فعلِ مکروہ

نادانی میں مکروہ کام کرنے سے ذات میں ہلکی سی تاریکی داخل ہو جاتی ہے۔ جو اچھے خواب کو بھی پلٹ دے گی۔ مثلاً خواب میں آدمی جنت دیکھے لیکن اس میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرے وغیرہ جس کی وجہ سے وہ ہلکی سی تاریکی ہے۔

۲۔ سہواً فعلِ حرام ہے۔

نادانی میں حرام فعل کرنے سے تاریکی کی نسبتاً زیادہ مقدار ذات میں داخل ہوگی۔ مثلاً خواب میں آدمی جنت دیکھ کر داخل ہونے کا ارادہ بھی کرے گا۔ لیکن زیادہ تاریکی کی وجہ سے داخلہ روک دیا جائے۔

۳۔ عمداً فعلِ مکروہ ہے۔

عمداً فعل مکروہ یعنی بائیں ہاتھ سے کھانا وغیرہ کرنے سے ذات کی تاریکی مزید قوی ہوگی۔ چنانچہ ایسے شخص کے خواب میں بھی پچھلی صورت سے زیادہ خباثت تاریکی، بے عزتی اور آبرو ریزی وغیرہ ہوگی۔ مثلاً عمداً فعل مکروہ کرنے والے نے خواب دیکھا کہ شیاطین اس کے گھر میں گھس آئے ہیں تو اس کی تعبیر ہوگی کہ اس کی بیوی زانیہ ہے اور لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں وغیرہ۔ چنانچہ تعبیر دیکھنے والے کی تاریکی کے مطابق بدل جاتی ہے۔ تاریکی بعض اوقات تعبیر میں قوی ہوتی ہے۔ اور کبھی خواب میں دیکھی ہوئی چیز میں۔

۴۔ ارادۃً فعلِ حرام ہے۔

ارادۃً زنا کرنے والے اور روزہ توڑنے والے وغیرہ کی ذات میں اور زیادہ تاریکی ہوگی اور جو خواب وہ دیکھے گا اس میں بھی تاریکی زیادہ ہوگی۔ مثلاً ایسے آدمی نے اگر خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بوڑھے مسلمان کے آگے آگے چل رہا ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ وہ گناہ گار ہے لیکن اس کا ایمان صحیح ہے۔ بوڑھا مسلم ایمان کی دلالت کرتا ہے اور اس کے آگے چلنا گناہ کی۔

marfat.com

۵- عقیدۂ خفیفہ میں جہل بسیط (ناواقفیت) ہے۔

خفیف عقیدہ وہ ہے جس کی وجہ سے صاحب عقیدہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ مگر اس پر سزا ملے گی۔ مثلاً (۱) آخرت میں اللہ کا دیدار ہوگا یا (۲) اللہ پر جزا واجب نہیں، بلکہ ثواب اللہ کی مہربانی سے اور عذاب اللہ کے عدل سے ملے گا۔ یا (۳) اللہ اپنے کاموں میں کسی واسطے یا سبب کا محتاج نہیں اور تمام واسطے اور اسباب اللہ کے افعال میں شامل ہیں۔ یعنی آگ اور اس کا جلانا، کھانا اور اس سے پیٹ بھرنا اور تلوار اور اس کی کاٹ وغیرہ سب اللہ کے افعال ہیں۔ (۴) جنت اور دوزخ اب بھی موجود ہیں۔ اور (۵) اللہ نہ دنیا میں کسی پر ظلم کرتا ہے۔ نہ آخرت میں کرے گا وغیرہ۔ یہ تمام عقائدِ خفیفہ ہیں اور قیامت کے دن اس قدر عذاب ہوگا جو غیر اعتقادی گناہوں سے زیادہ ہوگا۔

یوں خفیف عقائد میں جہل (ناواقفیت) بسیط رکھنے والے کی ذات اور خواب میں تاریکی شامل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایسا جاہل شخص خواب میں کسی مردہ سے پوچھے کہ تم سے اللہ نے کیا برتاؤ کیا۔ اور میت اپنی بداعمالیوں کا ذکر اور حالت کی شکایت کرے تو تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا دیندار ہو جائے گا۔ وہ عنقریب برے اعمال سے توبہ کرے گا اور اس کی آخرت اچھی ہوگی — کیونکہ بندہ کی طاقت نہیں کہ وہ میت سے ملاقات کر سکے اور اس کی حالت کی بابت سوال کر سکے۔ بلکہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے کہ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

۶- عقیدۂ خفیفہ میں جہلِ مرکب ہے۔

جہل مرکب سے مراد یہ کہ بندہ اپنے غلط عقیدہ کو درست جانے۔ مثلاً جو بندہ جانے کہ اللہ کا دیدار نہ ہوگا یا یہ کہ اللہ پر واجب ہے کہ وہ جزا و سزا دے وغیرہ۔ اور پھر بضد ہو کہ اس کا عقیدہ درست ہے۔ ایسے شخص کی ذات اور خواب میں تاریکیاں اس شخص سے زیادہ ہوں گی جو خفیف عقائد سے ناواقف ہو۔ مثلاً ایسا شخص خواب میں دوزخ کا تھوہر کھاتا ہے یا دوزخ کا گرم پانی پیتا ہے۔ تو تعبیر یہ ہوئی کہ وہ کوئی حرام کام کرے گا۔ چاہے ناجائز طور پر دنیا جمع کرنا ہوا یا حقداروں کے حق کھانا ہوا وغیرہ۔

marfat.com

۷۔ عقیدۂ ثقیلہ میں جہلِ بسیط یا ناواقفیت:۔

عقیدہ ثقیلہ وہ ہے جس کی ناواقفیت کی وجہ سے بندہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا ۔ مثلاً یہ کہ عقیدۂ ثقیلہ ہیں کہ اللہ موجود ہے۔ ازل اور ابد سے ہے مختار ہے۔ اس کے افعال نہ طبعی طور پر سرزد ہوتے ہیں۔ نہ کسی سبب کی وجہ سے وہ ہمارے افعال کا خالق ہے اور ان میں ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ اس کی بادشاہی میں نہ کوئی انسان، نہ فرشتے اور نہ کوئی اور شریک ہے۔ اللہ سننے والا، دیکھنے والا اور علیم ہے وغیرہ وغیرہ۔ جو کوئی ان عقائد سے ناواقف ہے تو اس کے لیے خلود فی النار (ہمیشہ کی آگ) ہے۔ اللہ بچائے۔

ان عقائدِ ثقیلہ سے ناواقفیت رکھنے والا شخص پہلی ظلمتوں کے مقابلے میں سے زیادہ تاریکی اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر ایسا شخص دیکھے کہ وہ جہنم میں داخل ہوا ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا ہے۔ یعنی والدین کی نافرمانی وغیرہ ۔ اور یہ تاریکی حرام کھانے سے بھی زیادہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۔ عقیدۂ ثقیلہ میں جہلِ مرکب:۔

کوئی عقیدۂ ثقیلہ مثلاً یہ عقیدہ کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے وغیرہ رکھے اور یہ جانے کہ یہی درست عقیدہ ہے تو ایسا شخص مذکورہ بالا تاریکیوں سے زیادہ تاریکی میں گرفتار ہے اور اس کے خوابوں میں اس سے زیادہ ردو بدل ہوگا۔ مثلاً ایسے شخص نے دیکھا کہ اسے فرشتہ نے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا ہے۔ تو تعبیر یہ ہوگی کہ تقدیرِ الٰہی اسے گناہ کی طرف لے جائے گی۔ کہ فرشتہ کا اشارہ تقدیر کی طرف اور جہنم کا مطلب گناہ یہ خفی اور دقیق اشارہ ہے اور خواب زیادہ گھناؤنا کہ جبراً جہنم میں ڈالے جانا۔ اس سے زیادہ مکروہ ہے کہ بندہ خود جہنم میں داخل ہو۔ واللہ اعلم

۹۔ حضورؐ کی ذات سے متعلق جہلِ بسیط:۔

حضورؐ کے متعلق کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو آپؐ میں نہ ہو۔ اور معلوم ہو جانے پر اس عقیدہ سے باز آ جائے تو انسان میں ایسی تاریکی داخل ہو جاتی ہے کہ اس کے خواب حقیقت سے بہت دور ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ نہ ہوتے تو نہ ہمارا ایمان درست ہوتا اور نہ کوئی بھلائی درست ہوتی کہ حضورؐ نے ہی اللہ اور حق کی راہ دکھائی۔ مثلاً حضورؐ

marfat.com

سے متعلق ایسا عقیدہ رکھنے والا کوئی بوڑھا اگر خواب میں دیکھے کہ وہ جوان ہو گیا ہے تو تعبیر ہو گی کہ اسے بہت سی دنیا ملے گی۔ جس سے وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا۔

۱۰۔ حضورؐ کی ذات سے متعلق جہلِ مرکب:۔

حضورؐ کے متعلق کوئی غلط عقیدہ رکھے اور اس غلط عقیدہ کو درست جانتے ہوئے اُڑا رہے۔ تو یہ تاریکی مندرجہ بالا ہر تاریکی سے بڑھ کر ہو گی۔ جو اس کے خوابوں کو مزید گھناؤنا بنائے گی۔ مثلاً اگر وہ دیکھے کہ وہ ایک نوجوان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے تو تعبیر ہو گی کہ وہ لوطی ہو گا۔ جو بڑا گناہ ہے۔

روح کے دس درجاتِ طہارت اور خواب

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ ظلمت کے دس درجے لنگاہ ذات سے منسوب ہیں اور مندرجہ بالا انداز میں خواب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح روح کی پاکیزگی کے دس درجات ہیں جو خواب اور اس کی تعبیر پر اثر ڈالتی ہے۔ لیکن ذات کے اندھیروں کے برعکس روح کی پاکیزگی میں اعمال اور ایمانیات کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل طہارت کے درجات سے اندازہ ہو جائے گا۔

روح اپنی بصیرت اور صاف نگاہ سے خواب اصل حالت میں دیکھتی ہے جس کی تعبیر یا تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن روح جب خواب کو ذات کے حوالہ کرتی ہے تو ذات میں ظلمتوں اور اندھیروں کی مقدار کے مطابق خواب میں ردو بدل ہو جاتا ہے اور لامحالہ خواب کی تعبیر بھی بدل جاتی ہے۔ کلی طور پر طاہر اور معصوم ذات صرف انبیاء کی ہوتی ہے۔ جبکہ اور لوگوں کی ذوات میں طہارت کے درجوں کے مطابق خواب اور اس کی تعبیر میں ردو بدل ہوتا ہے۔ ذات جتنی طاہر ہو گی۔ خواب اتنا ہی اصل حالت میں روح سے ذات کو منتقل ہو گا۔

marfat.com

۱۔ حضورؐ کی ذات سے متعلق جہلِ مرکب :۔

حضورؐ کی ذات سے ناواقف اور جاہل نہ ہونا ہر دوسری صفائی سے بڑھ کر ہے یعنی حضورؐ کی ذات کی صحیح شناسائی اور علم انسان کو پاک صاف کر دیتا ہے اور ایسا آدمی جو خواب دیکھے گا، سچا ہوگا اور تعبیر کی ضرورت نہ ہوگی۔ مثلاً ایسا شخص اگر دیکھے کہ اللہ اس سے راضی اور خوش ہے اور تبسم فرما رہا ہے تو اس کی تعبیر بھی یہی ہے۔

۲۔ حضورؐ کی ذات سے متعلق جہلِ بسیط :۔

حضورؐ کی ذات کے متعلق کوئی غلط عقیدہ نہ رکھنے والا جہل بسیط سے پاک ہوگا۔ چنانچہ جو خواب روح سے چھن کر ذات تک پہنچے گا۔ اس میں کسی قدر تعبیر کی ضرورت ہو گی۔ مثلاً ایسے شخص نے دیکھا کہ وہ فرشتوں سے لڑ رہا ہے تو تعبیر ہوگی کہ اسے پھنسیاں یا کھجلی لگ گئی یا کوئی ہڈی ٹوٹے گی۔ وجہ یہ کہ روح کو ذات پر مقرر فرشتوں سے جھگڑا کرنا پڑا کہ ذات میں پھوڑے پھنسیاں وغیرہ نکلنے والی ہیں اور تم نے حفاظت نہیں کی۔

۳۔ عقیدۂ ثقیلہ میں جہلِ مرکب :۔

کسی وزن دار عقیدہ میں جہل مرکب اور غلط عقیدہ پر اڑے رہنے کی ضد سے بندہ پاک ہو تو اس کی صفائی مندرجہ بالا طہارتوں سے کم ہوگی۔ اور اس کے خواب کی تعبیر کی ضرورت پڑے گی۔ مثلاً دیکھا کہ اللہ کے سامنے خوفزدہ اور مرعوب کھڑا ہے۔ تو تعبیر ہوئی کہ مصیبت میں گرفتار ہوگا اور اللہ نجات دے گا۔ یہ اس لیئے کہ روز قیامت مومن اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ دراصل خواب تو روح دیکھتی ہے۔ جس میں کوئی ظلمت نہیں۔ اور خواب جسم کے حوالے ہوتے ہوئے جسم کی ظلمتوں سے گزرتے ہوئے تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ظلمت کی مقدار کے مطابق خواب کی اصلیت اور نتیجتاً تعبیر بھی بدل جاتی ہے۔ یہی خواب اگر کوئی ولی یا عارف یا نبی یا رسول دیکھتا تو ذات کی طہارت کے حساب سے ہر تعبیر مختلف ہوتی۔

۴۔ عقیدہ ثقیلہ میں جہل بسیط :۔

اس صفائی کا درجہ ماقبل درجوں سے کم ہے۔ مثلاً کسی نے عزرائیل کو ہنستے دیکھا تو اس باریک اور پوشیدہ اشارہ کی تعبیر درازئ عمر ہے۔

marfat.com

۵۔ عقیدۂ خفیفہ میں جہلِ مرکب :۔

اس میں کمی طہارت کا باعث ہے لیکن مذکورہ بالا صفائیوں سے کم تر صفائی۔ مثلاً کسی نے ابو بکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا تو تعبیر ہو گی کہ دیکھنے والے کو نبی کریمؐ سے محبت ہے۔ کیوں کہ ابو بکرؓ کی حضورؐ سے محبت حق ہے۔

۷۔ عقیدۂ خفیفہ میں جہلِ بسیط :۔

اس سے پاک ہونا صفائی کی دلیل ہے۔ مگر پہلے درجوں سے کم صفائی ــــــ مثلاً کسی نے فرشتوں کو کسی ایک جگہ دیکھا۔ تو تعبیر ہو گی کہ اس مقام پر مسجد بنے گی۔

۷۔ ارادۂ فعلِ حرام :۔

حرام کا قصداً ارتکاب نہ کرنے والا صاف ہے۔ لیکن پہلے درجوں سے کم ــــــ مثلاً کسی نے اسرافیل کو کسی ایک جگہ دیکھ لیا تو تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ فتنہ بپا ہو گا یا خوشی ہو گی۔ وجہ یہ کہ اسرافیل فتنوں اور خوشی پر متعین ہیں۔ لیکن ان کی یہ تعیناتی اتنی مشہور نہیں، جتنی عزرائیل کی تعیناتی زندگی و موت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ خواب بھی کمیٔ طہارت کی وجہ سے زیادہ خفی اشارہ لیے ہوئے ہے۔

۸۔ عمداً فعلِ مکروہ :۔

مندرجہ بالا طہارتوں سے اس کی صفائی کم ہے۔ مثلاً کسی نے دیکھا کہ شیاطین اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ تو تعبیر ہو گی کہ چوروں کا گروہ اس پر حملہ آور ہو گا۔ یا لوگ اس کی چوری یا غیبت کریں گے۔

۹۔ سہواً فعلِ حرام :۔

بندہ انجانے میں بھی فعلِ حرام سے محفوظ ہے تو یہ صفائی کی کمی بھی خواب کی تعبیر کو بدل دے گی۔ مثلاً دیکھا کہ کسی مقام پر قیامت بپا ہو گئی تو تعبیر ہو گی کہ اس جگہ کی حالت بدل جائے گی۔ عدل ہو رہا تھا تو ظلم ہونے لگے گا یا بالعکس۔ اس تعبیر میں ذات کی ظلمت شامل ہے۔ کیوں کہ اصل قیامت اور تبدیلیٔ حالت میں بہت دوری ہے۔

marfat.com

۱۰۔ سہواً فعلِ مکروہ :۔
اس کی غیر موجودگی مندرجہ بالا درجات کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بھاری اور اور خواب کو ذات کے حوالہ ہوتے ہوئے سب سے زیادہ ظلمتوں سے گزرنا پڑے گا۔ جس سے تعبیر سب سے زیادہ بدل جائے گی۔ مثلاً دیکھا کہ وہ شیطانوں کا دوست ہے۔ تو تعبیر ہوگی کہ وہ برے لوگوں کا دوست ہے۔ کیونکہ انسان اپنے دوستوں اور ہم نشینوں کی راہ پر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ —— واللہ اعلم۔

انبیأ کے خواب

سوالِ مؤلف :۔
میں نے عرض کیا۔ آپ کے بیان سے تو یہ مطلب نکلا کہ روح کے دیکھے ہوئے خواب میں تعبیر کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہی کچھ پیش آتا ہے جو خواب میں دیکھا گیا۔ تعبیر کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ (۱) جب ذات کی سطح پر خواب دیکھا جائے اور اس کی تعبیر نفسِ خواب میں ہوتی ہے۔ (۲) جب روح کی سطح پر خواب دیکھا جائے اور روح خواب کو ذات کے حوالہ کرے تو ذات کے اندھیرے اور آلودگیاں اس میں شامل ہو جائیں۔
مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء جن کی ذات معصوم اور آلودگیوں سے پاک ہے۔ ان کے خوابوں میں بھی تعبیر کی ضرورت پیش آئی۔ جیسا کہ :۔
(i) حضرت یوسفؑ نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے دیکھا لیکن بعد میں دراصل ان کے بھائیوں اور والدین نے انہیں سجدہ کیا۔ اور یوسف نے کہا۔ اے ابا! یہ میرے خواب کی تاویل یا تعبیر ہے۔ میرے رب نے میرا خواب سچ کر دکھایا۔ (سورہ یوسف)
(ii) اسی طرح حضرت ابراہیم کا خواب جب سورہ صٰفّٰت آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا کہ اے بیٹا! میں نے نیند یا خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ پس

marfat.com

دیکھ تو کیا چاہتا ہے"۔۔۔۔ لیکن بعد میں دراصل ابراہیم دنبہ کو ذبح کرتے ہیں۔
(iii) حضورؐ کا خواب کہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور آپؐ کی تلوار کی دھار دندانہ دار ہو گئی ہے اور ایک مضبوط زرہ ہے (جس میں آپؐ داخل ہو گئے ہیں) ۔۔۔۔ چنانچہ حضورؐ نے سمجھا کہ گائے ذبح کیے جانے سے مراد آپؐ کے گھرانے کا ایک فرد شہید ہو گا۔ اور زرہ سے مراد مدینہ لی ۔ اور یہ کہ اگر آپ مدینہ سے باہر نہ نکلتے تو آپؐ کو تکلیف نہ پہنچتی۔
(iv) حضورؐ نے خواب دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے آپؐ کے سامنے آئے۔ بعض کی قمیضیں پستانوں تک ہیں اور بعض کی اس سے نیچے۔ حضرت عمرؓ کی قمیض اتنی لمبی کہ وہ گھسیٹتے ہوئے آرہے ہیں ۔۔۔۔ تعبیر پوچھنے پر حضورؐ نے فرمایا۔ "دین" ۔۔۔۔ اور اسی طرح حضورؐ نے اپنے کئی دوسرے خوابوں کی بھی تعبیر کی۔

انبیاءؑ کے خوابوں کی تعبیر :۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ کہ انبیاءؑ کی نیند عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتی۔ بلکہ نیند میں بھی وہ مشاہدۂ حق میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں سوئی ہوئی مگر دل بیدار ہوتے ہیں۔ ان کی خوابیں دو قسم کی تھیں :۔

۱۔ **معائنہ :۔** یعنی خواب میں جو دیکھے وہی پیش آئے۔ مثلاً حضورؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ بڑے امن سے سر منڈا کر مسجدِ حرام میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ آیت آئی کہ "اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا"۔ (سورۂ فتح آیت ۲۷) ۔۔۔۔ چنانچہ یہ خواب اسی قسم کا ہے۔ اس خواب کو محض روح سے اور نہ محض ذات سے منسوب کیا جائے گا۔ بلکہ یہ دونوں سے منسوب ہے کہ دونوں میں طہارت اور صفائی یکساں ہے۔

معراج روحانی و جسمانی :۔

اسی طرح معراج کی رات جو امور حضورؐ نے دیکھے۔ وہ بھی معائنہ میں شامل ہیں۔ کیونکہ پہلی بار معراج روحانی سطح پر ہوئی جو ایک خواب تھا جو نیند کی حالت میں حضورؐ نے دیکھا جس میں کسی تاویل و تعبیر کی ضرورت پیش نہ آئی اور پھر اسی رات جب آپؐ جسم اور ذات کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہی کچھ ذات کی سطح پر بھی دیکھا۔

marfat.com

۲- وحی :-

انبیاء کے ایسے خواب جو بطور وحی کے آئے۔ ان کی تعبیر کی جا سکتی ہے۔ ایسے خواب میں نبی نے کسی خارجی اور وجود والی چیز کو نہیں دیکھا ہوتا اور نہ اس کی طرف نبی یا کی ذات یا روح نے توجہ کی ہوتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ حکم یا ممانعت یا خبر دے دیتے ہیں اور اپنے کلام کی بجائے کچھ امور دکھا دیئے جاتے ہیں اور وہ وحیٔ الٰہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں ـــــ اور انبیاء خواب کے ان اشاروں کو سمجھ جاتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اور انہیں بیداری میں نازل ہونے والی وحی کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔

مشاہدۂ حق اور مقام انبیاء :-

انبیاء ہر وقت مشاہدۂ حق میں ہوتے ہیں۔ بیداری میں ہوں یا نیند میں، خلوت میں ہوں یا مخلوق کے ساتھ جلوت میں، آسمانوں کو دیکھ رہے ہوں یا زمین کو غرض ہر جگہ اور ہر آن وہ اللہ کی شان دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جب اللہ چاہتا ہے کہ اس عظیم و عمیق مشاہدہ کی حالت میں انہیں کسی دوسری چیز پر مطلع فرمائے تو وہ چیز ان کو اسی شے میں دکھلاتا ہے۔ جس میں ان کو مشاہدۂ حق ہو رہا ہے۔

چنانچہ اللہ نے یوسفؑ کو جب بتلانا چاہا کہ ان کے بھائی، اور والدین انہیں سجدہ کریں گے۔ اور اس وقت خواب میں یوسف کی روح ستاروں، سورج اور چاند میں مشاہدۂ حق میں مشغول تھی تو اسی عالم اور حالت میں انہیں وہ سجدہ کرنا دکھ۔ ـــ تاکہ یوسف کا ارادہ اور توجہ کسی اور کی طرف نہ جائے۔ انہیں بات بھی بتا دی جائے اور ان کے مشاہدۂ حق میں بھی فرق نہ آئے۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے جب اللہ کی نعمت کو دیکھا کہ ان کو بیٹا عطا کیا گیا ہے اور خیال آیا کہ کتنا بڑا انعام ہے تو انہیں مشاہدۂ حق حاصل ہوا۔ اور اللہ نے چاہا کہ انہیں مینڈھے یا دنبے کے ذبح کرنے کی اطلاع دی جائے جو بیٹے کا فدیہ ہوگا ـــ تو انہیں اسی بیٹے کا ذبح کرنا دکھایا گیا جس میں انہیں مشاہدہ حق ہو رہا تھا۔ یہی حال مذکورہ بالا انبیاء کے خوابوں کا ہے ـــ واللہ اعلم۔

marfat.com

II - خواب مبنی بر خواطر

خواطر وہ خیال ہیں جو دل پر جاگتے سوتے گزرتے رہتے ہیں - میں (مؤلف) نے ایک دن خواطر سے متعلق خواب کے متعلق دریافت کیا -

حضرت دباغ نے فرمایا - ذات کے خواطر کے اختلاف اور تنوع کے سبب خوابوں میں بھی اختلاف ہوتا رہتا ہے اور خواطر کا اختلاف اور تنوع ایک امر غیبی ہے - جس پر اکثر مخلوقات کو اطلاع نہیں ہوتی -

دل کے خیال یا خواطر اور فعل :-

پیدائش سے موت تک دل کی ہر حرکت اللہ کے فعل کا نتیجہ ہوتا ہے جس سے اللہ کو ایک معین اور خاص امر مقصود ہوتا ہے - لہذا ہر حرکت قلب کے ساتھ ایک امر کا دل پر گزر ہوتا ہے - اور یوں یہ امر غیبی بندے کے دل میں اللہ کا ایک فعل ہے - جو بندے کے دل میں بیداری اور خواب میں جاری رہتا ہے -

اللہ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دل کی حرکات کے ساتھ خیال بھی نیک آتے ہیں - اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دل کی حرکات کے ساتھ خیال بھی برے آتے ہیں - اور یوں یہ خواطر بھی خیر اور شر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں - اور بندوں کے تمام اعمال ان خواطر کے تابع ہوتے ہیں - اور ان کے خواطر ان کے دل کی حرکات کے تابع ہوتے ہیں - اور یہ حرکاتِ قلب خواطر کے تابع ہوتے ہیں -

حدیث سعادت و شقاوت :-

اس پر میں نے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا یہی مطلب ہے کہ بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں - جس طرح وہ چاہتا ہے پلٹ دیتا ہے ؟

فرمایا - ہاں یہی مراد ہے -

marfat.com

اس پر مجھے حرکات قلب اور ان کے تغیرات کے خیال سے سخت خوف طاری ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ تمام سعادت یا شقاوت کا دار و مدار انہی حرکات پر ہے اور تمام اختیار اللہ کا ہے۔ اور پسند اللہ کی ہے۔

فرمایا۔ حرکتِ قلب سے اللہ کی اچھی بری جو بھی مراد ہوتی ہے۔ اسے یا تو بندہ فوراً پا جاتا ہے یا تھوڑی دیر بعد۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ سات دن کی تاخیر سے۔ مثال نباتات کے بیج کی سی ہے کہ کوئی بیج آج پھوٹتا ہے اور کوئی کسی اگلے دن۔ چنانچہ جو فعل بندہ آج کرتا ہے۔ اس کی حرکت دل میں ایک دن یا زیادہ پہلے سے ہو چکی ہوتی ہے۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن۔ (پس بابرکت ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔)

فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ خواطر کا دار و مدار قلب میں ارادۂ الٰہی پر ہے۔ اب بیداری میں ذات حکم کرے گی تو روح تابع ہو گی۔ چاہے ذات کا حکم جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر کیوں نہ ہو۔ اگر بے داری میں بندہ پر حج یا جنت اور دوزخ کا خیال گزرے تو فقط وہی خیال سامنے رہے گا۔ کوئی اور چیز ساتھ نہ ہو گی۔

جبکہ نیند میں حواس معطل اور اعضاء سکون و آرام میں ہوتے ہیں اور اللہ کا فعل دل پر بدستور جاری رہتا ہے چنانچہ جب دل کسی خیال سے متحرک ہو گا تو روح اس کی طرف اس طرح دیکھے گی جس طرح آنکھ۔ کیونکہ ذات کا حکم ٹوٹ چکا ہے اور روح ہر شے سے واقف پیدا کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی اپنے آپ کو آسمانوں یا حج پر دیکھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ کا خیال دل پر گزرا اور روح اس کے پیچھے ہو لی اور ایسے دیکھ لیا جیسے آنکھ نے۔

ادراک اور خواطر کا فرق :-

ادراک دونوں میں پایا جاتا ہے مگر اگر کسی چیز کا خیال ادراک سے پہلے دل پر گزرا ہو گا تو خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اور اگر ادراک سے پہلے دل پر کوئی خیال نہیں گزرا بلکہ ذات یا روح کی توجہ اس طرف ہوئے بغیر اس کے خواطر میں حرکت پیدا ہو تو خواب درست ہو گا اور اس کی تعبیر ہو سکے گی۔ اور اس کی بیس قسمیں بلحاظ ظلمات اور طہارت ہم بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

marfat.com

حضورؐ کو خواب میں دیکھنا :-

حضورؐ کو خواب میں دیکھنے کی دو قسمیں ہیں :-

(۱) جس کی تعبیر کی ضرورت نہیں -

(۲) جس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے -

۱- پہلی قسم :-

حضرت دباغ نے فرمایا کہ حضورؐ کو اگر کوئی عارف، صاحبِ فتح یا ولی دیکھے تو وہ حقیقتاً حضورؐ کی ذات پاک ہی ہوگی - ایسے خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں - جس میں کہ حضورؐ کو اسی حالت میں دیکھے جس میں وہ دنیا میں تھے اور جس میں صحابہ کرام آپؐ کو دیکھا کرتے تھے -

خواب دیکھنے والا اگر ولی یا صاحبِ فتح نہیں تو کبھی کبھی وہ بھی آپ کو اصل صورت میں دیکھ سکتا ہے ـــــ عام آدمی حضورؐ کی ذات کی صورت دیکھ لیتا ہے - لیکن آپؐ کی حقیقی ذات نہیں - کیونکہ آپؐ کی ذات کی کئی صورتیں ہیں جو خواب اور بیداری میں بہت سے مقامات پر دیکھی جاتی ہیں -

نورِ محمدی :-

حضورؐ کی ذات کے نور نے دنیا کو بھر دیا ہے - کوئی جگہ نہیں جہاں یہ نور نہ ہو اس نور میں آپؐ کی ذات ایسے ظاہر ہوتی ہے جس طرح چہرہ آئینہ میں ـــــ یا نور محمدی کو اگر آئینہ کا نام دیں جو تمام دنیا پر محیط ہے تو اس میں آپؐ کی ذات کی مختلف شکلیں دکھائی دیتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ لاتعداد لوگ ایک ہی وقت میں شرق و غرب یا شمال و جنوب جہاں بھی رہتے ہوں حضورؐ کو دیکھ لیتے ہیں - اللہ تعالیٰ صاحب فتح اور بعض اوقات عام آدمی کو بھی اپنے کرم سے حضورؐ کی ذاتِ کریمہ کا دیدار کرا دیتے ہیں -

دراصل یہ سب کچھ حضورؐ کے کرم پر منحصر ہے کہ وہ لوگوں کے کمالِ محبت اور صدق کے مطابق اپنے آپ کو آشکارا کریں - جسے چاہیں اپنی ذات کریمہ دکھا دیں اور جسے چاہیں اپنی صورتؐ دکھا دیں -

حضورؐ اور صورتوں میں بھی ظاہر ہوتے ہیں - اور ان صورتوں کی تعداد تمام انبیأ

marfat.com

کی تعداد یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضورؐ کی امت کے اسی قدر تعداد کے اولیاء کے برابر ہے۔ اور یہ سب اولیاء حضورؐ کے نور سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرید حضورؐ کو اپنے مرشد کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے ایک بار حضورؐ کو اپنے شیخ کی شکل میں دیکھا کہ میں نے آپؐ کو بغل میں لے لیا اور چاہا کہ آپؐ کو اپنے باطن میں لے لوں ۔۔۔ اس پر حضرت دباغ نے فرمایا کہ باطن میں لینا ایک ہی بار میں نہ ہو سکے گا۔ بلکہ بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے ہو گا ۔۔۔ اور جس ذات کو میں نے بغل میں لیا تھا۔ اس نے صرف تبسم فرمایا تھا اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔ حضرت دباغ نے ایک اور پہلو سے یہ باطن میں بتدریج لینے کی بات کی تھی جو میرے دل میں کھٹکتی رہی ہے ۔ واللہ اعلم۔

۲۔ دوسری قسم :۔

حضورؐ کو خواب میں دیکھنے کی بعض اوقات تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تعبیر ظلمت کے درجات کی بناء پر ہوتی ہے خواب کی تاویل کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق جس نے آپؐ کو خواب میں دیکھا اس نے آپؐ کو ہی دیکھا اور تاویل کے لیے کوئی گنجایش نہیں۔

ظلمت کے درجات کے حساب سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی دیکھے کہ حضورؐ اسے دنیا کی ترغیب دے رہے ہیں تو یہ دیکھنے والے کی ذات کی ظلمت کی وجہ سے کیوں کہ حضورؐ تو حق کی طرف رہنمائی کرنے پر مامور ہیں۔

اگر کوئی دیکھے کہ حضورؐ نے اسے مال دیا ہے تو یہ درجہ دوم (سہو حرام) کی قوی تر درجہ کی ظلمت ہے کہ پہلی مثال میں دنیا کی ترغیب دلانے کے مقابلہ میں دنیا دینا دیکھنے والے کی قوی تر ظلمت کا اظہار ہے۔

اگر کوئی حضورؐ کو نوجوان اور چھوٹی عمر کا دیکھے تو دیکھنے والا چوتھے درجہ کا عمد حرام کی ظلمت میں ہے۔ اور اگر کوئی حضورؐ کو بڑی عمر لیکن بغیر داڑھی کے دیکھے۔ تو دیکھنے والا پانچویں درجہ یعنی عقیدۂ خفیفہ کے جہل بسط میں مبتلا ہے۔ اور اگر کوئی حضورؐ کو سیاہ رنگ والا دیکھے تو اس کی ظلمت چھٹے درجہ یعنی عقیدۂ خفیفہ کے جہل مرکب کی سطح کی ہے۔

marfat.com

II - خواب مبنی بر خواطر

خواطر وہ خیال ہیں جو دل پر جاگتے سوتے گزرتے رہتے ہیں۔ میں (مؤلف) نے ایک دن خواطر سے متعلق خواب کے متعلق دریافت کیا۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ ذات کے خواطر کے اختلاف اور تنوع کے سبب خوابوں میں بھی اختلاف ہوتا رہتا ہے اور خواطر کا اختلاف اور تنوع ایک امر غیبی ہے۔ جس پر اکثر مخلوقات کو اطلاع نہیں ہوتی۔

دل کے خیال یا خواطر اور فعل :-

پیدائش سے موت تک دل کی ہر حرکت اللہ کے فعل کا نتیجہ ہوتا ہے جس سے اللہ کو ایک معین اور خاص امر مقصود ہوتا ہے۔ لہذا ہر حرکت قلب کے ساتھ ایک امر کا دل پر گذر ہوتا ہے۔ اور یوں یہ امر غیبی بندے کے دل میں اللہ کا ایک فعل ہے۔ جو بندے کے دل میں بیداری اور خواب میں جاری رہتا ہے۔

اللہ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دل کی حرکات کے ساتھ خیال بھی نیک آتے ہیں۔ اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دل کی حرکات کے ساتھ خیال بھی برے آتے ہیں۔ اور یوں یہ خواطر بھی خیر اور شر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور بندوں کے تمام اعمال ان خواطر کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ان کے خواطر ان کے دل کی حرکات کے تابع ہوتے ہیں۔ اور یہ حرکاتِ قلب خواطر کے تابع ہوتے ہیں۔

حدیث سعادت وشقاوت :-

اس پر میں نے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا یہی مطلب ہے کہ بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ جس طرح وہ چاہتا ہے پلٹ دیتا ہے؟

فرمایا۔ ہاں یہی مراد ہے۔

marfat.com

اس پر مجھے حرکات قلب اور ان کے تغیرات کے خیال سے سخت خوف طاری ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ تمام سعادت یا شقاوت کا دار و مدار انہی حرکات پر ہے اور تمام اختیار اللہ کا ہے۔ اور پسند اللہ کی ہے۔

فرمایا۔ حرکتِ قلب سے اللہ کی اچھی بری جو بھی مراد ہوتی ہے۔ اسے یا تو بندہ فوراً پا جاتا ہے یا تھوڑی دیر بعد۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ سات دن کی تاخیر سے۔ مثال نباتات کے بیج کی سی ہے کہ کوئی بیج آج پھوٹتا ہے اور کوئی کسی اگلے دن۔ چنانچہ جو فعل بندہ آج کرتا ہے۔ اس کی حرکت دل میں ایک دن یا زیادہ پہلے سے ہو چکی ہوتی ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِين۔ (پس بابرکت ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔)

فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ خواطر کا دار و مدار قلب میں ارادۂ الٰہی پر ہے۔ اب بیداری میں ذات حکم کرے گی تو روح تابع ہو گی۔ چاہے ذات کا حکم، جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر کیوں نہ ہو۔ اگر بیداری میں بندہ پر حج یا جنت اور دوزخ کا خیال گزرے تو فقط وہی خیال سامنے رہے گا۔ کوئی اور چیز ساتھ نہ ہو گی۔

جبکہ نیند میں حواس معطل اور اعضاء سکون و آرام میں ہوتے ہیں اور اللہ کا فعل دل پر بدستور جاری رہتا ہے چنانچہ جب دل کسی خیال سے متحرک ہو گا تو روح اس کی طرف اس طرح دیکھے گی جس طرح آنکھ۔ کیونکہ ذات کا حکم تو کٹ چکا ہے اور روح ہر شے سے واقف پیدا کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی اپنے آپ کو آسمانوں یا حج پر دیکھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ کا خیال دل پر گزرا اور روح اس کے پیچھے ہو لی اور ایسے دیکھ لیا جیسے آنکھ نے۔

ادراک اور خواطر کا فرق:۔

ادراک دونوں میں پایا جاتا ہے مگر اگر کسی چیز کا خیال ادراک سے پہلے دل پر گزرا ہو گا تو خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اور اگر ادراک سے پہلے دل پر کوئی خیال نہیں گزرا بلکہ ذات یا روح کی توجہ اس طرف ہوئے بغیر اس کے خواطر میں حرکت پیدا ہو تو خواب درست ہو گا اور اس کی تعبیر ہو سکے گی۔ اور اس کی بیس قسمیں بلحاظ ظلمات اور طہارت ہم بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

marfat.com

حضورؐ کو خواب میں دیکھنا:-

حضورؐ کو خواب میں دیکھنے کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) جس کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔

(۲) جس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱- پہلی قسم:-

حضرت دباغ نے فرمایا کہ حضورؐ کو اگر کوئی عارف، صاحبِ فتح یا ولی دیکھے تو وہ حقیقتاً حضورؐ کی ذات پاک ہی ہوگی۔ ایسے خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ جس میں کہ حضورؐ کو اسی حالت میں دیکھے جس میں وہ دنیا میں تھے اور جس میں صحابہ کرام آپؐ کو دیکھا کرتے تھے۔

خواب دیکھنے والا اگر ولی یا صاحبِ فتح نہیں تو کبھی کبھی وہ بھی آپ کو اصل صورت میں دیکھ سکتا ہے —— عام آدمی حضورؐ کی ذات کی صورت دیکھ لیتا ہے۔ لیکن آپؐ کی حقیقی ذات نہیں۔ کیونکہ آپؐ کی ذات کی کئی صورتیں ہیں جو خواب اور بیداری میں بہت سے مقامات پر دیکھی جاتی ہیں۔

نورِ محمدیؐ:-

حضورؐ کی ذات کے نور نے دنیا کو بھر دیا ہے۔ کوئی جگہ نہیں جہاں یہ نور نہ ہو اس نور میں آپؐ کی ذات ایسے ظاہر ہوتی ہے جس طرح چہرہ آئینہ میں —— یا نورِ محمدیؐ کو اگر آئینہ کا نام دیں جو تمام دنیا پر محیط ہے تو اس میں آپؐ کی ذات کی مختلف شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لاتعداد لوگ ایک ہی وقت میں شرق و غرب یا شمال و جنوب جہاں بھی رہتے ہوں حضورؐ کو دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ فتح اور بعض اوقات عام آدمی کو بھی اپنے کرم سے حضورؐ کی ذاتِ کریمہ کا دیدار کرا دیتے ہیں۔

دراصل یہ سب کچھ حضورؐ کے کرم پر منحصر ہے کہ وہ لوگوں کے کمالِ محبت اور صدق کے مطابق اپنے آپ کو آشکارا کریں۔ جسے چاہیں اپنی ذات کریمہ دکھا دیں اور جسے چاہیں اپنی صورتؐ دکھا دیں۔

حضورؐ اور صورتوں میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان صورتوں کی تعداد تمام انبیاؑ

marfat.com

کی تعداد یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضورؐ کی امت کے اسی قدر تعداد کے اولیاء کے برابر ہے۔ اور یہ سب اولیاء حضورؐ کے نور سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرید حضورؐ کو اپنے مرشد کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے ایک بار حضورؐ کو اپنے شیخ کی شکل میں دیکھا کہ میں نے آپؐ کو بغل میں لے لیا اور چاہا کہ آپؐ کو اپنے باطن میں لے لوں ــ اس پر حضرت دباغ نے فرمایا کہ باطن میں لینا ایک ہی بار میں نہ ہو سکے گا۔ بلکہ بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے ہو گا ــ اور جس ذات کو میں نے بغل میں لیا تھا۔ اس نے صرف تبسم فرمایا تھا اور خوشی کا اظہار کیا تھا ــ حضرت دباغ نے ایک اور پہلو سے یہ باطن میں بتدریج لینے کی بات کی تھی جو میرے دل میں کھٹکتی رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ دوسری قسم :۔

حضورؐ کو خواب میں دیکھنے کی بعض اوقات تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تعبیر ظلمت کے درجات کی بناء پر ہوتی ہے خواب کی تاویل کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق جس نے آپؐ کو خواب میں دیکھا اس نے آپؐ کو ہی دیکھا اور تاویل کے لیے کوئی گنجایش نہیں۔

ظلمت کے درجات کے حساب سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی دیکھے کہ حضورؐ اسے دنیا کی ترغیب دے رہے ہیں تو یہ دیکھنے والے کی ذات کی ظلمت کی وجہ سے کیونکہ حضورؐ تو حق کی طرف رہنمائی کرنے پر مامور ہیں۔

اگر کوئی دیکھے کہ حضورؐ نے اسے مال دیا ہے تو یہ درجہ دوم (سہو حرام) کی قوی تر درجہ کی ظلمت ہے کہ پہلی مثال میں دنیا کی ترغیب دلانے کے مقابلہ میں دنیا دینا دیکھنے والے کی قوی تر ظلمت کا اظہار ہے۔

اگر کوئی حضورؐ کو نوجوان اور چھوٹی عمر کا دیکھے تو دیکھنے والا چوتھے درجہ کا عمد حرام کی ظلمت میں ہے۔ اور اگر کوئی حضورؐ کو بڑی عمر لیکن بغیر داڑھی کے دیکھے۔ تو دیکھنے والا پانچویں درجہ یعنی عقیدۂ خفیفہ کے جہل بسط میں مبتلا ہے۔ اور اگر کوئی حضورؐ کو سیاہ رنگ والا دیکھے تو اس کی ظلمت چھٹے درجہ یعنی عقیدۂ خفیفہ کے جہل مرکب کی سطح کی ہے۔

marfat.com

تعبیر خواب ایک وہبی علم :-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ اللہ تمہیں توفیق دے۔ تعبیرِ خواب کا علم کوشش اور کسب سے نہیں آتا۔ بلکہ یہ ایک وہبی اور عطائی علم ہے۔ جس کا چھپانا واجب ہے۔ میں برسوں خوابوں کی تعبیر کے متعلق حضرت دباغ سے پوچھتا رہا۔ لیکن آپ ٹال دیتے کہ اس علم کو چھپانا ہوتا ہے کہتے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھو۔ اور پھر اصرار پر بادل نخواستہ بتایا بھی اتنا ہی جو کچھ اوپر لکھ دیا گیا ہے۔

فرمایا۔ علم تعبیر پڑھنے اور سیکھنے سے نہیں آتا۔ بلکہ یہ اللہ کی بخشش ہے۔ اور اس میں خواب دیکھنے والے کے ظاہری اور باطنی حالات کا جائزہ ضروری ہوتا ہے دیکھنے والا شہری ہے یا گاؤں کا۔ عالم ہے یا عوام سے۔ مال دار یا تنگدست اور اس کا پیشہ کیا ہے۔ دیغیرہ وغیرہ۔

باطنی حالات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ آیا روح نے ذات کو اپنے تمام تین سو چھیاسٹھ اجزا عطا کر دیئے ہیں یا کچھ دیئے ہیں اور کچھ نہیں۔ ذات میں بسر عقل کس قدر ہے۔ اور خواب دیکھنے والے کے افکار و خیالات کس قسم کے ہیں ۔ غرضیکہ اگر سو آدمی ایک ہی خواب دیکھیں کہ وہ شہد پی رہے ہیں تو ہر دیکھنے والے کی خارجی اور باطنی حالت کے مطابق تعبیر بھی مختلف ہو گی۔

marfat.com

باب ۲۱ ——— پانچویں حدیث

۵ احسان والی یا افضل عبادت اللہ کو دیکھنا

حضرت دباغ سے میں نے اس حدیث کا مطلب پوچھا۔ جس میں حضور نے فرمایا۔ کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)

فرمایا۔ اگر کوئی بغیر دیکھے کسی کو پکارے اور مدد چاہے تو یہ کھیل اور مذاق سے کم نہیں۔ اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ یہ کھیل تماشہ رچاتے ہوئے اپنی دعائیں اور درخواستیں گزارتا رہے گا تو یہ گمراہی اور وبال ہے

اس غنی کے سامنے کھڑے ہو کر تن وجان میں عاجزی کا رنگ بھر کے اور زمین بوس ہو کر زبان سے درخواست کرے تو اس کی رحمت درخواست منظور کر لے۔ اگر کوئی سامنے ہو تو پھر مانگنے والے کا دھیان اِدھر اُدھر نہیں جاتا ——— اس مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کی مراد اس فرمان سے کیا ہے۔ یعنی بندہ عبادت کرتے وقت غفلت سے تب ہی بچ سکتا ہے اور حضوری اسی وقت بیسر آ سکتی ہے۔ جبکہ کوئی سامنے ہو۔ حضوری اور غفلت کی پہچان یہ ہے کہ عبادت کے دوران بندہ اپنے اندر جھانکے اور اگر دیکھے کہ اس کا باطن دنیاوی امور اور حاجات میں مشغول ہے تو سمجھ لے کہ وہ غفلت میں ہے۔ متوجہ ہے تو سمجھے کہ کرم ہے اور حضوری میسر ہے۔

(تخلیص کرنے والا حضرت غوث الاعظم کا فرمان پیش کرتا ہے کہ جب تم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہتے ہو تو حاضر کے لیئے کہتے ہو۔ کسی غائب کے لیے نہیں اور میں تم میں حاضر ہوں ؓ) یا پھر مندرجہ بالا حدیث کو حضورؐ کی اس حدیث کے ساتھ پڑھا جائے۔ جب فرمایا۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَق،، یعنی جس نے مجھے دیکھا۔ اس نے

marfat.com

حق کو دیکھا تو شاید بات بن جائے)

مسلم اور بخاری میں فرق :-

میں نے عرض کیا کہ یہ حدیث مسلم اور بخاری میں مختلف طرح دی گئی ہے۔ بخاری نے پہلے ایمان کا ذکر کیا ہے۔ پھر اسلام کا اور پھر احسان کا۔ جبکہ مسلم نے پہلے اسلام کا، پھر ایمان اور پھر احسان کا ذکر کیا ہے۔

فرمایا۔ میرے نزدیک بخاری کی ترتیب بہتر ہے کیونکہ اسلام تو ایمان کے لیئے بطور لباس ہے۔ ایمان پہلے آئے گا اور پھر اسلام۔

ایمان پہلے یا اسلام ؟ :-

میں نے کہا۔ قرآن کی سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۴ میں اللہ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے کہ "بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپؐ انہیں کہہ دیں کہ تم کہو کہ ہم اسلام لے آئے کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا"۔ اس طرح تو اسلام ایمان سے پہلے آتا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ ہم حقیقی اسلام کی بات کر رہے ہیں۔ جس کا ذکر جبرائیل والی حدیث میں ہے اور جس میں مسلم اور بخاری کی ترتیب میں اختلاف ہے۔

جبکہ محض زبانی اور ظاہراً اسلام لانے والے کا اسلام کھوکھلا ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کے پاس بندوق نہ ہو اور وہ صرف اشاروں سے بندوق تانے اور نشانہ لگائے وغیرہ۔ اسی طرح زبانی اسلام لانے والا چاہے بظاہر نماز پڑھے یا روزہ رکھے، زکوٰۃ دے یا حج پر جائے اور جہاد میں حصہ لے وغیرہ۔ کچھ بھی کرے تو اس کا باطن شہادت دیتا ہے کہ یہ سب کچھ ظاہری طور پر کیا ہے۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس اسلام ہے۔ مگر دراصل ایسی کوئی بات نہیں۔

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ حضرت دباغ کی اس تشریح سے پہلے میں سمجھتا تھا۔ کہ منافقین کے نماز، روزے، زکوٰۃ، حج اور جہاد وغیرہ باطن سے ہیں۔ اور ان کے انکار کی وجہ سے وہ ناقابل قبول ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴ میں ان منافقین کا حال یوں بیان کیا گیا کہ "اور جب وہ اپنے شیطان دوستوں سے ملتے ہیں تو کہتے

marfat.com

ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو ان سے محض مذاق کر رہے ہیں"۔ مگر یہ تشریح سن کر معاملہ کھل گیا کہ انہیں کافروں سے بڑھ کر خبیث کیوں کہا جاتا ہے۔

باب ۲۲   ۶ تا ۱۵ ویں حدیث

۶۔ قرآن کی آیت بھلا دینا گناہ عظیم

حضرت دباغ سے میں نے اس حدیث کی تشریح چاہی جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے گناہوں میں اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہ آیا کہ ایک آدمی کو قرآن کی ایک آیت دی گئی ہو اور وہ اسے بھلا دے۔

یہ حدیث مطلب بن عبداللہ بن حنطب مخزومی مدنی نے روایت کی ہے۔ جن کو ابوزرعہ اور دارِ قطنی ثقہ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ابن سعد کہتے ہیں کہ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور راوی انس بن مالک ہیں جو حضورؐ کے دس سال تک خادم رہے اور ۹۳ھ یا ۷۱۱ء میں وفات پائی۔

میں نے عرض کیا کہ ترمذی، بخاری اور احمد بن حنبل، تینوں نے اسے حدیث معلول بتایا ہے۔ یعنی اس کی اسناد میں ایسے اسباب ہیں جس سے حدیث کی صحت پر شک کیا جا سکتا ہے اور یہ حدیث مطلب نے حضرت انسؓ سے نہیں سنی اور یوں منقطع ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ یہ حدیث تو صحیح ہے۔ کیوں کہ اس میں حضورؐ کا نور پایا جاتا ہے۔ مگر یہ ان لوگوں کے بارے میں نہیں جنہوں نے ایک آیت سنی اور پھر اس کے الفاظ بھول گئے بلکہ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جن کے پاس قرآن پہنچا مگر انہوں نے بے رخی برتی۔ قرآن کے نور سے محروم رہے۔ جیسا کہ حضورؐ کے زمانے میں منافقین

marfat.com

کا حال تھا۔

فرمایا۔ قرآن میں تین قسم کے نور ہیں۔ پہلا نور اللہ کی طرف ہدایت کا نور۔ دوسرا احکام کی تعمیل کا نور اور تیسرا نواہی سے پرہیز کا نور۔ لہٰذا جو شخص ان تینوں نوروں سے محروم رہے۔ اس حدیث میں وہی شخص مراد ہے۔ فرمایا: اس سے مراد الفاظ اور تلاوت بھی ہے اور آیت قرآنی کے معنیٰ اور ان پر عمل بھی ہے۔

فرمایا۔ ایک آیت اللہ کی طرف سے مومن کے پاس ایک دستاویز ہے۔ جو مومن کا حق ہے۔ اگر اسے ظاہراً، عملاً اور باطناً محفوظ رکھا تو اللہ کے ہاں اس کا حق ثابت ہوا اور جنت کا امیدوار ٹھہرا۔ لیکن اگر کسی طرح بھی کوتاہی کی اور ہنسی تحقیر یا بے رخی برتی تو بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔ اور اسی کی اس حدیث میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ساتویں حدیث

۷۔ متکبر دوزخ میں اور عاجز جنت میں

میں نے اس حدیث کا ذکر کیا کہ جنت اور دوزخ کی بحث کے دوران دوزخ نے کہا مجھے متکبر لوگوں پر مامور کیا گیا ہے اور جنت نے کہا کہ مجھ میں کمزور اور عاجز لوگ داخل ہوں گے۔ اور پھر پوچھا۔ کیا جنت نے دوزخ کے غالب ہونے کا اعتراف کر لیا؟

حضرت نے فرمایا کہ آخرت میں مکان رہنے والوں کے حال کے مطابق ہوں گے رہنے والوں کی صفات رہائش گاہ میں سرایت کر جائیں گی۔ حدیث میں بظاہر تو جنت و دوزخ کی بحث کا ذکر ہے۔ مگر مقصد دوزخیوں اور جنتیوں کے باطن کا اظہار ہے۔ کہ دوزخی لوگ متکبر، گھمنڈی، مغرور اور جابر قسم کے ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ کی بارگاہ

marfat.com

اور رحمت سے نکال دیا گیا ہے۔ جبکہ جنتی متواضع، منکسر المزاج اور عاجزی لیے ہوتے ہیں جو اللہ کو پہچانتے ہیں۔ اہل جنت کے دلوں میں انکسار ہوتا ہے۔ وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنے سے کم تر اور محتاج خیال نہیں کرتے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ کمزور جانتے ہیں۔

آٹھویں حدیث

۸۔ وحی کے رک جانے پر حضورؐ کا پہاڑ سے چھلانگ لگانے کا ارادہ

میں نے وجہ پوچھی کہ وحی کے ابتدائی زمانے میں جب جبرائیل کچھ مدت وحی نہ لائے تو حضورؐ پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو پھینک دینے کا ارادہ کرتے اور جبرائیل آ کر کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس سے حضورؐ کو تسکین ہو جاتی۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ ایک شخص کو میں جانتا ہوں کہ اس نے ابتدائے سلوک میں نوے مرتبہ گھر کی چھت سے اپنے آپ کو نیچے گرایا۔ مگر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ فرمایا۔ ابتدا میں جب روح کو ذات پر غلبہ ہوتا ہے تو تمام کائنات روح کے لیے یکساں ہوتی ہے۔ یعنی روح، ہوا، پانی، پتھر، بستر، ریشم اور اون وغیرہ سب برابر اور بے ضرر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا بھی دیتے تو انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ چہ جائے کہ ہلاکت۔ ان کے اس قسم کے ارادہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور انہیں اس کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ اضطراب اور طبعی تقاضے کے مطابق وہ ایسے ارادے بھی کر لیتے ہیں اور اس قسم کے اقدام اٹھا بھی لیتے ہیں۔ لیکن اسی طرح جیسے کوئی شخص کھونٹا گاڑتے یا زور لگاتے وقت عادتاً یا طبعاً ایک "ہا" کی طرح

marfat.com

کی آواز سی نکالنا ہے - جس سے کوئی فائدہ نہیں -

مولف کہتا ہے کہ اہل حال وجد میں پورے زور سے دیوار پر سر مارتے ہیں - اور انہیں خراش تک نہیں آتی - اور نوے بار چھت سے گرانے والے جس شخص کا ذکر حضرت نے کیا وہ حضرت خود تھے -

نویں ۹ حدیث

۹ - محشر میں مؤمنین کا اللہ کو جانی پہچانی صورت میں دیکھنا

حدیث ہے کہ محشر میں اللہ تعالیٰ مومنین کے سامنے ایسی صورت میں آئیں گے - جسے وہ نہیں پہچانتے ہوں گے تو وہ اس سے پناہ چاہیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو یہیں کھڑے رہیں گے - جب تک ہمارا رب نہ آئے گا - وہ جب آئے گا تو ہم پہچان لیں گے - پھر حق تعالیٰ ایسی صورت میں آئیں گے کہ وہ اسے پہچان لیں گے اور فوراً سجدہ میں گر جائیں گے -

(۱) میں نے پوچھا کہ اس پہلی اور دوسری صورت سے کیا مراد ہے - کیونکہ شیخ اکبر ابن عربی نے امام فخرالدین رازی (مشہور مفسر اور فلسفی وفات ۶۵۶ھ = ۱۲۰۰ء) کو خط میں لکھا کہ اس معاملہ کو اولیاء اللہ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا -

(محی الدین محمد بن علی ابن العربی ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ = جولائی ۱۱۶۵ء کو مرسیہ میں پیدا ہوئے - ۵۶۹ھ = ۱۱۷۳ء سے ۵۹۹ھ = ۱۲۰۲ء یعنی تقریباً تیس سال اشبیلیہ میں رہے - پھر مشرق کی سیاحت کرتے ہوئے مصر، حجاز، بغداد، موصل اور ایشیائے کوچک کا سفر کیا - آخر دمشق میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۶۳۸ھ = ۱۲۴۰ء میں وفات پائی - پانچ سو سے زائد تصانیف ہیں - بیشتر تصوف پر لکھا - ایک مرید کی درخواست پر ایک رسالہ لکھا جس میں کہتے ہیں - دوسروں کی تصانیف

marfat.com

سے میرا مقصد مولف بننا نہیں۔ بلکہ بعض تصانیف کا سبب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ورود ہوتا۔ اور اگر اظہار نہ کرتا تو جل جانے کا اندیشہ رہتا۔ اور بعض کے متعلق مجھے خواب میں حکم دیا گیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات ہوئی تو کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور بغیر بات کیے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں کسی نے ان سے سہروردی کے متعلق پوچھا تو فرمایا "یہ شخص سر سے پاؤں تک سنت سے لبریز ہے"۔ اور جب سہروردی سے ابن عربی کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا "یہ شخص حقائق کا سمندر ہے"۔

ان کی دو تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ پر علماء نے بڑی لے دے کی ہے۔ علماء کی کج فہمی اور ناسمجھی اور توحید کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر ابن عربی کو مشرک قرار دیا گیا۔)

جواب :-

فرمایا۔ حدیث میں اللہ کی صورت سے مراد حالت ہے۔ دو صورتوں یا حالتوں میں پہلی حالت وہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ روزِ محشر تمام بنی آدم یعنی دوست، دشمن، مومن منافق سب سے خطاب کرے گا۔ اس خطاب میں وہ انوار نہ ہوں گے جو مومن اپنے رب کے کلام میں دنیا میں پایا کرتا تھا۔ اور یہ انوار ان کی ذات اور روح میں پائے جاتے تھے اور دنیا سے ہی وہ انہیں پہچانتے تھے۔ کیوں کہ دنیا میں جب دوست دوست سے کلام کرتا ہے تو نرمی، مہربانی اور پیار اس کا خاصہ ہوتا ہے۔ جبکہ دشمن یا انجان سے بات کرتے ہوئے ایک بے اعتنائی، انقباض اور ترش روئی سی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی صورت میں جب عوام سے خطاب کے موقع پر مومن محبت بھرے انوار کو نہ پائے گا تو اللہ سے پناہ طلب کرتے ہوئے کہیگا کہ یہ ہمارا رب نہیں ہے —— تب اللہ صرف مومنین سے خطاب کرے گا۔ جو مانوس انوار لیے ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنے رب کو پہچان کر سجدے میں گر جائیں گے۔ کہ ان انوار کا مشاہدہ وہ اپنی ذات اور اپنے ظاہر و باطن میں کیا کرتے تھے۔

فرمایا۔ اللہ کو پہلی حالت یا خطاب پر صرف عوام نہیں پہچانیں گے۔ ورنہ خواص

marfat.com

یعنی اولیاء اللہ تو ہر حالت میں اللہ کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح پہلا خطاب بھی عوام کے لیے ہوگا۔ ورنہ قیامت کی ساری باتیں خرق عادت یا عام قوانین سے ہٹ کر ہوں گی مثلاً اللہ اوروں کے سامنے کسی ایک سے کلام کرنا چاہے گا۔ تو صرف وہی شخص سن سکے گا اور دوسروں پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ ابن عربی نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ عارفین پہلی حالت میں بھی اللہ سے ناواقف نہ ہوں گے۔ صرف محجوبین ہی ناواقف رہیں گے۔ ایک اور بہت بڑے صوفی عبدالوہاب شعرانی (وفات ۹۷۳ھ = ۱۵۶۵ ء) نے اس حدیث میں اللہ کی سورت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ جس پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ لیکن حضرت دباغ کی تشریح اور تاویل ایسی عمدہ اور لطیف ہے کہ عقل انکار نہ کرسکے۔ کیوں کہ نہ کوئی آنا ہے نہ جانا۔ اور نہ اللہ کی کوئی شکل ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی حضرت دباغ والی تاویل اختیار کی ہے۔

دسویں حدیث

۱۰ — بندہ کا دل اللہ کی دو انگلیوں میں

میں نے حضرت دباغ سے اس حدیث کا دریافت کیا۔ جس میں فرمایا کہ "بیشک بندہ کا قلب رحمان (اللہ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔"
(مشکوٰۃ، باب الایمان وغیرہ)

فرمایا۔ مراد معنوی انگلی ہے۔ یعنی بندہ کا دل۔ اللہ کے تصرف میں ہے۔ دو انگلیاں یا تصرفات یوں کہ ایک ذات کا تقاضا اور دوسرا روح کا تقاضا ہوتا ہے۔ ذات مٹی سے بنی ہے جو خواہشات کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور روح نور سے بنی ہے۔ جو حقائق اور معارف کی طرف مائل ہوتی ہے اور ان دونوں میں ہمیشہ مخالفت اور

marfat.com

تصادم رہتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ دونوں میں غالب کون ہے۔

فرمایا۔ روح کا (پر) تصرف حرکات میں ہوتا ہے۔ اور ذات کا (یں) تصرف اسرار میں (پر) چلتا ہے۔ لہذا حرکت کے اعتبار سے روح غالب رہتی ہے۔ اور اپنے سِرّ خبیث کے اعتبار سے ذات غالب رہتی ہے۔ اسی لیے شکر گزار بندے کم ہیں۔

ان کی مثال چکی کے دو پاٹوں کی سی ہے۔ روح کی مثال اوپر والے پاٹ کی ہے کیوں کہ وہی حرکت کرتا ہے۔ اور ذات نچلے پاٹ کی طرح اندرونی سوزش اور شورش میں مبتلا رہتی ہے۔ یا پھر روح کو اگر دیگچی کے ڈھکنے سے تشبیہہ دیں تو یوں ہے کہ وہ بھاپ کو روک کر کھانا پکاتی ہے جبکہ دیگچی یا ذات خود جل بھن کر کھانا پکانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اللہ ہمیں قضاء بد اور بدبختی سے بچائے۔

خواطر :-

میں نے عرض کیا کہ علماء نے تو ان تصرفات کو فرشتے اور شیطان کی تحریک بتایا ہے۔

فرمایا۔ فرشتہ اور شیطان تو تابع اور عارضی عوامل ہیں۔ اصل وہی ہے جو ہم نے کہا۔ کیونکہ ہر ذات خواہ پاک ہو یا ناپاک خواطر (خیالات و وساوس) سے خالی نہیں ہوتی یہی خواطر نجات یا تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ اور فرشتہ و شیطان دونوں خواطر کے تابع ہیں۔ خواطر اچھے ہوں گے تو فرشتہ ان کے پیچھے ہولے گا۔ اور وہ شخص اچھے کام کرے گا۔ خواطر برے ہوں گے تو شیطان ساتھ ہولے گا۔ اور انسان برے عمل میں مبتلا ہو جائے گا۔

ہر خاطر (بات جو دل میں آتی ہے) کا تعلق ذات سے ہے۔ اور وہ ذات کا راز ہوتا ہے۔ خاطر پاک ہو گا تو ذات بھی پاک ہو گی ورنہ نہیں۔ خواطر بہت اہم چیز ہیں اور انہی پر نجات و ہلاکت کا دارومدار ہے۔ یہی خواطر انسان کو علیین (اعلیٰ) یا اسفل السافلین (بدترین) بنا دینے کا سبب بنتے ہیں۔ اچھے خواطر روح کے تقاضے کے مطابق ہوتے ہیں اور روح کی پاکیزگی کی وجہ سے ہی ذات میں ظاہر ہوتے ہیں۔

marfat.com

اور خبیث خواطرِ ذاتِ انسانی اور خواہشاتِ نفسانی کے تقاضے کے مطابق ہوتے ہیں۔

گیارہویں" حدیث

۱۱۔ حجرِ اسود اللہ کا ہاتھ

حدیث ہے کہ "حجرِ اسود دنیا میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے"۔ میں نے مطلب پوچھا تو فرمایا۔ کہ یہ تشبیہہ کے طور پر فرمایا۔ کہ اللہ کی رحمت اور حفاظت میں آنے کے لیے حجرِ اسود کو بوسہ دینا چاہیئے۔ جیسا کہ دنیاوی بادشاہ کی حفاظت میں آنے کے لیے بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ امام غزالی نے بھی کتاب التفرقہ میں یہی لکھا ہے۔

بارہویں حدیث

۱۲۔ بروزِ قیامت موت مینڈھے کی شکل میں ذبح

میں نے حضرت دباغ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ جس میں فرمایا کہ:۔ "قیامت کے دن موت کو مینڈھے کی صورت لایا جائے گا۔ اور پھر اس کو ذبح کیا جائے گا"

اس پر علماء کا اختلاف ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں۔ موت کیسے مینڈھے

marfat.com

کی شکل میں لائی جا سکتی ہے۔ حکیم ترمذی سلف صالحین کے مطابق اس حدیث پر بحث نہ کرنے کو کہتے ہیں کہ اس پر ایمان رکھو اور حقیقت اللہ کے سپرد کرو۔ وغیرہ)

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ مینڈھے سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کو ذبح کر کے اہل جنت کی نعمتوں اور اہل دوزخ کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا۔

موت سے دوست بچھڑ جاتے ہیں۔ ذات تو مٹی کی طرف لوٹ جاتی ہے اور روح عالم ارواح کی طرف اور یوں جسم و روح ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے ہیں اور فرشتوں کی سب سے بڑی مراد اور دعا یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ ہمیں مومنوں کے لیے نعمت اور نزول رحمت کا سبب بنا۔ کیوں کہ فرشتے مومن کے مقام سے باخبر ہیں ـــ اور فرمایا کہ مجھے تو بصیرت سے یہی نظر آ رہا ہے کہ فرشتہ مینڈھے کی شکل میں ذبح کیا جائے گا۔

تیرھویں حدیث

۱۳۔ معجزات، جمادات و حیوانات کی تسبیح وغیرہ

کنکریوں اور تنہ کھجور وغیرہ کی تسبیح:۔

میرے سوال کرنے پر فرمایا کہ جن احادیث میں کنکریوں کی تسبیح، کھجور کے تنے کی سسکیوں، پتھر کے سلام کرنے اور درخت کے سجدہ کرنے وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ ان اشیاء کی تسبیح اور کلام تھا۔ اور حضورؐ نے دعا کی تھی کہ حاضرین کا پردہ اٹھ جائے اور وہ بھی یہ حقائق دیکھ لیں۔ کیونکہ جمادات وغیرہ کے دو رخ ہیں۔ ایک اللہ کی طرف، جس میں تسبیح اور اطاعت و عبادت میں لگے ہوتے ہیں۔ اور حضورؐ نے

marfat.com

دعا کر کے حاضرین کو یہ رخ دکھلایا۔ اور دوسرا رخ مخلوق کی طرف جس میں بظاہر وہ گونگے، بہرے اور بے جان دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت داؤدؑ اور مینڈک :۔

میں نے حضرت داؤد کا قصہ بیان کیا کہ ان کو خیال آیا کہ وہ اللہ کی بہت تسبیح کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک مینڈک کو دیکھا جو عمر بھر سے ہر لمحہ اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے تو اپنی تسبیح کو کمتر جانا۔ اور پھر حضرت دباغ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

فرمایا۔ حضرت داؤد نے مینڈک کے اس رخ کا مشاہدہ کیا۔ جو اللہ کی طرف تھا۔ اور یہ باطنی حالت ہے۔ جس میں بغیر کسی وقفہ کے تسبیح جاری رہ سکتی ہے۔

جمادات کی جان اور تسبیح :۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ جس طرح ایک انسان قرآن کا حامل اور قرآنی علوم سے آگاہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جمادات کو بھی اپنی اپنی قسم کا علم عطا کیا گیا ہے ـــ بظاہر چاہے وہ بے جان اور بے علم نظر آئیں۔ لیکن خالق کی نسبت سے تمام مخلوق عارف ہے۔ اور اپنے خالق کو پہچانتے ہوئے اس کے دبدبے اور کبریائی کے سامنے عاجزی اور تسبیح کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

لوگ حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے تباہ حال ہیں۔ ورنہ کوئی چیز نہ زمین اور نہ دوسری جمادات بے جان اور بے روح ہیں۔ اور اگر لوگوں کو پہچان ہو تو وہ بھی عاجزی اور اطاعت کی طرف راغب ہوں۔

محمد لہواج اور مچھلیاں :۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ فتح نصیب ہونے سے پہلے میں حضرت محمد لہواج کے ساتھ کھجوریں توڑنے خولان کے علاقہ میں سخونہ کے چشمہ پر گیا اور یہ نخلستان علی بن حرزھم کے روضہ کے لیے وقف تھا۔ جبکہ حضرت لہواج کو اللہ نے فتح بخشی ہوئی تھی ـــ میں نے کانٹے سے چشمہ کی مچھلیاں پکڑنی چاہیں تو حضرت لہواج نے منع فرمایا۔ مگر میں نے شکار کرنے کی قسم کھائی اور چشمہ میں کانٹا ڈالا۔ تو پانی کے قریب ہر پتھر اور ہر تنکے سے "اللہ، اللہ،، کی آوازیں آنے لگیں۔ سوائے اس

marfat.com

مچھلی کے جو کانٹے سے شکار ہو گئی تھی۔ اور تب مجھے یہ احساس پیدا ہوا کہ میرے شکار کرنے سے یہ مچھلی تسبیح سے رہ گئی۔ چنانچہ مجھ پر بے انداز خوف و رعب طاری ہوا۔

اللہ کے افعال :-

میرے سوال و جواب پر فرمایا کہ یہ خوف خرق عادت یا غیر معمولی امر کے مشاہدہ کی وجہ سے تھا۔ اور جمادات و حیوانات کی اپنی اپنی زبانیں اور بولیاں ہوتی ہیں۔ نہ کہ عربی وغیرہ جیسی زبانیں۔ اور میں نے جو سنا تو اپنے تمام جسم سے سنا۔ نہ کہ صرف کانوں سے۔ پھر فرمایا۔ ولی کو اس قسم کا مشاہدہ ابتدائی حالت میں کرایا جاتا ہے۔ ورنہ بعد میں تو وہ ہر فعل کو اللہ کی طرف سے دیکھتا ہے۔ اور اسے یوں نظر آتا ہے کہ اللہ نے ہر شے کلام و تسبیح وغیرہ پیدا کر دی ہے۔ اور تمام مخلوق خالی برتن اور محض تصویریں ہیں۔

فرمایا۔ یہ مشاہدہ جمادات، حیوانات اور تمام مخلوقات میں ہو سکتا ہے۔ اور دوسری مخلوق کی تسبیح یا خالق کا مشاہدہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو عالم زمین و آسمان سے بہت دور نکل گیا ہو۔ کہ اس کی نگاہ ہر چیز کو پھاڑ کر دیکھ سکے۔ ایسا شخص ہر قسم کی مخلوق کی تسبیح، رکوع اور سجدہ دیکھ سکتا ہے۔ میرے نزدیک آج کل یہ مقام تین اشخاص کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

فرمایا۔ ایک دن سیدی احمدؒ الیمنی کے مزار کے پاس ایک زیتون کے درخت کے نیچے میں بیٹھا تھا۔ کہ تمام درخت، ٹہنیاں اور پتھر اللہ کی تسبیح اپنی اپنی زبان میں پڑھنے لگے۔ میں بھاگنے لگا کہ ایک پتھر سے مختلف آوازیں سنیں۔ غور سے دیکھا تو وہ کئی پتھروں کا مرکب تھا۔

روح کی زبان :-

یہ واقعات حضرت دباغ کی فتح کے ابتدائی زمانے میں پیش آئے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کی اپنی اپنی بولیاں ہیں جو وہ خود آپس میں سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ لیکن اللہ والے صاحب فتح بزرگ روح کے ذریعہ ان کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک بیل دوسرے بیل کو اپنے دن بھر کے کھانے پینے وغیرہ کی تفصیلات بتا سکتا ہے۔ اور اللہ والوں کا تو یہ حال ہے کہ مخلوقات کی

marfat.com

بولیوں کے علاوہ صاحب فتح عرب اور عجمی روح کی سطح پر ایک دوسرے کی زبان سمجھ لیتے ہیں۔ اور تم نے اگر یہ نہیں دیکھا تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔

حضرت نے یہاں تک فرمایا کہ کئی بار بیت الخلاء جا کر پانی کو ذکر الٰہی کرتے سنا۔ تو بغیر رفع حاجت واپس چلا آیا۔

چودہویں حدیث

۱۴- اللہ تعالیٰ کا موسیٰؑ سے کلام

مولف کتاب کہتا ہے کہ حضرت دباغ سے ملاقات کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میں مسجد عین علون میں کتاب در منثور (جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ ۱۵۰۵ء کی تفسیر) پڑھ رہا تھا کہ یہ حدیث نظر سے گزری۔ خیال آیا۔ کاش حضرت موجود ہوتے تو اس حدیث کے متعلق دریافت کرتا۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ آپ تشریف لا کر میرے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے کتاب کھولی۔ اپنی خواہش بیان کی۔ تو فرمایا۔ ہاں پوچھو۔ میں جواب دینے ہی آیا ہوں۔ چنانچہ میں نے حضرت بزاز (یہ جو دو مختلف محدث اور حافظ حدیث گزرے ہیں۔ ایک ابوالفضل احمد بن نیشاپوری ہیں جو امام مسلم کے ہمسفر رہے تھے۔ وفات ۲۸۶ھ ۸۹۹ء۔ دوسرے احمد بن عمرو بن عبدالخالق بصری ہیں۔ وفات ۲۹۲ھ ۹۰۴ء) کی اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ جو حضرت انس سے یوں مرفوعاً مروی ہے۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے اللہ کے کلام کی کیفیت جاننے کی درخواست کی۔ تو موسیٰ نے فرمایا۔ جیسے گرج اور کڑک ہو کر دم نکال دے۔ مگر سننے میں نہایت شیریں۔ اسی زمانے میں موسیٰ کے پوچھنے پر اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ! تمہارے ساتھ صرف دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا گیا ہے۔ اگر تمام کلام سے بات کرتا تو تم پگھل جاتے۔

marfat.com

حضرت نے فرمایا۔ گرج اور کڑک سے مراد خوف اور ہیبت ہے۔ جو انسان کی طاقت سے باہر ہو اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر اسے برداشت نہ کر سکے بلکہ عام انسان کا بدن پگھل جائے۔

کلام کی شیرینی سے مراد وہ الطاف، رحمتیں، اور انعامات اور لذات ہیں جو موسیٰ کی رگ رگ کو اس کلام سے نصیب ہوئیں۔ اللہ کی آواز سے عام آواز مراد نہیں۔ کہ اللہ کے متعلق اس کا خیال کرنا ہی غلط ہے۔

دس ہزار زبانوں سے مراد یہ کہ موسے کے حجابات اٹھا دیئے گئے یعنی موسیٰ نے کلام کے اتنے رخ اور پہلو جان لیے کہ ہزاروں زبانوں میں وہ ادا ہو پاتے ۔۔

یہ اسی طرح ہے جس طرح صاحب فہم دلی ایک وقت میں مختلف آوازیں سنتا ہے تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ سن اور سمجھ لیتا ہے۔ ایک لحظہ میں بغیر ترتیب ،، تقدیم اور تاخیر کے الگ الگ ہر بات سمجھ آجاتی ہے ۔۔ اور یہ سماعت روح کی ہوتی ہے نہ کہ ذات یا جسم کی۔۔ روح کے علم میں کوئی ترتیب نہیں۔ مثلاً نحو یا فقہ کے تمام مسائل ایک لحظہ میں روح کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہی حال روح کی قرأت کا ہے کہ روح کی تلاوت میں تمام حروف اور الفاظ لمحہ بھر میں صحیح مخارج سے روح ادا کر دیتی ہے۔

پندرہویں ۱۵ حدیث

۱۵۔ جبرائیل کا سائل کی صورت میں آنا اور حضور کا نہ پہچاننا۔

مسلم (مشکوٰۃ باب الایمان) کی ایک حدیث میں جبرائیل کے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے۔ حضورؐ نے جبرائیل کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ سوال کرنے والے کو واپس بلاؤ۔ صحابہؓ نے تلاش کی مگر وہ نہ ملا تو حضورؐ نے فرمایا۔

marfat.com

یہ جبرائیل تھے اور وہ مجھ سے پہلی مرتبہ پہچانے نہ جا سکے۔

حضورؐ کا مشاہدہ حق :۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ کہ حضورؐ کا جبرائیل کو نہ پہچاننا بھی حضورؐ کے بلند مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جن پر اللہ کی رحمت ہو۔ کیونکہ حضورؐ بعض اوقات مشاہدہ حق میں اس قدر غرق ہو جاتے کہ آپؐ ہر دوسری شے سے بے تعلق ہو جاتے۔ اس محویت اور لاتعلقی کے باوجود نہ آپؐ کی زبان سے حق کے سوا کچھ نکلتا۔ اور نہ کوئی غلط فعل صادر ہوتا۔ (جیسا کہ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ :۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی خبر لانے والا............)

حضورؐ مرشدِ اعلیٰ :۔

چنانچہ فرشتے حضورؐ کی اس کیفیت کو غنیمت جان کر آپؐ کو اپنا مرشد و ہادی جانتے ہوئے آپؐ سے ایمانیات کے متعلق سوال کرتے۔ کسی بدوی کی شکل میں آکر آپؐ ایمان لانے کا اقرار کرتے اور عرض کرتے کہ آپؐ سکھائیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کس طرح لائیں۔ اور حضورؐ ان کو تعلیم دیتے۔

میں نے عرض کیا کہ فرشتوں کو اپنی برگزیدگی اور قربِ الٰہی کے باوجود ایمان کی تعلیم لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور کسی دوسرے وقت سوال کیوں نہیں کرتے تھے؟

حضورؐ کی شان :۔

فرمایا۔ حضورؐ کی شان اور مقام بہت بلند ہے۔ جس نے بھی آپؐ سے ایمان اخذ کیا اور پھر اسے بدلا نہیں۔ اس کے لیے نہ پل صراط ہے نہ دوزخ ہے۔ چنانچہ فرشتے جب حضورؐ کو عالم استغراق میں پاتے تو ان اوقات کے انوار، لطافتوں اور حقائق سے مستفید اور سیراب ہونے کی خاطر اسی کیفیت میں آکر سوال کرتے۔ اور یہ استغراق کی حالت نہ فرشتوں پر مخفی رہ سکتی ہے۔ نہ ان لوگوں پر جنہیں اللہ نے فتح عطا کی ہو۔

marfat.com

باب ۲۲ ـــــــ ۱۶ تا ۲۵ ویں حدیث

سولھویں[16] حدیث

۱۶ـ انبیاؑ اور حضورؐ کے معجزات

حضورؐ نے فرمایا کہ جو نبی بھی گزرا۔ اسے اس قدر معجزات عطا کیے گئے جس قدر لوگ اس پر ایمان لاتے اور جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے۔ وہ ایک وحی ہے جس کی تلاوت ہوتی ہے۔

حضرت دباغ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ انبیاؑ کے معجزات ان کی اپنی اپنی ذات اور شخصیات اور متعلقات کے مطابق ہوتے ہیں۔ بعض معجزات بڑھاپے میں عطا کیے جاتے۔ بعض بچپن سے ہی ان کی ذات اور شخصیت کے ساتھ ساتھ ترقی پاتے رہے۔ حتیٰ کہ کبر سنی میں ان کا ظہور ہوتا۔

حضورؐ کے معجزات :-

مگر حضورؐ کے معجزے اپنی ذات یا شخصیت سے نہیں تھے۔ بلکہ اللہ سے تھے اسی لیے حضورؐ کی ذات، شخصیت، عقل، نفس، روح اور سر اس قدر قوت اور قدرت لیے ہوئے ہیں کہ تمام انبیاء پر تقسیم کی جائے تو وہ اٹھا نہ سکیں۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ میرا معجزہ وحی ہے۔ یعنی آپ کا معجزہ دوسرے انبیاء جیسا نہیں ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء کے معجزے جلیل القدر اور شان دار تھے۔ لیکن حضور کا معجزہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ کیوں کہ وہ حق سے ہے۔ نہ کہ آپؐ کی ذات یا شخصیت سے۔

صحابہؓ کی خواہش ہوتی کہ دوسرے انبیاء کی طرح حضورؐ سے بھی معجزے صادر ہوں۔ حضورؐ ایک طرف صحابہ کی خواہش دیکھتے اور دوسری طرف مولا کریم کی عنایات اپنی ذات اور شخصیت میں دیکھتے تو آپؐ کو بڑی شرم آتی۔ حضرت دباغ

marfat.com

فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ شاید اس مثال سے واضح ہو کہ کسی کو بادشاہ اپنا تمام ملک اور اختیار دے دے کہ جیسا چاہے تصرف کرے۔ اور اس کا کوئی دوست اس سے خواہش کرے کہ فلاں گاؤں میں تصرف کر کے دکھلائیں ۔ یا پھر ایک اور مثال کہ کوئی بادشاہ اپنے بچوں کو لعل و جواہر بطور شہزادگی کی نشانی کے دے کر پرورش کے لیے مختلف جگہوں پر بھیج دے۔ لیکن حضورؐ کی مثال اس بچے کی سی ہے جسے بادشاہ اپنے پاس رکھ لے اور خود ہی اس کی تربیت و نگہداشت کرے۔ باپ کے اسرار و کمالات کا اثر جس قدر پاس رہنے والے بچے پر ہو گا۔ دوسروں پر کہاں۔

غرضیکہ حضورؐ کی ذات اور شخصیت کی خصوصیات بھی کسی اور کے حصے میں نہیں آسکتیں۔

سترہویں حدیث

۱۷۔ مشاہدۂ نبی کریم اور فرمان کہ میں مخلوق کے لئے رحمت ہوں

حضرت دباغ نے فرمایا کہ مشاہدہ اپنی اپنی معرفت کے مطابق ہوتا ہے اور حضورؐ کو معرفت اس وقت سے حاصل ہو چکی تھی ۔ جب حبیب اپنے محبوب کے پاس تھے اور کوئی تیسرا ان کے پاس نہ تھا۔

حضورؐ پہلی تخلیق اور پہلے نبی ہے۔

حضور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا ہوئے ۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوحِی (اللہ نے سب سے پہلے میری روح تخلیق کی۔) یا مختلف احادیث میں

marfat.com

فرمایا کہ میں نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے یا آدم روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے۔

نبوت سے پہلے چالیس سال اور مشاہدہ :-

چنانچہ حضورؐ کی روح اللہ کے انوار اور عرفان سے ابتدائے آفرینش سے ہی سیراب ہو چکی تھی۔ اور اس دنیا میں جب آپؐ کی روح آپؐ کی ذات یا جسم میں داخل ہوئی تو رضا و رغبت اور محبت سے بھرپور تھی۔ اور یوں ذات یا جسم شریف کو اپنے انوار، معارف اور اسرار سے فیضیاب کرتی رہی۔ حتیٰ کہ حضورؐ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو وہ پردہ جو ذات یا جسم اور روح کے درمیان تھا، کلیتاً اٹھ گیا۔ حجاب ختم ہو گیا تو حضورؐ کو وہ مشاہدہ حاصل ہوا جسے کوئی اور برداشت نہیں کر سکتا۔ اور آپؐ خود بھی پسینہ اور بخار میں مبتلا ہوئے۔

حضورؐ کا مشاہدہ ایسا کہ آپؐ آنکھوں سے دیکھتے کہ اللہ کی ذات ہی تمام مخلوقات کی محرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہر شے میں جاری و ساری ہے مخلوقات فقط برتن اور ظروف ہیں۔ جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اور تمام مخلوقات آپؐ کی نگاہ میں خالی اجسام اور تصویریں تھیں۔

حضورؐ کی رحمت اور شفاعت :-

چنانچہ جب پردے اٹھ گئے۔ ظاہر و باطن کی توحید قائم ہو گئی اور آپؐ کو خلعت رسالت کے بوجھ سے نوازا گیا تو یہ مشاہدہ آپؐ کو اس لیے میسر آ گیا کہ آپؐ مخلوقات کے لیے مجسم رحمت بنیں۔ مخلوق کے کسی فعل کو بھی ان کی جانب سے خیال کر کے بددعا نہ دیں۔ جس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔ جس طرح پہلے انبیاء نے اپنی امتوں میں نہ ماننے والوں کے ساتھ کیا۔

اسی لیے حضورؐ نے دعا کرنے میں جلدی فرمائی۔ اور حضورؐ کی اپنی امت کے لیے شفاعت کی دعا قیامت کے دن پر اٹھا رکھی گئی ہے۔ اور اللہ کا فرمان

رہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ القرآن) اور حضورؐ کا فرمان ہے کہ

رمیں مخلوق کے لیے رحمت کا تحفہ ہوں۔ الحدیث) حضورؐ کی رحمت کی شان کا اعلان

marfat.com

کرتے ہیں۔

یہ مشاہدہ تو ابتدائی زمانہ کا حال تھا۔ جبکہ ہر لحظہ حضورؐ کی ترقی ہو رہی ہے اور آپؐ کے عروج کی کیفیت جو جاری و ساری ہے وہ تو بیان سے باہر ہے۔ حضورؐ جسم کے ساتھ آج تک زندہ رہتے تو بھی کسی ایک مقام پر نہ ٹھہرتے بلکہ متواتر بلند ہوتے جاتے جس کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔

انبیاء کا مشاہدہ :-

میں نے عرض کیا کہ اس مشاہدہ سے تو کوئی نبی بھی خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ بات اگر صرف ایمان بالغیب کی ہے تو وہ تو عام مومنوں کے لیے بھی ہے۔

فرمایا۔ بے شک تمام انبیاء کو یہ مشاہدہ حاصل ہوا۔ مگر اس طرح نہیں جس طرح حضورؐ کو کہ ان کے تمام پردے ہٹ گئے تھے۔

پھر حضرت دباغ نے ایسے کشفی حقائق بیان فرمائے جن کے سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔

حضورؐ کی شان :-

آخر میں فرمایا۔ قرآن کے انوار، معارف اور اسرار اس قدر دقیق و لطیف اور قوی ہیں کہ حضرت موسےؑ داؤدؑ اور عیسٰیؑ جو سب صاحب کتاب ہیں۔ نزولِ قرآن کے زمانہ تک جسم میں زندہ ہوتے تو حضورؐ پر ایمان لاتے۔ ان کی تابعداری کرتے اور آپؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے۔

مولف کہتا ہے کہ حضورؐ کی ایک حدیث بھی اسی معنیٰ کی ہے۔ جب فرمایا کہ اگر موسیٰؑ و عیسٰیؑ زندہ ہوتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔ اور اس حدیث پر ابن حجر نے فتح الباری میں مختلف طریقوں سے بحث کی ہے۔

marfat.com

اٹھارویں حدیث

۱۸- حضورؐ کا قسم توڑنا

میں نے حضرت دباغؒ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ جس میں اشعرین نے حضورؐ سے اونٹ مانگے۔ تو فرمایا۔ اللہ کی قسم تم کو سواری کے لیے اونٹ نہ دوں گا اور نہ میرے پاس ہیں کہ تم کو دوں۔ مگر پھر آپؐ نے ان کو اونٹ دے دیئے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ بے شک حضورؐ کی زبان سے ہمیشہ سچ اور حق بات نکلا کرتی۔ مگر آپؐ کا باطن جس حال میں ہوتا اور جس قسم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتا آپؐ کی بات اس کے مطابق ہوتی۔

مشاہدۂ حق کی تین سطحیں ہے۔

حضور جو فرماتے۔ وہ مندرجہ ذیل تین قسم کے مشاہدوں سے باہر نہ ہوتیں۔

۱- ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ:- اس مشاہدہ کی کیفیت اور لذت بیان سے باہر ہے۔ اس مشاہدہ کا کوئی اور متحمل نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی اور لذت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ جنت میں دیدارِ الٰہی اس کی مماثلت کرے گی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیں کہ کوئی با سطوت و باجلال بادشاہ کسی عام آدمی کو بلا کر اس سے بے تکلف خوش طبعی کی باتیں کرے۔ اسے گلے لگائے ساتھ کھلائے، پلائے اور سلائے تو اس شخص کو کتنی خوشی اور انبساط ہوگا۔

اس مشاہدہ میں سکون، آرام، خوشی اور شرح صدر کے علاوہ ایسی لذت حاصل ہو گی جو اس کی رگوں، خون، ہڈیوں اور روئیں روئیں میں سرایت کر جائے گی۔ لذت جماع اس لذت کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہوسکتی۔ اور یہ لذت تصور میں نہیں آسکتی۔

(۲) صفاتِ الٰہی کا مشاہدہ:- حضور کبھی اللہ کی قوت اور قدرت میں مستغرق ہوجاتے۔

marfat.com

جس سے خوف اور بے چینی لاحق ہو جاتی۔ ہر دو نوں مشاہدوں میں آپؐ مخلوق سے بیگانہ ہو جاتے۔ اس کی مثال اسلحہ سے لیس با جبروت بادشاہ کے سامنے ایک عاجز بندہ کی ہے جو اپنی بے ثباتی اور کم مائیگی کے مارے بادشاہ کے ڈر، خوف اور بے چینی میں مبتلا ہو جائے۔ پہلے مشاہدے میں کچھ خواب کی صورت پائی جاتی ہے اور دوسرے میں بیداری اور ہوش کی کیفیت ہوتی ہے۔

۲۔ ذات وصفاتِ الٰہی کا مشاہدہ مخلوقات میں :-

حضور اللہ کی قدرت اور افعال کو مخلوق میں جاری وساری پاتے۔ اس مشاہدہ میں ذاتِ باری کو اپنے باطن کی بجائے اللہ کے افعال میں دیکھتے۔ اور اسی حالت اور کیفیت میں احکام شرعی اور تعلیم و تربیت اور ابلاغ کی ذمہ داری پوری فرماتے۔ اسی حال کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔ جب فرمایا کہ "میرے دل پر کبھی کبھی بادل چھا جاتے ہیں تو اللہ سے استغفار کرتا ہوں"۔

مندرجہ بالا حدیث کا اشارہ دوسری قسم کے مشاہدے سے ہے۔ یعنی حضور ذاتِ باری کی قدرت کے مشاہدہ میں غرق تھے کہ اشعریین کو اپنے مشہود یا اللہ کی قسم دے کر کہا کہ نہ میرے پاس ہیں اور نہ تمہیں اونٹ دوں گا۔ اور یہ بات تھی بھی درست۔

لیکن جب آپؐ اس حالت سے نکل کر خلق میں مشاہدۂ حق کی طرف آئے اور اونٹ بھی آ گئے۔ تو آپؐ نے اس مشاہدہ کے مطابق عمل کیا۔ اور اونٹوں کی آمد کو اللہ کی طرف سے دیکھتے ہوئے اطاعتِ الٰہی کی۔ اور حقوق بھی ادا کر دیئے۔ اشعریوں کو بلا بھیجا۔ اور انھوں نے آپؐ کو آپؐ کی قسم بھی یاد دلائی تو آپؐ نے کچھ یوں جواب دیا کہ جو قسم میں نے کھائی تھی وہ اس وقت کے مشاہدہ اور حال کے مطابق تھی۔ اور اب بھی یہ اونٹ میں نے تمہیں نہیں دیئے بلکہ اللہ نے دیئے ہیں۔ اور یہ سب کچھ حق اور درست ہے۔

حضورؐ کا کفارۂ قسم :-

میں نے عرض کیا تو پھر آپؐ نے قسم کا کفارہ کیوں دیا؟ جیسا کہ فرمایا کہ اگر میں کسی بات کی قسم کھالوں اور پھر اس کے خلاف بہتر سمجھوں تو قسم کا کفارہ ادا کر کے بہتر بات پر عمل کروں گا

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ سے اس موقع پر قسم کا کفارہ ادا کرنا نہ ثابت ہے اور

marfat.com

نہ دیا۔ لیکن حضور کا کفارہ دینے کا فرمان صحیح ہے۔

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ اکابر مثلاً حضرت حسن بصریؒ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔ بڑے بڑے محدثین مثلاً قاضی عیاض، نووی اور عراقی (حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی، وفات ۸۰۵ھ ۱۴۰۲ء) کی بحث کا ماحصل تقریباً وہی ہے جو حضرت دباغ نے فرمایا۔ مگر حضرت کی بنیاد مشاہدہ و معائنہ کی بنیاد پر ہے۔

فرمایا۔ کسی کو بھی پہلے اور دوسرے مشاہدے پر دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ تیسرے مشاہدہ کی طرف آنا ضروری ہے۔ تاکہ آرام ملے۔ چنانچہ حضورؐ جب تیسرے مشاہدہ کی طرف نزول کرتے تو آپ استغفار کرتے۔ پھر حضرت نے کچھ ایسے اسرار بیان فرمائے جن کو افشا نہیں کیا جا سکتا۔

انیسویں^۱۹ حدیث

۱۹۔ کھجور کو پیوند لگانا

صحیح مسلم کی حدیث کے متعلق میں نے پوچھا۔ روایت ہے کہ حضورؐ ایک بار صحابہؓ کے پاس سے گزرے جب وہ کھجوروں کو پیوند لگا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کھجوروں کی اس طرح اصلاح کی جاتی ہے۔ فرمایا۔ اگر ایسا نہ کرو تب بھی پھل اچھا آئے گا۔ چنانچہ صحابہ نے پیوند نہ لگایا۔ مگر اگلا فصل اچھا نہ آیا۔ اور حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا۔ کھجوروں کو کیا ہو گیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ آپؐ ہی نے تو ایسے فرمایا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم اپنی دنیا کو بہتر جانتے ہو"۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ کہ حضورؐ کا فرمانا کہ اگر تم پیوند نہ بھی لگاؤ تو بھی اچھا پھل آئے گا۔ بالکل حق اور صحیح ہے۔ جو آپؐ نے اپنے ایمان و یقین کی بنیاد پر فرمایا۔

marfat.com

اللہ فاعلِ مطلق اور اسباب دھوکا یا سراب :-

حضورؐ نے صحابہ کو پیوند کے بارے میں جو کچھ فرمایا۔ وہ آپؐ کا ذاتی مشاہدہ تھا کہ فاعلِ مطلق اللہ ہی ہے۔ اللہ کا فعل تمام چیزوں اور کاموں میں براہِ راست اور بغیر کسی سبب کے جاری و ساری ہے۔ چنانچہ نہ کسی ذرہ کو سکون ملتا ہے۔ نہ بال حرکت کرتا ہے، نہ دل کا اضطراب، نہ رگ میں پھرک، نہ پلک کی جھپک اور نہ ابرو کا اشارہ مگر سب اللہ ہی کے افعال ہیں۔

مشاہدہ اور ایمان بالغیب کا فرق :-

حضور کا مشاہدۂ حق یوں سمجھ لیجئے جیسے عام آدمی محسوسات کا احساس کر لیتا ہے سوتے جاگتے آپؐ مشاہدہ کی کیفیت میں ہوتے (جیسا کہ آپؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں۔ دل نہیں سوتا۔) یوں آپؐ کا قلب متواتر مشاہدہ میں لگا رہتا ——— لامحالہ ایسی ہستی ایمان بالغیب سے ترقی کر کے مشاہدہ اور معائنہ کی کیفیت میں رہتی ہے اور ایسے بندے کے نزدیک اللہ کا فرمان وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ نے تمہیں تخلیق کیا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اسے بھی تخلیق کیا۔ محض عقیدہ نہیں بلکہ مشاہدۂ دائمی ہوتا ہے۔ پس مشاہدہ سے منصوف شخص اس قرآنی آیت پر پختہ یقین رکھتا ہے اور کسی فعل کو غیر اللہ سے نہ منسوب کرتا ہے اور نہ اس قسم کا وسوسہ تک اس کے دل میں گزرتا ہے۔

اللہ ہی ہمارے افعال کا فاعل :-

ایسا پختہ ایمان اور یقین میسر آجائے کہ اللہ ہی تمام افعال کا اصل فاعل ہے۔ تو پھر کرامات اور معجزات کا ظہور ہوتا ہے اور کام خود بخود ہونے لگتے ہیں۔ یہ ایک رازِ الٰہی ہے۔ اور تمام اسباب و وسائل اٹھ جاتے ہیں۔ چنانچہ جس ہستی کو یہ مقام حاصل ہو اگر وہ اسباب کو قطعاً وزن نہ دے اور تمام افعال کو مسبب الاسباب اور رب الارباب سے منسوب کرے کیوں کہ وہ واقعی ایسا ہی دیکھتا ہے تو اس کا قول حق اور بات سچ ہوگی۔

ایمان بالغیب :-

مگر جس شخص کو صرف ایمان بالغیب حاصل ہو اور اسے مشاہدہ میسر نہ ہو۔ تو

marfat.com

اس کے لیے وَاللہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ جیسی آیت کا یقین اور مشاہدہ نہ ہوگا۔ فقط عقیدہ ہوگا۔

ایمان بالغیب رکھنے والا مومن ایک طرف تو اپنے عقیدہ کی وجہ سے زبان سے بھی اور ذہنی طور پر بھی اس آیت کے معنیٰ کے تحت افعال کو اللہ سے ضرور منسوب کرتا ہے کہ ایمان بالغیب کا یہی تقاضا ہے اور اللہ کی طرف سے بخشا ہوا ایمان اسے اسی طرف کھینچتا ہے لیکن طبعی کشش یا کھچاؤ اسے اپنے ظاہری مشاہدہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ کہ چھوٹے بڑے فعل کا ظاہری فاعل وہ کسی نہ کسی مخلوق کو دیکھتا ہے۔ جو باطل ہے اور یوں وہ مخلوق اور باطل کی طرف ہی جھکا رہتا ہے ۔ اس طرح وہ ان دو باتوں میں الجھا رہتا ہے۔ کبھی ایمان بالغیب کی قوت غالب آجاتی ہے تو گھڑی دو گھڑی کے لیے آیت مذکورہ کا مفہوم اس میں بس جاتا ہے اور کبھی طبعی اور ظاہری مشاہدہ غالب آجاتا ہے تو اپنے اپنے حال کے مطابق دنوں اور مدتوں ایمان بالغیب کے مفہوم سے غائب اور غفلت میں رہتا ہے۔ اور مخلوق کو فاعل جانتے ہوئے، غم و غصہ، حسد اور خوشی وغیرہ کے مختلف جذبات میں مبتلا رہتا ہے۔

پیوند لگانے والے صحابیؓ کو چونکہ حضورؐ کا مقام، مشاہدہ اور یقین حاصل نہ تھا تو بغیر پیوند اور بغیر اسباب کے وہ پھل اور نتائج بھی نہ پا سکے۔ جس کی نشاندہی حضورؐ نے فرمائی اور جس کی ایک طرح سے حضورؐ نے انہیں رغبت بھی دلائی تھی۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مقام توکل ان صحابہ کی طاقت سے باہر ہے تو ان کو ان کے حال کے مطابق رہنے اور کرنے کی حکمت سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔ "تم اپنی دنیا کے امور سے زیادہ واقف ہو"۔

مؤلف کہتا ہے۔ اس حدیث کی مندرجہ ذیل اکابر علماء نے بھی تشریح کی ہے مگر ایسا عمدہ جواب نہ ہم نے سنا اور نہ پڑھا ہے۔ اور یہ توفیق اللہ ہی دیتا ہے۔

(۱) جمال الدین بن حاجب المعروف بابن الحاجب۔ مصنف۔ وفات ۶۴۶ھ = ۱۱۵۱ء۔

(۲) سیف الدین آمری۔ مصنف۔ وفات ۶۳۱ھ = ۱۲۳۳ء

(۳) صفی الدین محمد بن عبدالرحیم ہندی۔ مصنف۔ وفات ۷۱۵ھ

marfat.com

(۱۸) ابو حامد الغزالی۔

بیسویں[20] حدیث

۲۰- اذان پر شیطان کا بھاگنا

میں نے حضرت سے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ جب صلوٰۃ کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ جب اذان کے الفاظ کسی پاک ہستی کے منہ سے نکلتے ہیں تو جہاں تک آواز پہنچتی ہے۔ فضا میں ٹھنڈک اور نور پھیل جاتا ہے۔ جبکہ شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ اور ٹھنڈک اور آگ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

جنات :-

ایک بار فرمایا کہ جن سردی سے خوف کھاتے ہیں۔ گرم موسم میں بھی ٹھنڈی ہوا چلے تو وہ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ پانی سے بھی جن گھبراتے ہیں۔ تقدیر کے مارے اگر کوئی جن پانی میں چلا جائے تو پگھل کر ختم ہو جائے۔ جیسا کہ آگ میں آدمی جل کر فنا ہو جاتا ہے ——— چنانچہ جنات کی جہنم آگ والی نہیں بلکہ ٹھنڈ اور سردی کی ہو گی۔

اکیسویں[21] حدیث

۲۱- میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے

marfat.com

میں نے اس حدیث کا ذکر کیا۔ جب حضورؐ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں۔ اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" اور پوچھا کیا انوار و تجلیات کی نعمت کے بعد کھانے پینے کی حاجت نہیں رہتی۔

فرمایا۔ مراد رب کی معیت میں رہنا ہے۔ اور کھلانے پلانے سے مراد اللہ اپنے نبیؐ کو قوت بخشتا ہے۔ انوار و تجلیات سے پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر کسی نبی کا کھانا پینا بند کر دیا جائے تو نبی ضرور مر جائے گا۔ کہ مٹی کے جسم کے لیے مٹی سے پیدا ہونے والی غذاؤں کی ضرورت ہے۔ اسی لیے انبیاء کھاتے اور پیتے بھی ہیں اور بھوکے بھی رہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بائیسویں ۲۲ حدیث

۲۲۔ ولادتِ نبوی

ولادت دن کو یا رات کو؟

میں نے پوچھا کہ حضورؐ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو؟ کیونکہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ رات کو ہوئی۔ اور یہ جماعت عثمان بن ابی العاص ثقفی (صحابی جن کو حضورؐ نے طائف کا گورنر مقرر کیا) اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں بھی گورنر رہے۔ وفات ۵۱ھ ۔ ۶۷۱ء) کی حدیث جو اپنی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت موجود تھیں۔ پیدائش کے وقت تمام گھر نور سے بھر گیا۔ اور ستارے اتنے قریب آ گئے گویا کہ وہ مجھ پر گر جائیں گے۔ اس حدیث کی روایت بیہقی (ابوبکر بن حسین بیہقی اپنے زمانے کے یکتا محدث حاکم ابوعبداللہ کے شاگرد، عمر ۷۴ برس۔ وفات ۳۸۴ھ ۔ ۹۹۴ء) اور ابن السکن (محدث وفات ۳۵۳ھ ۔ ۹۶۴ء) سے بھی کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ستارے رات کو ہوتے ہیں۔

جبکہ دوسری جماعت نے مسلم وغیرہ کی احادیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ پیدائش نبوی فجر سے تھوڑی دیر بعد ہوئی۔ جبکہ ستارے موجود ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان میں ایک حدیث ضعیف ہے۔ لیکن فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ کی پیدائش طلوع فجر سے بہت پہلے شروع ہوئی۔ اور حضورؐ کی والدہ طلوع فجر کے وقت فارغ ہوئیں۔ یہی اوقات دعا کی مقبولیت کے ہیں۔ جس کی عظمت و بزرگی کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ اور یہ قبولیت دعا کا وصف قیامت تک رہے گا۔

غار حرا میں اولیا کی مجلس اور قبولیت دعاء کا وقت :-

فرمایا۔ اسی طلوع فجر کے آگے پیچھے جب حضورؐ کی پیدائش ہوئی۔ مکہ سے باہر غار حرا میں غوث، سات اقطاب، اہل دائرہ اور زمین کے اولیاء اکٹھے ہوتے ہیں۔ انہی لوگوں کی بدولت امت محمدیہ کو مدد حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جس کی تہجد اور دعا ان اولیاء کی تہجد اور دعا سے موافقت کھا جائے۔ اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور حاجت روائی کرتا ہے۔

فجر مکہ کے وقت اٹھنے کا گُر :-

حضرت دباغ سے واقفیت سے پہلے میں سورہ کہف کی آخری آیت پڑھ کر سوتا۔ اور سولہ سال تک میری آنکھ اس عمل سے وقت پر کھل جاتی۔ لیکن بعد میں حضرت دباغ ہمیں اس قبولیتِ دعاء کی گھڑی سے پہلے جگا دیتے۔ اور میں نے سنا ہے کہ دوسرے ممالک میں بھی لوگ مکہ کی فجر کے مطابق اٹھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

ولادت نبویؐ کا ماہ اور دن :-

میں نے عرض کیا کہ حضورؐ کی ولادت کے ماہ اور دن میں علماء کا اختلاف ہے۔ کوئی ماہ صفر بتاتا ہے تو کوئی ربیع الآخر۔ رجب، رمضان اور عاشورہ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں۔

فرمایا حضورؐ کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ اور ربیع الاوّل کی دو، سات نو اور بارہ تاریخوں کے اختلاف میں سات ربیع الاوّل کی رات صحیح ہے۔

ولادت نبویؐ کا سال اور مدتِ حمل :-

میں نے ولادت کے سال کے متعلق علماء کے اختلاف کا ذکر کیا کہ بعض کہتے ہیں عام الفیل میں ہاتھیوں کے واقعہ سے پچاس دن بعد ہوئی۔ بعض اس سے پچپن ۵۵ ماہ بعد بعض چالیس ماہ بعد۔ بعض دس سال بعد اور بعض پندرہ سال بعد بتاتے ہیں۔

marfat.com

فرمایا۔ حضورؐ کی ولادت عام الفیل میں ہاتھیوں کے آنے سے پہلے ہوئی۔ اور حضورؐ کے وجود پاک کی بدولت ہاتھیوں کو مکہ سے بھگا دیا گیا۔ میں نے پوچھا۔ نہیں ورنہ آپ دن کا تعین بھی بتا دیتے۔

دریافت کرنے پر حضرت دباغؒ نے حضورؐ کی مدتِ حمل دس ماہ بتائی۔

تیئسویں (۲۳) حدیث

۲۳ حضورؐ کی چند خصوصیات از احادیث

۱۔ بغل کے بال:۔

ان کے بارے میں میں نے علماء کے اختلاف کا ذکر کیا تو حضرت دباغ نے فرمایا۔ کہ حضورؐ کی بغل میں اتنے بال نہ تھے کہ نوچے جا سکیں۔ اتنے کم بال تھے کہ بالوں کی معمولی سیاہی میں بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔ آپؐ کی چھاتی کے اوپر کے حصہ اور کندھوں پر بال زیادہ تھے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ ابرو:۔

اس بارے میں روائتیں بیان کر کے پوچھا۔ تو فرمایا۔ حضورؐ کے ابرو آپس میں ملے ہوئے نہ تھے۔

۳۔ چال:۔

میرے روائتیں بیان کرنے پر حضرت دباغ کوئی ساٹھ قدم چلے اور فرمایا حضورؐ اس طرح چلا کرتے تھے۔ اور آپ دائیں بائیں جھک کر اس خوبصورتی اور خوبی سے چلے کہ میری عقل اڑنے کو تھی۔

۴۔ ڈاڑھی:۔

روایات کے اختلاف کا ذکر کر کے پوچھا تو حضرت دباغ نے فرمایا کہ حضورؐ کی ڈاڑھی گھنی تھی اور ساتھ ہی ٹھوڑی متوسط طور پر لمبی تھی۔ اور جہاں رخسار اور ٹھوڑی ملتے ہیں وہاں ریش مبارک ہلکی تھی۔

marfat.com

۵۔ سفید بال، خضاب اور چونہ:۔

روایات کے ان اختلافات کا پوچھا تو فرمایا حضورؐ کے سر کے بال کبھی لمبے ہوتے تھے اور کبھی چھوٹے۔ پیشانی کے پاس بال کتر دیتے تھے۔ حج کے سوا کبھی بال نہیں منڈائے۔ نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان تقریباً پانچ بال سفید تھے۔ کچھ کنپٹیوں میں بھی سفید بال تھے اور ٹھوڑی میں اس میں کچھ زیادہ۔ حضورؐ نے مہندی سے ڈاڑھی کو خضاب لگایا مگر مکہ میں بطور فاتح داخل ہوتے وقت اور چند بار مدینہ میں۔ آپؐ نے چونہ کا استعمال کیا۔ جو حضرت خدیجہؓ اور عائشہؓ تیار کرتی تھیں۔

۶۔ شق صدر:۔

احادیث کے اس اختلاف کے بارے میں پوچھا کہ حضورؐ کا شق صدر کتنی بار ہوا۔

فرمایا۔ شق صدر مندرجہ ذیل تین بار ہوا۔

(ا) پہلی بار حلیمہ کے پاس بچپن میں جب سینہ مبارک سے شیطانی حصہ نکال دیا گیا۔ کیونکہ ذاتِ ترابی اور مٹی کے جسم کا تقاضا ہے کہ حکم کی مخالفت کرے اور خواہشات کے پیچھے چلے۔

(ب) دوسری بار لڑکپن کی دس برس کی عمر میں۔ جس سے بے ہودہ وساوس جڑ سے نکال دیئے گئے۔

(ج) تیسری بار نبوت کے وقت چالیس برس کی عمر میں۔ میں نہ پوچھ سکا کہ اس مرتبہ کون سی چیز نکالی گئی۔

فرمایا۔ بہت سی احادیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کی رات بھی شق صدر ہوا مگر یہ درست نہیں ______ شقِ صدر نہ کسی اوزار سے کیا گیا، نہ خون بہا، نہ کچھ کاٹا گیا، نہ سلائی کی گئی۔ نہ حضورؐ کو تکلیف ہوئی۔

مؤلف کہتا ہے کہ حلیمہ کے پاس والے شق صدر پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے، دس سال کی عمر والے شقِ صدر کا ذکر ابو ہریرہ کی حدیث عبد اللہ[1] بن امام احمد نے

---

[1] عبد اللہ، لقب زاہد، پیدائش ۲۱۳ھ = ۸۲۸ء۔ وفات ۲۹۰ھ = ۹۰۲ء

marfat.com

اپنے والد سے سُن کر روایت کی ہے۔ اور بعثت کے شق صدر کا ذکر ابو داؤد[1] طیالسی نے اپنی مسند میں، ابو نعیم[2] نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کیا ہے
مگر شب معراج کے شق صدر سے بعض نے انکار کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا ذکر صرف شریک بن عبداللہ[3] بن ابی نمر کی روایت میں ہے اور شریک منکر الحدیث ہے۔ جبکہ ابن حجر کے مطابق یہ شق صدر اوروں کی روایت سے صحیحین میں ثابت ہے۔

ابوذر غفاریؓ۔

ابوذر غفاری کی حدیث سے بھی معراج کا شق صدر ثابت ہے۔ (جو حضورؐ پر پانچویں ایمان لانے والے ہیں پہلے بھائی کو مکہ بھیجا جس نے آکر بتایا کہ حضورؐ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور ان کا کلام نہ شعر ہے نہ کاہنوں کی زبان۔ پھر خود مکہ آئے مگر کسی کو نہ دل کی بات بتائی۔ نہ کسی سے حضورؐ کے متعلق پوچھا۔ خود تلاش کرتے رہے۔ رات خانہ کعبہ میں پڑ رہے۔ حضرت علیؓ آئے تو انہیں گھر لے گئے۔ اسی طرح تین دن رات گزر گئے مگر دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی۔ آخر حضرت علیؓ نے پوچھا تو کون ہے اور مکہ کیوں آیا ہے۔ تو مدعا بتایا اور پھر صبح جا کر حضورؐ پر ایمان لے آئے۔ حضورؐ نے خاموشی سے واپس لوٹ جانے کو کہا۔ مگر نہ مانے اور کعبہ ہی میں ایمان کا اعلان کر دیا۔ اور قریش سے خوب مار کھائی۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا اور مار کھائی۔ پھر وطن چلے گئے۔ ایمان لانے سے پہلے اور بعد بھی رہزنی کرتے رہے۔ مدینہ ہجرت کی۔ وفات ۳۱ھ = ۶۵۱ء)
حضرت دباغ اُمّی ہوتے ہوئے بھی خالص کشف کی بنیاد پر معراج کے شق صدر سے انکاری ہیں۔ جو صحیح ہے اور ابن حجر نے بھی کتاب توحید میں یہی نتیجہ نکالا ہے۔

---

[1] ابو داؤد، فارسی النسل محدث، تیز حافظہ، وفات ۲۰۴ھ = ۸۱۹ء

[2] ابو نعیم، محدث، مصنف۔ پیدائش ۳۳۴ھ = ۹۴۵ء وفات ۴۳۰ھ = ۱۰۳۸ء
عمر ۹۶ برس

[3] عبداللہ ابی نمر بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ بعض نے ضعیف۔ یحییٰ بن سعید ان کی حدیث نقل نہیں کرتے تھے۔

marfat.com

۷۔ انگلیاں:۔

فرمایا۔ حضورؐ کے پاؤں کی شہادت کی انگلی پاؤں کی درمیانی انگلی سے بڑی تھی۔ مگر ہاتھوں کی یہ انگلیاں برابر تھیں۔

چوبیسویں حدیث

۲۴۔ حضورؐ کو جبرائیل کا تین بار بھینچنا

میں نے دریافت کیا کہ پہلی بار جب جبرائیل قرآن کی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ لے کر آئے تو تین بار حضورؐ کو بھینچا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) جبرائیل نے پھر آپ کو زور سے بھینچا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟

حضورؐ کا بلند مقام:۔

فرمایا۔ پہلی بار اس لیے بھینچا کہ حضورؐ کو جبرائیل اپنے لیے اللہ کی رضا کا ایسا وسیلہ بنانا چاہتے تھے۔ جس کے بعد اللہ کی کوئی ناراضگی نہ ہو — دوسری بار اس لیے کہ جاہ محمدیؐ میں داخل ہو اور حضورؐ کے جمال کی پناہ اور سائے میں آجائے — اور تیسری بار اس لیے کہ حضورؐ کی امت میں شامل ہو جائے۔

اقرأ:۔

فرمایا۔ اقرأ یا پڑھو سے مراد ہے کہ کلام قدیم کو اپنی حادث (جسمانی) زبان سے لوگوں تک پہنچا دیں۔ کیونکہ اسی مقام پر اسی وقت تمام قرآن نازل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ — ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لیے ہدایت اور صحیح راہ کی کھلی اور بین باتیں اور فرقان ہے)

اقراء سے جبرائیل کی مراد یہ تھی کہ حضورؐ قرآن کے قدیم اور ازلی معانی جو روز ازل آپؐ کو حاصل ہوئے تھے۔ وہ بھی لوگوں کو پہنچا دیں۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ میں

marfat.com

پڑھا ہوا نہیں ہوں سے حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ اتنی بڑی ذمہ داری کی طاقت حادث یا جسمانی زبان نہیں رکھتی۔ اس پر جبرائیل نے حضورؐ کو سکھایا کہ کس طرح جسمانی زبان سے کلام قدیم لوگوں تک پہنچائیں۔ اور اسی وجہ سے حضورؐ کو جبرائیل سے محبت تھی۔

پھر حضرت دباغ نے اس بارے میں وہ وہ باتیں بیان کیں کہ ہماری عقلیں حیران رہ گئیں۔ تقریباً سارا دن اس بیان کو جاری رکھا اور ایسے راز بیان فرمائے کہ ان کا لکھنا روا نہیں۔ واللہ اعلم۔

پچیسویں(۲۵) حدیث

۲۵- حضورؐ کے صحابیؓ اور قرآن

حدیث اَرَأیتکم لیلتکم ہٰذہ .... (کیا تم نے لوگوں نے اپنی رات کو یہ دیکھا ......) کے متعلق دریافت کیا جس میں حضورؐ نے سو سال تک قرآن کے ختم ہو جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ قرب وفات سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے حضورؐ نے یہ حدیث فرمائی۔ درحقیقت یہ آپؐ کی روح کا کلام ہے جو آپؐ کی ذات یا شخصیت کو تسلی اور آرام دینے کی خاطر آپ کی روح نے ظاہر کیا۔

اس پر میں نے دریافت کیا کہ کیا اس حدیث کی بنیاد پر ان لوگوں کی تکذیب کی جا سکتی ہے جو دو، چار یا آٹھ سو سال تک زندہ رہنے اور حضورؐ کے صحابہ ہونے کے مدعی رہے ــــــ مثلاً عکراش[1] یا معمر غربی (جن کا حال معلوم نہ ہو سکا) یا رتن ہندی[2]

---

[1] عکراش بن ذویب بن حرقوص جن سے ایک یا دو احادیث مروی ہیں۔ صحابی تھے۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔

[2] رتن۔ بھٹنڈہ کے بابا رتن جن کو آٹھ سو سال عمر پانے والا صحابی بتایا جاتا ہے۔ لیکن ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے۔

marfat.com

وغیرہ صحابی کہلائے جاتے ہیں ـــــ حافظ ابن حجر، شمس الدین سخاوی (مصنف شارح وفات ۹۰۲ھ یہ ۱۴۹۶ء) اور حافظ سیوطی نے اپنی کتابوں میں اس معاملہ پر بھی خاصی بحث کی ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ صحابہ کی تعداد کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کچھ تو حضورؐ کی وفات سے پہلے ہی دنیا میں پھیل گئے تھے۔ کچھ وفات کے بعد اور ایک جماعت دنیا میں چکر لگاتی رہی ـــــ اس حدیث میں وہ خاص صحابہ مراد ہیں جو مشہور ہیں ـــ کشف سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

پھر ہیں نے پوچھا۔ کیا حراجہ کے لوگ صحابی تھے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے ان سے بربری زبان میں گفتگو کی۔ اس کا ذکر احمد شہاب الدین خفاجی نے شرح شفاء (یہ شرح ۱۰۵۸ھ یہ ۱۶۴۸ء میں ختم ہوئی ـ انہوں نے بہت سی تصانیف کی ہیں یکمل فہرست نہ ہونے کی وجہ سے مترجم کو بربروں کا واقعہ تو نہ مل سکا۔ لیکن مصارہ کا اسی قسم کا واقعہ لکھا ہے کہ انھوں نے حضور سے اپنی زبان میں باتیں کیں۔ اور ایمان لاکر واپس چلے گئے۔) میں بغیر کسی متصل سند کے کیا ہے۔ اور کئی آئمہ نے اسے عجیب وغریب خیال کیا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ لوگ صحابہ نہیں ہیں۔ اہل بصیرت پر نورِ صحبت چھپا نہیں رہتا۔ بلکہ تمام مغرب (مراکو وغیرہ) میں کوئی صحابی نہیں۔ واللہ اعلم۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت دباغ اُمّی اور غیر تعلیمیافتہ ہونے کے باوجود فقط کشف سے ایسے حقائق اور شمائل واوصافِ نبویؐ سے واقف تھے کہ محدثین اور سیرت نگار بڑی کاوشوں کے بعد صحیح نتائج پر پہنچتے۔ چنانچہ مسلم میں امام جابرؓ[۱] سے بھی اس حدیث کے متعلق یہی روایت ہے کہ حضورؐ نے وصال سے ایک ماہ قبل یہ بیان فرمائی۔

---

[۱] جابر بن عبد اللہ پایہ کے صحابی۔ بدر اور احد سمیت ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے۔ حضورؐ نے لیلۃ البعیر میں ۲۵ مرتبہ ان کیلئے دعائے مغفرت کی۔ وفات ۷۸ھ = ۶۹۷ء

marfat.com

فصل سوم

باب ۲۴ ــــــــ قرآنی آیات اور اسرارِ الٰہیہ

۱۔ سورۂ اعراف آیت ۱۹۰

اولاد کے شرک کا عتاب باپ پر بھی

اس آیت میں اللہ نے آدم و حوا کے قصہ میں فرمایا۔ فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا ۚ فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ (جب اللہ نے ان دونوں کو صالح (اولاد) دے دی تو دونوں نے اللہ کے دیئے ہوئے میں اس کے شریک بنا لیے۔ (حالاں کہ) اللہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں)

میں نے عرض کیا کہ حضرت آدمؑ اللہ کے نبی ہیں۔ وہ کیسے شرک کر سکتے ہیں؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہاں باپ یا حضرت آدمؑ کو شرک کرنے والی اولاد کی وجہ سے عتاب کا ذکر ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے زید کی اولاد کسی کے باغ کے پھل چرائے یا ویران کرے۔ اور باغ کا مالک آکر زید سے جھگڑے اور زید کو ذمہ دار ٹھہرائے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اللہ حضرت سے راضی ہو کہ اُمّی ہونے کے باوجود انھوں نے ایسا ہی فرمایا۔ جیسا حضرت عبداللہ بن عباس، حافظ سیوطی اور سید شریعت علی بن

marfat.com

جرجانی (شارح متوفی ۸۱۶ھ – ۱۴۱۳ء) جیسے اکابر اور علماء نے بیان فرمایا۔

۲۔ سورۂ بقر۔ آیت ۳۰

اپنے غور و فکر، تدابیر اور اعمال کو اپنے سے منسوب کرنا باعث ہلاکت

"...... أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط .... (اس آیت میں تخلیق آدم کے موقعہ پر فرشتے اللہ کو کہتے ہیں۔ ا۔...... کیا تو (زمین میں) اس کو لائے گا جو فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں.......)

میں نے عرض کیا کہ اس میں تو پاک فرشتوں سے غیبت کا شائبہ پایا جاتا ہے؟

فرمایا۔ نہ اس میں کوئی غیبت ہے۔ نہ فرشتوں سے یہ سرزد ہو سکتی ہے۔ فرشتوں کا مفہوم یہ تھا کہ اے اللہ! کیا تو ایسی مخلوق کو خلیفہ اور نائب بنانا چاہتا ہے جو تجھے نہیں پہچانتے اور تجھ سے حجاب میں ہیں جبکہ ہم تجھے جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، تیرا مشاہدہ اور قدر کرتے ہیں اور حکم عدولی نہیں کرتے۔ جس کے جواب میں اللہ نے فرمایا۔ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (القرآن) ——— کیونکہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اپنے علم کے مطابق۔ لیکن میرا علم اور میری قدرت ان کے حجاب دور کر دے گی۔ وہ میرا عارف بندہ بن جائے گا۔ اور اسے میرے متعلق اس قدر علم حاصل ہو جائے گا جس کی تم میں قدرت نہیں۔ اسی لیے فرمایا۔ "اور سکھائے آدمؑ کو تمام اسماء"۔ (قرآن)

میرے پوچھنے پر حضرت دباغ نے فرمایا۔ تمام ملائک نہیں بلکہ صرف ملائکہ ارضی (زمین کے فرشتوں) کو خطاب کیا گیا۔

مولف کتاب کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سمیت مفسرین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ابو اسحاق احمد ثعلبی نیشاپوری (متوفی ۴۲۷ھ – ۱۰۳۵ء) کی تفسیر بھی ——— اس کے بعد حضرت نے فرشتوں، اور ابلیس اور آدمؑ

marfat.com

کے متعلق ایسی تقریر کی کہ عقلیں عاجز آگئیں۔

فرمایا۔ فرشتوں نے خلیفہ اور نائب کے لفظ سے یہ اخذ کیا کہ بنی آدم خود رائے اور محجوب ہو گا اور فساد پھیلائے گا کیونکہ خلیفہ اور نائب کی شان یہی ہے۔ لہٰذا وہ تدبیر، انجام اور مصلحتوں میں غور و فکر کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے اور اللہ سے کٹ جاتا ہے دور ہو جاتا ہے جس سے وہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۳۔ سورۂ زمر۔ آیت ۵۵
حضورؐ اور قرآن احسن ہیں ان کا اتباع کرو۔

......وَاتَّبِعُوٓا اَحۡسَنَ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ط .... (اتباع کرو احسن کی جو نازل ہوا تمہاری طرف تمہارے رب سے......) کا دریافت کیا کہ اس آیت کا مفہوم تو یہ نکلتا ہے کہ گویا کہ قرآن کا کچھ حصہ احسن یا بہتر ہے اور کچھ غیر احسن اور اس بارے میں علماء کی مندرجہ ذیل مختلف آراء ہیں:۔

(۱) قرآن نے ایک جگہ کہا ہے کہ مظلوم ظلم کا بدلہ لے سکتا ہے۔ لیکن اگر صبر کرے تو احسن یا بہتر ہے کہ معاف کر دے۔

(۲) احسن سے مراد ناسخ اور حسن سے منسوخ ہے۔

(۳) بعض بندے مطیع ہیں اور بعض گناہ گار۔ اور مطیع کی تابعداری احسن ہے۔

(۴) امر بالمعروف یا جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تابعداری کرو۔ تو احسن ہے، نہ کہ جن کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

(۵) عزیمت کو اپنانا احسن ہے اور رخصت حسن ہے۔

لیکن علماء کے ان جوابات میں سے کوئی بھی آیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔ حقیقت کیا ہے؟

marfat.com

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ صحیح ہے کہ کسی جواب میں بھی نہ آیت کا سر ہے نہ نور۔ آیت کا راز اور نور یہ ہے کہ اگلی پچھلی کتابوں اور رسولوں میں سے احسن یعنی قرآن اور حضورؐ کی تابعداری کرو ـــــــ میں نے عرض کیا کہ اس سے تو یہ مطلب نکلا کہ قرآن احسن ہے اور توراۃ اور انجیل حسن ہیں اور وہ بھی ہماری طرف اتاری گئی)۔۔۔۔ فرمایا۔ حضورؐ کی رسالت و قرآن تمام اقوام کے لیے ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء اور کتب اپنی اپنی قوم کے لیے تھیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ بعض مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔

۴۔ سورہ نحل۔ آیت ۷۸

آیات میں سمع کو بصر سے پہلے کیوں رکھا گیا ہے؟

قرآن کی مختلف آیات مثلاً جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ ۔۔۔۔۔۔۔ (سورہ نحل آیت ۷۸)۔ تمہیں سننا، دیکھنا اور وجدان بخشا تاکہ تم شکر کرو۔) اور إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶۔ بے شک سمع اور بصر اور فواد ان تمام سے پوچھا جائے گا۔) وغیرہ دوسری آیت میں سمع (سننے) کو بصر (دیکھنے) سے پہلے رکھا گیا ہے۔ حالانکہ دیکھنا سننے سے زیادہ اہم مفید اور نفع بخش ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

حضرت دباغ نے فرمایا کہ دیکھنا سننے سے زیادہ اہم، مفید اور نفع بخش ہے۔ مگر سمع (سننے) کو بصارت (دیکھنے) سے ایک زاویئے سے فوقیت حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضورؐ کے پیغام اور مشن کو عوام تک پہنچانے کا اولین اور بنیادی ذریعہ سمع ہی ہے اور حضورؐ نے ابتدائی تعلیم و تبلیغ، دعوت، ایمان اور شریعت کی تمام باتیں لوگوں تک سمع کے ذریعہ پہنچائیں ـــ اور قرآن کا یہ فرمان کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۔ (جب تک ہم رسول نہ بھیجیں کسی کو عذاب نہیں دیتے۔) ثابت کرتا ہے،

marfat.com

کہ بعثتِ رسول یا پیغام لانے والے کے کام کی ابتدا سمع کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے سمع بصر سے پہلے آیا ہے۔

۵۔ سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۳۵۔ سورۂ نسآء۔ آیت ۱۱۰

ظالموں کیلئے جھگڑنا اور وکالت اپنے نفس پر ظلم

دو آیات میں ظلم نفس کا ذکر یوں ہے:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۵ ــــ اور جو لوگ جب فحش فعل کریں یا اپنے نفسوں پر ظلم کریں۔ تو اللہ کا ذکر کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں ....) ـــــــ اور ـــــــ

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (سورہ نسا، آیت نمبر ۱۱۰ ــ اور جو عملِ سُو کرتا ہے اور اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ پھر اللہ سے استغفار کرتا ہے۔ وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا) ـــــ چنانچہ میں نے پوچھا کہ ظلم نفس سے کیا مراد ہے؟

میں نے کہا کہ "فحش فعل" اور "عملِ سوء" ہر دونوں میں ظلم نفس شامل ہے تو پھر ان کے بعد ظلم نفس کا دوبارہ ذکر کیا معنیٰ؟ ـــــــ میں نے مفسرین کے اقوال بیان کیے کہ بعض نے فعل فاحشہ اور عمل سوء سے مراد گناہ کبیرہ لی ہے اور ظلم نفس سے صغیرہ گناہ لی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ فعل فحش اور سوء کا مطلب گناہ ہے اور ظلمِ نفس یہ ہوا کہ گناہ پر اصرار کیا جائے۔ مثلاً زنا پر اصرار کرنے والا صرف گناہ گار نہیں بلکہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ٹھہرا کہ اپنے عزم و اصرار سے اپنے نفس کے لیے اس نے عذاب کو بھی واجب بنا لیا۔ اور پھر بھی نفس کی خواہشات پوری نہ ہوئیں۔

ـــــــ پھر اس موضوع پر بہت بحث ہوئی۔

marfat.com

حضرت دباغ ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا۔ سیدی محمد بن عبدالکریم بصری (جو بصرہ میں تھے اور ہم یہ بحث مباحثہ فاس (مراکو) میں کر رہے تھے) فرماتے ہیں کہ ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ جاہلیت اور حضورؐ کے عہد میں بھی عرب ظالم کی حمایت کرنے اور اسے الزام سے بری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالاں کہ ان کو ظلم و زیادتی کا علم ہوتا۔ چنانچہ اصل چور یا مجرم تو فعل فاحشہ یا سوء کا مرتکب ہوا اور مجرم کے حق میں جھوٹی گواہی اور وکالت یا جھگڑنے والا اپنے نفس پر ظلم کا مرتکب ہوا۔

مجھے یہ تفسیر پسند آئی کیونکہ سورۂ نساء کی مندرجہ بالا آیت نمبر ۱۱۰ سے پہلے آیت نمبر ۱۰۷ کہتی ہے کہ جھگڑا نہ کر ان کے لیے جو اپنے نفسوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔۔ اور آیت نمبر ۱۰۹ کچھ یوں ہے کہ کیا تم جھگڑتے ہو ان کی طرف سے حیات دنیا میں پھر کون ان کی خاطر اللہ سے جھگڑے گا قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا وکیل؟

۶۔ سورہ فتح آیت ۲۶

تقدیر

اس آیت کا درمیانی حصہ یوں ہے ۔۔۔۔۔

(۔۔۔۔ اور ان کو تقویٰ کی بات پر لگا دیا اور وہ تھے اس کے حق دار اور اہل۔۔۔۔۔)۔ میں نے پوچھا کہ اسلام سے پہلے وہ کیوں کر تقوے کے حق دار اور اہل ہو گئے؟

حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ حق تخلیق سے پہلے مقرر کردہ تقدیر کے مطابق ہے۔

۷۔ سورہ نجم۔ آیت ۵۰

marfat.com

عاد دو قومیں اور ان کے دو رسول

آیت سے وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى (اور کہ اس نے اولیٰ یا دوسری عاد کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ اس مقام پر مفسرین میں بہت اضطراب اور اختلاف پایا جاتا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ عاد کی ایک ہی قوم تھی اور کوئی کہتا ہے کہ دو مختلف قومیں تھیں۔ اسی طرح ان کے زمانے اور متعلقہ نبی پر بھی مختلف آراء ہیں۔ اور حضورؐ کے پاس ایک وفد آنے کی حدیث حارث بن[1] حسان بکری سے یوں روایت ہے۔

قوم عاد کی حدیث :-

کہ میں اور علاء الحضرمی[2] حضورؐ کے پاس آئے۔ اور میں نے کہا کہ میں اللہ اور رسولؐ کی پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں عاد کے وفد کی طرح نہ بن جاؤں۔

حضورؐ کا تجاہلِ عارفانہ :-

حضورؐ نے فرمایا کہ وفد عاد کا کیا قصہ ہے۔ حالانکہ حضورؐ کو سب قصہ معلوم تھا۔ (قربان جائیں۔ یہ انداز اکثر اولیاء اپناتے ہیں)

حضورؐ کو علی الحضرمی نے عرض کیا کہ ایک بار قحط پڑا تو قوم عاد نے قیل بن عنز کو مکہ معاویہ بن بکر کے پاس بارش کی دعا کے لیے بھیجا۔ ایک ماہ مہمان ٹھہرانے کے بعد دعا کی تو دو بدلیاں گزریں۔ اس نے کالی بدلی کو پسند کیا تو ہاتف نے آواز دی کہ لے لو۔ یہ تو راکھ ہے جو قوم عاد میں سے کسی کو نہ چھوڑے گی ـــــ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ قیل بن عنز کے ساتھ عاد کے (۷۰) ستر رؤسا اور مرثد بن سعد بھی تھے اور تمام قصے کے بعد مرثد بن سعد نے اپنی قوم سے کہا کہ بارش تب ہوگی جب تم اپنے رسول کی اطاعت کرو گے۔ اس پر قیل نے معاویہ کو کہا کہ مرثد کو روکے رکھو کہ ہمارے ساتھ نہ جائے کیوں کہ یہ ہودؑ پر ایمان لا چکا ہے اور اسے سچا جانتا ہے۔

---

[1] حارث، صحابی کوفہ یا بادیہ میں رہتے تھے۔

[2] علاء الحضرمی۔ حضورؐ نے بحرین کا گورنر مقرر کیا۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی گورنر برقرار رکھا حتیٰ کہ ۱۴ھ = ۶۳۵ء میں وفات پائی۔

marfat.com

دوسری قوم عاد اور حضرت ہود:-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ (عاد نام کی دو مختلف قومیں تھیں۔) دوسری قوم عاد کی طرف حضرت ہودؑ کو ان کے پہلے انبیاء کی شریعت کی تجدید کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اسی ہودؑ کا قصہ قرآن میں ہے۔ انہیں کا وفد مکہ آیا اور انہیں کو آندھی کا عذاب دیا گیا۔ یہ ساری قوم عاد حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نہ تھی۔ صرف حضرت ہودؑ کا گھرانہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھا۔ قرآن میں جو ہے کہ وَاِلیٰ عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوداً (اور عاد کی طرف ان کا بھائی ہودؑ) تو یہ اس لیے کہ حضرت ہودؑ اور ان کا قبیلہ اکٹھے رہتے اور کوچ کرتے تھے۔

پھر فرمایا۔ علماء نے جو لمبا چوڑا بیان دیا ہے کہ ارم ذات العماد جنت کی شکل اور سونے کا شہر تھا وغیرہ وغیرہ۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ارم قبیلہ عاد کا نام ہے اور ذات العماد سے مراد ان کے خیموں کی بلندیاں ہیں۔ میں نے خود ان کے مسکنوں کو دیکھا ہے۔

اور پھر تفصیل سے ان کے ریشم اور سونے سے مرصع خیموں کا ذکر اور رہنے سہنے کے طریقے وغیرہ بیان کیے اور یہ بیان اس سے ملتا ہے جو علماء نے غلطی سے احقاف کے متعلق لکھا ہے ——— علماء کے جن بیانات کو حضرت دباغ نے عام امی ہوتے ہوئے صرف کشف کی بنیاد پر رد کیا ہے۔ وہی موقف دوسرے علماء مثلاً حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں اختیار کیا ہے۔

پہلی قوم عاد اور حضرت ہوید:-

فرمایا۔ پہلی قوم عاد حضرت نوح کی اولاد تھی۔ جن کی طرف حضرت ہوید کو نبی بنا کر بھیجا گیا جو مستقل شریعت والے اور صاحب کتاب رسول ہیں۔ اس قوم نے حضرت ہوید کے امتیوں کو پتھروں اور آگ سے ہلاک کر دیا۔ اور پھر اللہ نے اس پہلی قوم عاد پر پتھر برسائے۔ وہ بھاگنے لگے تو اللہ نے آگ سے انہیں جلا دیا۔

دباغ غوث وقت اور آسمانی کتابوں کے حافظ:-

پھر فرمایا۔ تمام رسولوں کی کتابوں کی طرح حضرت ہو بکر کی کتاب بھی مجھے حفظ ہے۔ پھر میرے (مؤلف) پوچھنے پر ایک ایک حفظ کی ہوئی آسمانی کتاب گنوائی اور

marfat.com

فرمایا۔ کوئی ولی نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ایمان ان تمام کتابوں پر تفصیلاً نہ ہو۔ کیونکہ اجمالی ایمان کافی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا اس کا اطلاق تمام فتح پائے ہوئے اولیائ پر ہوتا ہے۔ فرمایا۔ نہیں اس کا اطلاق صرف غوث پر ہوتا ہے ——— تب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت دباغ غوث ہیں۔ اگر ان کی تمام بیان کردہ باتیں تحریر کروں تو کتابیں بھر جائیں۔ آپ نے کئی بار فرمایا کہ تمہاری عقلوں کے مطابق باتیں کرتا ہوں۔ ورنہ اسرار حق تو بے اندازہ ہیں۔

حضرت نوحؑ :۔

مؤلف کتاب نے حضرت دباغ کو فرماتے سنا کہ حضرت نوحؑ سے پہلے سات سو رسول گزرے ہیں۔ جن کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ قرآن میں ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ حضورؐ کے زمانے میں یہ رسول غیر معروف تھے۔

میں نے عرض کیا۔ شفاعت والی حدیث میں نوح کو اول الرسل کہا گیا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ ان سے پہلے سات سو رسول گزرے ہیں ———

——— فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوح پہلے رسول ہیں جو کافر قوم کی طرف بھیجے گئے، اور ان سے پہلے رسول ایسی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ جن کا عقیدہ صحیح ہوتا۔

میں نے کہا جب قوم ہود کا عقیدہ صحیح تھا اور وہ مومن تھے تو پھر ان پر پتھروں اور آگ کا عذاب کیوں ہوا ——— فرمایا۔ نوح سے قبل اللہ کا دستور تھا۔ کہ اگر قوم بیشتر قواعد پر عمل ترک دیتی تو ان پر عذاب آتا۔ خواہ ان کا عقیدہ صحیح بھی ہوتا۔

۸۔ سورۂ انبیآ۔ آیت ۷۸۔۷۹

حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کے متضاد فیصلے

marfat.com

سورہ انبیاء کی آیت ۷۸، اور ۷۹ ہے کہ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ

(اور داؤد اور سلیمان جب فیصلہ کرنے لگے کھیتی کا جسے ایک قوم کی بکریاں روند گئیں تو ہم ان کے فیصلے کے شاہد تھے۔ پھر ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو ہم نے حکم اور علم دیا تھا۔۔۔۔۔۔)۔

میں نے عرض کیا کہ اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر اگر دو اجتہاد کرنے والوں کی رائے متضاد ہو تو ایک صحیح ہوگا اور دوسرا غلط۔ لیکن غلطی کرنے والے کو بھی کوشش اور محنت کرنے کی وجہ سے اجر ملے گا۔

پھر میں نے مندرجہ ذیل متضاد فیصلوں والے قصے بیان کئے۔

۱۔ کھیت اور بکریاں :۔

کسی کی بکریاں کسی اور کے کھیت میں چلی گئیں۔ کچھ کھایا۔ کچھ برباد کیا۔ کھیت والا بکریاں پکڑ کر حضرت داؤد کے پاس فیصلہ کیلئے لایا۔ جو نبی اور بادشاہ تھے۔ آپؑ نے فیصلہ دیا کہ کھیت کے نقصان کے برابر بکریاں کھیت والے کو دی جائیں۔ اسی جھگڑے میں حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دی جائیں کہ ان کے دودھ سے نفع اٹھائے۔ اور کھیت کی دیکھ بھال بکریوں والا کرے۔ یہاں تک کہ کھیت اصلی حالت پر آجائے جس کے بعد کھیت اور بکریاں واپس اپنے مالکوں کے حوالہ کر دی جائیں ——— چنانچہ استدلال یہ کیا گیا ہے کہ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ (ہم نے سلیمان کو بات سمجھا دی) سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلیمانؑ کا فیصلہ درست تھا۔

۲۔ دو عورتیں اور ان کے بچے :۔

علماء نے اسی قسم کا استدلال اس قصے سے بھی کیا کہ جب ایک عورت کا بچہ بھیڑیا لے گیا تو اس نے دوسری عورت کا بچہ لے لیا۔ جھگڑا حضرت داؤد کے پاس آیا تو انھوں نے پہلی عورت کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ بچہ اس کے قبضہ میں تھا۔ مگر سلیمانؑ نے حکم سنایا کہ بچے کو آدھا آدھا کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پہلی عورت نے فیصلہ تسلیم کر لیا۔ جبکہ دوسری یا اصلی ماں نے پہلی کا حق تسلیم کر لیا اور بچے کو آدھا کرنے کو نہ مانا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے اصل ماں کو پہچان کر بچہ دوسری کے حوالہ کر دیا۔

marfat.com

۳- ملزم کو شک کا فائدہ :-

ایسا ہی استدلال اس عورت کے واقعہ میں کیا گیا جس پر کتے کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا گیا- گواہ نے گواہی دی تو حضرت داؤد نے سنگسار کا حکم دیا — حضرت سلیمان بچے تھے لیکن انھوں نے گواہوں کو الگ الگ کر کے گواہی لی- بیانات میں اختلاف پایا اور ملزمہ کو الزام سے بری قرار دیا-

لم- زانیہ بری :-

یہی استدلال ایک زنا کی ملزمہ کے واقعہ میں کیا گیا- کہ اس کی فرج میں پانی کو مرد کی منی قرار دیا گیا- چنانچہ داؤد نے سنگسار کا حکم دیا- مگر سلیمان نے اس پانی کو پکانے کا فیصلہ دیا- کہ اگر پانی پک گیا تو انڈے کا پانی ہے ورنہ منی- ایسا کیا گیا تو انڈے کا پانی نکلا اور عورت الزام سے بری ہو گئی-

انبیاء کا مقام :-

حضرت دیاغ نے فرمایا- تمہارا مطلب ہے کہ حضرت داؤد نے غلطی کھائی اور حضرت سلیمان نے صحیح فیصلہ دیا؟ — کیا علماء اور فقہا انبیاء کے متعلق ایسا عقیدہ رکھ سکتے ہیں- جبکہ انبیاء تمام مخلوق سے برگزیدہ اور ملائکہ سے افضل ہیں — اگر یہ جائز سمجھ لیا جائے کہ ان سے خطا ہو سکتی ہے تو پھر ہمیں ان پر کون سا اعتماد باقی رہ جائے گا اور اس طرح تو وہ ہماری طرح کے ہو جاتے ہیں- معاذاللہ! حضرت داؤد کے فیصلے قطعاً غلط نہ تھے-

فرمایا- پہلے قصے میں داؤد نے بھی صحیح فیصلہ دیا کہ کھیت کے نقصان کے بدلے بکریاں دلوا دیں- کیوں کہ اس زمانہ میں نقدی تو ہوتی نہ تھی- اگر تھی تو بہت کم — اسی طرح حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ بھی درست تھا کہ انگور کے کھیت کا ازالہ بکریوں کے دودھ، گھی اور صوف سے فریقین کی رضامندی سے کرا دیا-

باقی تین قصوں میں بھی قانونِ عدل کے تحت داؤد نے ظاہر اور شہادت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست فیصلے دیئے- اور سلیمان نے حیلے سے باطن کو ظاہر کر دیا- اور وہ بھی درست فیصلے تھے- دونوں کے فیصلے قواعد اور شواہد کی رو سے اپنی اپنی جگہ درست تھے- اور باطن کے ظاہر ہو جانے پر اور سچی بات ثابت یا سامنے ہو جانے

marfat.com

پر پہلا فیصلہ منسوخ کرنا لازمی تھا۔ اور اس سے یہ اخذ کرنا کہ پہلا فیصلہ غلط تھا صحیح نہیں ہے۔

۹۔ سورۃ قلم۔ آیت ۲۴

ساق یا پنڈلی سے مراد اور سریانی زبان

اس آیت میں ساق کے معنیٰ میں نے دریافت کیے۔ آیت ہے۔ یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّ یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ (جس دن کھولی جائے پنڈلی اور دعوت دی جائے سجدہ کی تو استطاعت نہ رکھیں)

فرمایا۔ سریانی زبان میں "ساق" کے معنی جد (واقعیت، شدت سے ہونے والی بات) کے ہیں جو ہزل (مخول) کے الٹ ہے ——— میں نے عرض کیا کہ عربی میں بھی یہی معنیٰ ہیں ——— فرمایا۔ پھر تو دونوں زبانوں میں ایک ہی معنیٰ ہوئے۔

سریانی الفاظ:۔

پھر میں نے ان الفاظ کے معنی پوچھے تو حضرت دباغ نے فرمایا:۔

(۱) مسیحا یا مشیخا:۔ حضرت عیسیٰ کا یہ نام مشیخا ہے۔ جو سریانی لفظ ہے اور جس کے معنیٰ "بڑے آدمی" کے ہیں۔

(۲) انجیل:۔ سریانی لفظ ہے۔ معنیٰ "نور العین" (آنکھوں کی روشنی) ہیں۔

(۳) توراۃ:۔ عبرانی لفظ ہے۔ معنیٰ "شریعت اور کلام حق" کے ہیں۔

(۴) مُشَفَّح:۔ میں نے پوچھا کہ حضورؐ کا یہ نام "ف" سے ہے یا "ق" سے۔ کیونکہ علماء میں اس کے متعلق اختلاف ہے ——— فرمایا۔ یہ سریانی لفظ "ف" سے ہے۔

(۵) اَلۡمُنۡحَمَنَّا:۔ میں نے پوچھا کہ حضورؐ کے اس نام کے تلفظ میں علماء کا اختلاف ہے صحیح کیا ہے؟ ——— فرمایا۔ یہ سریانی لفظ ہے۔ دونوں میموں پر زبر ہے۔ یہ ایک نہیں دو کلمے ہیں۔ ایک "مَن"، جس کے معنی ہیں۔ وہ نعمت جس کے ظاہری اور باطنی دونوں نفع ہوں۔ ظاہری نفع وہ جو ذات یا جسم کو عالم اجسام میں ہو اور باطنی نفع

marfat.com

وہ جو روح کو عالم ارواح میں ہو ——— دوسرا کلمہ "رحمتنا" پہلے کلمے یعنی نفع دینے والی نعمت کی انتہا اور بلندی کا اظہار کرتی ہے۔

حضورؐ کی شان :-

گویا حضورؐ کا یہ نام بتاتا ہے کہ آپؐ اللہ کی ایسی نعمت ہیں جو انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس درجہ کی نعمت نہ پہلے آئی نہ آئے گی۔ آپؐ ایسی نعمت ہیں جس سے تمام مخلوقات اور جہاں سیراب ہو چکے اور سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

کشف سے فیصلے کرنا :-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ فاس (مراکو) کا ایک شخص اپنے اللہی بھائی کو ملنے بصرہ (عراق) گیا (مؤلف کہتا ہے کہ مراکو کا شخص حضرت دباغ خود تھے اور عراق میں ان کے دوست حضرت محمد بن عبدالکریم جو ولی اللہ اور قاضی تھے) دونوں بیٹھے تھے کہ دو شخص مقدمہ لے کر آئے۔ مدعی نے کہا کہ اس نے مجھ سے ایک قیمتی یاقوت لیا ہے۔ اس کے پاس ہے مگر دیتا نہیں۔ دوسرے نے اللہ کی قسم کھائی کہ میری تلاشی لے لیں۔ میرے پاس نہیں ہے۔ قاضی نے اسی پر فیصلہ دینا چاہا۔ مگر قاضی کے دوست نے کہا۔ ابھی فیصلہ نہ دیں اور مقدمہ کے فریقین سے کہا کہ قاضی صاحب میرے دینی بھائی ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ چلو اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ اور قاضی صاحب اس دوران تمہارے معاملہ پر غور کریں گے ——— کھانے پر مدعا علیہ نے رومال سے ناک صاف کیا تو قاضی کے دوست نے رومال چھین لیا اور یاقوت نکال کر مدعی کو دے دیا۔

حضرت نے فرمایا۔ قاضی کو کشف سے معلوم تھا کہ یاقوت مدعا علیہ کے پاس موجود ہے۔ مگر قاضی قسم اور جامہ تلاشی کی بنیاد پر فیصلہ دے دیتا تو بھی درست تھا۔ مگر قاضی نے ایسا نہ کیا۔ کیونکہ اللہ نے انہیں مکلف نہیں بنایا جبکہ ہم نشین دوست نے کشف سے کام لیتے ہوئے حیلہ کر کے باطن کو ظاہر کر دیا ——— یہی معاملہ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کے فیصلوں کا ہے کہ دونوں صحیح تھے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سے راضی ہو۔ ان کے پاس کتنا علم تھا ——— ابن حجر نے ابن منیر[1] کا قول نقل کیا ہے کہ داؤدؑ اور سلیمانؑ نے صحیح فیصلے کیے اور اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے دونوں کو حکم اور علم دیا ———

---

[1] ابن منیر شرف الدین عبدالواحد۔ دس جلدوں کے مفسر۔ وفات ۳۳ ۷ھ = ۱۳۳۲ء

marfat.com

—————— امام شافعی اور ابو عبد اللہ[1] بلخی (پیدائش بلخ۔) نے ایک اور قصے میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۶۔ احمی حمیثا اور اطمی طمیثا:۔ میرے سوال پر فرمایا کہ آج کل دنیا میں کوئی بھی نہیں جو یہ الفاظ بولتا ہو۔ تجھے یہ لفظ کہاں سے ملے؟

اہل قبر سے فیض:۔

میں نے کہا کہ تلمسان کے ایک صالح شخص نے بتایا کہ ایک اور شخص عبدالرحمن بن ابراہیم تلمسانی نے حج سے واپسی پر آکر کہا کہ وہ اپنے جدامجد حضرت ابراہیم[2] دسوقی کی قبر کی زیارت کو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ صاحب مزار ان کے پاس آکھڑے ہوئے اور یہ دعا سکھائی۔ بسم اللہ الخالق الاکبر، وھو...... احمی حمیثا اطمی طمیثا..... ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور فرمایا۔ یہ دعا پڑھا کرو اور کسی سے نہ ڈرو —————— لیکن حاجی عبدالرحمان نے یہ دعا نہ پڑھی۔ کیونکہ اس نے سوچا کہ مجھے ان کلمات کے معنی نہیں آتے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے معنی مجھے پسند نہ ہوں اور مجھ سے ان کے معنی پوچھے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ ہاں حضرت ابراہیم دسوقی اکابر صالحین اور صاحب فتح سے تھے۔ وہ اور ان جیسے لوگ یہ کلمات بول سکتے ہیں۔ کہ یہ سریانی الفاظ ہیں۔ احمی کے معنی ہیں یا مالک! اور اس کے اسرار میں ہے کہ بادشاہ عظیم اور الحی القیوم۔ اور حمیثا کے معنی سلطنت کے ہیں۔ گویا احمی حمیثا کا مطلب ہوا —————— اے مالک اسرار، مالک انوار، مالک لیل و نہار۔ - - - - - - عطا اور منع کے مالک، بلندی و پستی کے مالک..... " اس نام کے راز بیان اور تحریر سے باہر ہیں۔

اطمی کے معنی اللہ کی عظمت، کبریائی، قہر، غلبہ اور عزت میں یکتائی۔ گویا پکارنے والا کہہ رہا ہے۔ اے جاننے والے، اے قادر، اے ہر چیز کا ارادہ اور تدبیر کرنے والے، اے غالب۔ وہ ذات جس پر عجز طاری نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے تصرف

---

[1] ابو عبداللہ، پیدائش بلخ، سمرقند آباد ہو گئے۔ وفات ۳۱۹ھ = ۹۳۱ء

[2] ابراہیم دسوقی جلیل القدر صوفی۔ پہلے شافعی فقہ پڑھا۔ پھر صوفیاء کا طریقہ اختیار کیا۔ عمر ۴۳ سال۔ وفات ۶۷۶ھ = ۱۲۷۷ء

marfat.com

اور کاموں میں نقص ہو سکتا ہے۔ اور طیشاً کا اشارہ ان اشیاء کی طرف جن میں جیسا چاہتا ہے تصرف اور کام کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور اس کلمے کی تشریح اور راز بھی قلم سے نہیں ہو سکتی۔

ارواح اور اولیاء کی زبان سریانی ہے۔

میں نے حضرت دباغ سے سنا کہ سریانی ارواح کی زبان ہے۔ غار حرا میں اولیاء کی مجلس میں بھی سریانی بولی جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ زبان مختصر ہے۔ چند حروف میں بہت سے معنی ادا ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضور جب اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو ادب کی خاطر عربی میں بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ اپنے استادوں اور مرشدوں کے متعلق فرمایا کہ سیدی عمر ھواریؒ اور محمد لہواج سریانی نہیں جانتے تھے بلکہ سیدی منصورؒ سریانی میں گفتگو کرتے تھے۔ مگر سیدی عبداللہ برناوی ان سے کہیں اچھی بول لیتے تھے میرے سوال پر فرمایا۔ عربی زبان معانی کی ادائیگی میں سریانی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ بجز قرآن کے۔ کیونکہ جب عربی زبان میں سریانی کے معنی جمع ہو جائیں۔ تو ان عربی الفاظ کی ادائیگی سریانی سے زیادہ شیریں اور دل نشین ہو جاتی ہے۔

سریانی تمام زبانوں کی اصل ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ سریانی زبان حروف تہجی یا ابجد کے ملانے سے بنتی ہے اور ہر حرف کا ایک معنی اور راز ہے جسے اللہ کی رحمت نے عوام سے پردے میں رکھا ہے۔ کیوں کہ عام انسان کی ذات یا دل و دماغ ان حقائق اور اسرار کی حکمت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے بلکہ ہلاک ہونے کا امکان ہے۔

سریانی کے سوا تمام زبانوں کے الفاظ حروف سے بنتے ہیں۔ سریانی تمام زبانوں میں اس طرح سرایت کرتی ہے جیسے لکڑی میں پانی۔ مثلاً لفظ احمد، عربی میں کسی کا نام ہے۔ لیکن سریانی میں ہر حرف ا، ح، م، د ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ سریانی تمام زبانوں کی اصل ہے اور تمام زبانیں سریانی سے بنی ہیں۔

سریانی کی بنیاد معرفت ہے۔ کہ کلام کرنے سے پہلے ہی معنی معلوم ہو جائیں اور سننے والے کے ذہن میں معنی ڈالنے کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایسا ہو کہ ان حروف کے بغیر ہی بات کسی کے ذہن میں ڈالی

marfat.com

جا سکے تو یہ معرفت کا کمال ہے اور سریانی زبان کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ارواح، بڑے بڑے اہل کشف اور فرشتوں (جن کی اصل ہی معرفت ہے) کے سوا کوئی بھی سریانی میں بات نہیں کر سکتا۔ اور تو اگر انہیں باتیں کرتا دیکھے تو یہ ایک دو حرفوں یا کلموں میں بہت سے کلموں یا جملوں کے معنی پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت آدم اور بچوں کی زبان سریانی:۔

فرمایا۔ سریانی جنت کی زبان ہے۔ حضرت آدمؑ جنت میں بھی یہی زبان بولتے تھے۔ اور زمین پر بھی اپنی بیوی بچوں کے ساتھ یہی زبان بولتے تھے۔ ان کی اولاد بھی سریانی بولتی رہی۔ حتیٰ کہ حضرت ادریسؑ کے بعد لوگوں کی زبانیں بدلتی گئیں۔ چنانچہ سب سے پہلی زبان جو اس سے نکلی وہ ہندوستان کی زبان (سنسکرت؟) ہے جو سریانی کے قریب ترین ہے۔ چنانچہ آدم کی اولاد میں جب معرفت کم اور جہالت بڑھتی گئی۔ اور سریانی زبان کے حروف مہمل اور بے معنی معلوم ہونے لگے تو کلمات اور جملے گھڑے گئے تاکہ ایک دوسرے پر مافی الضمیر اور مطلب واضح کیا جائے اور اس طرح مختلف زبانیں بنتی گئیں۔

پس حروف کے معنی اور اسرار نہ جاننے کی وجہ سے بہت بڑا علم ضائع ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود نئی زبانوں میں بھی کسی کسی لفظ میں ایک آدھ حرف اپنے پرانے سریانی مفہوم کو اب بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ مثلاً عربی میں لفظ "ماء" کے معنی "پانی" ہیں۔ جبکہ سریانی میں "ا" پانی کے معنی میں آتا ہے۔ یا "سماء" آسمان کو کہتے ہیں۔ جبکہ سریانی میں سین بھی یہی آسمان کے معنی ادا کرتا ہے۔ وغیرہ۔

فرمایا۔ ننھے بچوں کی غوں غاں پر غور کریں تو ان میں بھی سریانی کے لفظ پائیں گے کیونکہ بچپن میں جسم کے مقابلہ میں روح کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور روح کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ زمانۂ ارواح اور آدمؑ سے وراثت کے طور پر سریانی زبان کے دودھ پیتے بچے کی زبان سے وارد ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً بچے کے منہ سے نکلا ہوا لفظ "اغ"، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کے معنی بلندی، رفعت لطف اور شفقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یا "بو بو" سریانی زبان میں میٹھی چیز کو کہتے ہیں۔ اور بچے کا "ع ع" بولنا اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ پاخانہ کرنا

marfat.com

چاہتا ہے۔ کہ سریانی زبان میں یہ لفظ جسم کی پلیدی نکالنے کے لئے ہے۔
بچپن میں جسم کے مقابلے میں روح کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو خواب نظر آتے ہیں۔ اگر بڑوں کو نظر آئیں تو خوف سے مر جائیں۔ کیونکہ یہ خواب روح کے حکم اور روح کی سطح کے ہوتے ہیں۔ جس کے مشاہدے کا عام جسم بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

سریانی زبان قبر میں :۔

میں نے سوال کیا کہ قبر میں سوال و جواب کی کون سی زبان ہو گی۔ کیونکہ علماء میں اختلاف ہے۔ حافظ سیوطی سریانی کا کہتے ہیں۔ ناظم کہتے ہیں مجھے اس کی کوئی سند نہیں ملی۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ عربی میں ہو گا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ ہر شخص سے سوال و جواب اس کی اپنی زبان میں ہو۔ جو معقول ہے۔
حضرت دباغ نے فرمایا۔ سوال قبر سریانی میں ہو گا۔ کیونکہ فرشتوں اور ارواح کی زبان سریانی ہے ——— کہ مرنے کے بعد روح سے جسم کا پردہ زائل ہو جاتا ہے اور جواب صرف روح دے گی ——— پھر فرمایا کہ جب اللہ ولی کو فتح کبیر عطا کرتا ہے تو روح کا غلبہ رہتا ہے اور وہ بھی بغیر سکھائے سریانی میں باتیں کر سکتا ہے۔
"مراز ہُو" میرے سوال پر فرمایا کہ منکر نکیر سریانی میں میں کو "مراز ہُو" کہیں گے۔ جس سے مراد ہے کہ تمام کائنات، انبیاء، ملائکہ، آسمانی کتابوں، جنت، خوبیوں اور برائیوں کا خالق اللہ ہے یا کوئی اور ------- ؟
مراد از یر ہو؛ مومن ہو گا تو مردہ "مراد از یر ہو" جواب دے گا۔ یعنی کہ تمام کائنات، ہمارے نبی، تمام انبیاء، فرشتے، جنت و جہنم، خوبیوں اور شر سب کا خالق مالک، متصرف اور خود مختار اللہ ہے جو ایک ہے۔ جس کا نہ کوئی مخالف اور شریک ہے اور نہ کوئی حکم ٹالنے والا ہے۔

نورِ محمدی :۔

حضرت دباغ نے ایک ایک حرف کی زبر، زیر، پیش اور معنوں کے ساتھ تفصیل سے تشریح کی ہے۔ مثلاً "ر" پر زبر ہے جو کائنات کی تمام خوبیوں کی طرف اشارہ کرتی

marfat.com

ہے یعنی نورِ محمدی اور تمام انوار جو آپ سے نکلتے ہیں۔ جیسے انوارِ ملائکہ، انبیا، مرسلین لوح و قلم اور برزخ اور ہر وہ شے جس میں نور پایا جائے کہ ہر خیر اور اچھائی نورِ محمدیؐ سے نکلی ہے وغیرہ۔

نامِ بنون۔ جب مردہ یہ صحیح جواب دیتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں۔ نامِ بنون۔ جس کا مفہوم ایک حدیثِ نبویؐ کے قریب ہے کہ اچھا آرام سے سوجا ہمیں معلوم تھا کہ تم صاحبِ ایمان ہو۔

کلماتِ قرآنیہ

جن کلماتِ قرآنیہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ سریانی زبان کے ہیں یا کسی اور کے، ان کے متعلق پوچھا تو آپ نے یوں فرمایا:۔

(۱) اَسْفَارًا:۔ ابوالعز محمد واسطی (عالم، متوفی ۵۲۱ھ بمطابق ۱۱۲۵ء) نے اسے سریانی کہا ہے۔ جبکہ ضحاک (وفات ۲۱۴ھ) نے قبطی زبان کا لفظ بتایا ہے۔ ہر دو نے اس کے معنی "کتابیں" بتایا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ واسطی کا قول صحیح ہے۔ اور مطلب یہ ہوا کہ ایسی خوبیوں والی کتابیں جو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔

(۲) الرَّبَّانِیُّوْنَ:۔ میں نے کہا ابوالمنصور موہوب الجوالیقی (بغداد کا قابلِ فخر مصنف، پیدائش ۴۶۶ھ، وفات ۵۷۹ھ) کے مطابق معمر بن ابو عبیدہ (زباندان وفات ۲۱۰ھ بمطابق ۸۲۵ء) کا قول ہے کہ اہلِ عرب کو اس لفظ کا علم نہیں۔ ابوالقاسم (مدرس نیشاپوری، فقیہہ، عالم، وفات ۳۷۵ھ بمطابق ۹۸۵ء) نے اسے سریانی کہا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ یہ لفظ سریانی ہے۔ جس کے معنیٰ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے تعلیم کے فتح عطا کی۔

(۳) هَيْتَ لَكَ:۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۲۳ کے اس کلمہ کے معنی ابن عباسؓ نے قبطی زبان میں "آؤ" بتایا۔ ابن جریر اور حسن بصری نے اسے سریانی بتایا ہے۔ ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ اور حافظ اصبہانی ابوالشیخ (مصنف، پیدائش ۲۷۴ھ بمطابق ۸۸۷ء، وفات ۳۶۹ھ بمطابق ۹۷۹ء) نے اسے حورانی لفظ بتایا ہے اور

marfat.com

ابو زید انصاری (حافظ، صحابی- ان کے نام میں اختلاف ہے ۶ نے اسے عبرانی لفظ بمعنی "آگ" بیان کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا- یہ سریانی لفظ نہیں ہے۔

(۴) شہر :- الیقی کہتے ہیں کہ اہل لغت اسے سریانی بتاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ سریانی نہیں ہے۔ سریانی میں "شہر" کے معنی پانی کے ہیں۔

(۵) عدن :- ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے ابن کعب سے جنّاتِ عدن کے معنی پوچھے تو ابو اسحاق کعب بن نافع (عہد عثمانؓ میں ۱۰۴ برس کی عمر ۳۲ھ ۶۵۳ء میں وفات ہوئی ہے) نے کہا کہ سریانی میں اس کے معنی انگوروں کے باغات کے ہیں۔ ابن جریر نے اسے رومی لفظ بتایا ہے ——— حضرت نے فرمایا۔ یہ سریانی لفظ ہے اور پھر اس کی تشریح کی۔

(۶) رَهْوًا :- واسطی نے سریانی میں اس کے معنی "ساکن" بتائے ہیں۔ ابوالقاسم نے قبطی لفظ بمعنی سہل بتایا ہے ——— حضرت نے یہ سریانی لفظ بتایا جس کے معنی ہیں۔ ایسی قوت جس کے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

(۷) الصَّمَد :- کسی موقع پر فرمایا کہ یہ ایسا نام ہے جس سے تمام مخلوقات پتھر، درخت اور ذی روح وغیر ذی روح سیراب ہوتی ہیں۔

دباغ اور مؤلف کی سریانی :-

حضرت دباغ نے ۱۱۲۵ھ میں فرمایا کہ سریانی زبان غوث اعظم اور ان کے ماتحت سات قطب جانتے ہیں۔ سیدی غوث احمد بن عبداللہ نے یہ زبان مجھے تقریباً ایک ماہ میں سکھائی تھی اور یہ حضرت کی فتح کا ابتدائی زمانہ (غالباً ۱۱۰۹ھ) تھا۔ اور وہ تھوڑے عرصہ بعد قطب بننے والے تھے۔

۸ ذی الحج ۱۱۲۹ھ میں حضرت نے سریانی زبان مؤلف کتاب کو ایک دن میں سکھا دی تو فرمایا۔ میں نے سریانی ایک ماہ میں سیکھی تھی اور تم نے ایک دن میں۔ جس پر مؤلف نے حضرت دباغ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا۔ یہ سب حضرت کی برکت اور پڑھانے اور سمجھانے کا سلیقہ ہے۔

اہل اعراف :-

marfat.com

میں نے حضرت دباغ کو فرماتے سنا کہ سیدی غلاں فلاں اعراف والوں میں ہیں اور آپ کا اشارہ اہل عرفان میں سے بڑے بڑے صاحبان فتح کی طرف تھا —— ان لوگوں کے بلند مقامات کا نام اعراف ہے۔ یہ لوگ جنت کے بلند مقامات سے تمام نچلے مقامات اور آبادی کو دیکھتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ حافظ سیوطی نے اعراف سے متعلق کئی اقوال گنوائے ہیں۔ ایک قول میں حضرت حمزہ اور دیگر شہداء کو اہل اعراف میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ حضرت دباغ کے قول کے قریب ہے۔

(ب) حروفِ مقطعات

قرآن اور لوحِ محفوظ :-

میرے پوچھنے پر فرمایا۔ قرآن لوح محفوظ میں عربی زبان میں ہے۔ لیکن کچھ حصہ یعنی فواتح السور یعنی سورتوں کی ابتداء سریانی زبان کے حروف مقطعات میں ہے۔

میں نے سوچا۔ جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی وہ آج ہاتھ آئی۔ رجب ۱۱۲۵ھ کی پہلی ملاقات کے بعد میں حضرت سے ولایت کے متعلق پوچھتا رہا۔ اور حضرت کے جوابوں سے میں حیران رہ گیا اور حضرت نے مجھے متاثر دیکھا تو فرمایا۔ جو دل چاہے پوچھو اس پر میں نے حروف مقطعات کے متعلق دریافت کیا۔ ابتداء میں تو میں فائدہ نہ اٹھا سکا۔ مگر ایک دن ۸ ذی الحج کو حضرت کے کرم سے میرے پردے اٹھ گئے۔

فرمایا یہ حروف مقطعات رموز اور راز ہیں۔ جو لوح محفوظ میں سورت کے ابتداء میں لکھے ہوئے ہیں اور جو کچھ سورت میں دیا ہے وہ اس کی تفسیر ہے۔ لوح محفوظ کا یہی دستور ہے کہ پہلے رمز ہوگا اور پھر تفسیر —— سورتوں کے ان ابتدائی حروف کا علم صرف دو شخصوں کو ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی نظر لوحِ محفوظ تک پہنچے یا دوسرا جو غارِ حرا کی مجلس کے اہل تصرف اولیاء سے میل جول رکھتا ہو۔ ان کے علاوہ کسی فواتح السور یا حروفِ مقطعات کو جاننے کی ہرگز خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔

marfat.com

میری درخواست پر مختلف موقعوں پر حضرت نے مندرجہ ذیل حروفِ مقطعات کی تشریح فرمائی۔

۱۔ الٓمّٓ :۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کے "الٓمّٓ" کے معنی الگ الگ ہیں۔ ہر ایک کی تشریح سورت کے مضامین کے مطابق ہے۔ حضرت کے ساتھ میرے ابتدائی دن تھے اور حضرت کی تقریر سن کر میں جان گیا کہ وہ اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ کیوں کہ میں پڑھ چکا تھا کہ حروفِ مقطعات کے معنیٰ صرف اولیاء اور اوتاد الارض جانتے ہیں۔ جبکہ حضرت نے قرآن تک پورا نہیں پڑھا تھا۔ آپ کو چند ایک سورتیں یاد تھیں۔ مگر جب آپ قرآن کی تفسیر کرتے اور خصوصاً حروفِ مقطعات کی تو آپ عجیب باتیں کرتے۔ اللہ ہمیں ان کی محبت عطا کرے۔ اکابر صوفیاء کی مندرجہ ذیل عبارتیں گواہ ہیں کہ حضرت دباغ رح جلیل القدر ولی ہیں۔

حکیم ابو عبد اللہ محمد ترمذی (وفات ۲۵۵ھ) نوادر الاصول میں فرماتے ہیں۔ کہ سورتوں کے ابتدائی حروفِ مقطعات میں ان مضامین کی طرف اشارہ ہے جو سورتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان حروف کا علم صرف اللہ کے حکما اور اوتاد کو عطا کیا گیا ہے۔ یہ فقط اللہ کی عنایت سے ان اللہ والوں کو ملتا ہے۔ جن کے دل اللہ کی واحدانیت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ علم ان کو اللہ سے ملتا ہے۔

ابوالحسن علی شاذلی ——— (ولی، قطب اور نابینا تھے۔ وفات ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں حج پر جاتے ہوئے صحرائے عیذاب میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ انھوں نے حزب البحر صغیر اور کبیر لکھی ہے جو صوفیاء کے ہاں بہت مقبول ہے۔ بحرِ قلزم کے سفر کے دوران جہاز رک گیا۔ ہوا بند ہوگئی اور نجات کی کوئی صورت نہ تھی کہ حضورؐ کا دیدار ہوا۔ حضورؐ نے یہ دعا عطا کی۔ جس سے ہوا چل پڑی اور نجات ملی۔ حزب البحر میں دعا تحریر ہے۔) ——— کی حزب کبیر کی شرح اور حاشیہ میں ابو زید فاسی فرماتے ہیں کہ ایک صوفی نے کہا کہ حروف اور اسماء کی معرفت کا علم ولایت کی بنیاد پر ہے۔ اسی طرح اولیاء اور انبیاء اس علم میں شریک ہیں۔ یہ کشفی علوم ہیں۔ عقل کے ساتھ ان علوم میں ہاتھ مارنا بے فائدہ ہے۔ ہر ولی کو اس کی فتح کے مطابق یہ علم عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ اولیاء

marfat.com

کے علم اور اشارات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ رعد کی آیت نمبر ۶۰ میں فرمایا۔ انہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ مگر ہم پھلوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دے دیتے ہیں۔ اور قرآن کے حروفِ مقطعات کے معنی اور راز ربّانیوں یا اللہ والوں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

۲۔ صٓ :-

فرمایا۔ اگر لوگوں کو "ص" کے معنی اور حقیقت کا علم ہو جائے تو کسی کو بھی اللہ کے احکام کی مخالفت کی جرأت نہ ہو۔

سورۂ "ص" میں صٓ سے مراد وہ خلا ہے جہاں روزِ محشر مخلوق جمع ہو گی ——— اور آیت میں صٓ بطور وعدہ و وعید کے لایا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ص یا میدان محشر کے خوفناک مناظر سے تم کو ڈرایا جاتا ہے اور خوش نما مناظر کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس خلا یا محشر میں ہر انسان کے افعال کے مطابق خوف یا خوشی کی صورت پیش آئے گی۔ چنانچہ مومن و کافر ایک ہی میدان حشر میں ہوں گے۔ لیکن ہر ایک پر جدا جدا قسم کی رحمت اور عذاب نازل ہو گا جو ہر ایک کے افعال کے مطابق ہو گا۔

صاحب فتح ولی یہ سب کچھ اور محشر میں لوگوں کو اللہ کے سامنے کھڑا دیکھ سکتا ہے زید اپنی تقدیر کے مطابق اپنے مقام پر اسے نظر آرہا ہے اور عمر اپنے مقام پر۔ اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ اگر لوگوں کے پردے اٹھا دیئے جائیں تو کوئی بھی اللہ کے احکام نہ توڑے اور اطاعت گزار مزید اچھے اعمال کرنے کی تمنا کرے اور باغی اور بدعمل افسوس اور ندامت سے مر جائے ——— میدانِ حشر میں کفار، مومن، انبیاءؑ، ملائکہ، جن اور شیاطین سب اکٹھے ہوں گے۔ اسی لیے سورہ "ص" کی ابتدا میں کافروں کا ذکر کیا ہے۔ پھر انبیاء کا ذکر کر کے مومنین کی طرف اشارہ کیا۔ اور یوں آخر میں جن اور شیاطین کا ذکر کر دیا۔۔۔۔۔ اس سورت کے بہت راز ہیں۔ جن کا ظاہر کرنا روا نہیں ہے۔

۳۔ کٓھٰیٰعٓصٓ :-

اس کے معنی میں نے ابتدا میں پوچھے تو حضرت نے فرمایا کہ سورہ مریم کے ان حروفِ مقطعات میں عجیب راز ہیں۔ مثلاً ذکریاؑ، یحییٰؑ، مریمؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، موسےٰؑ، ادریسؑ، آدمؑ اور نوحؑ، اور حضورؐ کے قصے اسی ترتیب سے سورہ مریم

marfat.com

میں آئے ہیں۔ یہ تمام قصے اور ان کے بعد کے دوسرے قصے تمام کھٰیٰعص کے معنی میں داخل ہیں۔ اور ان کا علاوہ بھی ان حروف کے کچھ معنی ہیں۔

پھر فرمایا۔ یہ رموز اور ان کی شرح لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ جس کو غارِ حرا کی مجلس کے اراکین اور ان سے میل جول رکھنے والے اہل اللہ آج بھی پڑھ سکتے ہیں۔

پھر کچھ عرصہ بعد حضرت دباغ کے کرم سے میرے پردے اٹھ گئے تو میری درخواست پر فرمایا۔ کھٰیٰعص کا مفہوم اس کے ہر حرف کی الگ الگ تشریح کے بعد سمجھ میں آئے گا۔ مگر مجموعی مراد یہ ہے کہ ——— اللہ تعالیٰ مخلوقات کو حضورؐ کے بڑے درجہ اور مرتبہ کی خبر دے رہے ہیں کہ تمام مخلوق پر اللہ کا احسان ہے کہ مخلوق کو ایسا بنایا تاکہ وہ نور حضورؐ سے حاصل کرے۔

چند حروف کی تشریح اس طرح ہے۔

ک :۔ زیر والی کاف کے معنی "بندہ" ہے ۔ اشارہ اس طرف ہے کہ حضورؐ اللہ کے بندے ہیں ——— کاف کی زیر والی فاء کے معنی ہیں "ایسی چیز جس کی طاقت ہو" اور جزم والی یا فاء ساکن کے معنی ہیں "وہ جس میں شک کی گنجایش نہیں" اور یوں اشارہ یہ ہے کہ "حضورؐ جیسی طاقت کوئی نہیں رکھ سکتا" اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور آپؐ نے تمام مخلوق کو عاجز کر دیا ہے کہ آپؐ کا مرتبہ نہ پہلے کوئی پا سکا۔ نہ بعد میں پا سکے گا۔ اسی لیے آپؐ "سید الوجود" کہلاتے ہیں۔

ھ :۔ معنی ہیں پاک صاف رحمت جس میں کوئی کدورت نہیں۔ اور اشارہ ہے کہ حضورؐ اوروں کے لیے پاک و صاف رحمت ہیں" جیسا کہ فرمایا۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۲ ——— اور آپؐ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا) اور خود حضورؐ نے فرمایا۔ وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (بیشک میں مخلوق کے لیے رحمت کا ہدیہ ہوں۔)

ی :۔ حرف ندا ہے۔ مراد ہے کہ اے میرے محترم بندے! آپؐ کو خلاءِ محشر میں جمع لوگوں کے پاس ضرور جانا ہے ۔ تاکہ وہ آپ سے فیض حاصل کریں۔ کیوں کہ ان سب کا اصل مادہ آپؐ ہی سے ہے۔

marfat.com

نورِ محمدی اور اہلِ کشف :۔

ہر حرف اور تمام کلمے کی تشریح کے بعد حضرت نے فرمایا۔ اہلِ کشف تمام مخلوقات انبیاء اور فرشتوں وغیرہ کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے عطا کردہ کشف و مشاہدہ کے ذریعہ وہ ان حروفِ مقطعات، لوحِ محفوظ اور حضورؐ کا مشاہدہ حضورؐ کی شان اور بلندیوں کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ سید الوجود حضورؐ کے انوار سے تمام مخلوق، انبیاء اور فرشتے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں

دباغ کا مشاہدہ :۔

فرمایا۔ ایک شخص نے کھانے کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس میں وہ نعمت اور نور نظر آیا جو بنی آدم کو عطا کیا گیا۔ اس نور کا پیچھا کیا تو وہ نورِ محمدی سے جا کر مل رہا تھا۔ پھر دیکھا کہ یہ نور کا ڈورا ایک ہی ہے۔ جس سے کئی نور کے ڈورے یا شاخیں نکلنی شروع ہو گئیں جو ذوات یا اجسام کو فیضیاب کر رہی تھیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہ قصہ خود حضرت دباغ کا ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ اور ہمیں آپ کی جماعت میں یوں رکھے کہ کبھی ان سے تعلق منقطع نہ ہو۔

نورِ محمدی :۔

فرمایا۔ ایک بدنصیب کہنے لگا کہ حضورؐ نے تو مجھے ایمان کی راہ دکھائی ہے۔ باقی رہا نور ایمان۔ سو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی کی طرف سے نہیں۔ صالحین یا اللہ والوں نے اس سے کہا۔ اچھا اگر ہم اس تعلق کو جو تمہارے نور ایمان اور نور محمدی کے درمیان ہے منقطع کر دیں۔ اور محض ہدایت جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ رہنے دیں تو کیا اس پر راضی ہو؟۔ کہنے لگا 'ہاں'، راضی ہوں۔ ابھی اس نے بات ختم ہی کی تھی کہ اس نے صلیب کو سجدہ کیا۔ اور اللہ اور حضورؐ کا انکار کیا اور کفر پر مرا۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بچائے۔

مختصر یہ کہ اولیاء اللہ جنہیں اللہ اور حضورؐ کی قدر و منزلت کا علم ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ بصیرت کی نظر بصارت سے قوی ہے۔ چنانچہ اللہ والے دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم و ابراہیم سے لے کر حضرت موسیٰ و عیسیٰ تک تمام انبیاء کے احوال و مقامات اور انعامات حضورؐ سے ممتد اور شروع ہو کر تمام ان انبیاءؑ تک پہنچتے ہیں اور انہیں فیضیاب کرتے ہیں۔

marfat.com

ایک اور تفسیر :-

حضرت دباغ کی یہ عمدہ تفسیر سن کر میں نے سوال کیا کہ ابو زید نے سیدی محمد بن سلطان سے نقل کیا ہے کہ میں (سیدی محمد بن سلطان ——— جو امام شاذلی کے خواص میں ہیں) نے خواب میں دیکھا کہ ایک فقیر کے ساتھ (۱) کھٰیٰعص اور (۲) حمعسق کی تفسیر پر بحث کر رہا تھا۔ اور اللہ نے میری زبان پر یہ جاری کر دیا کہ ———

یہ حروف مقطعات اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتوں میں سے ہیں۔ اور یہاں اللہ یوں فرما رہے ہیں۔

(۱) کٓ : اے محمدؐ! تم کہف الوجود ہو۔ جس کے پاس آکر تمام موجودات پناہ لیتی ہیں۔ اور آپؐ کل وجود ہیں۔

ھٓ :۔ ہم نے آپؐ کو ملک عطا کیا اور ملکوت دیا — ی ع :۔ اے عین العیون!

ص :۔ آپ میری صفات میں سے ہیں اور جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(۲) ح : ہم تمہارے حامی ہیں — م :۔ ہم نے آپؐ کو مالک بنا دیا۔

ع :۔ ہم نے آپ کو علم سکھایا — س :۔ ہم نے آپ پر اسرار کھول دیئے۔

ق :۔ ہم نے آپ کو اپنا قرب بخشا۔

اس پر فقیہہ نے یہ تفسیر قبول نہ کی اور مجھ سے جھگڑا شروع کر دیا۔ پس میں نے کہا چلو حضورؐ سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ ہم لوگ گئے، زیارت کی اور حضورؐ نے فرمایا۔ محمد بن سلطان ٹھیک کہتے ہیں۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ سیدی محمد بن سلطان نے حضور کے مقام کے متعلق جو بیان کیا ہے درست ہے۔ مگر ان حروف کی اپنی وضع اور اصل کے اعتبار سے تشریح وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت دباغ کی تفسیر بلند ہے کیوں کہ سیدی محمد بن سلطان کے مطابق ملک اور ملکوت کا حضورؐ کو عطا کیا جانا الگ بات ہے جبکہ حضرت دباغ کا بیان کہ ملک اور ملکوت اور تمام مخلوقات صٓ میں شامل ہیں اور ان کا مادہ سید الوجود حضورؐ سے حاصل ہوا ہے۔ حضورؐ کے بلند تر مقام کا اظہار کرتا ہے۔

marfat.com

حروفِ مقطعات پر ایک فقیہہ کے دو سوال

ایک فقیہہ کو فقراء سے محبت کا دعویٰ تھا۔ انھوں نے حضرت دباغ سے سوال کیا کہ حرفِ مقطع "ق" میں کیا راز ہے کہ بعض عارفین نے حضرۃ قدیمہ اور حدیثہ کا ذکر کیا ہے ـــــــ ان فقیہہ نے علامہ حاتمی (صوفی محی الدین ابن العربی طائی) کا مطالعہ کر کے چند سوالات اکٹھے کیئے اور مقصد حضرت دباغ اور ان کے علوم لدنیہ کا امتحان کرنا بھی تھا۔

ق :-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضرت قدیمہ سے قِدمِ حقیقی مراد نہیں جیسا کہ قدم کے ان الفاظ میں ہے۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ (اللہ تھا اور کوئی شے نہ تھی) بلکہ حضرۃ قدیمہ سے مراد وہ انوار حادثہ ہیں جو ارواح، اشیا، آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیے جا چکے تھے یا مراد وہ امور ہیں جو علمِ ازلی میں آچکے ہیں۔ اور حضرۃ حادثہ سے مراد وہ ارواح اور مخلوق جو اس کے بعد وجود میں آئیں ــــــ ارواح جب اجسام سے مل جائیں تو بعض سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور بعض سے دوزخ کا۔ جنت کا وعدہ کیے ہوؤں کے انوار پسندیدہ ہیں اور دوزخ والوں کے ناپسندیدہ۔

حضورؐ کا مقام :-

ق یا قاف کی سریانی زبان میں حرف بحرف اور اعراب کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے مجموعی معنی یوں بتائے، جیسا کہ کوئی کہے۔ "اے محمدؐ، انبیاء، ملائکہ اور اللہ کے خاص انعام یافتہ اور اہل سعادت کے رب!" ــــــ اور پھر رسالت، نبوت اور ملائکہ، ولایت، سعادت، جنت اور تمام انوار کے اسرار، منازل، درجات اور اچھائیاں گنتا جائے حتیٰ کہ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (اور اپنے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کون جانتا ہے) کا حق تو کوئی کیا پورا ہوگا۔ لیکن تمام انوار و اسرار اور اچھائیوں کو

marfat.com

کو حضورؐ سے منسوب کرے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میری ملاقات اس سائل فقیہہ سے ہوئی تو میں نے کہا دیکھو حضرت دباغ کا جواب کس قدر عمدہ ہے؟" تو کہنے لگا کہ شیخ احمد زروق نے تو یوں تشریح کی ہے کہ ق کا دائرہ حضرۃ قدیمہ ہے اور دائرے کا شوشہ حضرۃ حادثہ اور ق مجموعی طور پر ہر دونوں حضرۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے ——— میں اس تشریح سے واقف نہ تھا اور مذکورہ فقیہہ سے بحث وتمحیص اور جھگڑا کرتے ہوئے اسے لاجواب کر دیا۔ کیونکہ وہ شیخ زروق کی تشریح اور حقیقت سے بے خبر تھا اور ظاہری مفہوم ادا کر سکتا تھا ——— اس سے میرا مقصد حضرت زروق پر اعتراض کرنا نہیں تھا۔ معاذ اللہ کہ میں ان پر یا کسی ولی پر اعتراض کروں۔

عبدالرحمٰن فاسی نے فواتح السورہ یعنی سورتوں کے حروف مقطعات کی اس تشریح پر اعتراض کیا کہ یہ حروف سورتوں کے مضامین اور رموز بتاتے ہیں۔ کیونکہ ایک جیسے حروف مقطعات مختلف سورتوں سے پہلے دیے گئے ہیں۔

قرآن کے تین انوار :-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوح محفوظ تین رنگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے قرآنی آیات کے انوار بھی مندرجہ ذیل تین قسم کے ہیں۔

(۱) سفید رنگ ان کلمات کا ہے جن کے بولنے والے بندے ہیں اور اپنے رب سے ثبت سوال کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں إِيَّاكَ نَعْبُدُ سے أَنْعَمْتَ عَلَيْهِم تک (تیری ہی بندگی کرتے ہیں .... سے .... جن پر تو نے انعام کیا)——— اسی طرح سفید رنگ لوح محفوظ کے اس رخ کا ہے جو دنیا اور اہل دنیا اور ان کے حالات کی طرف ہے اور جس میں دنیا والوں کی ہر چیز درج ہے۔

(۲) سبز رنگ ان قرآنی آیات کا ہے جن کا کہنے والا یا جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے مثلاً سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک ——— اسی طرح سبز رنگ لوح محفوظ کے اس رخ اور مندرجات کا ہے جہاں جنت اور اہل جنت کے احوال کا ذکر ہے۔

(۳) زرد رنگ ان قرآنی آیات کے انوار ہیں جن میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ کا

marfat.com

غضب ہوا۔ مثلاً غیر المغضوب والضالین ــــــ اور یہی زرد لوگ لوحِ محفوظ کے اس رخ یا تذکروں کا ہے جو جہنم اور اہلِ جہنم کے احوال اور صفات کا ہے ــــــ اور جس سے اللہ محفوظ رکھے۔

یہ زرد رنگ دراصل سیاہ ہے مگر مومن کو اس کے بخشے ہوئے نورِ بصیرت کی وجہ سے اس دنیا میں بھی اور محشر میں بھی کفر اور کافر کی سیاہی زرد نظر آتی ہے ــــــ جبکہ کافر کو ان تاریکیوں کی وجہ سے جن میں وہ گھرا ہوا ہے۔ سوائے اندھیروں کے کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ ہاں مگر روزِ محشر اللہ اس کے دل میں یہ خیال ڈال دے گا کہ وہ غلط راہ پر تھا اور کاش دنیا میں مسلم ہوتا۔

حروفِ مقطعات لوحِ محفوظ میں بالکل اسی طرح ہیں جیسا کہ قرآن میں ہیں۔ بلکہ لوحِ محفوظ میں ان کی شرح بھی سریانی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر ان کی شرح دیکھو تو تجھے معلوم ہو جائے کہ مختلف سورتوں سے پہلے دیئے ہوئے ایک ہی حرفِ مقطع کی شرح الگ الگ ہے۔ مثلاً الٓمٓ مختلف سورتوں میں مختلف معنی لیے ہوئے ہے۔

سورۂ بقرہ کا الٓمٓ

اس کا اشارہ اس نورِ محمدیؐ کی طرف ہے۔ جس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے اور مخلوق میں مومن اور کافر سب شامل ہیں۔ اور ان سب کا ذکر سورہ بقر میں ہے۔

سورۂ آلِ عمران کا الٓمٓ

اس کا اشارہ اس نورِ محمدیؐ کی بھلائیوں کی طرف ہے جس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے اور مخلوق میں لوگوں میں سے چند کا ذکر ہے جنکو نورِ محمدیؐ سے بھلائیاں حاصل ہوئیں۔

سورۂ عنکبوت کا الٓمٓ:

یہاں نورِ محمدیؐ کو ان سزاؤں اور عذاب سے دیکھا جا سکتا ہے جو نااہل لوگوں پر نازل ہوا۔ اور نیز ان مصائب کے اعتبار سے جو اس دنیا میں انہیں پہنچیں وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا۔ اسی طرح ہر سورت کے حروفِ مقطعات کے رموز وہ شخص جانتا ہے ــــــ جو لوحِ محفوظ کو دیکھ رہا ہو۔ ایسے اشخاص یا تو صاحبِ فتح اولیاء ہیں یا اولیاء سے میل جول رکھنے والے ہونہار شاگرد جنہیں وہ یہ علم سکھا دیں ــــــ میرے ایک سوال کا حضرت

marfat.com

نے ایسا جواب دیا جو عقل سے باہر ہے اس لیے میں نے نہیں لکھا۔

سریانی کے حروفِ تہجی :-

حضرت دباغ نے پھر سریانی زبان کے ۲۷ حروفِ تہجی کے معانی مع اعراب اور اسرار اور کے سمجھائے۔ حروف یہ ہیں۔ ء (ہمزہ) ب۔ ت د ث۔ ج۔ ح۔ خ۔ د۔ ذ۔ ر۔ ز۔ س۔ ش۔ ط۔ ظ۔ ع۔ غ۔ ف۔ ق۔ ک۔ ل۔ م۔ ن۔ و۔ یہ۔

فرمایا۔ ان کے علاوہ ہر حرف کے سات اسرار ہیں۔ جو سابقہ معانی سے پیدا ہوتے ہیں اور عربی زبان کی مناسبت سے سات اسرار مزید بھی ہیں۔ اور غیر عربی کلام کی مناسبت سے سات اسرار اور ہیں۔ اللہ ہمیں محمد کے طفیل اور علم دے ——— اس کا کاتب عبدالعزیز بن مسعود ہے جو دباغ کے نام سے مشہور ہے۔

مرشد کے انوار و مقام :-

حضرت دباغ کے ملاقات کے ابتدائی دنوں میں آپ نے مجھے تین الفاظ بتائے اور فرمایا۔ بھولنا نہیں۔ انہیں سمجھ لو۔ سَنِوْ سِدُرِعْ مَاذَدْ ۔۔۔ میں نے عرض کیا یہ کون سی زبان ہے؟ فرمایا۔ سریانی۔ دنیا میں سوائے چند لوگوں کے اس کا بولنے والا کوئی نہیں۔

اس وقت میرے پوچھنے پر بھی ان الفاظ کے معانی نہ بتائے۔ لیکن جب میں سریانی سیکھ گیا۔ تو مجھے ان کے معانی معلوم ہوئے اور میں سمجھ گیا کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں ———

اس نور کا جو میری ذات میں قائم ہے اور چمک رہا ہے۔ میرے ظاہر (جسم) میں بھی اور میرے باطن میں بھی۔ دیکھو! اس بڑی خیر و خوبی کو جس نے میری ذات پر قبضہ پایا۔ اور جس سے اس کا قیام ہے۔ کیونکہ تمام جہانوں اور مخلوق کا ہر قسم کے شر اور خرابی سے محفوظ رہنا اسی کی بدولت ہے۔ اور تمام جہانوں اور مخلوقات کے ظاہر و باطن کا خیر اور اچھائیاں تمام اسی نور سے فیض پاتی ہیں جو میری ذات میں ہے۔ اور تمام جہانوں میں میرا تصرف ہے۔"

marfat.com

حروفِ مقطعات پر ایک فقیہہ کے دو سوال

ایک فقیہہ کو فقرا سے محبت کا دعویٰ تھا۔ انھوں نے حضرت دباغ سے سوال کیا کہ حرف مقطع "ق" میں کیا راز ہے کہ بعض عارفین نے حضرۃ قدیمہ اور حادثہ کا ذکر کیا ہے ـــــ ان فقیہہ نے علامہ حاتمی (صوفی محی الدین ابن العربی طائیؒ) کا مطالعہ کر کے چند سوالات اکٹھے کیئے اور مقصد حضرت دباغ اور ان کے علوم لدنیہ کا امتحان کرنا بھی تھا۔

ق :-

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضرت قدیمہ سے قِدمِ حقیقی مراد نہیں جیسا کہ قدم کے ان الفاظ میں ہے۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ (اللہ تھا اور کوئی شے نہ تھی) بلکہ حضرۃ قدیمہ سے مراد وہ انوار حادثہ ہیں جو ارواح، اشیا، آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیے جا چکے تھے یا مراد وہ امور ہیں جو علمِ ازلی میں آ چکے ہیں۔ اور حضرۃ حادثہ سے مراد وہ ارواح اور مخلوق جو اس کے بعد وجود میں آئیں ـــــ ارواح جب اجسام سے مل جائیں تو بعض سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور بعض سے دوزخ کا۔ جنت کا وعدہ کیے ہوؤں کے انوار پسندیدہ ہیں اور دوزخ والوں کے ناپسندیدہ۔

حضورؐ کا مقام :-

ق یا قاف کی سریانی زبان میں حرف بحرف اور اعراب کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے مجموعی معنی یوں بتائے، جیسا کہ کوئی کہے ۔"اے محمدؐ، انبیاء، ملائکہ اور اللہ کے خاص انعام یافتہ اور اہل سعادت کے رب!" ـــــ اور پھر رسالت، نبوت اور ملائکہ، ولایت، سعادت، جنت اور تمام انوار کے اسرار، منازل، درجات اور اچھائیاں گنتا جائے حتیٰ کہ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (اور اپنے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کون جانتا ہے) کا حق تو کوئی کیا پورا ہو گا۔ لیکن تمام انوار و اسرار اور اچھائیوں کو

marfat.com

کو حضورؐ سے منسوب کرے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میری ملاقات اس سائل فقیہہ سے ہوئی تو میں نے کہا دیکھو حضرت دباغ کا جواب کس قدر عمدہ ہے؟" تو کہنے لگا کہ شیخ احمد زروق نے تو یوں تشریح کی ہے کہ ق کا دائرہ حضرۃ قدیمہ ہے اور دائرے کا گوشہ حضرۃ حادثہ اور ق مجموعی طور پر ہر دونوں حضرۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے ——— میں اس تشریح سے واقف نہ تھا اور مذکورہ فقیہہ سے بحث وتمحیص اور جھگڑا کرتے ہوئے اسے لاجواب کر دیا۔ کیونکہ وہ شیخ زروق کی تشریح اور حقیقت سے بے خبر تھا اور ظاہری مفہوم ادا کر سکتا تھا ——— اس سے میرا مقصد حضرت زروق پر اعتراض کرنا نہیں تھا۔ معاذ اللہ کہ میں ان پر یا کسی ولی پر اعتراض کروں۔

عبدالرحمٰن فاسی نے فواتح السورہ یعنی سورتوں کے حروف مقطعات کی اس تشریح پر اعتراض کیا کہ یہ حروف سورتوں کے مضامین اور رموز بتاتے ہیں۔ کیونکہ ایک جیسے حروف مقطعات مختلف سورتوں سے پہلے دیے گئے ہیں۔

قرآن کے تین انوار:۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوح محفوظ تین رخوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے قرآنی آیات کے انوار بھی مندرجہ ذیل تین قسم کے ہیں۔

(۱) سفید رنگ ان کلمات کا ہے جن کے بولنے والے بندے ہیں اور اپنے رب سے ثیبت سوال کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے اَنْعَمْتَ عَلَیْهِم تک (تیری ہی بندگی کرتے ہیں .... سے .... جن پر تو نے انعام کیا ——— اسی طرح سفید رنگ لوح محفوظ کے اس رخ کا ہے جو دنیا اور اہل دنیا اور ان کے حالات کی طرف ہے اور جس میں دنیا والوں کی ہر چیز درج ہے۔

(۲) سبز رنگ ان قرآنی آیات کا ہے جن کا کہنے والا یا جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے مثلاً سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک ——— اسی طرح سبز رنگ لوح محفوظ کے اس رخ اور مندرجات کا ہے جہاں جنت اور اہل جنت کے احوال کا ذکر ہے۔

(۳) زرد رنگ ان قرآنی آیات کے انوار ہیں جن میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ کا

marfat.com

غضب ہوا۔ مثلاً غیر المغضوب والضالین ــــــــ اور یہی زرد لوگ لوحِ محفوظ کے اس رخ یا تذکروں کا ہے جو جہنم اور اہل جہنم کے احوال اور صفات کا ہے ــــ اور جس سے اللہ محفوظ رکھے۔

یہ زرد رنگ دراصل سیاہ ہے مگر مومن کو اس کے بخشے ہوئے نورِ بصیرت کی وجہ سے اس دنیا میں بھی اور محشر میں بھی کفر اور کافر کی سیاہی زرد نظر آتی ہے ــــ جبکہ کافر کو ان تاریکیوں کی وجہ سے جن میں وہ گھرا ہوا ہے۔ سوائے اندھیروں کے کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ ہاں مگر روزِ محشر اللہ اس کے دل میں یہ خیال ڈال دے گا کہ وہ غلط راہ پر تھا اور کاش دنیا میں مسلم ہوتا۔

حروف مقطعات لوحِ محفوظ میں بالکل اسی طرح ہیں جیسا کہ قرآن میں ہیں۔ بلکہ لوحِ محفوظ میں ان کی شرح بھی سریانی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر ان کی شرح دیکھو تو تجھے معلوم ہو جائے کہ مختلف سورتوں سے پہلے دیئے ہوئے ایک ہی حرفِ مقطع کی شرح الگ الگ ہے۔ مثلاً الٓمٓ مختلف سورتوں میں مختلف معنی لیے ہوئے ہے۔

سورۂ بقرہ کا الٓمٓ

اس کا اشارہ اس نورِ محمدیؐ کی طرف ہے۔ جس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے اور مخلوق میں مومن اور کافر سب شامل ہیں۔ اور ان سب کا ذکر سورہ بقرہ میں ہے۔

سورۂ آلِ عمران کا الٓمٓ

اس کا اشارہ اس نورِ محمدیؐ کی بھلائیوں کی طرف ہے جس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے اور مخلوق میں سے لوگوں میں سے چند کا ذکر ہے جنکو نورِ محمدی سے بھلائیاں حاصل ہوئیں۔

سورۂ عنکبوت کا الٓمٓ:

یہاں نورِ محمدیؐ کو ان سزاؤں اور عذاب سے دیکھا جا سکتا ہے جو نااہل لوگوں پر نازل ہوا۔ اور نیز ان مصائب کے اعتبار سے جو اس دنیا میں انہیں پہنچیں وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا۔ اسی طرح ہر سورت کے حروفِ مقطعات کے رموز وہ شخص جانتا ہے ــــ جو لوحِ محفوظ کو دیکھ رہا ہو۔ ایسے اشخاص یا تو صاحبِ فتح اولیاء ہیں یا اولیاء سے میل جول رکھنے والے ہونہار شاگرد جنہیں وہ یہ علم سکھا دیں ــــ میرے ایک سوال کا حضرت

نے ایسا جواب دیا جو عقل سے باہر ہے اس لیے میں نے نہیں لکھا۔

سریانی کے حروف تہجی :-

حضرت دباغ نے پھر سریانی زبان کے ۲۷ حروف تہجی کے معانی بمع اعراب اور اسرار اور کے سمجھائے۔ حروف یہ ہیں۔ ۶ (ہمزہ) ب۔ ت د ث ۔ ج ۔ ح ۔ خ ۔ د ۔ ذ ۔ ر ۔ ز ۔ س ۔ ش ۔ ط ۔ ظ ۔ ع ۔ غ ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ ل ۔ م ۔ ن ۔ و ۔ یہ ۔

فرمایا۔ ان کے علاوہ ہر حرف کے سات اسرار ہیں جو سابقہ معانی سے پیدا ہوتے ہیں اور عربی زبان کی مناسبت سے سات اسرار مزید بھی ہیں۔ اور غیر عربی کلام کی مناسبت سے سات اسرار اور ہیں۔ اللہ ہمیں محمدؐ کے طفیل اور علم دے —— اس کا کاتب عبدالعزیز بن مسعود ہے جو دباغ کے نام سے مشہور ہے۔

مرشد کے انوار و مقام :-

حضرت دباغ کے ملاقات کے ابتدائی دنوں میں آپ نے مجھے تین الفاظ بتائے اور فرمایا بھولنا نہیں۔ انہیں سمجھ لو۔ سَنِدْ سِنْدْعْ" مَاذَدْ —— میں نے عرض کیا۔ یہ کون سی زبان ہے؟ فرمایا۔ سریانی۔ دنیا میں سوائے چند لوگوں کے اس کا بولنے والا کوئی نہیں۔

اس وقت میرے پوچھنے پر بھی ان الفاظ کے معانی نہ بتائے ۔ لیکن جب میں سریانی سیکھ گیا۔ تو مجھے ان کے معانی معلوم ہوئے اور میں سمجھ گیا کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں —— اس نور کا جو میری ذات میں قائم ہے اور چمک رہا ہے ۔ میرے ظاہر (جسم) میں بھی اور میرے باطن میں بھی ۔ دیکھو! اس بڑی خیر و خوبی کو جس نے میری ذات پر قبضہ پایا۔ اور جس سے اس کا قیام ہے ۔ کیونکہ تمام جہانوں اور مخلوق کا ہر قسم کے شر اور خرابی سے محفوظ رہنا اسی کی بدولت ہے ۔ اور تمام جہانوں اور مخلوقات کے ظاہر و باطن کا خیر اور اچھائیاں تمام اسی نور سے فیض پاتی ہیں جو میری ذات میں ہے ۔ اور تمام جہانوں میں میرا تصرف ہے"۔

marfat.com

۱۰- سورۂ تکویر - پارہ ۳۰ - آیت ۱

قرآن کا ظاہر و باطن:-

آیت ہے - اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (جب سورج ڈھانپ لے) بات چیت کے دوران رمضان ۱۱۲۹ھ کے ایک دن میں نے پوچھا کہ یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کے ہر کلمہ کا ایک ظاہری اور باطنی معنیٰ ہے۔ تو کیا یہ درست ہے ؟

فرمایا - یہ درست ہے - چنانچہ اس آیت کا ظاہر آخر کی تصدیق کرتا ہے - اور اس کا باطن اول کی - آخر سے مراد وہ امور جو قیامت یا محشر کے دن واقع ہوں گے - اور اول سے مراد وہ امور ہیں جو عالم ارواح میں واقع ہوئے - پھر آپ نے اعالم ارواح کی ایسی تعجب انگیز اور محیر العقول باتیں بیان کیں کہ ان خداوندی رازوں کا ذکر نا منع ہے۔

۱۱- سورۂ اعراف - آیت ۱۷۲

آیت ہے "اور جب تیرے رب نے بنی آدمؑ کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے شہادت لی ان کی جانوں سے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بولے ہاں۔ ہم گواہ ہیں - تاکہ کہیں تم یوم قیامت کو کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہیں تھی - اور کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا پہلے سے کرتے آئے ہیں اور ہم تو بعد میں ان کی اولاد ہیں - کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے باطل اور غلط کرنے والوں کے افعال کی وجہ سے ؟"

میں نے پوچھا کہ اس آیت کا ظاہر تو عالم ارواح سے تعلق رکھتا ہے - مگر اس کا باطن کیا ہے ؟

فرمایا - اس کا باطن وہ امور ہیں جو علم ازلی اور پہلی تقریب میں گذر چکے ہیں -

marfat.com

۱۲- سورۂ نساء آیت ۱۴۵

منافقین کا بدترین درجہ:-

آیت ہے ,, بے شک منافقین آگ میں سے نچلے درجہ میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور خالص کیا اپنے دین یا راہوں کو اللہ کے لیے۔ پس وہ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد اجر دے گا،،

فرمایا۔ وہ ظلمت اور اندھیرے جو عالم ارواح میں تھے۔ انہی سے جہنم پیدا ہوئی۔ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے۔ منافقین کی ارواح کا مقام اس ظلمت کے اندر اسی طرح کا ہے، جس طرح کا مقام ان کے اجسام کے لیے جہنم میں ہے۔ اللہ ہمیں سلامت رکھے۔

قرآن کا باطن جاننے کا ذریعہ میں نے پوچھا تو فرمایا۔ یہ کشف کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا مگر جو سریانی زبان اور حروف مع ان کے اسرار کے سمجھ جائے تو باطن قرآن جاننے میں بہت مدد ملے گی۔ اسے عالم ارواح، دنیا، آخرت، آسمانوں اور زمینوں کی باتوں کا علم ہو جائے گا اور اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن کے معنوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور اس آیت کے معنی معلوم ہو جائیں گے ...... مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ...... (سورہ انعام۔ آیت ۳۸) ...... ہم نے کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی ....

۱۳- سورۂ آلِ عمران - آیت ۱۴۰

اللہ اور رسول میں توحید یا تفریق

آیت ہے ..... وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَاءَ ..... (اگر تم

marfat.com

لوگوں کو چوٹ لگی ہے تو وہ بھی زخم کھا چکے ہیں ـــ اور تاکہ اللہ معلوم کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اخذ کرے تم میں سے شہدا ـــ اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا) اور تاکہ اللہ ایمان لانے والوں کو نکھارے اور انکار کرنے والوں کو مٹا دے۔

سورہ محمدؐ کی آیت ۳۱ ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ (اور ہم تم کو آزمائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم جان لیں مجاہدین اور صابرین کو اور تمہاری خبروں کو جانچ لیں) ـــــــــ ان اور اس قسم کی دوسری آیات کے متعلق میں نے پوچھا کہ اللہ کا علم تو قدیم ہے اور اللہ کو مزید جانچنے یا جاننے کی ضرورت نہیں ہے، پھر ان آیات سے کیا مراد ہے؟

فرمایا قرآن کی ان آیات کی معنویت اور اصل اس مثال سے سمجھ آسکتی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرب کو اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرے۔ سارے معاملات اس کے سپرد کر کے اور لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم دے کر خود لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ چنانچہ وہ نائب جو حکم جاری کرے گا یہی کہے گا کہ یہ فرمان اور خدمت بادشاہ کی طرف سے تم لوگوں پر عاید کی گئی ہے ـــ حتیٰ کہ جن باتوں یا کاموں کو وہ اپنی طرف سے بھی بادشاہت یا رعایا کے لیے بہتر جانے گا تو وہ بھی بادشاہ کے نام سے جاری کرے گا۔ جیسا کہ یہ دستور آج کل کی حکومتوں تک میں جاری ہے۔

جب وہ کہے گا کہ بادشاہ کے ساتھ چلو یا بادشاہ کے ساتھ یہ برتاؤ کرو تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ میرے ساتھ چلو یا میرے ساتھ یہ برتاؤ کرو۔ اور اس کا سبب وہ یکتائی، یگانگت اور توحید ہے جو بادشاہ اور مقرب کے درمیان قائم ہے۔

اسی طرح اس قسم کی آیات میں بھی جو علم وغیرہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ وہ کوئی نیا علم نہیں بلکہ یہاں رسول کے علم کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ رسول جان لیں کہ تم میں کون مجاہد، صابر اور ایمان والا ہے۔

پھر حضرت دباغ نے سورہ فتح کی آیت ۱۰ کے متعلق ایک اعلیٰ مضمون بیان فرمایا۔ جس میں اللہ نے فرمایا۔ "بے شک جن لوگوں نے تمہاری بیعت کی انھوں نے اللہ کی بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ مفسرین نے ان آیات کی تفسیر بالکل مختلف کی ہے۔ اور یہ

marfat.com

کہیں بھی اشارہ نہیں کیا کہ ان آیات سے مراد یہ ہے کہ رسول کو معلوم ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

۱۴۔ سورہ نجم۔ آیت ۱۹، ۲۰

مسئلہ غرانیق یا نماز میں شیطان کا حضورؐ کی زبان پر الفاظ جاری کرنا

روایت ہے کہ نماز میں حضورؐ نے سورہ نجم کی آیات پڑھیں۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی (کیا تم نے دیکھا لات اور عزّٰی اور تیسرے آخری منات کو؟) ـــــ تو شیطان نے حضورؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے۔ تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَ ...... (یہ خوبصورت اور بلند مرتبہ نوجوان ہیں۔ جن سے شفاعت کرنے کی امید ہے) ـــــ مشرکین نے حضورؐ سے اپنے بتوں اور الہوں کی تعریف سنی تو سجدے میں انھوں نے بھی حضورؐ کا ساتھ دیا۔

علماء کا اختلاف:۔

اس روایت کے متعلق علماء اور محدثین میں مندرجہ ذیل اختلافات ہیں۔

(۱) حضرت عیاض:۔ انھوں نے اور ان کے متبعین نے اس واقعہ سے انکار کیا کہ ایسا ہوا ہی نہیں۔ عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث کو کسی صاحب صحت اور ثقہ نے نہ نقل کیا ہے نہ اس کی روایت کسی سالم اور متصل سند سے کی ہے۔ جس جس مفسر نے نقل کیا ہے۔ وہ ضعیف یا ناقابل اعتماد ہیں۔ ان کی روایت مضطرب، اسناد کمزور اور منقطع اور کسی صحابی تک مرفوع یا پہنچتی نہیں ہیں ـــــ بزاز نے کہا ہے کہ یہ حدیث صرف ایک روایت میں مرفوع ہے حالاں کہ وہاں بھی اس کے متصل ہونے میں شک ہے ـــــ رہے حافظ ہشام بن کلبی (ثقہ نہیں ہیں۔ ان کی حدیث متروک خیال کی جاتی ہے۔ وفات ۲۰۶ھ یہ ۸۲۱ء) تو ان کی روایتیں ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ ہی نہیں۔ اور پھر عیاض نے عقلی طور پر اس حدیث کو یوں رد کر دیا ہے کہ اگر ایسا واقعہ ہوتا تو بہت سے مسلم مرتد ہو گئے

marfat.com

ہوتے۔ جس کا ذکر کہیں نہیں۔

(۲) ابو بکر بن عربی:۔ یہ اپنی عادت کے مطابق دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ اس بارے میں طبری کی نقل کی ہوئی بہت سی روایات کی کوئی اصل نہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر:۔ یہ کہتے ہیں کہ ابو بکر بن عربی اور عیاض کا مندرجہ بالا کہنا غلط ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث مختلف لوگوں اور مختلف طریقوں سے مروی ہو تو ثابت ہوا کہ کوئی بات یا قصہ تو ہے۔ اور اس حدیث کی تو تین مختلف اسناد صحیح حدیث کی شرط کو پوری کرتی ہیں کہ یہ مرسل حدیث ہے اور یہ تینوں طرق یا راستے ایک دوسرے کو قوت پہنچاتے ہیں۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ واقعہ ہوا ہے تو پھر اس کی تاویل کرنی پڑے گی اور پھر چھ تاویلیں کی ہیں۔ جن میں ایک تاویل سورہ حج کی آیت ۵۲ سے کی ہے جو یہ ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ ("اور تجھ (محمد) سے پہلے ہم نے جو رسول اور نبی بھیجا۔ ان کو جب کوئی خیال آیا تو شیطان نے القا کر کے ان کے خیالوں کو گڈمڈ کیا۔ پس اللہ مٹا دیتا جو شیطان نے ملایا ہوتا۔ پھر اللہ نے اپنی آیات یا باتوں کو محکم یا پکا کر دیتا اور اللہ علیم و حکیم ہے")۔ ابن حجر اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن عباس نے تمنّیٰ کے معنی قَرَأَ (پڑھنے) کے لیے اور "امنیتہ" کے معنی قرات کے لیا کرتے تھے۔ اور ان کا اشارہ اسی مسئلہ غرانیق کی طرف ہے۔ اور پھر ابو جعفر احمد نحاس (مفسر، نحوی، وفات ۳۳۸ھ = ۹۴۹ء) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کی تاویل نہایت عمدہ و اعلیٰ ہے۔

چنانچہ ابن حجر نے ابن ابی حاتم، طبری اور ابن المنذر کے مختلف طرق یا راستوں سے مندرجہ بالا حدیث مندرجہ ذیل زاویوں سے اخذ کی ہے۔

(ا) شعبہ بن حجاج:۔ جو حدیث کے امیر المومنین کہلاتے ہیں۔ عمر ۷۶ سال۔ وفات ۱۶۰ھ = ۷۷۶ء۔

(ب) ابو بشر صالح مری:۔ اکثر روتے رہتے۔ مردوں کی باتیں سنتے اور ان سے باتیں کرتے۔

(ج) سعد بن جبیر:۔ بڑے پایہ کے تابعی تھے۔ روتے روتے آنکھیں چندھیا گئیں۔

marfat.com

پیدائش ۳۸ھ ۔ ۹۵ھ میں حجاج کے حکم سے ظالمانہ طور پر قتل کیے گئے ۔ قتل سے پہلے بددعا کی کہ اے اللہ! میرے بعد حجاج کو کسی اور پر مسلط نہ ہونے دینا ۔ چنانچہ اس ناحق قتل کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا ۔ دوسری روایت میں چھ ماہ زندہ رہا ۔ اور پیٹ کے ناسور سے مرگیا ۔ بہرحال سعید کے قتل کے بعد جب تک حجاج جیتا رہا سوتے میں سعید پاؤں پکڑ کر جگا دیتے ۔

چنانچہ میں (مؤلف کتاب) نے حضرت دباغ سے سوال کیا کہ اس مسئلہ غرانیق میں کون سا رویہ ٹھیک ہے ۔ اور کون سا گروہ حق پر ہے ؟

عصمتِ انبیاء :-

فرمایا ۔ عیاض اور ابوبکر ابن عربی حق پر ہیں اور ابن حجر وغیرہ کی رائے صحیح نہیں ۔ غرانیق کا واقعہ حضورؐ سے قطعاً پیش نہیں آیا ۔ مجھے بعض اوقات بعض علماء کے کلام پر تعجب آتا ہے ۔ جیسا کہ ابن حجر اور اس کے موافقین کا مندرجہ بالا قول اور تاویلیں ۔

اگر اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہوتا تو نہ شریعت اور نہ عصمت انبیاءؑ پر اعتماد رہتا اگر رسول پر شیطان کا اس قدر تسلط ہوتا کہ وہ نبی کے ارادہ، پسند اور مرضی کے بغیر جو چاہتا ۔ نبی کے کلام میں بڑھا دیتا تو پھر رسول بھی عام انسان کی طرح ہوتا ۔ ایسے میں رسالت پر کیا اعتماد رہتا؟ ——— اس کے جواب میں یہ کہنا کہ اللہ شیطان کے الفاظ کو محو کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو قائم رکھتا ہے ۔ کچھ معنیٰ نہیں رکھتا ۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ یا آیات بھی شیطان کے الفاظ ہوں ۔ اس طرح قرآن مجید کی تمام آیات میں شک پیدا ہو سکتا ہے ۔

مومن پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث سے اعراض کرکے اور دیوار پر دے مارے ۔ جن سے دین میں شک پیدا ہو یا حضورؐ کی معصومیت یا مرتبہ پر حرف آئے ۔

اس کے علاوہ سورۂ حج کی آیت ۵۲ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی تفسیر میں بعض علماء نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ گزشتہ رسولوں اور نبیوں کی وحی پر شیطان کا تسلط اس سے بھی زیادہ تھا ۔ جس قدر کہ قرآن پر ہوا ۔

مؤلف کہتا ہے کہ اللہ حضرت سے راضی ہو ۔ اُمی ہوتے ہوئے آپ کی نظر کس قدر باریک ہے ۔ ایک مشہور عالم اور مفسر قاضی ناصر الدین بیضاوی (متوفی

marfat.com

۶۵۸ھ - ۱۲۸۶ء) نے بھی اس قول کو رد کیا ہے کہ شیطان نے حضور کی قرأت میں الفاظ ڈال دیئے - کیوں کہ اس سے وحی پر اعتماد میں خلل واقع ہوتا ہے -

مولف کہتا ہے کہ عصمتِ انبیاء کا عقیدہ پختہ یقین کا تقاضا کرتا ہے - جو حدیث اس عقیدہ سے ٹکرائے قابلِ قبول نہیں - علمائے اصولِ حدیث کا بھی یہی اصول ہے - رہا حافظ ابن حجر کا یہ قول کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ز میں مختلف طریقوں سے پہنچنے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے - تو یہ حجت یا حکم وہاں لگتا ہے جہاں ظن و تخمین اور حلال و حرام یا اعمال کا معاملہ ہو نہ کہ اعتقادی یا ایمانی معاملات میں ـــــ اسی طرح ابن حجر کا "تمنیٰ" کے معنی پڑھنا اور "امنیہ" کا معنی قرات کرنا اور یہ کہنا کہ یہ ابن عباسؓ سے مروی ہے - قابلِ قبول نہیں - کیونکہ ابن عباسؓ سے روایت کرنے والوں میں ابن ابی صالح پر لوگوں کو اعتراض ہے اور محققین بالاتفاق اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں - (اور راسی سلسلہ روایت میں علی بن ابی طلحہ (متوفی ۱۴۳ھ ـ ۸۵۷ء) کے ثقہ ہونے میں بھی اختلاف ہے -)

۱۵ - سورۂ حج - آیت - ۵۲

انبیاءؑ و رسل پر شیطان کا تصرف ؟

آیت ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ (اور تجھ (محمد) سے قبل ہم نے جو رسول اور نبی ارسال کیا - اس نے جب کوئی تمنا کی تو شیطان نے ان کی تمناؤں میں القا کیا - پھر اللہ اسے منسوخ یا دور کر دیتا جو شیطان نے القا کیا ہوتا اور پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا اور اللہ علیم و حکیم ہے ۵۲)

میں نے اس آیت کی تفسیر اور نور دریافت کیا -

marfat.com

انبیاءؑ اپنی امتوں کے ایمان کے لئے حریص :-

فرمایا - اس آیت کا نور یہ ہے کہ ہر رسول اور نبی اپنی اپنی امت کے لیے ایمان کی تمنا کرتا - ایمان کو ان کے لیے پسند کرتا - ایمان کی رغبت دلاتا - اس کی شدید خواہش کرتا - اور اسی پر زور دیتا ہے -

ہمارے نبی بھی انہی میں سے ہیں - چنانچہ قرآن کی مختلف آیات حضورؐ کی اس تمنا پر گواہ ہیں - مثلاً سورہ کہف کی آیت ۶ میں اللہ اپنے محبوب رسول سے یوں مخاطب ہیں - فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (سو کیا تو (محمد) اپنے آپ کو مار ڈالے گا ان کے پیچھے اگر یہ تمہاری ان باتوں پر ایمان نہ لائیں) ———— سورہ یوسف کی آیت ۱۰۳ میں بھی محب اور حبیب کے درمیان یہی بات ہوئی - وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ - (اور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں اگرچہ تو (محمد) ان کے ایمان لانے پر کتنی حرص اور تمنا بھی کرے) ———— سورہ یونس کی آیت ۹۹ میں ہے ———— وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے کل لوگ ضرور ایمان لے آتے - اب کیا تو (محمد) لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرے گا اور زور ڈالے گا - ؟)

مومنین اور ایمان بالغیب والوں کے وسوسے :-

پھر انبیاءؑ کی امتوں میں بھی بعض لوگ مومن اور بعض کافر ہوتے ہیں - کافروں کے دلوں میں شیطان اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے جو نبی کی شخصیت اور رسالت میں نقص نکالتا ہے اور انکار کا سبب بنتے ہیں ———— اسی طرح مومن بھی وسوسوں کا شکار ہوتا ہے کیونکہ ایمان بالغیب کے لیئے وسوسے ضروری ہیں - اگرچہ یہ وسوسے اپنے اپنے تعلق اور ایمان کے لحاظ سے کم و بیش ہوتے ہیں -

جب یہ ثابت ہو گیا تو اب "تمنّٰی" کے معنی ہوئے کہ نبی امت کے لیے ایمان کی تمنا کرتا ہے اور ان کے لیے بھلائی، ہدایت، بہتری اور نجات کو پسند کرتا ہے ہر نبی اور رسول کی یہی آرزو ہے اور اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىْٓ اُمْنِيَّتِهٖ --- (ان کی تمناؤں میں شیطان القا کرتا ہے) سے مراد وہ وسوسے ہیں جو نبی کی قوم یا امت کے دلوں

marfat.com

ہیں شیطان ڈالتا ہے چاہے وہ کافر ہوں یا مومن ۔ لیکن اللہ مومنین پر رحم کرتا ہے ۔ اور اللہ مومنین کے دلوں سے یہ وسوسے منسوخ یا محو کر ڈالتا ہے ۔ اور ان کی جگہ اللہ کی آیات کو محکم اور پختہ کر دیتا ہے ۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے علم و حکمت کے مطابق ہوتا ہے ۔

مؤلفِ کتاب کہتا ہے کہ حضرت دباغ کی تفسیر بہترین ہے جس کا مقابلہ مندرجہ بالا یا ذیل کی دوسری تفسیروں کے ساتھ کرنے سے ثابت ہے ۔

ابن ابی حجر اور ابن ابی صالح :۔

یہ تفسیریں ایمانیات اور عقائد کے ساتھ کس قدر ٹکراتی ہیں ۔ جب تمنّیٰ کے معنی "پڑھا" اور "امنیتہ" کے معنی "قرأت" کر کے انبیاء کی معصومیت کے عقیدے کو پامال کیا جاتا ہے ۔ اور سورہ حج کی آیت ۵۲ کا ، سورہ نجم کی آیت ۱۹ ، ۲۰ سے تعلق جوڑنا قابلِ اعتراض ہے ۔ کیونکہ مسئلہ غرانیق (یعنی مشرکین عرب کے بتوں لات ، عزّیٰ اور منات کو شیطان کا حضورؐ کے دہن مبارک سے خوبصورت اور بلند مرتبہ نوجوان کہلوانا) کو کسی طرح بھی حضورؐ سے اگلے انبیاء کے ساتھ منسوب نہیں کیا جا سکتا ۔ جیسا کہ بعض علماء نے کیا ہے ۔

ابو محمد مکّی :۔

آپ نے (متوفی ۴۳۷ھ ۔ ۱۰۴۵ء) اپنی پندرہ جلدوں کی تفسیر میں طبری کے حوالہ سے لکھا ہے ۔ کہ "تمنّیٰ" کے معنی حدیثِ نفس کے ہیں ۔ یعنی دل میں کوئی خیال آنا ۔ جیسے شیطان بطور حیلہ بدل کر یہ خیال ڈال دیتا کہ مسلمین کے مال دار ہونے یا مالِ غنیمت کے لیے دعا کریں ۔ اور پھر اللہ یہ خیال بھی محو کر دیتا ۔ اسی طرح ابوالحسن کسائی (کوفہ کے نحوی متوفی ۱۸۹ھ ۔ ۷۶۱ء) اور ان کے شاگرد ابو زکریا یحییٰ فرا (نحوی اور لغت دان ۔ پیدائش ۱۴۴ھ ۔ ۷۶۱ء ۔ وفات ۲۰۷ھ ۔ ۸۲۲ء) ـــــ نے بھی تمنّیٰ کے معنی حدیثِ نفس کے کیے ہیں ـــ حالانکہ شیطان کا انبیاء کے دلوں میں القا یا خیال ڈالنا کس قدر غلط اور غارت گر ایمان بات ہے ۔

بیضاوی :۔

انھوں نے تمنّیٰ کے معنی "اپنی خواہشات کو خوب صورت جاننے" کے کیے ہیں ۔ القی الشیطٰن فی امنیتہ کے معنی "شیطان کا ایسا القاء جس سے انبیاؑ دنیا

marfat.com

کی طرف مشغول ہو جائیں" کیئے ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "میرے دل پر بادل چھا جاتے ہیں۔ تو دن میں ستّر بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں" وغیرہ ——— اور یہ سب کچھ نہ آیت سے مناسبت رکھتا ہے، نہ مرتبۂ رسالت سے۔

۱۶۔ سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۰۲

قصۂ ہاروت و ماروت

اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر ہے کہ یہودیوں کی کہانیوں کے برخلاف وہ جادو نہ سکھاتے تھے۔ بلکہ شیاطین لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور شہر بابل کے دو فرشتے ہاروت اور ماروت بھی جادو سکھاتے تھے۔ مگر یہ ضرور بنا دیتے کہ یہ علم ایک آزمائش اور کفر ہے اور یہ کفر نہ کرو۔ اور لوگ میاں بیوی میں تفرقہ ڈالنے کیلئے جادو سیکھتے تھے۔ حالانکہ کوئی کسی کو اللہ کے اذن کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

میں (مؤلف) نے حضرت دباغ سے قاضی عیاض اور ابن حجر کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا کہ قاضی عیاض ہاروت اور ماروت سے متعلق تمام احادیث سے انکاری ہیں۔ اور انہیں باطل اور غلط قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ابن حجر نے اس قصہ کو مختلف طریقوں سے آئی ہوئی روایات کی بنیاد پر صحیح جانا۔ اور حافظ سیوطی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں ابن حجر کی پیروی کی ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہاں بھی قاضی عیاض حق پر ہیں۔ اور پھر ایسے اسرار اور راز بیان فرمائے جنہیں نہ لکھا اور نہ افشاء کیا جا سکتا ہے۔

marfat.com

۱۷- سورۂ نور- آیت ۴۳

بادل، برف اور پہاڑ وغیرہ کی ماہیت

کسی نے مجھ (مؤلف) سے پوچھا۔ برف کس طرح بنتی ہے۔ جس کی نہ مجھے سمجھ تھی، نہ جواب دے سکا۔ چنانچہ میں نے حضرت دباغ سے بہت سے سوال کیئے۔ اور سورۂ نور کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہوئے، جس میں بادل، بارش، آسمان اور پہاڑ کا ذکر ہے دریافت کیا کہ کیا آسمان میں پہاڑ ہیں۔ جیسا کہ بعض مفسرین کا بیان ہے؟

فرمایا۔ آسمان میں پہاڑ نہیں ہیں۔ اس آیت میں آسمان سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ہمارے سر کے اوپر ہے۔ جب آیت کہتی ہے کہ "........ اور وہ نازل کرتا ہے آسمان سے پہاڑ جن میں برف ہوتی ہے ...." تو اس سے مراد یہ ہے کہ برف کے پہاڑ اوپر سے آتے ہیں۔ جنہیں ہوا زمین سے اٹھا کر اوپر لے جاتی ہے۔

برف پانی ہے جسے ہوائیں منجمد کرتی ہیں۔ یہ پانی زمینی آلودگیوں سے بالکل صاف ہوتا ہے۔ اس لیے جلد منجمد ہو جاتا ہے۔ اللہ ہواؤں کو حکم دیتا ہے تو وہ پانی کا کچھ حصہ اٹھا کر ٹھنڈی فضا میں لے جاتی ہیں۔ جہاں وہ صوف یا اون کی شکل اختیار کر کے نیچے گرتا ہے اور برف کہلاتا ہے۔

اولے بھی سمندروں کے پانی سے بنتے ہیں۔ لیکن ان کے منجمد ہونے اور گرنے کی درمیانی مسافت کم ہوتی ہے۔ اور ہوا کے تھپیڑوں سے وہ گول شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر گرنے میں دیر لگے تو ہواؤں کی وجہ سے ٹوٹ کر برف بن جاتے ہیں۔

بارش بھی اوپر اٹھنے والے بخارات سے بنتی ہے۔ اوپر ٹھنڈ زیادہ ہو تو برف اور اولے بن جاتے ہیں۔ گرم علاقوں اور میدانوں سے اٹھنے والے بخارات چونکہ گرم ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ گرم ہوائیں میدانوں میں برف پڑنے نہیں دیتیں۔ اور اگر پڑے بھی تو زیادہ دیر نہیں رہتی جبکہ سرد ملکوں اور پہاڑوں پر یہ گرم بخارات نہیں ہوتے تو ٹھنڈ سے بادل منجمد ہو کر برف بن جاتے ہیں۔

marfat.com

برف اور بارش کے اکٹھے گرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ گرم بخارات کی وجہ سے برف کے کچھ اجزا پگھل اور بارش بن کر گرتے ہیں یا پانی کے بعض اجزا منجمد ہونے سے پہلے ہی بارش بن کر گرتے ہیں۔ یوں اللہ کے حکم سے کچھ حصہ برف بن کر گرتا ہے اور کچھ بارش۔

برق یا بجلی کے بارے میں فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ گرم ملکوں میں بجلی نہیں گرتی۔ مفسرین نے بھی وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (اور وہ (اللہ) صاعقہ بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گراتا ہے) کی تفسیر میں بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے بہت تلاش کیا لیکن مندرجہ بالا موضوعات پر اہل سنت والجماعت کا کوئی جواب نہیں ملا۔ حافظ جلال الدین سیوطی، بیضاوی اور شریعت وطریقت کے استاد شیخ الاسلام ذکریا انصاری (متوفی ۹۲۶ھ۔ ۱۵۱۹ء) سب اس بارے میں خاموش ہیں۔

زلزلہ:۔ حضرت دباغ کے ساتھ میں بازار سے گزر رہا تھا کہ معمولی زلزلہ آیا۔ ڈیرہ پر پہنچ کر ذکر ہوا تو کئی لوگوں سمیت میں نے بھی محسوس نہ کیا تھا۔ لیکن حضرت نے تائید کی کہ ہم فلاں جگہ سے گزر رہے تھے تو جھٹکا آیا تھا — سلف صالحین اور فلسفیوں کی زلزلہ کے بارے میں آراء میں نے پڑھ رکھی تھیں۔ لیکن میں نے حضرت کی رائے پوچھی۔

فرمایا۔ زلزلہ کا سبب زمین پر اللہ کی تجلی کا پڑنا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت نے بتائی جو ایک راز ہے۔ پھر فرمایا۔ ابتدائے آفرینش میں یہ تجلی اکثر پڑتی۔ پھر اللہ نے حجاب ڈال دیا اور پہاڑ پیدا کیے تو زمین ساکن ہو گئی۔ آخر زمانے میں یہ تجلی اور زلزلے زیادہ ہو جائیں گے۔

حدیث:۔

طبرانی اور دیلمی نے بھی احادیث کی روشنی میں یہی بیان دیا ہے۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جب اللہ مخلوق کو ڈرانا چاہتا ہے تو اپنی کچھ تجلی زمین پر ڈالتا ہے تا ہے وہ لرزتی ہے اور جب اللہ مخلوق کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو پورا جلوہ دکھاتا ہے — اللہ حضرت سے راضی ہو۔ آپ کو ان امور کا کتنا علم تھا۔

marfat.com

خسف یعنی زمین کے پھٹنے کا پوچھا تو فرمایا۔ زمین پانی پر ہے۔ پانی ہوا پر اور ہوا زمین اور آسمان کے درمیان جیسے بحر محیط کہہ لیں۔ جس کے اوپر آسمان تک خلا ہے۔ جب اللہ کسی قوم کو زمین میں دھنسانا چاہتا ہے تو زمین کے اندر کے بخارات سوراخوں یا گڑھوں سے نکلتے ہیں۔ اور زمین پھٹتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے فعل اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

فرمایا میرے مرشد عبدالوہاب برناوی فرمایا کرتے تھے۔ اس دن کو یاد رکھو۔ جب زمین انڈے دے گی اور نشوونما مکمل کرے گی۔ اور اللہ روحوں کو اپنے اپنے جسموں میں داخل ہونے کا حکم دیں گے اور بنی آدم اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جہنم اہل دنیا کی طرف آئے گی اور لوگوں پر خوف اور وحشت اور رعب طاری ہو گا۔ جبکہ نورِ محمدی جنت کی طرف جائے گا۔

۱۸۔ سورۂ رحمٰن۔ آیت ۳۵

آگ محشر میں بھی؟

اس آیت (تم دونوں یعنی جن و انس پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا۔ پھر تم اس پر مدد نہ پاؤ گے) کے متعلق میں نے پوچھا کہ یہ آگ محشر میں ہو گی یا جہنم میں؟ فرمایا۔ یہ آگ میدانِ محشر اور اہل حشر سے متعلق ہے جو جن و انس کو گھیرے گی۔

۱۹۔ سورۂ انبیاءؑ۔ آیت ۱۰۴

سجل یا رحل کے معنیٰ

---

marfat.com

آیت یوں ہے کہ "جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے۔ جس طرح سجل کتابوں کو لپیٹ لیتا ہے۔ جیساکہ ہم نے ابتدار میں اول تخلیق کی ہم اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ بے شک ہم ایسا کرنے والے ہیں" ——— میں نے پوچھا۔ یہاں سجل سے کیا مراد ہے ؟

فرمایا۔ سجل سے مراد وہ آلہ ہے جس پر لکھنے والا وہ کتاب رکھتا ہے جس سے نقل کر رہا ہو اور جسے حمار الکتب (رحل) بھی کہتے ہیں ——— خیال ہے یہ بھی فرمایاکہ یہ سریانی لفظ ہے اور معنی ہوئے کہ جب لکھنا لکھانا ختم ہو جائے گا اور اور آسمان کو رحل کی طرح بند کر دیا جائے گا۔ مجھے یہ خیال نہ رہا کہ آپ (حضرت دباغ رح) کے مشاہدہ کی روشنی میں مزید مستفید ہوتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے مختلف علمار فقہار اور محدثین کے جو اقوال و آرار بیان کی ہیں۔ انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

امام عبداللہ بخاری سجل کے معنی کتاب کا ورق بتاتے ہیں۔ شیخ الوقت ابو بکر جعفر فریابی ترکی (قاضی، مصنف، عالم، حدیث کے ہزاروں طالب علموں کے استاد، پیدائش ۲۰۷ھ = ۸۲۲ء۔ وفات ۳۱۰ھ = ۹۱۳ء) وغیرہ نے بھی اسی قسم کے معنی لکھے ہیں۔

ابن عباس کی حدیث میں حبشہ کی زبان میں سجل کے معنی آدمی کے ہیں۔

ابوزید عبدالرحمن سہیلی (معتبر مصنف و مولف، پیدائش ۵۰۸ھ = ۱۱۱۴ء وفات ۵۵۱ھ = ۱۱۵۸ء) نے ابوبکر محمد نقاش (محدث، پیدائش ۲۸۹ھ = ۸۹۷ء وفات ۳۶۹ھ = ۹۸۱ء) سے نقل کیا ہے کہ سجل دوسرے آسمان میں ایک فرشتہ کا نام ہے۔ جس کے پاس فرشتے مخلوق کے اعمال لے جاتے ہیں۔

سہیلی اور ثعلبی نے انکار کیا ہے کہ سجل حضورؐ کے کاتب تھے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن مندہ (فتح اصفہان کے وقت مسلم ہوئے۔ بڑے استاد، وفات ۳۰۱ھ = ۹۱۱ء) اور ابونعیم نے مندرجہ ذیل اسناد سے سجل کو صحابی اور حضورؐ کا کاتب قرار دیا:۔ (۱) محمد بن نمیر کوفی (زاہد، فقیہہ، حافظ حدیث، امام حنبل ان کی بہت تعظیم کرتے۔ (وفات ۲۳۴ھ = ۸۴۸ء)۔ (۲) عبیداللہ بن عمر (فقیہہ، وفات ۱۴۷ھ = ۷۶۴ء)۔ (۳) نافع بن سرجس (عبداللہ بن عمرؓ

marfat.com

کے آزاد کردہ غلام۔ وفات سنہ ۱۰۷ھ = سنہ ۷۲۵ء) اور (۴) عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب (کمسنی میں باپ کے ساتھ ایمان لائے۔ جنگ احد میں بچے تھے۔ بعد کی جنگوں میں شرکت کی۔ حضورؐ نے انہیں رجل صالح کہا۔ ۱۶۳۰ احادیث روایت کیں۔ وفات سنہ ۷۳ھ = سنہ ۶۹۲ء)۔

۲۰۔ سورہ اعراف آیت ۱۴۳

مشاہدۂ افعالِ الٰہی اور ذاتِ الٰہی

آیت ہے۔ "اور جب موسیٰ پہنچا ہمارے وقت کو اور اس سے کلام کیا اس کے رب نے۔ وہ بولا۔ اے رب! مجھے دکھا کہ میں تیری طرف نظر ڈال سکوں۔ کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن نظر ڈال اس پہاڑ پر۔ اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر جب تجلّی ڈالی اس کے رب نے پہاڑ پر تو وہ ڈھیر ہو گیا۔ اور موسیٰ بیہوش گر پڑا۔ پھر جب اسے افاقہ ہوا۔ تو کہا تو پاک ہے۔ میں لوٹتا ہوں تیری طرف اور میں مومنین میں سے اول ہوں"۔

میں نے دریافت کیا کہ موسیٰ تو اللہ کے بڑے عارف تھے اور ہر وقت مشاہدۂ حق میں رہتے۔ پھر دیدار کا سوال کیوں کیا۔ اور کیا دیدار سے مشاہدہ میں اضافہ ہوتا ہے؟

فرمایا۔ ہر چیز میں اللہ کا فعل جاری و ساری ہے۔ یہی زندگی کا سبب بھی ہے اور ذاتِ باقی (اللہ) اور ذاتِ فانی کے درمیان حجاب کا باعث بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے افعال کو حجاب نہ بنائے تو دنیا کی ہر حادث و فانی شے جل جائے۔ چنانچہ اہلِ مشاہدہ کے لیئے اللہ تعالیٰ کے جاری و ساری افعال آنکھ میں تنکا ثابت ہوتے ہیں ——— اہلِ مشاہدہ کو ذاتِ باری کا مشاہدہ افعالِ باری سے خالی اور صاف اسی صورت میں مل سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے افعال اس سے منقطع کرنے اور ایسی صورت میں وہ ذات باقی نہیں رہ سکتی۔ اور یوں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

چنانچہ موسیٰ نے یہی درخواست کی تھی کہ اپنے افعال کا پردہ اٹھا کر اپنی ذات

marfat.com

دکھائے تاکہ صاف نظارہ اور دیدار ہو۔ اور اللہ نے پہاڑ پر جو جسمانی لحاظ سے زیادہ سخت اور قوی ہے موسیٰ کی نظر ڈلوا کر اور اپنی تجلی پہاڑ پر ڈال کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اپنے فعل کو جو حجاب بنا ہوا ہے پہاڑ سے قطع کر لیا تو وہ برقرار نہ رہ سکا اور موسیٰ بھی بے ہوش کر گر پڑے۔

۲۱-سورۂ رعد- آیت ۳۹

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۔

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے
اس آیت کے متعلق علماء کے اقوال اور اختلافات بیان کر کے میں نے اس کے اصل معنیٰ دریافت کیے۔

فرمایا۔ اس آیت کی وہی تفسیر بیان کروں گا۔ جو کل حضورؐ سے سنی کہ لوگوں کے دلوں میں دنیاوی امور کے پیدا ہونے والے خیالات کی دو قسمیں ہیں —— (۱) وہ امور جو کبھی واقع نہیں ہوتے۔ انہی کی طرف اشارہ ہے جب فرمایا کہ اللہ جو چاہتا ہے۔ مٹا دیتا ہے (۲) واقع ہونے والے امور کی طرف يُثْبِتُ (ثابت رہتے ہیں) فرما کر اشارہ فرمایا۔ مثلاً بارش کا اترنا، آنے والے کا آنا، حادثہ کا پیش آنا وغیرہ۔

ام الکتاب یا اصل کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اللہ کے پاس ہے اور یہ علم کبھی غلط نہیں ہوتا۔ باقی سب تفسیروں کو چھوڑ دو اور بس حضورؐ کی اسی تشریح پر اعتماد کرو۔

باقی تفسیروں کو چھوڑ دو سے مقصد یہ تھا کہ اس سے پہلے آپ نے معرفت بھری ایک اور تفسیر بھی سنائی تھی۔

۲۲-سورۂ آل عمران- آیت ۲۱-۳۲

---

marfat.com

کیا حضرت مریم نبی تھیں؟ ـــــ ولی پر بھی فرشتوں کا نزول

آیت ہے۔" اور جب فرشتہ نے کہا۔ اے مریم بے شک اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور پاک صاف کیا اور جہانوں کی عورتوں پر منتخب کیا ۵ اے مریم! اپنے رب کی فرماں برداری کر اور سجدہ کرتی رہ اور رکوع یا جھکنے والوں کے ساتھ جھکتی رہ"۔

میں نے عرض کیا کہ یہ آیت تو مریم کی نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ فرشتہ کا نزول صرف نبی پر ہوتا ہے ـــــ کیا اسی ضمن میں موسیٰ کی والدہ، فرعون کی بیوی آسیہ، ہاجرہ اور حوّا بھی نبی تھیں؟ کیونکہ بعض علماء نے انہیں نبی کہا ہے اور بعض نے انکار کیا ہے۔ اور بعض نے مثلاً شیخ ابوالحسن اشعری (اہل سنت والجماعت کے رئیس، پیدائش بصرہ ۲۶۰ھ ۸۷۳ء) وغیرہ نے توقف کیا ہے۔ یعنی نہ اقرار، نہ انکار۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ اللہ نے کسی عورت کو نبی نہیں بنایا۔ مریم بھی نبی نہ تھیں بلکہ صدیقہ اور ولیہ کاملہ تھیں۔

نبی اور ولی میں فرق

اگرچہ نبوت اور ولایت میں یہ بات مشترک ہے کہ ہر ایک میں اللہ کے انوار اور اسرار ہیں۔ مگر دونوں کے نور میں بہت فرق ہے۔ جس کی حقیقت کا علم کشف ہی سے ہو سکتا ہے ـــــ نورِ نبوت اصلی ہے، ذاتی ہے، حقیقی ہے اور ذاتِ نبی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر نبی معصوم ہوتا ہے ـــــ جبکہ نورِ ولایت ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ صاحبِ فتح یا کشف اگر کسی کو دیکھے جو آئندہ ولی ہونے والا ہے تو وہ عام لوگوں کی طرح نور سے خالی نظر آتا ہے۔ لیکن نبی ہونے والے کی ذات اور شخصیت میں پہلے ہی سے نورِ نبوت دکھائی دیتا ہے۔

اجزائے نبوت:

ذاتِ نبی کی طبیعت میں وہ ساتوں اجزائے نبوت ابتداء ہی سے ہوتے ہیں۔

marfat.com

جن کا ذکر حدیث "قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا" کی تشریح میں کیا جا چکا ہے۔
چنانچہ نبی طبعی اور فطری طور پر یہ خصوصیات رکھتے ہیں:۔
(۱) حق گو ہوتا ہے۔ خواہ حق کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو۔
(۲) صابر ہوتا ہے اور اسے صبر کرنے میں کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔
(۳) رحیم کامل ہوتا ہے۔
(۴) خوفِ خدا باطن اور ظاہر میں مکمل ہوتا ہے اور ہر حالت میں قائم رہتا ہے۔
(۵) باطل سے بغض رکھتا ہے۔
(۶) عفو ایسا کہ جو اس سے قطع تعلق کرے یہ جوڑے اور جو نقصان پہنچائے یہ اسے نفع پہنچائے۔

مگر ولی فتح سے پہلے دیگر انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ اس میں کوئی زائد بات نہیں۔ البتہ فتح نصیب ہونے کے بعد اس میں ولایت کے انوار آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے انوار عارضی ہوئے۔ اسی لیے فتح سے پہلے اور بعد بھی ولی معصوم نہیں ہوتا۔

ولی پر بھی فرشتوں کا نزول:۔

یہ درست نہیں ہے کہ ولی پر فرشتہ کا نزول نہیں اور نبی پر ہوتا ہے۔ جس کو اللہ فتح نصیب کرتا ہے۔ خواہ وہ نبی ہو یا ولی۔ وہ فرشتوں کو اصل صورت میں دیکھتا ہے۔ اور ان سے گفتگو کرتا ہے۔ جن لوگوں نے کہا کہ ولی پر فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا۔ یہ اس لیے کہ ان کو اللہ نے فتح نصیب نہیں کی۔

مؤلف کہتا ہے کہ حاتمی نے بھی یہی لکھا ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے جو اولیاء کی کرامات کو بھی حق جانتے ہیں۔ جن میں ابو حامد امام غزالی بھی شامل ہیں۔ یہاں غلطی کھائی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ نبی پر فرشتہ اترتا ہے اور ولی پر نہیں اترتا۔ بلکہ الہام ہوتا ہے۔ حالانکہ درست یہ ہے کہ فرشتہ دونوں پر اترتا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ولی کو فرشتہ نبی کی تابعداری کا حکم دیتا ہے۔ کبھی علماء کی ضعیف قرار دی ہوئی احادیث کی نشاندہی کرتا ہے اور اللہ کی طرف سے بشارت لاتا ہے کہ ولی اہل سعادت اور اہل امان میں سے ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ان کے لیے دنیا اور آخرت کی حیات میں بشارت اور خوش خبری ہے)

marfat.com

ان علماء کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ راہِ سلوک میں ان پر کبھی فرشتہ نہیں اترا اور انہیں ایسا تجربہ نصیب نہ ہوا ۔ یا پھر ایک جماعت اپنے خیال اور ضد پر ڈٹی ہوئی تھی۔ اور اس لیے انکاری ہو گئی ۔

لیکن مولف کہتا ہے کہ حضرت دباغ کی تشریح سے یہ واضح ہوا کہ حاتمی بھی پوری طرح درست نہیں ۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ولی پر امر ونواہی کے احکام لے کر فرشتہ نہیں آتا اور نبی پر آتا ہے ۔ حق یہ ہے کہ ولی پر بھی فرشتہ امر ونواہی کے احکام لاتا ہے اور یہ لازم نہیں کہ ولی صاحبِ شریعت ہی ہو۔ جیسا کہ مریم کے لیے فرشتہ امر لے کر آیا۔ حالانکہ وہ نبی نہیں۔ حضرت دباغ کی تمام باتیں اگر بیان کریں تو وہ طالبین کے لیے رغبت اور سہارا ہوں گی ۔ مگر ان رازوں کو افشار کرنا روا نہیں۔ مگر شیخ دباغ کے علوم کی چند باتوں کا ذکر کیے دیتے ہیں ۔

(۱) صاحبِ فتح اور غیرِ فتح ولی کے خطرات

وہ ولی ولی جنہیں فتح حاصل نہیں ہوتی ۔ نسبتاً محفوظ مقام پر ہوتے ہیں ۔ جبکہ اہلِ فتح ولی انتہائی خطرہ میں ہوتا ہے ۔ ہاں مگر جسے اللہ محفوظ رکھے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح سے پہلے انسانی طبیعت اللہ سے غافل ہو کر زر، زمین اور زن تو کیا بادام، منقی اور چنے کے دانہ تک پر فریفتہ اور مشغول ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس ولی کے خطرہ کا کوئی کیسے اندازہ لگائے ۔ جس کو فتح کے بعد عالم بالا اور زیر کا مشاہدہ ہونے لگے اور شیاطین تک اس کی مدد کو تیار ہوں اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے پر کمربستہ ہوں۔ اللہ کی مدد کے بغیر کوئی بھی ان خطرات سے نہیں بچ سکتا۔

صاحبِ فتح ولی کے مقامات مشاہدات اور خطرات

مقامِ اوّل :۔ حضرت دباغ نے فرمایا کہ وہ چند چیزیں جن کا مشاہدہ اہلِ فتح کیا کرتے ہیں ۔ یہ ہیں :۔

marfat.com

(۱) بندوں کے افعال جن کو وہ خلوت میں کرتے ہیں ۔
(۲) ساتوں زمینوں اور آسمانوں کا مشاہدہ ۔
(۳) زمین و آسمان کی تمام اشیاء کے علاوہ اس آگ کا مشاہدہ جو پانچویں زمین میں ہے ۔ یہ برزخ کی آگ ہے ، جہنم کی نہیں ۔ برزخ ساتوں آسمانوں سے ساتوں زمین تک پھیلا ہوا ہے ۔ جبکہ جہنم کی آگ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے کرہ سے باہر ہے اور اسی طرح جنت بھی ۔ روحیں اپنے اجسام سے نکلنے کے بعد اپنے اپنے درجہ کے مطابق اسی برزخ میں رہتی ہیں ۔ اور اہل شقاوت کی روحیں برزخ کی آگ میں رہتی ہیں ۔ جس کی شکل تنگ مکانات مثلاً کنوؤں ، غاروں اور گھونسلوں کی سی ہے ۔ یہاں کا رہنے والا ہمیشہ کبھی اوپر ، کبھی نیچے ہوتا رہتا ہے ۔ اور اگر تم سے ایک بات کہے گا ۔ بات پوری نہ کرے گا کہ اپنے گڑھے میں گر جائے گا ۔ اور یوں برزخ کی آگ میں جلے گا ۔
(۴) ساتوں زمینوں اور ان کی مخلوق کا یکجا اور علیحدہ علیحدہ مشاہدہ ۔
(۵) ساتوں آسمانوں اور ان کے ستاروں کا یکجا اور الگ الگ مشاہدہ ۔
(۶) شیاطین اور ان کے توالد و تناسل ۔
(۷) جنات اور ان کے مساکن
(۸) شمس و قمر اور ستاروں اور ان کی رفتار اور آوازوں مثلاً صاعقہ وغیرہ کا مشاہدہ

مشاہدہ و کشف ایک آزمائش :۔

صاحب فتح ولی کو چاہیئے کہ وہ ان مشاہدات کو اہمیت نہ دے ۔ بلکہ معمولی چیز سمجھے ورنہ وہیں ٹھہر جائے گا ۔ بلکہ نیچے گرنے لگے گا ۔ کیونکہ فتح کے زمانہ میں طبیعت شفاف ہوتی ہے اور ہر اچھی لگنے والی چیز کے آر پار دیکھ لیتا ہے ۔ اللہ کے سوا تمام چیزیں ظلمت اور تاریکی کا باعث بن سکتی ہیں ۔ چنانچہ ان میں پھنس کر رہ گیا تو اللہ سے کٹ کر رہ گیا ۔ اور اللہ کی مدد کے بغیر کوئی بھی نہیں بچ سکتا ۔

جو ولی اللہ کے سوا کسی چیز یا کشف و کرامت میں پھنس کر رہ گیا تو اسے شیاطین ہر وقت ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بدراہ کرتے رہتے ہیں ۔ اور یہ ولی جادوگر یا کاہن بن جاتا ہے ۔ اللہ بچائے ۔ مگر جس پر اللہ کی رحمت ہو ۔ اسے اللہ اپنی طرف کھینچتا ہے ۔ اور اس کو ایسا دلی شوق اور ہمت عطا کرتا ہے کہ وہ تمام پردوں کو

marfat.com

پھاڑتے ہوئے آگے بڑھتا جاتا ہے۔

مقام دوم:۔ (۱) جیسا مقام اول میں امور ظلمانی اور اشیاء فانی کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں انوار باقیہ کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ عام و محافظ فرشتے، اولیاء مجلس غارِ حرا اور ان اولیاء کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے جو حضورؐ سے منسوب ہیں اور حضورؐ کی طرز پر چلتے ہیں۔

(۲) حضرت موسےؑ، ادریسؑ، یوسفؑ اور ان کے ساتھیوں اور چند غیر مشہور رسولوں کا مشاہدہ۔ ان فرشتوں اور رسولوں کے مقامات اور حالات کی تشریح کی جائے تو سخت تعجب ہو۔

ولی کی طبیعت شفاف ہوتی ہے۔ اور اس کی طبیعت کسی مقام پر ٹھہر جائے تو وہاں کے تمام اسرار پی جاتا ہے۔ مثلاً اگر مقام عیسٰی پر ٹھہر گیا اور اسے پسند کر لیا۔ تو ان کے اسرار سے سیراب ہو کر انہی کا مذہب اختیار کرلے گا۔ اور ملت اسلامیہ سے نکل جائے گا۔ اللہ بچائے۔ چنانچہ لازم ہے کہ وہ کہیں نہ رکے۔

مقام محمدیؐ:۔

یوں صاحب فتح ہر وقت بڑے خطرے اور ہلاکت کے قریب ہوتا ہے۔ جب تک مقام محمدیؐ کا مشاہدہ نہ کرلے۔ جس کے بعد اصل راحت و سرور میسر آتا ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ کی ذات اور شخصیت میں ایک قوت ہے جو حضورؐ کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ اعز المخلوقات اور افضل العالمین ہیں۔ یوں حضورؐ کے فضل و کرم سے ولی، اللہ سے بے تعلق ہونے سے بچ جاتا ہے۔

مقام سوم:۔ اس مقام پر صاحب فتح ولی مذکورہ بالا انوار میں تقدیر کے اسرار کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مقام چہارم:۔ یہاں اس نور کا مشاہدہ ہوتا ہے جس میں فعلِ الٰہی گھل مل گیا ہے جیسا کہ پانی (نور) میں زہر (فعل)۔ اس مقام پر لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ نورِ الٰہی ہے۔ حالانکہ وہ اس سے بلند و برتر ہے۔

مقام پنجم:۔ یہاں فعل الٰہی کا اس نور سے علیحدگی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یعنی نور نور نظر آتا ہے اور فعل فعل۔ تب اپنی غلطی محسوس کرتا اور سمجھتا ہے کہ اس کا پہلا گمان

marfat.com

غلط تھا۔

ہم نے تمام مقامات کا نہ ذکر کیا ہے اور نہ معانی و تشریح کی ہے۔ کیوں کہ ان کا ذکر صاحب فتح بالمشافہ کیا جا سکتا ہے اور یہاں ہماری غرض صاحب فتح کو چوکنا کرنا ہے۔

(ب) فرشتہ اور نبی میں فرق

فرشتہ کی ذات نورانی ہے - جس میں اللہ نے عقل و حواس رکھ دیے ہیں۔ ہر فرشتہ میں پانچ سر، ہر سر میں تریسٹھ منہ یعنی کل ۳۶۵ منہ ہوتے ہیں۔ ہر منہ میں کسی فرشتہ کی تین زبانیں، کسی کی پانچ اور کسی کی سات زبانیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ فرشتہ کی آواز تمام زبانوں سے نکلتی ہے جس کے سننے سے دل پھٹ جائے۔ اور اگر اللہ صاحب فتح کی مدد نہ کرے تو فرشتہ کی آواز سن کر اور دیکھ کر نہ جانے اسے کیا ہو جائے۔

—— پس فرشتہ کی مثال روح کی سی ہے کہ وہ بھی نور سے پیدا ہوئی۔ عقل و حواس کی بنیاد پر اسے اللہ کی پہچان ہوتی ہے اور روح کے سات اجزاء کی طاقت بھی فرشتہ میں ہوتی ہے۔ اور یوں روح کی طرح فرشتہ کو بھی شروع سے فتح نصیب ہوتی ہے۔

نبی کی ذات مٹی سے پیدا ہوئی ہوتی ہے اور اس مٹی کے جسم میں روح بمع اپنے اسرار کے پوشیدہ ہوتی ہے۔ مٹی کی فطرت میں حجاب ہے۔ لیکن اللہ نے ابتدا سے ہی نبی کی ذات کو نور نبوت سے تقویت دی ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے ظلمت زائل اور حجاب دور ہو جاتا ہے۔

نبی ہمیشہ حق کا جلیس و ہمخواب اور اس کے قریب رہتا ہے۔ اس کی ہر حرکت و سکون، خاموشی اور گفتگو اور تمام امور حق ہوتے ہیں۔ حق کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر وہ گمراہ قوم اور غلط تربیت میں بھی پیدا اور بڑا ہوا۔ تب بھی حق اس کے اندر ہوتا ہے اور وہ اپنی قوم سے لڑے گا اور مخالفت کرے گا۔ خواہ اس نے شریعت اور امر و نواہی کا نام تک نہ سنا ہو۔

marfat.com

نبی فتح سے پہلے اور بعد :-

پیدائش اور ابتدا سے ہر نبی فتح سے پہلے ہی حق پر ہوگا اور حق کا ساتھ دیتا ہے لیکن جب نبی کو فتح حاصل ہو جائے - اس کی روح اور ذات یا شخصیت کے درمیان حجاب بالکل زائل ہو جائے یا توحید ذاتی ابھر آئے اور ہر وقت اللہ کی حضوری اور مشاہدہ میں رہنے لگتا ہے - تب تو اس کے موجزن سمندر اور بحر بیکراں کا حال نہ پوچھ اس وقت نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی اور مخلوق اس کی طاقت رکھ سکتی ہے -

۲۳- سورۂ انبیاء - آیت ۸۷-۸۸

حضرت یونسؑ نے یہ کیسے سوچا کہ اللہ ان پر قادر نہیں ؟

آیات کے معنی ہیں - "اور مچھلی والا یعنی یونس جب غضب اور غصہ میں چلا گیا اور پھر ظن و خیال کیا کہ ہم (اللہ) اس پر قدرت نہ رکھ سکیں گے - پھر پکارا اندھیروں میں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے تیرے تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں سے ہوں - پس ہم نے اس کی پکار سن لی اور نجات دی اس کو غم سے اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں"

میں نے پوچھا کہ ایک عام کمزور توحید پرست سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا سوچے، پھر حضرت یونسؑ نبی نے کیونکر یہ خیال کیا کہ اللہ ان پر قدرت نہ رکھ سکیں گے اور وہ بھاگ جائیں گے ؟

حضرت دباغ نے فرمایا - آیت میں "مُغَاضِبًا" کے معنی ان پر یا قوم پر ناراض ہونے کے ہیں - حضرت یونس کی قوم جب ان پر ایمان نہ لائی اور اطاعت نہ کی اور حضرت یونس نے دیکھا کہ عذاب آیا چاہتا ہے تو وہ بھاگ کر بھری کشتی میں سوار ہو گئے -

رہا آیت کا یہ حصہ کہ فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت یونس نے خیال کیا کہ ہم اسے اسی عذاب سے ہلاک نہیں کریں گے جس سے ان لوگوں کو ہلاک ہونا ہے - چنانچہ عذاب کی علامات اور اللہ کی مرضی دیکھ کر اسے پورا کرنے وہ بھاگ نکلے ـــــ ان کی مثال ایسی بھی ہے جیسے کوئی دیکھے کہ

marfat.com

آگ یا پانی کا سیلاب آرہا ہے تو وہ بھاگ کر اس سیلاب سے بچ نکلے۔

چنانچہ حضرت یونس اس عذاب سے تو بھاگ نکلے۔ مگر اللہ نے ان کو سمندر اور مچھلی کے پیٹ میں پھینکوا کر اپنی قدرت دکھائی۔ جب وہ پکار اٹھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ، اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن (تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، بے شک میں ظالموں سے ہوں۔) اللہ نے ان کی دعا قبول کر کے مچھلی سے نجات بخشی۔ اور یہ واقعہ نصیحت حاصل کرنے والے مومنوں توبہ کرنے والوں یا اللہ کی طرف لوٹ آنے والوں اور مصیبت زدہ لوگوں اور سائلین کے لیے ایک نمونہ، کرشمۂ قدرت اور تسلی کا سبب بنایا۔ جب فرمایا۔ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤمِنِیْن۔ (ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنین کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس سے بہترین تفسیر میں نے نہیں دیکھی۔

۲۴۔ سورۂ انبیاء۔ آیت ۸۴

حضرت ایوبؑ کی تکلیف جسمانی یا روحانی تھی؟

آیت کے معنی ہیں ۔ "اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف اور ضرر نے مس کر لیا ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہے۔ پھر ہم نے اس کی سن لی اور دور کر دی اس کی تکلیف اور عطا کیے اس کے اہل و عیال اور ان کی مثل۔ جو رحمت تھی ہماری طرف سے اور عابدین کے لیے ذکر و نصیحت"

میں نے دریافت کیا۔ یہاں 'ضر' سے کیا مراد ہے۔ مفسرین نے جو یہ تکلیف حضرت ایوبؑ کی بیماری اور اس کی طویل مدت بتائی ہے کیا یہ درست ہے؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضرت ایوب کی تکلیف غیر اللہ کی طرف توجہ تھی کہ انبیاء اور مرسلین کے لیے اس سے بڑی تکلیف اور کوئی نہیں۔ اور اسی اللہ سے تعلق ٹوٹنے

marfat.com

چاہے وہ لمحہ بھر کے لیے ہو۔ کی تکلیف سے نجات کے لیے حضرت ایوب نے دعا کی۔ مفسرین اور مؤرخین نے جس مرض کا ذکر کیا ہے وہ قطعاً ہوا ہی نہیں اور مدت مرض صرف دو ماہ اور چند روز ہے —— حضرت نے ان دنوں کا تعین بھی فرمایا۔ تھا مگر مجھے بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵-سورہ طٰہٰ-آیت ۱۲۴

ذکرِ الٰہی سے اعراض زندگی کی تنگی کا باعث

آیت ہے:"اور جس نے میرے ذکر اور یاد سے اعراض کیا۔ تو بے شک اس کے لیے معیشت اور زندگی کی تنگی ہے۔ اور یوم قیامت کو اسے اندھا اٹھایا جائے گا۔"

میں نے پوچھا کہ یہاں "مَعِيشَةً ضَنكًا" یا زندگی کی تنگی سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ اگر تنگدستی مراد لی جائے تو معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے کہ اللہ سے اعراض کرنے والے اور کافر بھی مال دار پائے جاتے ہیں۔

فرمایا۔ انسان پر آخرت میں جو گزرے گی۔ اس کا اثر دنیا ہی میں عقلوں پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ کافر جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ چنانچہ اس زندگی میں بھی کافر ہر وقت کسی نہ کسی وسوسہ اور غم میں مبتلا رہتا ہے —— ادنیٰ ترین وسوسہ یہ ہے کہ میں مذہب پر ہوں یا نہیں۔ چنانچہ یوں اس کی زندگی ہر وقت تنگی اور بوجھ کا شکار رہتی ہے۔ جو دل کی تنگی ہے نہ کہ مال و دولت کی۔

میں صحیح مذہب پر ہوں یا نہیں؟

مؤلف کہتا ہے کہ ایک فقیہہ نے مجھے بتایا کہ کفار نے اسے سات سال قید رکھا اور اس تمام عرصہ میں ان کو آزماتا اور مناظرہ کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ اکثر لوگ اپنے مذہب کے متعلق شک و شبہ میں ہیں۔ اور ان کے عام لوگ خارش کے مریض کی طرح کسی کھجانے

marfat.com

والے یا راہ راست بتانے والے کی تلاش میں ہیں۔ جبکہ ان کے بزرگ، پادری اور اہل رائے کو اپنی گمراہی کا یقین ہے ——— اس دوران انھوں نے مجھے اپنے ایک بہت بڑے عالم کا پتہ بتایا۔ میں اس کے پاس گیا اور اسے علم کا بحر بیکراں پایا۔ اسے تورات، انجیل، زبور اور قرآن کی آیات یاد تھیں۔ حضورؐ کی احادیث کے علاوہ عربی شاعر امرؤالقیس کندی (وفات انگورہ ۵۴۰ء) کے چند اشعار بھی اسے یاد تھے میں نے اسے کہا کہ میں سخت غم زدہ اور پریشان ہوں۔ نہ رات کی نیند، نہ دن کا قرار ہے۔ جب میں اسلامی ملک میں رہا۔ دین اسلام کو سچا پایا۔ لیکن یہاں تمہارے ملک میں ہر جگہ یہی سنتا ہوں کہ عیسائی مذہب سچا ہے اور دین اسلام باطل ہے اور شدید شک اور تذبذب میں مبتلا ہوں۔ تمہاری شہرت کا سن کر آیا ہوں۔ مجھے حق کی راہ بتاؤ۔ غرضیکہ میری باتوں کا اس پر بہت اثر ہوا۔ ماتھا ہتھیلی پر رکھ کر دیر تک خاموش رہا اور عیسائیوں کا ایک ہجوم اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور میرے کان میں چپکے سے کہا۔ اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ حق پر ہے اور نہ اللہ کے ہاں مقبول ہے اور قبل اس کے کہ لوگوں کو میرے جواب کا علم ہو تو چلا جا۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغ کے مندرجہ بالا فرمان کی تائید کی خاطر میں بھی یہودی اور عیسائی علماء کے ساتھ بحث اور مناظرے کرتا رہا۔ لیکن ان کے پاس کچھ نہ پایا۔ ان میں سے جن کو اپنی تہی دامنی اور اسلام کے حق ہونے کا علم ہے بھی تو ضد، ہٹ دھرمی اور اپنی قوم اور معاشرہ میں رسوائی اور اپنے مقام کے کھو جانے کے خوف نے حق اور اسلام کے ماننے سے روک رکھا ہے ——— اس سے متعلق حکایات کا مطالعہ کرنا ہو تو عیسائی عالم عبداللہ میورقی اور یہودی عالم عبدالحق اسلامی، جو بعد میں اسلام لے آئے کی کتابیں دیکھیں۔ میورقی کی کتاب تحفتہ الادیب فی الرد اہل صلیب ۸۲۳ھ ۱۴۲۰ء میں مکمل ہوئی۔ اسی طرح ابو العباس احمد قرطبی (متوفی ۶۰۱ھ) کی نصاریٰ کے رد میں کتاب عجیب و غریب قصے لیئے ہوئے ہے۔ ان مطالعوں اور عیسائیوں اور یہودیوں سے بات چیت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں شک کا مرض اور اپنی گمراہی کا یقین کس قدر ہے۔

marfat.com

۲۶۔ سورۂ یوسفؑ۔ آیت ۲۴

حضرت یوسفؑ نے زلیخا کا ارادہ کیسے کیا؟

آیت ہے ۔" اور اس عورت (زلیخا) نے خواہش یا ارادہ کیا اس (یوسف) کا اور اس نے ارادہ کیا اس عورت کا ۔ اگر اس (یوسف) نے اپنے رب کی برہان نہ دیکھی ہوتی یوں ہی ہوا ۔ اس لیے کہ اس سے برائی اور فحاشی کو ہٹا دیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے ۔"

میں نے دریافت کیا کہ حضرت یوسفؑ نے کس بات کا ارادہ کیا تھا؟

عصمت نبی اور ولی کی حفاظت :۔

حضرت دباغ نے فرمایا ۔ کہ انہوں نے زلیخا کو مارنے کا ارادہ کیا تھا ۔ میں نے مفسرین کی تشریحات بیان کیں تو حضرت نے سختی سے تمام تفسیروں کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر عصمت نبی کہاں رہی ؟ ایک ولی کو فتح نصیب ہوتی ہے تو اللہ اس سے تمام تاریکیاں جڑ سے نکال پھینکتا ہے ۔ ایسی تاریکیاں جن سے جھوٹ، تکبر، ریاء، حبِّ دنیا، شہوت اور محبت زنا وغیرہ پیدا ہوتی ہیں ۔ ولی کا یہ حال ہے تو نبی جس کی فطرت اور تربیت کی بنیاد عصمت ہے اس کا کیا کہنا ۔

پھر فرمایا ۔ کبھی ولی اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نگاہ میں محل شہوت یا عورت کی فرج اور جامد پتھر میں کوئی فرق نہیں رہتا ۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ صاحب فتح سے رحم کی چیزیں تک چھپی نہیں رہتیں ۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔ شیطان قریب نہیں پھٹک سکتا اور کوئی تاریکی نہیں آتی ۔ ولی کا یہ حال ہے تو معصوم نبی کی کیا کیفیت ہے ۔ اللہ ہمیں نبوت کے حق کو سمجھنے والا بنائے ۔

۲۷۔ سورہ نساءؑ۔ آیت ۱۶

marfat.com

اللہ کا نبی اور ولی سے کلام

آیت ہے ۔" اور کتنے رسول ہیں جن کے قصے قبل ازیں تجھے سنا چکے ہیں ۔ اور ایسے رسول بھی جن کے قصے تجھے نہیں بتائے ۔ اور کلام کیا اللہ نے موسٰے سے بول کر"۔
میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ کا کلام کرنا حضرت موسٰے کے ساتھ خاص تھا یا جیسا کہ بعض صوفی بزرگ بھی اللہ سے مکالمہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ وہ بھی حق ہے ؟ مثلاً ابوالحسن شاذلی اپنی کتاب حزبِ کبیر میں فرماتے ہیں ۔ ہمیں ایسا مشاہدہ عطا کیا گیا ہے ۔ جس کے ساتھ مکالمہ بھی ہے ۔
حضرت دباغ نے فرمایا ۔ شیخ شاذلی اور دیگر صوفیا نے اللہ سے کلام کرنے کے بارے میں جو کہا ہے وہ حق ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں ۔ نہ یہ آیت کے خلاف ہے نہ آیت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سے کلام صرف نبی کے لیے مخصوص ہے ۔
پھر فرمایا ۔ فتح کے بعد اللہ ایسے ولی پر یہ رحمت بھی کرتا ہے کہ وہ خارق عادت کے طور پر بغیر حرف، بغیر آواز اور بغیر جہت اللہ کا کلام اپنے تمام جواہر، اجزاء اور اعضاء سے سنتا ہے اور اس کا سارا جسم کان بن جاتا ہے ——— اہلِ فتح کا یہ سماع اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق مختلف ہوتا ہے ۔ جس کا ذکر نا مناسب نہیں ۔ اللہ ہمیں یہ فیض بخشے ۔

۲۸ ۔ سورہ نسائٔ ۔ آیت ۱۰۱

حالتِ خوف میں نماز کا قصر

آیت ہے ۔" اور جب تم زمین میں سفر کرو ۔ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ نماز کو کم کر دو اگر تم کو خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ یا تکلیف میں ڈال دیں گے ۔ بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں"۔

marfat.com

میں نے پوچھا۔ خوف کی قید لگانے کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ حالتِ امن میں بھی نماز کی قصر یا کمی جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ یہ خوف کی قید یا شرط کسی اور حالت میں نماز قصر کرنے سے روکتی نہیں۔ بلکہ تنبیہہ کرتی ہے کہ خوف میں بھی نمازیں کمی کر لو۔ وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جہاد پر عبادت میں زیادتی کر دیتے کہ شاید زندگی کا آخری وقت ہو۔ دن کو جہاد اور رات کو رکوع و سجود میں لگے رہتے اور جہاد میں عبادت کو کم کر دینے کو کوتاہی گناہ اور آخرت کی تیاری کے منافی جانتے۔ چنانچہ صحابہ کے دل سے اس قسم کے خیالات زائل کرنے کے لیے یہ حکم لگایا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

صاحبانِ کشف کا مشاہدہ اور علماء کا اجتہاد:۔

بات چلتے چلاتے یہاں پہنچی کہ میں نے حضورؐ کے فرمان فِی الغَنَمِ السائمۃِ زکوٰۃ (کھلی چرنے والی بکریوں میں زکوٰۃ ہے) کا مفہوم پوچھا۔ اور امام شافعی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ سائمہ سے یہاں مراد وہ بکریاں ہیں جنہیں چارہ ڈالا جائے۔

فرمایا۔ حضورؐ کا مقصد ظاہر ہے کہ زکوٰۃ ملکیت کی نعمت پر واجب ہے اور جو مریض بکریاں کھانے پینے اور چرنے سے رہ جائیں تو ان کی موت کا امکان بڑھ جاتا ہے تو ان سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے ——— فرمایا۔ امام شافعی کے چارہ ڈالنے والی بات بھی حدیث میں آجاتی ہے کہ ایسی بکریاں جنہیں چرنے سے روک دیا جائے اور انہیں چارہ ڈالا جائے تو وہ بھی سائمہ ہیں۔ اور ان پر زکوٰۃ واجب ہے کہ اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو وہ چرنے نکل جائیں گی۔

اس ضمن میں مجتہدین کے اختلافات کے متعلق میں نے دریافت کیے۔ کہ بعض نے اس حدیث کے مفہوم کا لحاظ کیا ہے۔ بعض نے اسے مہمل قرار دیا ہے اور بعض نے علم اصول کے تحت اس میں فرق کیا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ مفہوم کا علم صرف اس کو ہو سکتا ہے جسے حضورؐ کے اسباب و اغراض کا علم ہو۔ حضورؐ کے ما فی الضمیر اور باطن کا علم جانے بغیر مفہوم کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تب ممکن ہے کہ بات کرنے والے سے پوچھا جائے۔ اور وہ اپنے عندیہ کی تشریح کر دے۔ ورنہ دوسرے عقلی بُدے لگانا الٹکل پچو ہو گا۔ چنانچہ جس نے مطلق مفہوم کو

marfat.com

معتبر جانا درست نہیں ــــ جنہوں نے بکریوں کی تعداد کو مہمل قرار دیا ہے اور وصف شرط یا قید کا اعتبار کیا ہے اور علمِ اصول سے کام لیا ہے۔ ان کا ایک ہی مسلک ہے اور یہ حضورؐ کی ان اغراض کے خلاف ہے جن کی وجہ سے بہ چرنے کی قید یا شرط لگائی گئی ہے۔

پس شرعی شرائط اور ان کے مقاصد کا حقیقی علم صرف بڑے بڑے صاحبانِ کشف و فتح ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت دباغ۔ نہ کہ مجتہدین کو۔ کیونکہ وہ ہر وقت حضورؐ کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ہمیں آپؐ کی رضا و رغبت عطا کرے۔ اور ہمارا حشر آپ کی جماعت کے ساتھ کرے۔ آمین۔

۲۹۔ سورۂ انعام۔ آیت ۷۷

حضرت ابراہیمؑ کا ستارہ وغیرہ کو رب مان کر رد کرنا

آیت ہے "پھر جب رات چھاگئی۔ تو ایک کوکب یا ستارا دیکھا۔ پس کہا۔ یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا۔ تو کہا مجھے ڈوبنے اور اوجھل ہو جانے والے پسند نہیں"۔

میں نے عرض کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کا پہلے ستارے، چاند اور سورج کو دیکھ کر رب کہنے اور پھر انہیں رد کرنے پر مفسرین میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ بتایئے کہ ان کا یہ استدلال اپنی خاطر تھا یا اپنی قوم کو غور و فکر کی راہ پر لگا کر حق تک پہنچانے کی خاطر؟

فرمایا۔ اپنے نفس کے لیئے استدلال تھا۔ مگر انبیاء کا استدلال عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتا۔ ان میں حق کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ انہیں اللہ کی انتہائی معرفت، کمالِ عبودیت، حد درجہ کا خوف اور خشوع و خضوع نصیب ہوتا ہے ــــ اس آیت میں حضرت ابراہیم چاہتے تھے کہ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے بھی وہی کچھ دیکھ لیں جو انہیں اپنے باطن اور بصیرت میں دکھائی دیتا تھا۔ انہیں بصیرت کے ذریعہ اللہ کی مکمل معرفت حاصل تھی اور چاہتے تھے کہ ان کی بصیرت تمام پردے پھاڑ کر بصارت

marfat.com

تک پہنچ جائے۔ چنانچہ انھوں نے باہر اپنے ارد گرد موجودات میں بھی اسی چیز کی تلاش شروع کر دی جس نے ان کے اندر باطن کو منور کر رکھا تھا۔ اس طرح انھوں نے باری باری ستارے، چاند، اور سورج جیسے اجسام کو اپنا رب قبول کر کے رد کر دیا کہ وہ اس اعلیٰ اور مقدس ذات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ اور یوں سب سے بیزار ہو کر اس ذات کی طرف پلٹ گئے جسے وہ اپنی بصیرت میں یہ پہچانتے تھے اور آسمانوں زمینوں کی پیدا کرنے والی ہے۔

نبی اور ولی کو اپنی طرح گمان کرنا

مثال کے طور پر ایک صاحب کشف ولی نے ۲۹ کے بعد کا نیا چاند اپنی بصیرت سے دیکھا۔ دوسروں سے مل کر نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی تو نظر نہ آیا۔ ولی کی ولایت اور باطن سے ناواقف تو یہی خیال کرے گا کہ یہ بھی اوروں کی طرح چاند تلاش کر رہا ہے۔ جبکہ ولی کے ماننے والوں کو بھی ولی کے باطن اور اس کی اطلاع پر یقین ہے اور حقیقتِ حال کا علم ہے کہ ولی سر کی آنکھوں سے بھی چاند دیکھنے کی کوشش میں ہے ــــ انبیاؑ اور عام لوگوں کے استدلال میں بھی اسی طرح فرق ہے۔ چنانچہ ہم پر لازم ہے کہ انبیاؑ کو صغیرہ گناہوں تک سے معصوم جانتے ہوئے ان کی باتوں اور استدلال وغیرہ کو اللہ کی ناواقفیت اور شک سے پاک سمجھیں اور اپنے جیسا نہ جانیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغ نے کئی بار کمرے میں بیٹھے بیٹھے ۲۹ کے بعد کے نئے چاند کی خبر دی۔ ہم بعد کوشش چاند کی باریکی یا نظر کی کمزوری کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکے اور پھر کوئی آتا اور چاند ہونے کی خبر دیتا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کشف سے فرماتے کہ آج رمضان کی پہلی ہے اور لوگوں نے روزہ نہ رکھا ہوتا یا فرماتے کہ آج عید ہے۔ اور لوگوں نے رمضان کا آخری روزہ رکھا ہوا ہوتا۔ اور پھر خبر آتی کہ عید کا چاند کا گیا ہے۔

۳۰۔ سورۂ فتح ۔ آیت ۲۸

دینِ محمدی دوسرے ادیان پر غالب

marfat.com

آیت ہے ۔ "اللہ ہی ہے جس نے ارسال کیا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق تاکہ وہ کل ادیان پر ظاہر اور چھا جائے اور کافی ہے اللہ دیکھنے والوں میں"۔

میں نے دریافت کیا کہ تمام ادیان پر غالب ہونے سے کیا مراد ہے ؟

فرمایا۔ اللہ نے اس دین کو ہر لحاظ سے غلبہ دیا ہے۔ چاہے اس لحاظ سے کہ دوسرے ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے ۔ چاہے یوں کہ اس کے دلائل زیادہ واضح ہیں اور چاہے اس طرح کہ دنیا میں اس کی کثرت ہے ۔چنانچہ جس کی بصیرت اللہ نے کھول دی ہو وہ دیکھ سکتا ہے کہ آباد، غیر آباد، مسلم اور غیر مسلم ممالک میدانوں، پہاڑوں اور غاروں میں ہر جگہ دین محمدی کے نام لیوا ہیں ۔

اس دین کی ایک خصوصیت اس کا ایک نور ہے جو اس کے پیروکاروں کو مرتد اور کافر ہو جانے سے روکتا ہے ۔کیونکہ اللہ کو حضورؐ بڑے محبوب ہیں ۔

شریعت محمدیؐ :۔

لوح محفوظ دیکھنے والے شریعت محمدی کے دوام، بقا اور عدم اتحاد کو دیکھ سکتے ہیں ۔ اور یہ کہ اللہ نے پہلے نور اور تاریکی اور پھر بندوں اور امتوں کو پیدا کیا ۔ اور انکی ذات میں نور اور تاریکی کے داخلے کے لیے دروازے رکھے ۔ پھر شریعتیں یا اوامر و نواہی بنائے ۔ اور رسول بھیجے ۔ اوامر نور کے دروازے کھولتے ہیں اور نواہی تاریکی کے دروازے بند کرتے ہیں ۔شریعت محمدیؐ کے سوا کسی شریعت میں یہ اوامر و نواہی پورے کے پورے ذکر نہیں کیے گئے ۔یوں بھی شریعت و امت محمدیؐ دوسری شریعتوں اور امتوں کے اوپر ہے ۔چنانچہ حضورؐ نے فرمایا۔ لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ (میری امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی) ـــــــــ چنانچہ صاحب فتح گزشتہ امتوں کی بستیوں کے اوپر تاریکی اور سیاہ دھواں دیکھتے ہیں ۔ یہ تاریکی ان بایوں کو اپنے دین سے نکال دیتی ہے اور پھر وہ راہ نہیں پاتے ۔ چنانچہ دین اسلام یوں بھی غالب ہے ۔

۳۱ ۔ سورہ توبہ۔ آیت ۵۷

marfat.com

فراخیٔ رزق کے لیے دعا اور صحبت مرشد

آیت ہے۔ "اور ان میں سے بعض نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں دے گا اپنے فضل سے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے"۔

میں نے عرض کیا کہ مفسرین نے اس بات کو ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبیدی۔ ——— (حضورؐ نے ہجرت پر انہیں معتب بن عوث کا بھائی بنایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ قتادہ اور سعید بن جبیر کے مطابق انہی نے صدقہ ادا نہ کیا تھا اور انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وفات حضرت عمرؓ یا عثمانؓ کی خلافت میں ہوئی) ——— سے منسوب کیا ہے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو کیا ثعلبہ صحابی تھے اور ان کا قصہ درست ہے؟

مفسرین نے یہ قصہ لکھا ہے کہ ثعلبہ نے حضورؐ سے کثرت مال اور فراخیٔ رزق کی دعا کے لیے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو سکے۔ بہتر ہے اس کثیر مال سے جس کا شکر ادا نہ ہو سکے۔ وہ بار بار دعا کے لیے درخواست کرتا رہا۔ اور کہا۔ اللہ کی قسم میں کثیر مال پر بھی شکر ادا کروں گا اور عہد کیا کہ اگر اللہ اسے بہت سا مال دے تو وہ ضرور صدقہ و خیرات دے گا۔ اصرار پر حضورؐ نے دعا کی اور ثعلبہ کے جانور اتنے بڑھے کہ اسے مدینہ سے باہر جا کر رہنا پڑا اور یوں وہ نماز با جماعت اور حضورؐ کی صحبت سے رہ گیا۔ لیکن جمعہ جمعہ حاضری دیتا رہا۔ جانور مزید بڑھے تو اتنا مصروف ہوا کہ جمعہ سے بھی رہ گیا۔ چنانچہ ایک دن حضورؐ نے پوچھا۔ ثعلبہ کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے جانور بہت ہو گئے ہیں۔ مصروفیت کی وجہ سے جماعت اور جمعہ کے لیے نہیں آ سکتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ وائے افسوس ثعلبہ پر!

اس کے بعد حضورؐ نے زکوٰۃ لینے پر دو شخص مقرر کیے۔ اور لوگ خود اپنی اپنی زکوٰۃ ان تک پہنچاتے۔ انھوں نے ثعلبہ سے بھی زکوٰۃ کا مطالبہ کیا اور وہ رقعہ بھی پڑھ کر سنایا جس میں زکوٰۃ کے مسائل تھے تو ثعلبہ نے کہا۔ یہ تو جزیہ ہوا یا جزیہ کی بہن۔ اس وقت تم جاؤ میں سوچ لوں۔ جس پر یہ آیت اتری ——— تب ثعلبہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔

marfat.com

لیکن حضورؐ نے یہ فرما کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ مجھے اللہ نے تمہاری زکوٰۃ سے منع کر دیا ہے۔ ثعلبہ آہ وزاری کرنے لگا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا۔ یہ تمہارا اپنا کام ہے۔ میں نے تو تمہیں حکم دیا تھا مگر تم نے نہ مانا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت میں وہ باری باری زکوٰۃ لے کر آیا مگر انھوں نے بھی قبول نہ کی۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کے دور میں ثعلبہ مر گیا۔

اس حدیث کو (۱) حافظ سیوطی نے بیضاوی میں (۲) ابن جریر (۳) ابن ابی حاتم، (۳) ابو بکر احمد[1] بن موسیٰ مردویہ اصفہانی طبرانی و (۵) حافظ ابو بکر احمد[2] بن حسین بیہقی شافعی نے شعب الایمان میں اور (۶) ابو امامہ باہلی[3] نے روایت کیا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا۔ میں نے غور کیا ہے اور مجھے حضور کے صحابہ میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا۔ جس سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہو۔ اور نہ ہی اس حکایت کا کہیں وجود نظر آتا۔

۱۔ ابو بکر احمد، محدث عالم، مفسر، مصنف، مؤرخ۔ پیدائش ۳۲۳ھ = ۹۳۴ء وفات ۴۱۶ھ = ۱۰۲۵ء

۲۔ حافظ ابو بکر۔۔۔۔۔ انہوں نے ایمان کی ۷۰ سے زائد درجے بتائے ہیں اور ادنے ایمان لا الٰہ الا اللہ کہنا قرار دیا ہے۔

۳۔ ابو امامہ باہلی۔ نام صدی بن عجلان۔ حضورؐ سے بہت احادیث روایت کی ہیں۔ پہلے مصر رہے۔ پھر حمص گئے۔ وہیں ۸۱ھ میں وفات پائی۔ شام میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔

marfat.com

۲۲۔ سورہ اعراف۔ آیت ۱۷۲

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؟

آیت ہے ۔" تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا۔ اوران کی جانوں سے شہادت لی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"؟ وہ بولے ہاں! ہم گواہ ہیں ۔تاکہ کہیں تم یوم قیامت پر کہنے لگو کہ ہم کو اس کی خبرہی نہ تھی ۔ اور کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا پہلے سے کرتے آئے ہیں اور ہم تو بعد میں ان کی اولاد ہوئے ۔کیا تو ہم کو باطل اور غلط کرنے والوں کے افعال کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ عالم ارواح میں یا آدم کی تخلیق کے وقت ؟اور اس آیت کا مفہوم استعارۃً ہے یا واقعی ؛ اللہ کی ربوبیت کا اقرار لیا گیا ؟

حضرت د با ع نے فرمایا۔ تخلیق آدم سے پہلے یہ عالم ارواح کا قصہ ہے ۔اللہ کے حکم سے اسرافیل نے صور پھونکا۔جس سے روحوں میں حشر کے دن سے بھی زیادہ ہلچل مچ گئی ۔ اللہ نے پردہ دور کر دیا اور انہیں اپنا قدیم کلام سنایا تو وہ اپنے انوار کی قوت اور کمزوری کے مطابق الگ الگ ہو گئیں ۔

مومن و کافر کی روح :۔

چنانچہ بعض روحوں نے رضا و رغبت اور محبت سے جواب دیا اور یہ مومنین کی روحیں تھیں ۔ اور بعض روحوں نے مجبوری کے عالم میں اقرار ربوبیت کیا اور یہ کافروں کی ارواح تھیں ـــــــ پھر محبت سے جواب دینے والی مومنین کی ارواح کے مراتب میں بھی فرق تھا۔ بعض کلام قدیم سنکر قوی اور طاقت ور ہو گئیں اور بعض ضعیف۔ بعض کلام قدیم سن کر لذت اور خوشی سے جھومنے لگیں ۔ بعض کے لیے اللہ نے اس کلام کو رحمت بنادیا اور دوسروں کے لیے باعث مدد اور قوت بنادیا اور اس طرح شیوخ و مریدین کے مراتب ظاہر ہوئے ۔ اسی دن روحوں میں تعارف ہوا ۔ پھر تمام ارواح پر کلام قدیم کی ہیبت چھا گئی ۔ اور وہ اپنی اپنی جگہ برزخ میں اڑنے

marfat.com

لگیں۔ اور آرام کی غرض سے زمین کی طرف اترنے لگیں۔ اور اس طرح زمین کی تین قسمیں ہو گئیں۔

(۱) جہاں صرف مومنین کی روحیں اتریں۔ ان مقامات پر صرف اہل ایمان و عرفان رہیں گے اور کوئی کافر آباد نہ ہوگا۔

(۲) جہاں صرف کفار کی روحیں اتریں۔ یہاں مسلم آباد نہ ہوں گے۔

(۳) جہاں مومنین اور کفار دونوں کی روحیں اتریں۔ ایسی جگہوں پر باری باری سعادت مند اور بدبخت لوگوں کی روحیں اترنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

صاحب فتح ولی:۔

یہ اللہ والے نہ صرف روزِ الست میں روحوں کی اصلیت کو دیکھ لیتے ہیں بلکہ زمین پر اترنے اور ان کی کیفیات اور مساکن سے بھی واقف ہو سکتے ہیں۔ وہ نظر ڈال کر جان لیتے ہیں کہ کون سی زمین شرک کی آماجگاہ ہے یا رہے گی۔ کون سے ممالک دار الاسلام اور امن کا گہوارہ بنیں گے۔ اور کہاں اہل فتح یا ولایت کا وجود نہیں۔ اور یوں کون سے خطے یا بستی پر اللہ کا غضب اور تاریکی ہی تاریکی ہے۔

علمِ ظاہر و باطن:۔

میرے سوال پر فرمایا۔ اگر مشرکوں کی زمین پر کسی کو فتح نصیب ہو جائے تو رجالِ غیب اس کی مدد کرتے ہیں۔ وہ جاکر اسے علم ظاہر سکھاتے ہیں کہ علم باطن کے ساتھ علم ظاہر لازم ہے۔ اور علم ظاہر کے بغیر شاذ و نادر ہی علم باطن والا محفوظ رہ سکتا ہے۔

فرمایا۔ علم ظاہر کی مثال لالٹین کی ہے جو رات کی تاریکی میں کام آتی ہے۔ علم باطن سورج کی روشنی کی طرح ہے۔ بعض اوقات ایسا آدمی کہہ اٹھتا ہے کہ جب مجھے اللہ نے دن کی روشنی عطا کی ہوئی ہے تو مجھے لالٹین کی کیا ضرورت ہے اور وہ لالٹین کو بجھا دیتا ہے۔ تو رات کی تاریکیوں میں پھنس جاتا ہے اور اس سے دن کی روشنی بھی جاتی رہتی ہے۔

بہت سے لوگ اسی دھوکہ میں پھسل گئے اور ان کی دن کی روشنی اس وقت تک واپس نہیں آ سکتی جب تک وہ اس لالٹین کو دوبارہ روشن نہ کر لے۔ مگر اللہ کسی کو توفیق بخشتا ہے۔ کسی کو نہیں۔ دعا ہے اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

marfat.com

معصومیتِ انبیاء :-

مجھ (مؤلف) سے کسی نے عصمتِ انبیاء کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سوال کا جواب میں علمِ کلام کے عالموں مثلاً مصنف المواقف علامہ عضد الدین بن احمد کی طرز پر دیتا اور حضرت یوسف کے بھائیوں کے فعل کا جواب حافظ سیوطی کی کتاب کی مدد سے دیتا۔ مگر یہ سوال میں نے اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا تھا۔

حضرت دباغ نے میری نوٹ بک میں سوال دیکھ لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے یہ جواب لکھا کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور بعد بھی معصوم ہوتے ہیں۔ اور جو فعل یوسف کے بھائیوں سے صادر ہوا۔ اس پر وہ دراصل باطنی طور پر مامور تھے۔ اور حکم اللہ کی طرف سے تھا۔ اور اس پر ان کو جو عتاب ہوا وہ ظاہر کے اعتبار سے ہوا۔ اس لیے کہ غیب ایک راز ہے جو اللہ کے پاس ہوتا ہے والسلام ——————— اس کا کاتب احمد بن مبارک ہے۔ اور یہ جواب انھوں نے میری طرف اس لیے منسوب کیا کہ سوال مجھ سے کیا گیا تھا۔

وحی کی حقیقت :-

پھر فرمایا۔ اکثر عتاب جو انبیاء کو ہوتے اسی قسم کے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ باطن میں ایک کام کا حکم دیتا ہے۔ حالانکہ ظاہر میں ان کو اس کے خلاف کرنے کا حکم دیا گیا ہوتا ہے تو بظاہر یہی ان کے گناہ ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ جب یہ فعل اللہ کے باطنی حکم کے تحت صادر ہوا تو پھر گناہ کیسا اور عتاب کیا معنیٰ؟

فرمایا۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن جب ظاہر میں اپنے آپ کو مخالف پاتا ہے تو اسے اپنی نگاہ میں گناہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کے نزدیک محض ظاہر کی مخالفت کا نام گناہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ لیکن عتاب کیسے ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ جس اللہ نے ظاہر کا حکم دیا اسی نے باطن کا حکم بھی دیا۔ اور باطنی حکم ظاہری حکم کو منسوخ کرنے کے لیے کافی ہے۔

فرمایا۔ وحی کا نزول انبیاء کے خواطر یا دل کے خیال کے تابع ہوتا ہے۔ جو خیال نبی کے دل میں گزرا۔ اسی کے مطابق وحی نازل ہوئی۔ نبی کو جب اپنا فعل گناہ نظر آتا ہے تو وہ اپنے نفس کو عتاب اور مطعون کرتا ہے۔ چنانچہ وحی بھی ویسی ہی نازل ہوتی ہے۔

marfat.com

فرمایا۔ انبیاء کے خواطر معلوم کرنے کے لیے ان کی کتابیں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کتابیں انبیا کے خواطر کے مطابق نازل ہوئیں۔ چنانچہ جب کتاب میں نصیحت کی گئی ہے تو اس کا نزول اس وقت ہوا۔ جب نبی کے دل میں مخلوق کو نصیحت کرنے کا خیال آیا اور جب کتاب میں کوئی خوش خبری دی گئی ہے۔ اس کا نزول اس وقت ہوا جب نبی کے دل پر انبساط اور امت کی بہتری اور محبت کا غلبہ تھا۔ اور جہاں کتاب میں ڈرایا گیا ہے اس کا نزول اس وقت ہوا جس وقت نبی کے دل پر غصہ اور انقباض تھا۔ اسی سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عصمتِ انبیاء کا ثمرہ کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے تمام خواطر و خیالات جو ان کے دل پر گزرتے ہیں۔ حق اور اللہ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔

۳۳۔ سورۂ احزاب۔ آیت ۳۷

حضرت زیدؓ زینبؓ اور حضورؐ کے نکاح اور نبیؐ کے باطن اور خیال کے مطابق نزول وحی

آیت ہے "اور جب تو (محمدؐ) کہنے لگا اس کو جس پر اللہ نے اور تو نے انعام و احسان کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کر۔ اور تو اپنے نفس میں مخفی رکھتا تھا اور جو اللہ سامنے لانا چاہتا تھا۔ اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے اور کا حق ہے کہ تو اس سے ڈرے۔ پھر جب زید واجبات پورے کر کے اپنی بیوی سے علیحدگی کا معاملہ تمام کر چکا۔ ہم نے اسے تیری بیوی بنا دیا۔ تاکہ مومنین کے لیے پالکوں کی بیویوں سے بیاہ کرنے میں کوئی حرج یا مشکل نہ رہے۔ جب لے پالک اپنی بیویوں کے واجبات پورے کر دیں۔ اور اللہ کا امر ضرور پورا کرتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہاں اللہ نے حضورؐ کو اللہ کی نسبت لوگوں سے ڈرنے پر تنبیہہ کی ہے۔ حالاں کہ حضورؐ انبیاء کے سردار اور امام ہیں۔

حضرت دباغ اس اس کا بھی وہی جواب دیا کہ جب زید بن حارث ——

marfat.com

——— (حضورؐ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے جن کی شادی حضورؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنتِ جحش سے کرائی تھی۔ میاں بیوی کی نہیں بنتی تھی۔ اور زینب حضورؐ کو پسند کرتی تھیں۔ اور پھر زید سے طلاق لے کر ان کی شادی حضورؐ سے ۳ یا ۵ ھ میں ہوئی اور یہ آیت اسی ضمن میں نازل ہوئی) ——— نے حضورؐ سے زینب کو طلاق دینے کا مشورہ کیا تو حضورؐ نے زید کو حکم دیا کہ زینب کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ حالانکہ حضورؐ کو علم تھا کہ زینبؓ حضورؐ کے نکاح میں آجائے گی مگر آپؐ نے اسے چھپائے رکھا ——— اور بعد میں آپؐ نے اپنے نفس کو عتاب کیا اور اپنے دل میں کہا کہ "لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو" ——— چنانچہ حضورؐ کے باطن اور دل کے مطابق وحی کا نزول ہوا اور اللہ نے حضورؐ کی باطنی واردات کے مطابق وحی نازل کی۔

وحی کی شانِ نزول :-

پھر فرمایا۔ جسے اللہ نے فتح عطا کی ہو۔ وہ جب کسی آسمانی کتاب پر غور کرتا ہے تو اسے اللہ کے کلام قدیم کا نور اور نزولِ وحی کے وقت نبی کی طبعی حالت کا نور نظر آتا ہے۔ مگر پہلا نور قدیم اور دوسرا نور حادث ہے۔ نبی کی طبیعت کی تین حالتیں گنوائی جا سکتی ہیں۔ (۱) قبض۔ (۲) بسط اور (۳) تواضع ——— چنانچہ ہر آیت میں طبیعت نبوی کا کوئی نہ کوئی جزو ضرور ہوگا۔ یہی حال اس آیت "تو لوگوں سے ڈرتا ہے اور اللہ زیادہ مستحق ہے ڈرنے کا" میں ہے کہ اس میں کلام قدیم کا نور اور نزول کے وقت حضورؐ کی طبیعت کا نور ہے۔ اور یہی عتاب یا ملامت کا نور ہے۔ لہذا کلام قدیم اللہ کی طرف سے امت کی طرف آیا اور عتاب خود حضورؐ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی طرف سے نہیں۔

حضرت نے فرمایا۔ جب اہلِ فتح آپس میں کسی آیت کی تفسیر کرتے ہیں تو ان کا اہتمام زیادہ تر اسباب نزول کی طرف ہوتا ہے۔ اسباب نزول سے مراد وہ اسباب نہیں جو ظاہری علم میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ احوال و انوار مراد ہوتے ہیں۔ جو نزول کے وقت ذات نبی پر وارد ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہل فتح کی ان باتوں کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اس لیے کہ وہ ان سمندروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں جو حضورؐ کے باطن میں ہیں۔ یعنی آدمیت، قبض و بسط، نبوت، روح، رسالت اور علم کامل۔

marfat.com

جن کا ذکر پہلے احادیث کے باب میں ہو چکا ہے۔

۴۳۔ سورۂ توبہ۔ آیت ۴۳

جدھر چلا خیال ادھر چلی لیلیٰ

آیت ہے۔ "اللہ معاف کرے تجھے۔ تو نے انہیں کیوں اذن یا اجازت دی یعنی اجازت نہ دیتے حتیٰ کہ تیرے لیے مبین اور ظاہر ہو جاتا کہ کون سچ کہنے والا ہے اور تجھے علم ہو جاتا کہ کون کاذب اور جھوٹا ہے" ——— میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ یہاں بھی گویا حضورؐ کو تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ انھوں نے جنگ تبوک پر نہ جانے کی اجازت مانگنے والوں کو کیوں پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی ؟

حضرت دباغؒ نے اس بارے میں بھی وہی فرمایا کہ یہ تنبیہہ وغیرہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ حضورؐ کے اپنے باطنی خیالات و احساسات تھے جو وحی کی شکل میں سامنے آئے ——— اللہ تعالیٰ کا فرمان حضورؐ کے لیے یہی تھا کہ وہ لوگوں کو معاف اور درگزر کر دیا کریں اور ان سے مہربانی اور احسان کا سلوک کیا کریں۔ جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں فرمایا کہ ——— (اے محمدؐ!) آپ ان کے لیے نرم دل ہیں اور اگر آپؐ بدخلق اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے پاس سے بھاگ گئے ہوتے پس آپ انہیں معاف کرتے رہیں اور ان کے لیے مغفرت چاہتے رہیں اور ان سے معاملات میں مشورہ لیا کریں" ——— اور حضورؐ ایسا ہی کیا کرتے۔

چنانچہ جب منافقین آپؐ کے پاس سفر (جنگ تبوک) پر ساتھ نہ نکلنے کی اجازت لینے آئے اور عذر پیش کیا تو ان کی منافقت کا علم ہونے کے باوجود اپنی طبعی رحمت اور اللہ کے احسان اور اچھے برتاؤ کرنے کے حکم کے تحت حضورؐ نے انہیں پیچھے مدینہ میں رک جانے کی اجازت دے دی ——— لیکن بعد میں حضورؐ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی آیت نازل ہو جو ان کا کھوٹ ظاہر کر دے۔ کیونکہ رحمت کے علاوہ آپؐ میں حیا کا مادہ بھی پایا جاتا تھا جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں ہے کہ "......

marfat.com

تمہاری اس بات سے نبی کو ایذا اور تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن وہ تم لوگوں سے حیا اور شرم کر جاتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں حیا کرتا۔۔۔" چنانچہ حضورؐ کو خیال آیا کہ منافقوں کے لیے تنبیہ اللہ کی طرف سے آئے۔ اور ایسی آیت آئے کہ سب کے لیے خالص خیر خواہی بھی ہو، بات بھی بن جائے۔ اور منافقوں کی سرزنش بھی ہو جائے۔ اس لیے کہ اللہ ہی منافقوں کے خلاف حضورؐ کے ضامن، جھگڑنے والے اور دلیل پیش کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں کئی مصلحتیں تھیں۔ ورنہ درحقیقت رسول کو نہ کوئی تنبیہ تھی نہ عتاب۔ بات صرف اتنی تھی کہ اس معاملہ میں حبیب (اللہ) اپنے محبوب (حضورؐ) کی طرف سے نیا[illegible]۔ اور وکالت کر رہا ہے۔

دل کی ساری متاع محبت نبویؐ اور نور محمدیؐ :-

فرمایا: ایسا خیال نہ رکھنا چاہیے کہ حضورؐ کو عذر پیش کرنے والوں میں سے سچے اور جھوٹے کا علم نہ تھا۔ حضورؐ پر یہ کیسے چھپا رہ سکتا تھا۔ جبکہ آج کل بھی صاحب فتح آدمی کو سچے اور جھوٹے لوگوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اور تمام اہل فتح کا ا[illegible] ہے کہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا۔ وہ حضورؐ کی محبت کے بدولت ہوا۔ حالاں کہ انہیں حضورؐ کے نورؐ میں سے صرف بال برابر نور عطا کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر حضورؐ کے علم کی کیفیت میں بھی آ گیا ہے۔ یہ حدیث "قرآن کا نزول سات حرفوں پر" کی تشریح میں دیکھ لیں۔

مفسرین :-

حضرت دباغ کا مندرجہ بالا بیان تمام مفسرین سے عمدہ ہے۔ لیکن بیضاوی نے تو حد کر دی۔ اللہ انہیں اور ہمیں معاف کرے۔ عفا اللہ عنک یعنی "اللہ آپ کو معاف کرے" کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ آیت کے اس حصہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ حضورؐ نے منافقین کو اجازت دے کر غلطی کی۔ کیوں کہ معافی ہمیشہ غلطی کے بعد دی جاتی ہے۔

بیضاوی کے حاشیہ میں شیخ الاسلام قاضی زین الدین ذکریا بن محمد انصاری (فقہ اور طریقت کے رکن، مصنف، بخاری کے شارح، زاہد و عابد۔ وفات ۹۲۶ھ = ۱۵۱۹ء) لکھتے ہیں کہ بیضاوی نے زمخشریؒ ابوالقاسم محمود کی پیروی کی ہے۔

۱

marfat.com

شرف الدین حسن طیبی عراقی ــــ (کشاف پر حاشیہ لکھا اور الفاظ میں زمخشری اتباع کی ہے مگر ساتھ ساتھ معتزلہ مذہب کی دلائل سے زبردست تردید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ قرآن کو اہل سنت نے ہی سمجھا ہے۔ چھ ضخیم جلدوں کے حاشیہ فتوح الغیب فی الکشف ..... میں لکھتے ہیں کہ تصنیف سے پہلے میں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا اور پینے کو فرمایا۔ میں نے کچھ پیا اور پھر حضورؐ کو پیش کیا اور انھوں نے بھی پیا۔ (وفات ۷۴۳ھ = ۱۳۴۲ء) زمخشری[۱] کے متعلق لکھتے ہیں ــــ زمخشری نے (حضورؐ کی نعوذ باللہ غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بڑی فحش غلطی کی ہے۔ حیران ہوں کہ لطائف معانی میں ایسے مشہور عالم سے کیسے بھول ہو گئی۔ جبکہ عفو کا لفظ پہلے آنے سے اشارہ اس طرف ہوتا ہے کہ مخاطب واجب تعظیم ہستی ہے۔ اور ایسے خطاب سے لازم نہیں کہ گناہ یا غلطی سرزد ہو چکی ہے جیسے کسی قابلِ تعظیم آدمی سے کوئی کہے کہ "اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے میرے معاملہ میں کیا کیا۔

علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی (کشاف پر حاشیہ لکھا۔ لیکن مکمل نہ کر سکے۔ وفات ۷۹۱ھ = ۱۳۸۹ء) لکھتے ہیں کہ زمخشری کے لیے مناسب نہ تھا کہ حضورؐ کے بارے میں ایسی بری عبارت لکھی جبکہ اللہ نے اپنے رسول کے احترام کی خاطر پہلے عفو کا ذکر کیا اور پھر اذن کا۔ جو حضورؐ کے بلند مرتبہ اور قوت تصرف کی خبر دے رہا ہے اس کے علاوہ بعض اوقات عفا اللہ عنکَ کا محاورہ افضل اور بہتر بات چھوٹنے پر بھی اور عزت و تکریم کی غرض سے بھی کہہ دیتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے بھی حضورؐ سے متعلق بیضاوی کے انداز کو برا کہا ہے صاحب انتصاف (جس میں امام ناصر الدین اسکندری مکی نے معتزلی خیالات کا رد کیا ہے۔ وفات ۶۸۳ھ = ۱۲۸۴ء) کہتا ہے کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو یہ معنی جو بیضاوی نے بیان کیے ہیں مراد نہیں ہیں۔ اور یہ اس کی غلطی ہے یا یہی معنی مراد ہوں گے۔ لیکن اللہ نے تو حضورؐ کی تعظیم اور قدر کرتے ہوئے اشارہ اور کنایہ سے کام لیا۔ مگر بیضاوی نے کھلے الفاظ میں اظہار کر دیا۔ بیضاوی نے حضورؐ کے بارے میں آداب خداوندی کا لحاظ کیوں نہ رکھا؟

---

[۱] زمخشری ابو القاسم محمود۔ لقب جار اللہ، فقیہہ، نحوی، لغت دان، مصنف و مفسر پیدائش ۴۶۷ھ = ۱۰۷۴ء۔ وفات ۵۳۸ھ = ۱۱۴۳ء

marfat.com

حضورؐ کے بارے میں زمحشری کی غلط تفسیر کے رد میں صدر حسن نابلسی اور تقی الدین علی سبکی (محدث، مصنف، پیدائش ۶۸۳ھ = ۱۲۸۴ء۔ وفات ۷۵۶ھ = ۱۳۵۵ء) نے اپنی اپنی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اسی لیے دیندار اور پرہیزگار لوگوں نے زمحشری کی کتاب کشاف کے مطالعہ اور تدریس سے منع کیا ہے۔

۲۵۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵

عذاب دنیا کی لازمی شرط بعثتِ رسول

آیت ہے۔ "جس کسی نے ہدایت پائی تو اپنے لیئے پائی اور جو کوئی گمراہ ہوا اپنے لیئے ہوا۔ اور کوئی کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں حتیٰ کہ رسول مبعوث نہ کریں"۔

میں نے دریافت کیا۔ اس آیت میں کون سا عذاب مراد ہے، دنیا کا یا آخرت کا؟ اور کیا عذاب کی شرط تبلیغ یا دعوت کا پہنچنا ہے یا نہیں ہے۔ جیسا کہ احادیث میں پاگل وغیرہ کا ذکر ہے کہ بروز قیامت انہیں دوزخ میں داخل ہونے کا حکم ان کے امتحان کی غرض سے دیا جائے گا۔ جس نے حکم مان لیا تو جنت میں جائے گا۔ جس نے نہ مانا دوزخ میں جائے گا؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ عذابِ دنیا مثلاً زمین کا پھٹنا اور پتھروں کی بارش وغیرہ کے لیئے دعوت کا پہنچنا ضروری شرط ہے۔ جیسا کہ گزشتہ امتوں کے ساتھ ہوا کہ اللہ کا رسول آتا پیغامِ حق دیتا۔ اور حجت پوری کرتا ۔۔۔ لیکن عذابِ آخرت کے لیئے رسول کا آنا شرط نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یاجوج ماجوج دوزخ میں نہ جاتے۔ حالانکہ ان کی بڑی تعداد دوزخ میں ہوگی۔

میں نے پوچھا۔ ایک حدیث ہے کہ شبِ معراج حضورؐ کا گزر یاجوج ماجوج پر ہوا۔ اور ان کو اللہ کی بندگی کی دعوت دی۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔ کیا اسی لیئے وہ دوزخ میں جائیں گے؟

marfat.com

حضرت نے فرمایا۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

مؤلف کہتا ہے کہ محدثین کی بھی یہی رائے ہے کہ اس حدیث کی سند میں نوح بن ابی مریم ابوعصمہ ضبی کا نام ہے (یہ مرو کے قاضی، مجوسی باپ کے بیٹے، فقہ ابوحنیفہ اور ابن ابی لیل سے پڑھا۔ حدیث حجاج بن ارطاۃ اور دار قطنی سے پڑھی۔ اس لیے نوح جامع کہلائے۔ ابن حجر نے انہیں متروک الحدیث لکھا۔ بخاری نے ذاہب الحدیث لکھا۔ نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس نے فضائل قرآن کی حدیث وضع کی) جو جھوٹی حدیثوں کے بنانے میں مشہور ہے۔ اور ابن ابوحاتم محمد بن حبان (مصنف فقیہہ، محدث، طب، نجوم وغیرہ کے عالم۔ مدت تک سمرقند کے قاضی۔ وفات ۳۵۴ھ = ۹۶۵ء) فرماتے ہیں۔ "اس میں سچائی کے سوا ہر چیز پائی جاتی ہے۔"

مؤلف کہتا ہے کہ میرا مقصد تو حضرت دباغ کا کلام جمع کرنا ہے۔ اگر لوگوں میں جہالت عام نہ ہوتی تو میں صرف انہی کے اقوال پر اکتفاء کرتا اور ان حدیث اور مفسرین کا ذکر نہ کرتا۔

۳۶۔ سورۂ تکویر۔ آیت ۲۲

قرآن کی عبارت حضورؐ کے حال کے مطابق

آیت ہے۔ "اور تمہارا صاحب یار فیق مجنون نہیں۔"

میں نے پوچھا - کہ کیا اللہ نے اس آیت میں حضورؐ کے متعلق یہ الفاظ بیان کیئے ہیں جبکہ اسی صورت کی آیات ۱۹ تا ۲۱ میں حضرت جبرائیل کے متعلق کہا "یہ قول رسول کریم کا ہے۔ عرش کے مالک کے پاس عالی مقام اور قوت والا اور سردار امین ہے۔" اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ پر قرآن نورِ حق سے نازل ہوتا ہے۔ قرآن کی عبارت حضورؐ کی اس حالت کا اظہار کرتی ہے جو نزول کے وقت ان پر غالب ہوتی۔

marfat.com

اس آیت میں حضورؐ پر تواضع کی شان کا غلبہ تھا۔ چنانچہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا اور اپنے لیے یہ الفاظ بیان کیے۔ اور اسی طرح جبرائیل کو بڑا مقام دیا۔

ایک اور بار حضرت دباغ نے فرمایا کہ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ (اور تمہارا رفیق مجنون نہیں) اس لیے کہا کہ اس آیت سے پہلے کی آیات میں جو اوصاف جبرائیل کے بیان کیے گئے ہیں۔ وہ کسی مجنون یا دیوانے نے نہیں کہے۔ بلکہ ایک سچا رسول کہہ رہا ہے۔ چنانچہ یہ سوال اور اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے کہ جبرائیل کی زیادہ تعریف ہوئی اور حضورؐ کے لیے مجنون نہ ہونے کے الفاظ قابل اعتراض ہیں۔

۲۷۔ سورۂ اعراف۔ آیت ۸۹

اولیاء دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ کا فعل کام کرتا ہے

حضرت شعیبؑ اپنی قوم کے متکبر سرداروں کی اس دھمکی کے جواب میں کہ ہم تجھے اور مومنین کو اپنی بستیوں سے نکال دیں گے یا پھر تم لوگ ہماری راہ پر لوٹ آؤ کا جواب اس آیت میں یوں دیتے ہیں کہ ——— "جب اللہ نے ہمیں نجات دی اس راہ سے اور اب اگر تمہاری ملت اور راہ پر ہم عود کر آئیں تو گویا ہم نے اللہ پر افترا کیا اور جھوٹ بولا۔ اور یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم لوٹ آئیں تمہاری راہ پر مگر یہ کہ اللہ ہمارا رب ایسا چاہے۔ ہمارے رب کا علم کل اشیاء پر وسعت رکھتا ہے۔ ہم اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو کھول دے اور فیصلہ کر دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو فیصلہ کرنے والوں میں بہترین ہے۔"

میں نے کہا۔ کہ حضرت شعیبؑ نے جو یہ کہا کہ "ہم تو اس دین یا راہ پر واپس آنے والے نہیں مگر یہ کہ ہمارا رب چاہے۔" تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے گویا انہیں اپنے ایمان پر شک تھا۔ آخر اس سے کیا مراد ہے؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ تو خالص ایمان کی نشانی ہے۔ کیوں کہ اہل فتح اور اللہ والے دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ ہی کا فعل کام کر رہا ہے اور ان میں ذاتی طور

marfat.com

پر نہ کسی کام کرنے کی طاقت ہے نہ باز رہنے کی ۔ جو فعل بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے ۔ پس اس حالت والا شخص اگر کسی فعل کو اللہ کی مشیت پر چھوڑے تو جان لو کہ وہ بحر عرفان میں غرق ہو چکا ہے اور اس کو ایمان کا بلند ترین درجہ میسر آ گیا ہے ۔

۴۸۔ سورۂ نجم ۔ آیت ۱ ۔ ۲

ستارہ کی قسم یا حضورؐ کی ؟

یہ آیات کہتی ہیں ۔ "قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے ۔ کہ تمہارے صاحب یا رفیق (محمدؐ) نہ بہکے ہیں نہ بھٹکے ہیں"

میں نے سوال کیا کہ ستارے اور نور رسالت میں کیا مناسبت ہے کہ رسولؐ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اللہ نے ستارے کی قسم کھائی ہے ؟

حضرت دباغ نے فرمایا ستارے کی قسم اس کے جماد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے

مثلاً دو آدمی سفر پر نکلے اور راہ بھول گئے ۔ نہ ساتھی رہا، نہ زادِ راہ ۔ نجات اور خلاصی سے مایوس ہو کر ہلاکت کے قریب ہو گئے ۔ لیکن ایک کو اس ستارہ کا علم ہے ۔ جس کے ذریعہ راہ دریافت ہوتی ہے ۔ وہ اس کی تلاش میں رہا ۔ رات ہوئی تو اس کے پیچھے ہو لیا اور منزل پر پہنچ گیا اور اللہ نے اسے بچا لیا ۔ جبکہ دوسرے کو نہ یہ علم ہے کہ ستارہ کے ذریعہ کیسے راہ پاتے ہیں اور نہ ہی ساتھی کی پیروی کر پایا ۔ چنانچہ گمراہ ہو کر بھٹکتا پھرا اور مر گیا ۔

اس مثال میں ستارہ کو حضورؐ سے مشابہت دیں تو در حقیقت اللہ نے نور حق یا حضورؐ کی قسم کھائی ہے ۔ جسے اللہ جانتا ہے کہ وہ صحیح مقام پر ہیں اور رہنمائی کا منبع ہیں ۔ اور ان دو مسافروں کی مثال دو گروہوں کی ہے ۔ ایک گروہ حضورؐ پر ایمان لے آیا ۔ آپؐ کی تصدیق و تابعداری کی اور منزل مقصود کو پہنچ گیا ۔ جبکہ دوسرے نے

marfat.com

نہ حضورؐ کو پہچانا ۔ نہ ان کو صحیح مقام دیا اور ان کی تکذیب کرتے ہوئے مرگیا ۔ اور جہنم کی گرمی اور زمہریر سے جلتا رہا ۔

میرے پوچھنے پر اِذا ھوی (جب اترا) کے معنی حضرت دباغ نے یہ بتائے کہ ستارہ آسمان کے وسط سے ایک طرف کو اترا یا ہٹا ہوا یا کسی جہت میں جھکا ہوا ہو تو رخ یا سمت بتلانے میں مدد دیتا اور رہ نمائی کرتا ہے ۔

مولف کہتا ہے کہ اس آیت کے متعلق مفسرین نے بہت کچھ کہا ہے جن کا ذکر نجم الدین غیطی نے الاسرار والمعراج میں کیا ہے ۔ اس قابل قدر کتاب کے پڑھنے سے آپ کو حضرت دباغ کی مندرجہ بالا تفسیر کی قدر معلوم ہو گی ۔ طوالت اور موضوع سے خارج ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم ان سب باتوں کا ذکر کرتے ۔

۲۹ ۔ سورۂ فتح ۔ آیت ۱ ۔ ۲

حضورؐ کی فتح یا مشاہدۂ حق اور حضورؐ کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت

آیات ہیں ۔ "(اے محمدؐ) ہم نے کھول دی تیرے لیے واضح فتح ۔ تاکہ اللہ مغفرت کرے تیرے اگلے پچھلے گناہ کی ۔ اور تمام کرے اپنی نعمت تجھ پر اور ہدایت دے تجھے صراطِ مستقیم کی ۔ تیری نصرت کرے زبردست مدد سے ۔"

فتح یا مشاہدۂ حق ۔

میرے پوچھنے پر حضرت دباغ نے فرمایا ۔ یہاں فتح سے مراد مشاہدۂ حق ہے ۔

تشریح یہ ہے کہ اللہ کے علمِ قدیم میں یہ بات تھی کہ مخلوق میں سے ہر ایک کو فتح یا مشاہدہ یا معرفتِ حق حاصل نہ ہو گی ۔ اور اسی لیے اللہ نے دو گھر یعنی جنت اور دوزخ بنائے چنانچہ ان لوگوں کے سوا جن پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے ۔ سب کو معرفت سے حجاب میں ڈال دیا اور انہیں اپنے فعل اور ذات کے مشاہدہ سے روک دیا ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (سورہ حدید آیت ۴ ۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)

marfat.com

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (سورہ ق آیت ۱۶۔ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) ۔ و اذا سالك عبادی فانی قریب (سورہ بقر۔ آیت ۱۸۶۔ اور جب سوال کریں تجھ سے میرے بندے تو میں قریب ہوں) اور سورہ مجادلہ کی آیت ۷ میں فرمایا کہ " اور خواہ کم ہوں یا کثیر۔ وہ جہاں بھی ہوں۔ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے "

فاعل حقیقی اللہ ہے ہم نہیں :-

چنانچہ لوگوں سے اگر پردہ اٹھا دیا جاتا تو وہ یہ بھی دیکھتے کہ ان کے تمام اعمال اور اخلاق بھی انہی کی طرح اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ اور فاعل حقیقی اللہ ہے وہ نہیں۔ ہم خود خالی اجسام ظروف اور آلے ہیں۔ اللہ جسے جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ واللہ خلقکم و ما تعملون (سورہ الصفٰت) اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو بھی پیدا کیا ہے)۔ یوں یہ مشاہدہ ہو تو کوئی بھی نافرمانی نہ کرے۔ کہ نافرمانی اور گناہ اس وقت سرزد ہوتے ہیں جب کوئی اللہ سے غافل یا حجاب میں ہو۔

ایمان بالغیب اور مشاہدہ :-

فرمایا۔ اگرچہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ہی ہمارا اور ہمارے افعال کا خالق ہے۔ اور اسی کا ارادہ غالب ہے۔ لیکن یہ اعتقاد کبھی سامنے آتا ہے اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ جس کا سبب حجاب ہے۔ چنانچہ ایسا ایمان محض ایمان بالغیب ہے اور مشاہدہ اور عرفان نہیں۔ جس پر اللہ کی رحمت ہو جاتی ہے۔ اس سے حجاب دور کر دیتا ہے۔ اسے اپنے مشاہدہ سے نوازتا ہے۔ اور اسے حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ سب کچھ حق کی طرف سے ہے اور اسی کی طرف اس کا انجام ہے۔ اور اس آیت میں " فتح مبین " سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

میرے دریافت کرنے پر حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ کو " فتح مبین " اور مشاہدہ بچپن سے نصیب ہوا۔ اور آپ پر کبھی بھی حجاب نہیں آیا۔

قوت اور ضعف کے لحاظ سے بھی فتح اور مشاہدہ میں فرق ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کو فتح اس کی طاقت کے مطابق دی جاتی ہے۔ حضورؐ کو عقل، روح، نفس، ذات، سر اور حفظہ کے اعتبار سے جو قوت حاصل تھی وہ کسی اور کو نہ ہوئی نہ ہو گی۔ بلکہ تمام انبیاء

marfat.com

اور اہلِ فتح کی قوتِ مشاہدہ پر اگر حضورؐ کی قوتِ فتح ڈالی جائے تو سب پگھل جائیں اور ان کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

حضورؐ کے اگلے پچھلے گناہ :-

مندرجہ بالا آیت میں ذنب یا گناہ سے مراد حضورؐ کی ترابی خلقت یا مٹی کی بناوٹ کی غفلت اور حجاب کی ظلمت ہے۔ جو مٹی کی خصوصیت ہے۔ اس غفلت اور حجاب کا گناہ سے وہی تعلق ہے جو میلے بدبودار کپڑے کا اس پر بیٹھنے والی مکھی سے ہے۔ جو بھی ایسا کپڑا پہنے گا مکھیاں آئیں گی۔ ایسا کپڑا اتارے گا تو مکھیاں دور ہو جائیں گی۔ کپڑے کی مثال حجاب کی ہوئی اور مکھی کی گناہ کی۔ یوں کپڑے کو ہی مکھی کہہ دیا جائے تو جائز ہوگا۔ اسی طرح یہاں ذنب سے مراد حجاب ہے۔ اور ما تقدم و ما تأخر کا اشارہ اس حجاب کے زائل ہو جانے سے ہے۔

اصل معنی :-

یوں اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی۔ تاکہ آپ سے حجاب بالکل زائل ہو جائے اور آپؐ پر ہماری نعمت مکمل ہو جائے۔ اور آپ کو راہ دکھائی جائے اور آپؐ کی مدد کی جائے" ——— یاد رہے کہ حجاب کے اٹھ جانے سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ معارف کی طرف رہنمائی سے بڑھ کر کوئی ہدایت اور راہ مستقیم نہیں ہے اور جس شخص کو ان الزامات سے نوازا جائے ۔ اس کی نصرت سے بڑھ کر زبردست نصرت نہیں ہو سکتی۔

میرے پوچھنے پر فرمایا۔ یہ "فتح مبین" حضورؐ کے لیے مخصوص ہے۔ اور آپؐ چیز کا عین یا آنکھ ہیں ——— میں (مؤلف) نے کہا اسی لیے محشر میں انبیاء کہیں گے۔ آؤ محمدؐ کے پاس چلیں کہ اللہ نے ان کے تمام گناہ مٹا دیئے ہیں

مولف کہتا ہے کہ حضرت دباغ نے جو نفیس و لطیف تفسیر یہاں کی ہے حضورؐ کی شان اور عظمت اور عصمت کے مطابق ہے۔ جس پر اتفاق ہے۔ اور اسی تفسیر سے حضورؐ کا حق زیادہ ادا ہوتا ہے۔ لہٰذا انہیں ہماری طرف سے بہترین جزا دے۔

مفسرین :-

اسی آیت پر کئی لوگوں نے بحث کی ہے ان کے ذہنوں میں حضرت دباغ والے معنے

marfat.com

ہونے ہوئے بھی وہ ان کا اظہار نہ کر سکے ۔ بکی کبیر ان معنی کے گرد چکر لگاتا رہا۔

گناہ اور معرفت کے تین درجے ۔

ابو یحییٰ شریف تلمسانی کی تحقیق سر گرداں رہی ۔ یہاں تک کہ اس نے گناہ اور مغفرت کے تین مراتب بتائے ۔

تلمسانی کے مطابق گناہ کے تین مراتب ہیں ۔ گناہ سرزد ہونے کا (۱) محل یا نفس امارہ (۲) اس کی مخالفت کرنا ۔ اور (۳) اس کا اثر یا ظلمتِ قلب جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (سورہ مطففین ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے دلوں کو ان کے کسب نے زنگ آلود کر دیا ہے) اور حدیث میں ہے کہ "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے"۔ تلمسانی نفس امارہ کے کسب اور اس کے اثر کو گناہ کہتے ہیں ۔

مغفرت کا لفظ "غفر" سے ماخوذ ہے اور معنی پردہ ڈالنے یا ستر کے ہیں ۔ اور تین درجے یہ ہیں ۔ (۱) قوی درجہ یہ ہے کہ شے یا سورج کا وجود ہی نہ رہے ۔ (۲) وجود تو ہو مگر اس کا ادراک کرنے والی حس نہ ہو جیسے سورج تو ہو لیکن دیکھنے والے کی بینائی نہ ہو اور (۳) استر یا پردہ کا کمزور ترین درجہ یہ ہے کہ وجود بھی ہو اور حس بھی ۔ مگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جائے ۔ جیسے سورج بھی ہو ۔ بینائی بھی لیکن درمیان میں بادل حائل ہو جائیں اور بادل ہٹتے پر سورج نظر آجائے گا ۔

تلمسانی کہتے ہیں کہ حضورؐ کے متعلق اس آیت میں "مغفرت" کے لفظ سے مراد گناہ کا عدم ہے یعنی گناہ کے وجود کا نہ ہونا ہے ۔ ورنہ گناہ کے محل یا نفس امارہ یا اس کی مخالفت یا گناہ کا اثر اور ظلمتِ قلب تو عام گناہ گار مسلم میں بھی پایا جاتا ہے ۔ اور حضورؐ کے ساتھ کسی گناہ کی مغفرت منسوب کی جائے ۔ تو پھر نبی کی عصمت کہاں رہی ——— اور مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ میں مِن بمعنی عن ہے اور ترجمہ یوں ہو گا ۔ کہ اللہ نے حضورؐ کو مقدم لوازم یعنی نفس امارہ سے ہی پاک کر دیا اور مؤخر لوازم و نتائج یعنی نفس امارہ کی مخالفت اور گناہ کے اثرات یا ظلمتِ قلب کو بھی معدوم یا بے وجود کر دیا ۔

چنانچہ علامہ تلمسانی کی تفسیر حضرت دباغ کے قریب ہے ۔ مگر فتح کی

marfat.com

تفسیر نہ کر پائے۔ اور انھوں نے فتح سے مراد مشاہدۂ حق کی بجائے قضاؤ قدر لی ہے۔

حافظ سیوطی نے ایک عمدہ رسالہ میں علماء کے اقوال جمع کر رکھے ہیں۔ شیخ ابوالعباس سیدی احمد باباسوڈانی نے حافظ سیوطی اور تلمسانی کے رسائل کو اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ اللہ ان سب پر کرم و رحم کرے اور ہمیں ان سے اور ان کے علوم سے فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

۴۰۔ سورۂ جن آیت ۲۶

حضورؐ اور اہل فتح کا علم غیب

سورۂ جن میں ہے کہ وہ عالم غیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں کرتا ——— سورۂ لقمان کی آخری آیت سے کہ "ساعتِ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ وہ بارش نازل کرتا ہے۔ اور وہ علم رکھتا ہے جو ماں کے رحم میں ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس زمین میں اسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے" ——— اور اسی طرح حضورؐ کا فرمان ہے کہ ان پانچ امور کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

میں نے عرض کیا کہ ایک طرف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتیں سوائے رسولوں کے کسی کو نہیں بتاتا اور مندرجہ بالا پانچ امور کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اولیاء اور عارفین کے کشف اور کرامات عام ہیں اور وہ غیب کی باتیں مثلاً ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی وغیرہ بتا دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حقیقتِ حال کیا ہے؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ قرآن یا احادیث میں علم غیب کے متعلق جو قید آئی ہے کہ وہ صرف اللہ تک محدود ہے۔ اس کا مقصد و مدعا کاہنوں، عرافوں، غیب بینوں اور دعویداروں سے لوگوں کو نجات دلانا ہے۔ جاہل عربوں کا ایسے پیشہ وروں پر

marfat.com

باطل اعتقاد تھا۔ وہ ان کے پاس اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے جاتے اور ان کے کہے پر عمل کرتے۔ چنانچہ اس قسم کی آیات نازل ہوتیں رہیں جیسے قرآن میں یہ بھی فرمایا کہ آسمان پر پہرے بٹھا دیے اور شہاب ثاقب مقرر کر دیئے وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا مقصد صرف اتنا تھا کہ لوگوں کو باطل سے پھیر کر ان کا رخ حق کی طرف پھیر دیا جائے۔ اور یاد رکھیں کہ اولیاء حق میں سے ہیں۔

فرمایا۔ حضورؐ کی زبان سے نکلنے سے پہلے ہی انہیںؐ آیت کا علم ہوتا تھا۔ پہلے ہی سے نور کے تیر حضورؐ کے دل پر ایسے وارد ہو جاتے کہ آپؐ کو اللہ کی مراد کا علم ہو جاتا۔ اس قسم کی آیات میں یہ بات عام ہوتی ہے۔ لیکن نور کے تیر آیت کو بعض افراد کے ساتھ مخصوص کر دیتے ہیں۔ اور آیت کی عمومی اور خصوصی مراد و مطلب کو عارف ہی جان سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں غیر رسول کے خارج ہوتے ہوئے بھی ولی آیت میں رسول کے ساتھ شامل ہے۔ مثال کے طور پر کوئی صاحب جائیداد اپنی زمینوں اور مزارعوں کو دیکھنے اپنے کسی خادم یا دوست کے ساتھ جائے تو تمام حالات یا بات چیت کا علم اس خادم یا دوست کو بھی ہو جائے گا۔ اسی طرح جب رسول کو علم غیب ہو سکتا ہے تو رسول کے خادم یا دوست ولی کو بھی علم غیب ہو جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے۔ حضرت دباغ اُمّی ہیں۔ اور آپ کو بعض اصطلاحوں کا پتہ نہیں۔ مگر بات کے معانی اور روح پر ایسے حاوی اور باخبر کہ بڑے سے بڑا اور چالاک و ذہین عالم ظاہر آپ کا مقابلہ نہ کر پاتا۔ میں اکثر آپ سے عرض کیا کرتا کہ اگر یہ علمائے ظاہر آ کر آپ سے فیض اٹھاتے تو ان کی عقلیں روشن اور شکوک رفع ہو جاتے۔

توحید صحابہ اور ۷۲ فرقے :۔

ابوالمظفر طاہر اسفر (وفات ۴۷۱ھ ۔ ۱۰۷۸ء) کی کتاب تبصیر میرے پاس تھی جو تہتر فرقوں پر لکھی گئی تھی۔ حضرت دباغ کے فرمان کے مطابق میں اکثر اپنے شکوک و شبہات آپ سے سوال کر کے دور کر لیتا۔ آپ کے مرض الموت میں بھی میں نے چند کتابوں کے متعلق سوال جواب کر کے آپ سے بہت اسرار سنے اور علوم حاصل کیئے۔ جن کا ذکر علماء نے کہیں نہیں کیا۔ صوفیہ اور عارفوں کی توحید کی تعلیم بھی آپ

marfat.com

نے مجھے دی۔ فرمایا یہی وہ توحید ہے جس پر حضورؐ کے صحابی تھے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے آقا! اگر لوگوں کو توحید کے بارے میں اس ——— کا علم ہو جاتا۔ تو امت تہتر فرقوں میں تقسیم نہ ہوتی۔ فرمایا۔ ہاں۔ حضورؐ نے وفات کے وقت یہی لکھنا چاہا تھا۔ تاکہ امت گمراہ نہ ہو۔

اس کے بعد میں نے حضرت سے کہا کہ محدثین اور دوسرے علماء ظاہر میں اختلاف ہے کہ حضورؐ کو ان پانچ امور کا علم تھا یا نہیں۔ جن کا ذکر سورہ لقمان کی مندرجہ بالا آیت میں ذکر ہے یعنی (۱) قیامت (۲) بارش (۳) رحم مادر میں کیا ہے (۴) انسان کل کیا کرے گا؟ اور (۵) کہاں مرے گا؟

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضورؐ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ ان کی امت میں ولی تک کو ان کے علم سے آگاہ کر دیا جاتا ہے اور تصرف کرتا ہے۔

لیلۃ القدر:۔

پھر میں نے پوچھا۔ کہ علماء کا قول ہے کہ لیلۃ القدر کا علم حضورؐ کے ذہن سے نکال دیا گیا تھا۔ اسی لیے تو آپ نے فرمایا کہ اس رات کو ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں رمضان کی شب تلاش کرو۔ ورنہ اگر آپ کو علم ہوتا تو معین کر دیتے۔

اس پر حضرت دباغ کو غصہ آگیا اور فرمایا سبحان اللہ! اگر لیلۃ القدر آجائے اور میں مر چکا ہوں اور میری نعش گدھے کی طرح پھول چکی ہو اور میری ٹانگیں اٹھ گئی ہوں تو اس حالت میں بھی مجھے اس کا علم ہو جائے گا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کا علم سید الوجودؐ حضورؐ سے مخفی رہا۔ اس کے بعد مندرجہ بالا پانچ باتوں اور لیلۃ القدر کے متعلق وہ اسرار بیان کئے۔ جو ان جیسے عارف کی زبان سے ہی نکل سکتے ہیں۔

لیلۃ القدر سے پہلے ہی مختلف سالوں میں حضرت دباغ اس بات کا تعین کر کے ہمیں بتا دیتے تھے۔ اور فرماتے۔ اس کی حفاظت کرو۔ اس رات کا تعین کبھی رجب، کبھی شعبان، کبھی رمضان اور ایک عید الفطر کی رات فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کرتے کہ یہ رات منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح جمعہ کی ساعتِ قبولیتِ دعا کا تعین بھی فرما دیا کرتے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت کی بیان کردہ بعض باتیں ہمیں سمجھ میں نہ آئیں اور

marfat.com

بعض اسرار کا تحریر کرنا مناسب نہیں۔ اور بعض کتاب کے اگلے حصے میں انشاء اللہ تحریر کریں گے۔ جو کچھ ہم نے لکھا اللہ اسے خالص اپنی ذات اور رضاء کے لیئے بنا دے اور لکھنے اور پڑھنے والوں کو نفع پہنچائے۔ (آمین)

تمت بالخیر۔

marfat.com

اُمّیِ ولی

حصّہ دوم

باب ۱

ذات یا شخصیت کی تاریکیاں

ریا: حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ میرے پیر عمرو بن محمد ہواری نے مزدوروں کی نگرانی کی تاکید کرتے ہوئے مجھے اپنے کھیت بھیجا۔ ظہر کو وہ خود بھی تشریف لے آئے اور ہم نے اکٹھے نماز ادا کی۔ مزدوروں کی فراغت پر انکو اجرت دے کر رخصت کیا۔ مزدوروں کے جانے کے بعد آپ کا چہرہ بدل گیا۔ اور غصہ کے آثار نمایاں ہو گئے اور میں ڈر گیا۔ پھر فرمایا۔ کیا آج تو نے کچھ دیکھا ؟ میں نے کہا نہیں آپ کی مراد کس چیز سے ہے۔ فرمایا ان مزدوروں کے کام میں کچھ نہیں دیکھا ؟۔ میں نے عرض کیا ہاں ! آپ کی غیر حاضری میں وہ آہستہ کام کر رہے تھے۔ لیکن آپ کے آنے کے بعد وہ اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کرتے رہے۔ اس پر فرمایا۔ ہاں ! یہ فاسقوں اور محروم لوگوں کے اعمال ہیں۔

فاسق کی عبادت: فاسق وہ ہیں۔ جو عبادت اور اطاعت تو کرتے ہیں۔ مگر بغیر نیت، ارادے اور کسی صحیح مقصد کے عادتاً عبادت و طاعت کرتے ہیں۔ ان کی تمام حرکات و سکنات طبیعت کی موافقت کی وجہ سے ہوتی ہیں اسی لئے ان کی عبادت اللہ کے لیے نہیں ہوتی۔ ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جو بغیر اشتہا یا بھوک پیاس کے عادتاً کھاتے پیتے ہیں۔ بہترین عمل وہ ہے جو اللہ کے

marfat.com

لئے ہو۔ اپنے بھائیوں کی مدد کی خاطر ہی کوئی عمل کر لیا جائے تو بھی یہ نیک ارادہ ہے۔ لیکن لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی عمل کرنا اور اپنی طبیعت اور عادت کی وجہ سے عمل کرنا فسق ہے اور یہ فاسقوں کا عمل ہے۔

محروم کے اعمال اپنی ذات یا غرض کے لئے

محروم وہ ہیں۔ جو اپنی ذات کے نفع اور ذاتی اغراض کے لئے عمل کرتے ہیں۔ جو اعمال اللہ کے لئے نہیں ہوتے ایسے اعمال سے انسان اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے اعمال انسان کی تخلیق اور اس کی اصل وحقیقت کے مخالف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اُسی کا فعل اور ملکیت ہے۔ اُسی کی طرف منسوب ہے۔ اور کسی طرح بھی کسی اور سے نسبت یا تعلق نہیں رکھتا۔

ہمارے اعمال ہمارے نہیں اللہ کے ہیں

چنانچہ اگر خلوصِ نیت سے ہمارے اعمال فقط اللہ کے ہوں اور ہم سمجھیں کہ میرے افعال میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ اور یہ سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ اعمال انسان کی حقیقت کے مطابق ہوں گے ___ لیکن اگر ہم کہیں کہ میری ذات تو اللہ کے لئے ہے مگر میرے افعال خود میرے ہیں۔ تو ایسا شخص افعال کی نیت اپنے نفس اور اپنی اغراض سے وابستہ کر لے گا۔ یوں اس کا فعل اپنی ذات کی حقیقت کے مطابق نہ ہوگا۔ اور یہ کبھی ممکن نہ ہوگا کہ وہ اللہ کے حقوق پورا کرے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے، اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔ اللہ کے لئے نہیں۔ اس طرح اپنے افعال میں وہ اللہ سے کٹتا اور دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یوں اللہ کے عطیے بھی اس سے منقطع ہوتے جاتے ہیں اور وہ محرومین میں سے ہو جاتا ہے۔

قرآن وحدیث میں اجر وثواب کی ترغیب

میں نے عرض کیا کہ قرآن و حدیث میں اعمال پر اجر وثواب کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ جس میں اللہ سے تعلق کا پہلو کم اور اپنی ذات یا غرض کا پہلو زیادہ پایا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ آیات واحادیث میں اجر وثواب کی رغبت پر اعتراض

marfat.com

وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ اعمال اپنے نفس کی خاطر کیا کرو تو میں تمہیں انعام دوں گا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ میری بندگی کرو اور تمہاری عبادت خالص میرے لئے ہو تو تم کو اجر و ثواب دوں گا۔ چنانچہ جب ہماری نیتِ اعمال اللہ اور اس کی عظمت و کبریائی ہو تو وہ محض اپنے فضل و کرم سے ثواب دیتا ہے۔ اعتراض تب وارد ہوتا جب آیات و احادیث یہ بیان کرتیں کہ اخلاص کے ہوتے ہوئے بھی عبادت کا اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی اعمال کا بدلہ ملے گا۔

عمل پر بھروسہ خام خیال وہ بندہ جاہل ہے جو خیال کرے کہ وہ نیکیوں کو خود حاصل کرتا ہے اور اپنے اعمال سے اجر و ثواب کماتا ہے۔ جبکہ افعال میں بندے کا بال برابر بھی دخل نہیں۔ لہٰذا جب ہم خود بھی اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے افعال بھی۔ تو پھر ہم اپنے افعال اور نیکیوں پر کیسے بھروسہ کر سکتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ فقط اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کریں۔ مگر دراصل اللہ سے غفلت نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے۔

عبادت۔ حکایت۔ دعا۔ افعال۔ ثواب و معرفت فرمایا۔ ایک عابد اس نیت سے بیس سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا کہ اللہ اسے ذاتی نفع دے۔ وہ بڑی لجاجت سے دعائیں کرتا مگر اس کی کوئی مراد پوری نہ ہوتی۔ اِس پر وہ حیران و پریشان رہتا کہ اللہ اس کی عبادت اور دعا کیوں قبول نہیں کرتا۔ بیس برس بعد اللہ نے اس پر رحم کیا اور اسے اپنے نفس اور افعال کی معرفت عطا کی۔ اور اس پر عیاں ہوا۔ کہ میں تو بیوقوف ہوں جب اللہ ہی میرا اور میرے افعال کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اسی نے صحت اور مکان دیا جہاں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ اسی نے کپڑا، پانی اور وقت پیدا کئے جن کے استعمال سے عبادت کے قابل بنتا ہوں۔ تو میرا کیا ہے اور میں نے کیا کیا؟ — میں کس وجہ سے اجر کا مطالبہ کروں اور شکر و ثناء کا حق جتاؤں۔ اللہ کی قسم میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ اور کیا تو یہ کیا کہ میرے اندر جو اللہ کے افعال جاری ہیں ان کو اللہ کی بجائے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔ اور پھر ثواب مانگنے لگ گیا ہوں اور کہتا ہوں کہ بیس سال سے اس کے در پر کھڑا ہوں اور وہ مجھے کچھ نہیں دیتا۔ یا اللہ

marfat.com

میری توبہ ۔ غرض جب اس نے سچی توبہ کر لی تو اللہ نے مزید کرم فرمایا اور اس کی تمام ، آرزوئیں پوری کر دیں ۔ اور وہ معرفت عطا کی جس کا مقابلہ نہ جنت کر سکتی ہے ۔ نہ کوئی اور چیز ۔

حدیث ۔ جنت اللہ کی رحمت سے یا اعمال سے

مؤلف کہتا ہے ۔ کہ حافظ سیوطی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص ایک سمندری جزیرہ میں چھ سو سال بغیر سستی اور ملال کے عبادت کرتا رہا اور مر گیا تو اللہ نے فرمایا میری رحمت اور فضل سے جنت میں داخل ہو جا ۔ اس نے کہا ۔ نہیں یا رب بلکہ میری چھ سو سالہ عبادت کی وجہ سے جنت دے ۔ اس پر اللہ نے محاسبہ شروع کر دیا کہ تیری چھ سو سالہ عبادت تو میری ایک نعمت کے بھی برابر نہیں ۔ کہ میں نے کھاری سمندر کے جزیرے میں تیرے لئے میٹھے پانی کا چشمہ نکالا ۔ تمہارے لئے ایسا درخت لگایا جو تمہاری روز کی ضرورت پوری کرتا جبکہ اوروں کے لیئے سال میں ایک بار پھل لاتا ہے ۔ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں لمبی عمر دی اور پھر تمام عمر تجھے عبادت کی قوت بخشی جبکہ دوسرے اتنی مدت عبادت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ میں نے تجھے شیطان سے بچائے رکھا حالانکہ بہتوں کو اس نے تباہ کیا ۔ تو کوئی چیز نہ تھی اور میں نے تجھے پیدا کیا ، صحت بخشی ۔ تیری حرکات سکنات اور دیگر نعمتیں تجھے عطا کیں ۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے جہنم لے جاؤ ۔ اور اس نے دیکھا کہ میں تو مارا گیا ۔ تو کہنے لگا ۔ یا رب ! اپنے فضل و کرم سے مجھے جنت میں داخل کر ۔ اس پر اللہ نے فرمایا اور وہ بہت ہی رحیم و کریم ہے ۔ کہ اچھا ۔ اسے میرے رحم سے جنت میں داخل کر دو ۔ میری رحمت سے جنت میں جا ۔ تو میرا اچھا بندہ تھا ۔

فاسق اور محروم کی عبادت

پھر میں نے دریافت کیا ۔ کہ فاسقین اور محرومین میں سے کس کی عبادت بڑی ہے ؟

فرمایا ۔ محروموں کی عبادت ایک وجہ سے افضل اور احسن ہے ۔ کہ اللہ جب بندے کو دیکھتا ہے کہ وہ عرصہ سے اپنی اغراض اور حاجتوں کے لئے عبادت میں لگا رہا ہے تو اپنے فضل و کرم سے اس پر رحم فرماتا ہے ۔ اور اسے انسان اور اس کے

marfat.com

افعال کی حقیقت سمجھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ محروم بندہ خلوص سے اللہ کی طرف رجوع کر کے صرف اسی کے لئے عبادت کرنا شروع کر دیتا ہے جس طرح بیس سال سے عبادت گزار عابد اور دوسرے بے شمار لوگوں پر اللہ نے رحم فرمایا۔

میں نے عرض کیا کہ جیسے اللہ رحم فرما کر محروموں کو ان کی حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث میں مذکور اجر و ثواب بھی اللہ اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اللہ محروموں کو تب اجر دے گا۔ جب انہیں حقیقت کی معرفت عطا کر دے گا تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں اس وقت بھی اجر دیگا جب ان کا تعلق اللہ سے کٹ چکا ہو گا۔ اور وہ یہ خیال کریں کہ ان کے افعال ان کے اپنے ہیں اور یہ کہ اس کا اجر دینا اللہ پر واجب ہے تو یہ غلط اور خام خیالی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ فرض کریں۔ کسی کا عقیدہ ہو کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور پھر حدیثِ نبوی سن کر اجر و ثواب حاصل کرنے کی خاطر حدیث کے مطابق کوئی نیک عمل کرے یا کسی بری بات سے رکا رہے۔ تو پھر بھی وہ محروموں میں ہو گا۔

فرمایا۔ اگر ارادہ اور نگاہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل پر ہے اور اجر کی نیت ثانوی حیثیت رکھتی ہو تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ چاہے حدیث میں اجر کا ذکر نہ بھی ہوتا۔ لیکن اگر نیت و ارادہ اجر و ثواب کمانے کا ہو اور تعمیلِ حکم کی نیت ثانوی درجہ رکھتی ہو تو ایسا شخص قابلِ مذمت ہے اور اس کے دونوں جہان خسارہ میں ہیں۔

ایک اور صورت یہ ہے کہ انسان کی نیت دونوں باتوں کی ہو تو اسے بھی اجر ملے گا بشرطیکہ وہ دو صحیح نگاہوں سے دیکھے۔ یعنی پہلی نگاہ اطاعت کی ہو اور اس اطاعت اور عمل کے ثواب کا وعدہ بھی ہے تو ایسے شخص کو نصیحت کی ضرورت نہیں اور دوسری نگاہ یہ ہے کہ اللہ اس کا اور اس کے افعال کا خالق ہے۔ اور اللہ کے اجر کے وعدہ کے باوجود اس کے فضل پر بھروسہ ہو نہ کہ اللہ پر اپنا حق جتائے یا یہ سمجھے کہ اللہ پر واجب ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے بلکہ یہ جانے کہ اللہ جس پر جیسے

marfat.com

جیسے چاہے رحم کرے اور جیسے چاہے سزا دے۔ چنانچہ یوں جب بندہ اپنے رب کو اچھی نگاہ سے دیکھے اور حسنِ ظن رکھے تو ثواب کی طرف نگاہ رکھنے پر بھی اسے نقصان نہ ہوگا۔ اور اللہ اسے اجر دے گا۔

علماء کا اختلاف میں نے عرض کیا کہ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام غزالی نے منہاج العابدین میں لکھا ہے کہ کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس نے اسے شرک فی العمل قرار دیا ہے اور اس کے نزدیک ایسا عمل ریاً یا دکھاوا ہے۔ لیکن ابوبکر بن عربی نے سراج المریدین میں اور قرافی[۱] نے "القواعد" میں لکھا ہے کہ اسے اجر ملے گا۔

کامل و اکمل فرمایا۔ حق ابنِ عربی اور قرافی کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ اللہ نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔ کہ اول تو اس کی نیت نیک ہے یعنی اطاعت کرنے کی ہے اور دوسری آنکھ سے وہ اپنے رب کے عمل کو اپنے میں اور ہر چیز میں جاری وساری دیکھتا ہے۔ جو نور العمل سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اجر سے کیسے محروم کیا جائے — مگر جس کی نگاہ اجر کی طرف نہ لگی ہو وہ کامل ہے۔ اور ان دونوں سے اکمل وہ شخص ہے جو کام کی نیت کرنے کے بعد کام سے بے تعلق ہو جائے۔ کہ سوائے ابتداء کے اپنے کام کا اسے کچھ پتہ نہ ہو۔ ایسی حالت میں اس کی نیت خالص اللہ کے لیئے ہوتی ہے۔ چنانچہ اپنے رب کے مشاہدہ میں لگ کر وہ اپنے فعل سے غائب ہو جاتا ہے اور اس کے خیالات اللہ کی عظمت و کبریائی میں دوڑ رہے ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے یہ مرتبہ عطا کرے۔

مشاہدہ اور درود پھر فرمایا۔ اسی مشاہدہ سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ ہم اسی کے ہولیں۔ جب اسی کے ہو گئے تو اللہ کی طرف سے اجر اسی کے شایانِ شان ہو گا نہ کہ بندے کی قدر اور شان کے مطابق — اور مشاہدہ سے محرومیت اللہ سے غفلت کا موجب ہے جس سے

---

[۱] شہاب الدین ابو العباس احمد قرافی شافعی متوفی ۶۸۴ھ : ۱۲۸۵ء۔

marfat.com

ظاہری سبب یا شخصیت کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اجر بندے کی قدر و منزلت کے مطابق ہو نہ کہ اللہ سبحانہٗ کی شان کے مطابق ـــــ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ پر درود (صلوٰۃ و سلام) بھیجنے والے ایک شخص کا اجر ضعیف ہوتا ہے اور دوسرے کا اس قدر بلند اور زیادہ جس کا احاطہ نہ کیا جا سکتا ہے، نہ کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔ یہ فرق اس لئے ہے کہ پہلے شخص کا دل دنیا بھر کے خیالات سے معمور رہتا ہے اور وہ درود غفلت سے عادتاً بھیجتا ہے۔ لیکن دوسرا محبت اور ادب سے سرشار ہو کر درود ارسال کرتا ہے۔

حضورؐ سے محبت کا گُر حضورؐ کی محبت اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ مومن اپنے دل میں حضورؐ کی بزرگی اور عظمت کو دل میں رکھے اور یہ خیال کرتا رہے کہ حضورؐ کی بدولت ہی ہر چیز پیدا ہوئی ہے۔ آپؐ کے ہی نور سے ہر قسم کا نور نکلا ہے۔ آپؐ مخلوقات کے لیئے رحمت کا تحفہ ہیں۔ گزشتہ اور آئندہ سب لوگوں کے لیے رحمت ہیں۔ اور تمام مخلوقات کو ہدایت آپؐ ہی کی طرف سے اور آپؐ ہی کی بدولت ہے۔ لہٰذا بندہ انؐ کے بڑے مرتبہ اور عظمت کی وجہ سے صلوٰۃ و سلام بھیجیگا نہ کہ کسی غرض اور ذاتی نفع کی خاطر۔ اور یوں انؐ کا رحم اور کرم و فضل شامل ہو تو انؐ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

درود اور عمل کا ثواب حضورؐ کی تعظیم اور ادب کا طریقہ یہ ہے کہ عظیم مرتبے کو نظر میں رکھے اور سوچے کہ یہ آپؐ کو کس طرح حاصل ہوا۔ اور ایسے بلند مرتبہ نبی کی خصلتیں کیسی تھیں اور کوئی بھی ان کی کسی ایک خصلت کا متحمل نہیں ہو سکتا اور ان کے حقائق اور کیفیات عقل و فکر سے باہر ہیں۔ چنانچہ اس حال میں درود بھیجنے کا اجر حضورؐ کے مرتبے اور اللہ کے کرم کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس درود کا محرک صرف انؐ کی عظمت اور محبت ہے اور یوں انہی کے مرتبے کے مطابق اجر ہوگا۔

ـــــ یہی حال اس عمل کا ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے۔ کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر عمل کا محرک اللہ کی بزرگی اور جلال ہوگا تو اجر بھی اللہ کی عظمت کے مطابق ہوگا اور محرک ذاتی اغراض اور فائدہ ہوگا تو اجر بھی اسی کے مطابق ہی ہوگا۔

marfat.com

درود سے حضورؐ کو فائدہ یا ہمیں

میں نے عرض کیا۔ کیا حضورؐ کو ہمارے درود پڑھنے سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؛ کیونکہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے درود پڑھنے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ اس سے حضورؐ کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے۔ بلکہ ہمارے فائدہ کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ اللہ تعالٰی کی رحمت ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرنے کے لئے بیتاب ہے۔ چنانچہ درود کا تمام اجر ہمارے لئے ہے۔ اور جب اس اجر کا نور منتقل ہو کر نورِ محمدی سے جا ملے تو یوں جانو کہ ایک چیز اپنی اصل سے جا ملی۔ اس لئے تمام مومنین کا اجر محض ان کے ایمان کی وجہ سے ہے اور مومن کا ایمان نور محمدی کا پرتو ہے۔ لہٰذا درود کے تمام اجر محض حضورؐ کی طرف سے ہوں گے ـــــ اس کی مثال سمندر اور بارش کی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بارش سے سمندر کے پانی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ بارش کے پانی کی اصل سمندر ہی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ہمارے درود بھیجنے سے حضورؐ کو یوں نفع ہوگا کہ جنت میں در حور غلمان اور نعمتوں اور پھلوں کے اضافہ کی شکل میں ہوگا۔ اور درود کے حروف کے انوار سے بھی حضورؐ کو فائدہ ہوگا کہ جنت میں حضورؐ دنیاوی حالت جیسے ہوں گے۔

فرمایا۔ یہ خدام اور غلمان کہاں سے آئے ہیں۔ وہ اور جنت و مافیہا سب تو نورِ محمدی سے ہیں۔ علماء کا یہ قول تو تب صحیح ہو جب یہ جنت وغیرہ اور ہمارا ایمان نورِ محمدی سے نہ ہوں بلکہ مختلف ہوں۔

جس کو حضورؐ کی شان کا علم ہو جائے وہ آرام میں ہو گیا۔

درود رحمت یا آفت

فرمایا۔ درود پڑھنے والا اگر ذہن میں حضورؐ کی صورت کا تصور کرتا ہے اور حضورؐ کے لئے اونچے درجات اور مقامِ محمود کی اللہ سے طلب کرتا ہے اور دل میں یہ جانتا ہے کہ اللہ اس کی دعا قبول فرما کر حضورؐ کو بلند مراتب عطا فرمائے گا۔ اور گمان کرتا ہے کہ حضورؐ کو اس سے بھاری نفع پہنچا ہے۔ چنانچہ خوش ہو کر جوش سے اور زیادہ درود پڑھتا ہے۔ بلند آواز

marfat.com

اور زور شور سے درود پڑھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ درود اس کے دل سے نکل رہا ہے اور اس پر خشوع اور رقت طاری ہو جاتی ہے ___ تو یہ سب اس کے اپنے ظن و گمان کی پوجا ہے۔ اور خام خیالی اور غلط ہے۔ چنانچہ اس درود سے اُسے اللہ کا قرب حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ باطل ہے اور باطل کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالےٰ سے تعلق صرف حق کا ہوتا ہے۔ کہ اگر آنکھوں کو کھول کر دیکھے تو درحقیقت ویسا ہی پائے۔ اور جو چیز ایسی ہوگی اس کا تعلق بھی حق سبحانہٗ کے ساتھ ہوگا اور ہر وہ چیز جسے انسان آنکھ کھول کر دیکھے اور نہ پائے وہ باطل ہے اور باطل کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا درود پڑھنے والے کو چاہیئے کہ اس آفتِ عظیم سے بچے۔

اکثر لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں اور وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو رقت و حلاوت انہیں حاصل ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حالانکہ وہ شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے۔

درود کا محرک

مناسب یہ ہے کہ درود پڑھنے کا محرک حضورؐ کی محبت اور تعظیم ہو تب اس کا نور چمکے گا۔ لیکن اگر محرک ذاتی نفع ہو تو وہ شخص محجوب ہے اور اس کا اجر بھی کم ہے۔ اسی طرح اگر درود کا محرک حضورؐ کا نفع ہو تو بھی درود کا نہ کوئی اللہ سے تعلق ہے اور نہ وہ اللہ تک پہنچے گا۔

علم و عمل کے محرک

فرمایا۔ ہر عمل کا اجر اور اس اجر کا ایک نور ہوتا ہے۔ جو عمل کرنے والے کی ذات پر پڑتا ہے اور حِس کا ادراک ذات یقیناً کر لیتی ہے۔ لہٰذا ہر عامل اپنا امتحان کر لے کہ اس کا عمل اللہ کے لئے ہے یا غیر اللہ کے لیئے۔ اگر عمل کے وقت عامل کا دل دنیا اور دنیاوی دھندوں یا امور سے معمور ہو تو جان لے کہ وہ اجر سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کا دل دنیاوی مشاغل سے پاک اور اللہ کی طرف لگا ہو تو سمجھ لے کہ اللہ نے اس کا اجر دے دیا۔

ایک طالب علم ملک بہ ملک علم حاصل کرنے اس نیت سے جاتا ہے کہ اسے جاہ و جلال حاصل ہو۔ اس کی بات کا لوگوں پر اثر ہو یا دنیا اور دیگر باطل اغراض حاصل کرے تو وہ نورِ علم سے محروم ہو جاتا ہے کہ اس کی نیت و ارادہ علم کے لئے راسخ نہیں ہے علم کی حقیقت سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو دل سے علم کی طرف متوجہ ہو چکا

marfat.com

دنیاوی اغراض کے لئے علم حاصل کرنے والا۔ اور ظاہر میں کوشش اور حرکت کرنے والا علم کے اسرار اور نور کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور یہی حال ان اعمال کے اجر یا ثواب کا ہے جو خالص اللہ کے لئے نہیں ہوتے۔ اجر بھی اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ جیسے باطن کے بغیر ظاہر کبھی نہیں پاسکتا۔

اللہ کی بجائے بزرگوں کی قسم کھانا اور بزرگوں سے فریاد کرنا

میں نے حضرت دباغؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اللہ کی بجائے اللہ کے صالح بندوں کو پکار کر فریاد کرتے ہیں؟۔ کوئی حضرت عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم (پیدائش سنہ ۴۷۰ھ یہ سنہ ۱۰۷۷ء۔ وفات سنہ ۵۶۱ھ یہ سنہ ۱۱۶۴ء) کو پکارتا ہے، کوئی حضرت یعزیؒ (مغرب میں اولیاء اور صوفیا کے امام اور ابتداء حال میں پندرہ سال جنگلوں میں شیروں اور درندوں میں گزارے) کی قسم کھاتا ہے اور کوئی حضرت ابوالعباس سبتیؒ (یوم سبت یا ہفتہ کو کماکر ہفتہ کے باقی دن کھاتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ صالح، عابد تھے۔ قدرت کے باوجود ترکِ دنیا کر بیٹھے تھے سنہ ۱۸۴ھ میں باپ کی زندگی ہی میں وفات پائی) یا کسی اور کو پکارتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے وہ اللہ سے منقطع ہوجاتے ہیں۔ اور اگر انہیں کہا جائے کہ اللہ کا وسیلہ پکڑو یا اللہ کی قسم کھاؤ تو ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

حضرت نے فرمایا۔ جب غارِ حرا کے اہلِ دیوان اولیاء نے دیکھا کہ لوگوں کی ذات میں ظلمت کی کثرت ہے اور ان لوگوں کی بھی کثرت ہے جو اللہ سے منقطع ہوچکے ہیں اور ان کی ذات خبیث ہوچکی ہے تو انہوں نے عمداً اس طرح کیا کیونکہ اولیاء اللہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کا نام وہ لوگ لیں جن کی ذات پاک ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰی اپنے پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، بشرطیکہ دعا کے وقت اس کا دھیان صرف اللہ کی طرف ہو ـــــ اور اجابتِ دعا دو طرح ہوتی ہے۔ یا تو مراد عطا کردی جائے یا مراد پوری نہ ہونے کی صورت میں اسے اس کا راز بتا دیا جائے اور یہ بات صرف اولیاء کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سے دور اور محجوب لوگوں کو نہیں ـــــ چنانچہ اگر کوئی تاریک ذات پوری طرح متوجہ ہوکر اللہ سے مراد مانگے اور اللہ نہ دعا پوری کرے اور نہ مراد کے نہ دینے کا راز بتائے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے وجود کے

marfat.com

متعلق شبہات پیدا ہو جائیں اور مراد کے نہ پورے ہونے سے بھی بڑھ کر وہ اس مصیبت اور وبال میں کھو جائے ـــــ لہٰذا اہلِ دیوان اولیاء نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ کے نیک بندوں کی طرف لگا دیا جائے تاکہ ان کی ولایت میں کبھی ان کو شک و شبہ پیدا ہو تو انہیں اس کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔

پھر فرمایا کہ اللہ سے بے تعلق لوگوں کی کثرت اور ان کی ذات میں ظلمت کی زیادتی کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کچھ نقدی لے کر گھر سے نکلتا ہے کہ وہ فلاں ولی کی قبر پر صدقہ دے گا تاکہ اس کی حاجت پوری ہو۔ راستے میں اسے کئی محتاج فقیر ملتے ہیں جو اس سے اللہ کے نام پر مانگتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں کچھ نہیں دیتا۔ یہ بہت بری بات ہے کیونکہ صدقہ اللہ کے نام اور رضا کے لئے نہیں دیا گیا۔ اور صدقہ کا محرک صرف ذاتی نفع ہے جسے ایک خاص جگہ سے مخصوص کر دیا گیا ہے ـــــ پھر فرمایا۔ میں نے دیکھا ہے کہ آج بابِ تلمسان سے ساقیۃ الحمراء تک صالحین اور اولیاء کے نام پر اسّی دینار ۳۶۰ بکریاں اور ۷۰ بیل دیئے گئے اور اللہ کے نام پر کسی نے دس درہم بھی نہ دیئے۔

اللہ سے منقطع اور ظلمتیں کرنے والے اسباب

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اللہ سے منقطع کرنے والے ۳۲۶ اسباب میں سے ایک سبب اور ظلمت یہ ہے جو اس امت پر طاری ہوتے ہیں اور بیشتر لوگوں کو اس کا علم نہیں۔ میں نے کہا اس وقت ان میں سے کچھ آپکو یاد ہیں۔ فرمایا۔ ہاں لکھ لو

۱۔ اولیاء اور صالحین کو دنیاوی اغراض اور منافع کے لیئے ہدیہ یا تحفہ دینا اور اللہ کی رضا کو مدّنظر نہ رکھنا۔

۲۔ اولیاء اور صالحین کے پاس اللہ کو وسیلہ بنانا تاکہ مراد پوری ہو۔ یعنی زائر کہے کہ اے فلاں بزرگ! تجھے اللہ کا واسطہ کہ میری فلاں ضرورت پوری کر۔ صحیح یہ ہے کہ اللہ سے دعا مانگی جائے اور اس کے اولیاء کو وسیلہ بنایا جائے نہ یہ کہ ضروری وسیلہ کو الٹ دیا جائے۔

۳۔ اللہ کے فرائض سر پر قرض ہوں اور صالحین کی زیارت کو چلے جانا۔ مثلاً نمازوں کی قضا باقی ہے جو ادا کرنا اللہ کا حق ہے۔ اور اسی میں اللہ کا وہ نور اور راز ہے جس کی بدولت اللہ بندہ پر مہربانی کرتا ہے۔ لیکن اللہ کے فرائض ادا کیئے بغیر

marfat.com

آدمی صالحین کی زیارت کو چلا جائے۔

۴۔ جان یا رزق وغیرہ کی خاطر ظالم سے ڈرنا کہ بندہ دل میں کہے کہ ظالم کی مخالفت نہ کروں کہ وہ مجھے قتل نہ کر دے یا میری روزی کہیں بند نہ کر دے یا کوئی اور نقصان نہ پہنچائے وغیرہ ـــــ یقین ہونا چاہیئے کہ اصل فاعل اللہ ہے۔ اور اللہ کا تصرف اور فعل ہی مجھ میں اور ہر دوسرے شخص اور اس ظالم میں جاری ہے۔ یہ یقین جتنا پختہ ہو گا اس قدر آدمی نڈر ہو گا۔ یہ نگاہ جس قدر قوی ہو گی اسی قدر اللہ سے قرب بڑھے گا۔

۵۔ طمع رکھنا کہ ظالم اور صاحب اقتدار کے قرب سے رزق ملے گا۔ جبکہ اصل رازق اللہ ہے

۶۔ کافروں کی مدد کرنا اور انہیں دنیاوی بہتری اور فوائد کی راہ سمجھانا۔

مؤلف کہتا ہے کہ ہم نے جب بھی کسی کو ظالم کی خیر خواہی کرتے دیکھا تو اسی کی خرابی ہوئی۔ حضرت سفیانؒ ثوری کے ایک ساتھی نے ایک سپاہی کو نماز کے لئے جگانا چاہا۔ تو سفیان نے کہا۔ اسے اس وقت بیدار نہ کرو تاکہ ہم اس سے اور اس کے شر سے بچے رہیں۔

۷۔ مسلمانوں کی خیر خواہی نہ کرنا۔ یعنی مضر باتوں سے بچنے کی نصیحت نہ کرنا یا مفید کاموں کے لئے انہیں آمادہ نہ کرنا۔

۸۔ اللہ کی عبادت کے مقابلہ میں دنیا کی طلب میں محنت و مشقت کو لذیذ سمجھنا۔ جو کوئی ایسا محسوس کرے۔ وہ جان لے کہ وہ اللہ سے بے تعلقی کے کسی سبب کا مرتکب ہوا ہے۔

۹۔ حقیر و ذلیل ذرائع سے دنیا حاصل کرنا۔ یعنی جھوٹ، مکر، بدکاری اور جھوٹی قسموں وغیرہ جیسے ذرائع جو دنیا سے بھی زیادہ حقیر ہیں ان کے ذریعہ دُنیا حاصل کرنا مزید ذلیل ہے۔ جبکہ جہاد، تجارت اور کھیتی باڑی وغیرہ حلال اسباب ہیں اور پرانے بزرگ دنیا کو دنیا کے ایسے اعلیٰ اور حلال ذرائع سے حاصل کیا کرتے تھے۔

۱۰۔ نیک عمل۔ اس نیت سے کرنا کہ اللہ رحم فرما کر کوئی ذاتی غرض پوری کرے یا نفع دے۔ اللہ سے قطع تعلق اور تاریکیوں کا یہ سبب عام ہے۔ البتہ وہ لوگ جن پر اللہ فضل و کرم ہے اس سے بچے ہوئے ہیں۔ اور فانی اغراض اور

marfat.com

منافع کی بجائے اللہ کی خوشنودی اور رضا کی نیت سے عمل کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ فرمایا۔ اگر اللہ کی پیدا کی ہوئی دوزخ اور جنت کی بجائے خاص اللہ کی خوشنودی کے لیے لوگ عبادت کرتے تو کمال معرفت حاصل ہوتا ۔لیکن دوزخ اور جنت کو غرض بنا کر لوگ راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

۱۱۔ اللہ کے قابلِ تعظیم مقامات مثلاً مساجد وغیرہ میں گناہ کرنا۔ کہ یہ اللہ سے نڈر اور لاتعلق ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۱۲۔ اغلام یعنی قومِ لوط جیسی بدفعلی کرنا۔

۱۳۔ خاوند کا بیوی کو بغیر قصور مارنا اور بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا۔

۱۴۔ اہل وعیال پر احسان جتانا کہ میں نے تم پر اسقدر خرچ کیا وغیرہ۔

۱۵۔ حسد جو بہت سے دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔

۱۶۔ والدین کی نافرمانی ۔ فرمایا کہ وہ اپنے پیر عمر بن محمد سواری کے پاس علی بن حرزیم کے مزار کے باہر بیر کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ حضرت عمر بن محمد کا بیٹا حج پر جانے کے لئے باپ سے اجازت لینے آیا ۔مگر وہ والدین کا نافرمان تھا اور باپ کے منع کرنے کے باوجود حج پر چلا گیا۔

فرمایا۔ والدین کی نافرمانی کا انجام چار باتیں ہیں ۔(۱) نافرمان سے دنیا حانی رہتی ہے اور دنیا اس کو برا سمجھتی ہے (۲) اللہ لوگوں کے دلوں کو اس کی بات سننے سے پھیر دیتا ہے اور اس کی گفتگو سے نور و برکت نکال دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کی نظروں میں مغضوب بن جاتا ہے۔ (۳) غارِ حرا کے اہلِ دیوان اولیاء جو صاحبِ تصرف ہوتے ہیں اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتے اور نہ اس پر ترس کھاتے ہیں (۴) نافرمان کا نورِ ایمان آہستہ آہستہ کم ہوتا رہتا ہے۔ پھر جسے اللہ بد بخت کرنا چاہتا ہے اس کا سارا نورِ ایمان چلا جاتا ہے اور وہ کافر ہو کر مرتا ہے۔ اور جسے اللہ بد بخت کرنا نہیں چاہتے وہ ناقص ایمان سے مرتا ہے۔ اللہ ہمیں ان دونوں حالتوں سے بچائے۔

اور فرمایا۔ اسی طرح والدین کی رضامندی کے بھی چار نتیجے نکلتے ہیں۔ (۱) دنیا اس کو محبوب سمجھتی ہے۔ (۲) لوگوں کو اس کی باتیں میٹھی معلوم ہوتی ہیں۔ (۳) اولیاء اس پر مہربان ہوتے ہیں۔ (۴) اس کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

marfat.com

۱۷۔ اہلِ حجاب یعنی امیروں، رئیسوں وغیرہ سے میل جول اور صحبت رکھنا ـــــــ مومن کی ذات میں ایک نور کا ڈورا ہوتا ہے۔ جو اللہ کی عنایت سے منسلک ہوتا ہے۔ یہ نور اولیاء کی صحبت میں زیادہ ہوتا ہے۔ ورنہ کم ہو جاتا ہے اور بالکل کٹ بھی سکتا ہے جبکہ صاحبانِ ریاست واقتدار اور صاحبانِ جاہ وجلال اور مالدار لوگوں کے میل جول سے بندہ کی طمع اور اغراض غالب آجاتی ہیں۔ اور اللہ کا خیال اس کے دل و دماغ سے نکل جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اللہ سے تعلق کٹ جاتا ہے اور تعلق کے نور سے مومن محروم ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی میں تفریق کرنا۔ یعنی خارجیوں رافضیوں اور شیعوں کی طرح بعض سے محبت اور بعض سے بغض رکھنا بھی اللہ سے قطع تعلق کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ صحابہ میں سے ہر ایک حضورؐ کی کسی نہ کسی ایک یا زیادہ خصلت اور نور کا وارث ہے۔ چنانچہ کسی صحابی سے بغض رکھنا اور نفرت کرنا گویا حضورؐ سے بغض و نفرت کرنا ہوا۔

صحابہ میں حضورؐ کی خصلتیں

میں نے عرض کیا۔ خلفائے راشدین میں حضورؐ کی کون کونسی خصلت پائی جاتی تھی؟

فرمایا:۔ (۱) حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ کے اللہ پر ایمان کا تھوڑا سا حصہ ملا۔ حضورؐ کے اللہ پر ایمان کی کیفیت کا متحمل کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی صحابی اور نہ کوئی اور۔ وہ کیفیت کسی پر ڈال دی جائے تو ہلاک ہو جائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو جس قدر ایمان ملا امت محمدیہ میں اسے نہ کوئی اور صحابی، نہ غوث اور نہ کوئی قطب برداشت کر سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کو اسرار و حقائقِ ربوبیت اور رقائق و لطائفِ معرفت اس قدر حاصل تھے جن کی طاقت کوئی بھی نہیں رکھتا۔ اور حضورؐ ان سمندروں میں غوطہ زن ہو کر ان کے متعلق ابوبکرؓ سے گفتگو کرتے اور ان کی برداشت کے مطابق ان کو سیراب کر دیتے۔ لیکن آخری تین سالوں میں ان حقائق کے متعلق حضورؐ نے ابوبکرؓ سے بھی بات نہ کی کہ کہیں وہ پگھل نہ جائیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کو بقدرِ استطاعت حضورؐ نے اپنی اس خصلت کا کچھ حصہ عنایت کیا جو مسلمین کی خیر خواہی، عوام و خواص کی بہتری کے انتظامات اور بندوبست پر اکساتی ہے۔

marfat.com

اوران پر شفقت اور اپنے نفس پر امت محمدیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ رکھتی ہے۔

۳:۔ حضرت عثمانؓ کو بقدرِ برداشت حضورؐ نے اپنی خصلت شفقت، مہربانی، نرمی اور صلۂ رحمی کا تھوڑا سا حصّہ وراثت میں بخشا۔

۴:۔ حضرت علیؓ کو بقدرِ برداشت حضورؐ نے اپنی شجاعت کی خصلت سے کچھ حصّہ بخشا۔ اسی طرح ہر صحابی کو اس کی بساط، طاقت اور رحجان کے مطابق حضورؐ نے اپنی کسی نہ کسی خصلت سے کچھ حصّہ عطا فرمایا۔ اس لئے کسی صحابی سے بغض رکھنا اللہ سے بے تعلقی کا باعث بنتا ہے ــــــ اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی اور حضرت دباغؒ کی رحلت تک میں ان سے اللہ سے بے تعلقی کے دوسرے اسباب نہ سن سکا۔ اللہ آپ کی برکت سے ہمیں فتح نصیب کرے۔

ایمان بڑھانے والے امور

حضرت دباغؒ سے میں نے سنا کہ مندرجہ ذیل امور سے ایمان بڑھتا ہے:۔

(۱) زیارتِ قبور (۲) صرف اللہ کے لیے صدقہ دینا۔ (۳) جھوٹی قسموں سے پرہیز کرنا (۴) دوسروں کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھنا۔ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو نظر فوراً نیچی کر لینا۔ (۵) لوگوں کے گناہوں کو نظر انداز کرنا۔ لوگوں کے گناہوں کو دیکھنے اور ٹوہ لگانے والا اس وسوسے کا شکار ہو جاتا ہے کہ اللہ گنہگار اور نافرمان پر بھی انعام و اکرام کرتا ہے حالانکہ نہ یہ حقیقت حال ہے اور نہ حکمت کا تقاضا ــــــ (۶) حاملِ شریعت علماء کی تعظیم کرنا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے نزدیک علماء کی کیا قدر و منزلت ہے تو لوگ انہیں اٹھائے پھریں اور زمین پر قدم نہ دھرنے دیں۔

اغلام

فرمایا۔ اللہ نے اغلام کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ مرد کے نطفہ کے ساتھ چند فرشتے گرتے ہیں۔ چنانچہ اغلام میں عورت کی اندام نہانی کی بجائے نطفہ غیر فطری مقعد میں گرتا ہے تو یہ فرشتے مرجاتے ہیں۔ مرد اور عورت کے نطفہ کے فرشتوں کی کل تعداد ۳۶۶ ہے۔ جن میں مرد کے دس زائد ہیں۔ جبکہ عورت کی اندامِ نہانی میں دونوں کے نطفے اور فرشتے ملتے ہیں۔ اور اللہ نے پیدائش مقدر فرمائی ہو تو مرد اور عورت کا ایک ایک فرشتہ مل کر علقہ، مضغہ وغیرہ کی شکلیں اختیار کرتے اور نشو و نما پاتے ہوئے مختلف

marfat.com

ارتقائی منزلیں طے کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اور بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو یہ فرشتے بھی ساتھ آتے ہیں جو اس کی ذات کی حفاظت پر معمور ہوتے ہیں۔ ان کا سردار فرشتہ داہنے کندھے پر ہوتا ہے۔ بچے کی طرح یہ فرشتے بھی نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

اگر تقدیر میں بچہ نہیں لکھا ہوا۔ تو یہ فرشتے رحم میں مرجاتے ہیں۔ جو نہ بندہ کا کسب وفعل ہے اور نہ بندہ کے لئے ضرر رساں۔ لیکن رحم سے منی خارج کرنے کے اسباب جائز نہیں کہ اس طرح ہم ملائکہ کو ہلاک کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

زنا

زنا کا حرام ہونا فرشتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ قطع نسب کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یومِ قیامت لوگوں کو نسب کی وجہ سے فائدہ پہنچے گا۔ اور دعویٰ نسب بغیر گواہی کے قبول نہ ہوگا۔ اسی لئے حضورؐ نے نکاح میں گواہ مقرر کرنے اور اعلان واشاعتِ نکاح کا حکم فرمایا۔ جبکہ زانی یہ فعل چھپ کر کرتا ہے اور نسب کو قطع یا مخلوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہر حال میں اللہ سے تعلق

فرمایا۔ یومِ قیامت اسے عذاب ہوگا۔ جسے دن بھر اپنے رب کا خیال نہ آئے۔ حالانکہ اللہ نے اسے جسم، عقل، صحت اور رزق عطا کیا ہوا ہے۔ اپنے رب سے تعلق جوڑے رکھنے کی بجائے وہ ہر دوسری چیز کی طرف متوجہ اور مبتلا رہتا ہے اور لذتوں اور گناہوں کی طرف مائل رہتا ہے۔ اور اپنے رب کی بجائے اس کی نظر ہر دوسری چیز پر ہوتی ہے۔ چنانچہ قیامت میں بھی اس کی نظر اپنے عذاب پر ہوگی اور خارش زدہ کی طرح بدن کی کھجلی میں مزہ لے گا اور وہی اس کیلئے نقصان دے گا۔

معصیت اور گناہ میں بھی اللہ کی یاد اور خیال کرنے کی بڑی شان ہے۔ لہٰذا مومن کو چاہئے کہ جب اللہ کی نافرمانی کرے تو اپنے قادر رب کو بھی یاد کرے۔ یوں شاید وہ مزید گناہ سے بچ جائے اور عذاب کی شدت سے محفوظ رہ جائے۔

حضرت دباغؒ نے اپنے استاد و مرشد سیدی عمرؒ بن محمد ہواری کے حوالہ سے یہ حکایت نقل کی کہ میری موجودگی میں ایک شخص میرے مرشد کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا "اے میرے آقا! میں ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہتا ہوں۔ کوشش کے باوجود چھوڑ نہیں سکتا۔ گناہ سے بچنے کی تدبیر کیا ہے؟" شیخ نے فرمایا "اپنے رب کی نافرمانی چھوڑ دے" کہنے لگا۔ مجھ میں چھوڑنے کی قدرت نہیں۔ شیخ نے فرمایا "اچھا گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ کی طرف رجوع کر و۔

marfat.com

جواب دیا۔ مجھے اس کی بھی طاقت نہیں ـــــــ شیخ نے اس سے تغافل برتا لیکن وہ آدمی ان کے پاس ایک دو دن کے لئے رک گیا۔ اور رخصت ہوتے وقت پھر عرض کیا " اے سردار! گناہ سے کیسے چھٹکارا پاؤں؟" ـــــــ شیخ نے فرمایا۔ گناہ کرتے وقت تین باتیں دل میں یاد کرو اور پھر جو جی چاہے کرو۔ (۱) اس گناہ، اس کی برائی اور اللہ کے غضب کو یاد رکھو۔ (۲) اپنی ذات اور نفس کی خساست کو یاد رکھو کہ اپنے رب سے منہ موڑ رہا ہے۔ (۳) اپنے رب کی سطوت اور قدرت کا خیال رکھو کہ جب چاہے تمہیں پکڑ لے۔ پھر اس کی معافی اور مغفرت کو یاد کرو کہ کس طرح تمہارے اعمال پر پردہ ڈال رکھا ہے ـــــــ وہ چلا گیا اور کچھ مدت بعد مجھے ملا۔ تو بتایا کہ حضرت کی برکت سے اللہ نے میری دستگیری کی اور ان کی نصیحت سے مجھے توبہ پر قیام حاصل ہوا۔ اور گناہوں کی مصیبت سے چھٹکارا میسر آیا۔

گناہِ کبیرہ و صغیرہ

حضرتِ دباغ نے فرمایا۔ میرے نزدیک گناہِ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کا ارتکاب انسان ایسی حالت میں کرے جب اس کا دل اللہ سے بے تعلق ہو چکا ہو یا اللہ سے تعلق جوڑنے والے وسائل یعنی اس کے فرشتوں کتابوں، رسولوں اور یومِ آخرت سے بے تعلق ہو چکا ہو۔ خواہ ظاہری طور پر یہ تعلق قائم ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ظاہری تعلق کچھ مفید نہیں ہوتا۔ اللہ سے دل کی بے تعلقی کے عالم میں انسان دل وجان سے اللہ سے دور ہوتا ہے۔

اسی طرح گناہِ صغیرہ وہ گناہ ہے جس کے کرتے وقت بندہ کا دل اللہ اور اللہ کے وسائل یعنی اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور یومِ آخرت سے کٹا ہوا نہ ہو۔ دل اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہو تو کسی طبعی شخصی یا حالات کی مجبوری اور کمزور لمحات میں سرزد ہونے والا گناہ نہ شدت رکھتا ہے اور نہ بے لگام ہوتا ہے۔ بلکہ نفس لوامہ کے تحت رب کی شرم وحیا موجود رہتی ہے۔

میں نے اعتراض کیا کہ حضور ﷺ نے جو گناہِ کبیرہ مختلف احادیث میں گنوائے ہیں ان میں تو اللہ کے تعلق کی قید نہیں لگائی۔ مثلاً صحیحین میں یہ گناہِ کبیرہ گنوائے ہیں۔ (۱) اللہ سے شرک (۲) جادو (۳) والدین کی نافرمانی (۴) قتل ناحق۔ بخاری میں (۵) جھوٹی قسم بھی اور مسلم میں (۶) جھوٹ بولنے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں (۷) یتیم کا مال کھانا

marfat.com

(۸) سود خوری (۹) جنگ میں بھاگ جانا اور (۱۰) پاکدامن مسلم عورت پر زنا کی تہمت لگانے کو بھی گناہِ کبیرہ کہا گیا ہے۔

حضرت دباغ نے فرمایا کہ یہ گناہ تب صادر ہوتے ہیں جب بندہ کا دل اللہ سے منقطع ہو۔ دل اللہ سے لگا ہوا ہو تو نہ شرک ہو، نہ جادو اور نہ کوئی اور گناہ جنکا ذکر ان احادیث میں آیا ہے۔

اللہ سے تعلق

پھر فرمایا۔ فلاں شخص کو نہیں دیکھتے کہ محجوب ہے مگر اللہ سے اس کے دل کا تعلق قائم ہے اور عنقریب ولی بننے والا ہے۔ دل کے تعلق کی وجہ سے احادیث میں گنوائے ہوئے گناہِ کبیرہ کے قریب نہیں جاتا —— اور فلاں کو دیکھو کہ زبانی ذکر میں لگا رہتا ہے لیکن اس کا دل اللہ سے بے تعلق ہے اور اس لئے اس سے برے کام سرزد ہوتے رہتے ہیں —— بہر حال باتعلق اور بے تعلق دونوں کے گناہ چھپے نہیں رہتے۔

(مترجم نے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ زانی زنا کا ارتکاب مومن ہونے کی حالت میں نہیں کرتا۔)

حصولِ معاش اور اسباب

پھر فرمایا۔ حصولِ معاش کے اسباب مثلاً کھیتی باڑی، تجارت وغیرہ کی مثال گداگر کے کشکول جیسی ہے۔ کہ بندہ جب اسباب رزق کے کسی ایک کشکول سے کام لیتا ہے تو اللہ جسقدر بندے کے مناسب سمجھتا ہے اسے دیدیتا ہے۔ لیکن بغیر حیلہ اور سبب کے کسی کو رزق نہیں دیتا —— چنانچہ جیسا کہ گداگر کشکول کی بجائے دینے والے کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ بندہ اسباب کی حیثیت سمجھے اور بندہ کی نظر اسباب کی بجائے اللہ کی طرف ہو اور اللہ سے تعلق قائم رکھے۔ سبب اللہ سے ملانے کا ذریعہ ہے۔ اعتماد اور بھروسہ فقط اپنے رب پر ہو تو بندہ صرف وہ اسباب اختیار کرے گا جن کی اللہ نے اجازت دی ہے۔ ایسی حالت میں کم یا زیادہ اسباب اختیار کرنا برابر ہوگا۔ کیونکہ اصل دینے والا تو اللہ ہے۔ جو اس پر قادر ہے کہ ایک ہی سبب سے اس قدر عطا کرے جسقدر اوروں کو متعدد اسباب سے دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ سے تعلق اصل شے ہے اور اسباب ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔

marfat.com

جن کا تعلق اللہ سے نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں روزی اپنی تدبیر، چالبازی اور محنت وغیرہ کی وجہ سے ملتی ہے۔ اور ہر جائز و ناجائز ذریعہ کو حصولِ معاش کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ تمام عمر محنت و مشقت میں کسبِ رزق کرتے کرتے مر کھپ جاتے ہیں۔ لیکن انہیں ملتا وہی کچھ ہے جو ان کے مقدر میں ہے۔

عارف اور غافل لوگوں کی کمر میں رسی باندھ کر لٹکا دیا جائے تو ان کا رویہ دو طرح کا ہوگا۔

(۱) عقل مند کو اس حالت میں قرار و سکون نہ ہوگا۔ کبھی اس کی نظر اس جگہ کی طرف جائے گی جہاں اس کے گرنے کا امکان ہے۔ کہ وہ جگہ قریب ہے یا دور، نرم ہے یا سخت وغیرہ اور کبھی اس کی نظر اس شخص پر پڑے گی جس کے ہاتھ میں رسی ہے کہ اس کے کیا ارادے ہیں۔ اور اس سے دوستی اور تعلق کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اور اس کی خوشی کس میں ہے۔ مگر اس معلق حالت میں وہ اپنے آپ کو کسی عمل کے قابل نہیں پائے گا اور دل و زبان سے عاجزی و انکساری کرے گا۔ اس سے خائف اور رحم کا طالب رہے گا کہ جس کے ہاتھ میں رسی ہے وہ مختیار ہے۔ چاہے تو رحم فرمائے اور چاہے تو سزا دے۔!

اس مثال میں رسی تو دنیا کی زندگی ہے جس کے ہاتھ میں رسی ہے وہ اللہ ہے اور گرنے والی جگہ آخرت ہے اور عقل مند کی مثال عارف کی ہے جس کی نظر اللہ کی طرف رہتی ہے۔

(۲) کم عقل کی نگاہ نہ رسی والے کی طرف جائے گی اور نہ گرنے والی جگہ کی طرف بلکہ اس پر غفلت اور بدمستی غالب رہے گی۔ وہ اسی معلق حالت کو اپنی مستقل قیام گاہ جان کر کھیتی باڑی اور تجارت وغیرہ میں ایسا کھویا رہے گا کہ رفتہ رفتہ اس کا تعلق اللہ سے کٹ جانے کا امکان ہے ـــــ چنانچہ لوگوں کی اکثریت غافل ہے۔ جبکہ اللہ کے انعام یافتہ اور عارف کم ہیں جو اللہ سے تعلق جوڑے رکھتے ہیں۔

ظاہر و باطن کی توحید فرمایا۔ اللہ نے بندوں کی طرف رسول بھیجے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا تاکہ وہ انہیں پہچان کر ایک جانیں۔ نہ ان میں تفریق کریں اور نہ ایک کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ جب بندہ کو یہ توحید میسر آجاتی ہے تو وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ نورِ حق بندے میں داخل ہو۔ اور معصیت سے ممانعت

marfat.com

اس لئے ہے کہ اس دروازہ کو بند کر دیا جائے جس سے عاصی میں تاریکیاں داخل ہوتی ہیں۔ لیکن اکثر لوگ یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ظاہری اطاعت و عبادت حق کے دروازے کھولنے کے لئے کافی ہے جیسا کہ ظاہر میں مخالفت شر کا دروازہ کھولتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں لوگوں کی چار قسمیں ہوئیں۔

(۱) وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن دونوں اللہ کے ساتھ ہوں۔ یعنی انہیں ظاہر و باطن کی توحید میسر آجائے۔ ظاہراً بھی احکامِ خداوندی کی تعمیل کریں اور باطن بھی غفلت سے پاک ہو اور مراقبہ و مشاہدہ حاصل ہو۔ یہ لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

(۲) وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں غیر اللہ کی طرف لگے ہوئے ہوں۔ ظاہراً بھی احکامِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہوں اور باطن میں بھی غفلتوں میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں مذموم ہیں۔

(۳) وہ جن کا ظاہر اللہ کے ساتھ اور باطن غیر اللہ کے ساتھ ہو۔ ظاہر میں عبادت اور باطن میں اللہ سے غافل رہتے ہوں۔ یہ لوگ عادتاً یا طبعاً عبادت کرتے ہیں۔ بعض اوقات کوئی شخص لوگوں میں عبادت، زہد، دیانت اور نیکی کے لئے مشہور ہو جاتا ہے چنانچہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر عبادت وغیرہ میں کوتاہی کی تو لوگوں کی نظروں میں گر جاؤں گا۔ لوگوں کی نظروں میں قدر و منزلت بڑھانے کی خاطر نیکی کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ ایسا شخص جس قدر عبادت کرتا ہے اسی قدر اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے — بعض اوقات اس قسم کے آدمی کی ملاقات پہلی قسم کے کسی بڑے ولی سے ہو جاتی ہے تو بیماری پہچان کر علاج کی خاطر ولی اسے بعض ظاہری عبادات چھوڑنے کا حکم دیتا ہے لیکن بیماری اتنا گھر کر چکی ہوتی ہے کہ وہ عبادت نہیں چھوڑتا اور تباہ ہو جاتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ ابو یزید بسطامی (بایزید بڑے صوفی بزرگ ہیں۔ اصل نام طیفور بن عیسیٰ۔ ان کے دادا مجوسی تھے۔ پھر اسلام لائے۔ وفات ۲۶۱ھ ۸۷۴ء) کے ساتھ پیش آیا۔ انہوں نے ایک آدمی کو جس کی یہی حالت تھی۔ نفلی روزے چھوڑنے کا حکم دیا۔ وہ نہ مانا۔ پیر بھائیوں نے لاکھ کہا کہ اپنے مرشد کا حکم نہیں مانتے۔ برا ہوگا۔ ابو یزید نے فرمایا۔ جو اللہ کی نظروں میں گر چکا ہے اسے چھوڑ دو —

marfat.com

(۴) - وہ لوگ جن کا ظاہر غیر اللہ کے ساتھ ہو اور باطن اللہ کے ساتھ ۔ یہ لوگ ظاہراً تو احکام الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں ۔ مگر باطن میں اللہ کی طرف جھکے رہتے ہیں ۔ معصیت اور گناہ میں بھی ان کا رب ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے ۔ اور ان کا خیال ہمیشہ اپنے رب کے ساتھ لگا رہتا ہے ۔ اپنے گناہوں کی وجہ سے ان کے سر پر گویا پہاڑ گر پڑا ہو وہ ہر وقت غمگین رہتے ہیں ـــــ یہ لوگ تیسری قسم کے لوگوں کے مقابلہ میں اللہ کے نزدیک بدرجہا بہتر ہیں ۔ کہ اللہ کے سامنے گھومتے پھرتے وہ ذلت و عاجزی میں رہتے ہیں ۔

ذکر و عبادت میں چیخنا چلاتا

کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ ذکر اور عبادت میں مضطرب ہو کر تڑپتے اور چیخنے لگ جاتے ہیں اور اسی قسم کی اپنی کیفیت بھی بیان کی کہ اسے ڈر ہے کہ کہیں یہ شیطان کی طرف سے نہ ہو کیونکہ ذکر و عبادت چھوڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہونے سے یہ حال ختم ہوتا ہے ۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا ۔ یہ اضطراب اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب روح اپنا نور ذاتِ انسانی پر ڈالتی ہے ۔ کبھی روح اپنا نور اطاعت کی حالت میں اور کبھی معصیت کی حالت میں ڈالتی ہے ۔ جس کی وجہ سے ذاتِ انسانی میں خشوع طاری ہوتا ہے اور وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے ـــــ خواہشِ نفس کی رو میں بہتے ہوئے اور اپنے رب کی نافرمانی کے دوران جب روح انسان کو راستہ سے بھٹکتے ہوئے دیکھتی ہے اور کجروی کا اندیشہ ہوتا ہے تو نور ذات پر ظاہر ہوتا ہے تاکہ اسے راہ پر لے آئے اور اسبابِ ہدایت میں سے ایک سبب ہے جو اللہ ان لوگوں پر وارد کرتا ہے ۔ جن کے لئے وہ بھلائی چاہتا ہے ۔ اور جن لوگوں کے لئے اللہ بھلائی نہیں چاہتا ۔ ان کے لئے یہی کیفیت ظلمت اور تاریکی بن جاتی ہے اور اسے راستہ سے روکتی اور اطاعتِ رسولؐ سے باز رکھتی ہے ـــــ اگر کسی کو یہ کیفیت اطاعت کی حالت میں حاصل ہو تو اسے اپنی طاعت اور عبادت کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیئے ۔ ورنہ یہ خود ستائی ہوگی ۔

پھر فرمایا ۔ ہر ذاتِ انسانی کی اپنی اپنی روشنی ہے جس میں وہ چلتی ہے ۔ اگر اس کی روشنی اسے کجرو اور گمراہ کر دے تو اسی کو ہم ظلمت کہتے ہیں یعنی توفیق الٰہی نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے ۔

marfat.com

فرمایا روح کے ۳۶۶ اسرار میں سے ایک سر یا راز ایسا ہے کہ اگر روح اس کو ذات پر ڈالے تو آدمی ہر وقت روتا رہتا ہے۔ اور ایک سر ایسا ہے کہ اگر روح اسے ذات پر ڈالے تو ہر دم ہنستا رہتا ہے۔ اور ایک سر سے چیختا رہتا ہے۔ مگر روح وہی اسرار ڈالتی ہے جو تقدیر میں پہلے سے تجویز ہو چکے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ ایک دن حضرت دباغ کچھ بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے چیخنا شروع کر دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے فرمایا کہ یہ حالت بڑا انعام ہے بشرطیکہ شیطان کا کھیل نہ ہو اور ایسے آدمی کی نماز و صلوٰۃ کو فاسد نہ کرتا ہو۔

میں نے عرض کیا۔ حضرت یہ کیسے ؟

فرمایا۔ دلوں کی توجہ کا اللہ کی طرف ہونا ہی صلوٰۃ و نماز ہے۔ جیسا کہ بدن کا رکوع و سجود بدن کی نماز ہے۔ نماز اور دیگر عبادات کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ سے دل کا تعلق پیدا ہو اور تمام عبادات کا یہی مقصد ہے کہ اللہ کی طرف رخ اور توجہ رہے جو سراسر رحمت ہے ——— چنانچہ جب شیطان دیکھتا ہے کہ کسی کو یہ توجہ اور تعلق باللہ میں خلل ڈالتا ہے۔ اور چیخنے والے کے لئے کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ——— (۱) اللہ کی طرف توجہ جاتی رہتی ہے۔ (۲) وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اسے کچھ حاصل ہو گیا ہے اور (۳) لوگ بھی اسے کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور اس کی طرف انگلیاں اٹھانے لگتے ہیں اور جس کی طرف انگلیاں اٹھیں وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے کو مزید کچھ سمجھنے لگتا ہے اور یوں وہ اللہ سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔

حکایات

مؤلف ایسی چیخ و پکار کے ضمن میں دو حکایات بیان کرتا ہے۔

(۱) شیخ زروق (شیخ شہاب الدین ابو الفضل احمد فاسی مالکی مشہور صوفی وفات ۸۹۹ھ - ۱۴۹۳ء) نے ذکر کیا ہے کہ فاس میں چند درویشوں کی ایک خانقاہ تھی۔ ایک دن ایک صادق الحال نابینا شیخ کو وہ درویش درخواست کر کے اپنے ساتھ لے آئے۔ جب درویش ذکر میں مشغول ہو گئے تو نابینا بزرگ نے کہا۔ دوستو! شیطان تم میں سینگوں والے مینڈھے کی صورت میں گھس آیا ہے اور وہ سرخ گدڑی والے کو سونگھ رہا ہے اور لو شیطان نے اسے سینگ مار دیا۔۔۔۔ ابھی شیخ نے بات ختم نہ کی تھی کہ سرخ گدڑی والے نے چیخ ماری اور اپنے حواس کھو بیٹھا ——— اسی ذکر کے شغل میں نابینا شیخ نے اسی طرح دوسرے درویش کی نشاندہی کی کہ شیطان نے اس پر حملہ کیا اور وہ بھی چیخ مار کر حواس

marfat.com

کھو بیٹھا اور یوں اس صادق الحال بزرگ کے سامنے باری باری سب درویش رسوا ہوئے۔ حالانکہ وہ پہلے خیال کرتے تھے کہ وہ کچھ ہیں جو ان کی جہالت اور خام خیالی تھی۔

(۲) ایک بار ایک شخص نے ایک عارف بزرگ کی موجودگی میں چیخ ماری تو بزرگ نے کہا کہ میں نے تمہاری چیخ کا پیچھا کیا تو وہ فلاں قبر میں داخل ہو گئی۔ چیخ مارنے والا حالانکہ اس بزرگ کا مرید نہ تھا پھر بھی اس نے کہا۔ حضرت آپ نے درست فرمایا۔ کیونکہ جب میں نے آپ کو اپنے محبوب کو یاد کرتے دیکھا تو مجھے اپنی محبوبہ یاد آ گئی جو میری چچا زاد تھی اور اب مر چکی ہے۔ اس کی یاد آئی تو فراق کے درد سے میں چیخ اٹھا اور وہ اسی قبرستان میں دفن ہے۔

تمباکو نوشی

فرمایا۔ تمباکو پینا حرام ہے۔ کیونکہ اس سے بدن کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور ایسی لت لگ جاتی ہے کہ اللہ کی عبادت سے غافل بنانے کے علاوہ قطع تعلق کرا دیتی ہے ــــــ پس جب کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے میں شک ہو اور حضورؐ کا کوئی فرمان نہ ملے تو پھر ہم غارِ حرا کے اہل دیوان اولیاء (جو اہلِ دائرہ یا اہلِ عدد بھی کہلاتے ہیں۔) کا رویہ دیکھ کر حرام و حلال کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر بعض استعمال کرتے ہوں اور بعض نہیں تو حق اکثریت کے ساتھ ہے۔ اور اہلِ دیوان تمباکو استعمال نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ فرشتوں کو تمباکو کی بو سے تکلیف ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے ایک بدبو دار شہر کا قصہ سنایا جہاں انسانوں کا فضلہ اور گوبر جمع رہتا تھا۔ ایک دن آٹھ اہلِ تصرف اولیاء اس شہر میں آ گئے لیکن جلد ہی شہر سے نکل گئے۔ کیونکہ ان کی ذات کے فرشتوں کو گندگی اور بدبو سے نفرت ہوئی۔ اور یہ بات صاحبِ بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ دشمنوں اور ڈاکوؤں کے ملک میں کسی کو لایا جائے اور اس سے ہتھیار لے لئے جائیں تو وہ کیسے دشمن کا مقابلہ کرے گا اور یہ فرشتے بھی ہتھیاروں کی مثال ہوتے ہیں۔

آدمی کے حقوق فرشتہ سے مقدم

میں نے کہا۔ لہسن اور پیاز میں بھی تو بو ہے لیکن یہ حرام نہیں۔ فرمایا۔ جب آدمی اور فرشتہ کے حقوق کا مقابلہ آ پڑے تو آدمی کا حق مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز بنی آدم کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ جس میں بنی آدم کا فائدہ ہو گا وہ حرام نہ ہو گی چاہے اس سے

marfat.com

فرشتہ کو ضرر ہی کیوں نہ پہنچتا ہو۔ اور لہسن اور پیاز کے فوائد کسی سے پوشیدہ نہیں ــــ جبکہ تمباکو پینا نقصان دہ ہے۔

ماحول اور مجلس کے اثرات

مؤلف کہتا ہے کہ ایک بار ہم نے حضرت دباغ سے عرض کیا کہ شیخ حطاب (عارف باللہ محمد حطاب مالکی جنہوں نے مالکی فقہ کی کتاب "مختصر" (۹۶۷ھ) کی شرح لکھی ہے) فرماتے ہیں کہ اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے خطرہ ہو تو تیمم کرلے اور حمام میں نہ جائے۔ لیکن شیخ مواق (امام حافظ عبداللہ بن مواق) فرماتے ہیں کہ حمام میں چلا جائے لیکن خود ستر کرے اور اپنی آنکھیں نیچی رکھے تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے پوچھا کونسی بات صحیح ہے۔

فرمایا۔ شیخ حطاب کی رائے صحیح ہے۔ اور شیخ مواق کی رائے پر عمل کرنے میں آفت ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کے احکام کی مخالفت تب ہوتی ہے جب انسان میں ظلمتیں پائی جاتی ہوں جن کی شناخت فرشتے کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر حمام میں جمع ننگے لوگ نظر بازی کی معصیت میں مبتلا ہوں تو ظلمت وہاں چھا جائے گی۔ فرشتے بھاگ جائیں گے۔ اور شیطان اور اس کا لشکر آکر اس جگہ کو گھیر لے گا۔ اور وہاں موجود لوگوں کے انوارِ ایمان کی ایسی حالت ہو گی جیسے چراغ کی لو آندھی کی تندی سے کبھی اِدھر جھکے اور کبھی اُدھر اور اس کے بجھنے کا خدشہ رہتا ہے۔ اسی لیے معاصی کو کفر کا پیشرو کہا جاتا ہے۔

حمام کے ننگے ماحول میں اگر کوئی دیندار اور پرہیزگار داخل ہو تو اس کا نورِ ایمان بھی مضطرب اور خطرہ میں ہوگا کیونکہ ظلمتیں ایمان کی ضد ہیں۔ ظلمتوں سے فرشتے بھاگ جاتے ہیں اور شیاطین متقی اور دیندار کو بھی اوروں کی شرمگاہوں کو دیکھنے کی ترغیب دیں گے۔ اس کی شیطان کے ساتھ ہر لمحہ جنگ رہے گی۔ شیاطین قوت پکڑتے جائیں گے اور وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ اور مغلوب ہو کر شرمگاہوں کو دیکھنے میں مزے لینے لگے گا۔

اسی طرح فرض کرو ایک شخص دلائل الخیرات (شیخ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان متوفی ۸۷۰ھ کی درود وسلام اور نعت خوانی کی معجزہ نما کتاب) شرابیوں کی محفل میں لاکر پڑھنا شروع کردے جبکہ شرابی نشہ کی لذت میں فحش بک رہے ہوں۔ نہ کسی کا لحاظ اور نہ کسی کا ڈر۔ تو یقین مانو کچھ عرصہ میں دلائل الخیرات پڑھنے والا بھی پٹا کھا کراں جیسا ہو جائے گا۔ اس لئے شریعت میں بدکاروں کی صحبت سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ ہم میں خون، شہوت اور غفلت پائے جاتے ہیں

marfat.com

ہاں جس پر اللہ رحم فرمائے اور محفوظ رکھے۔

جہنم حضرت دباغؒ نے ایک بار دوزخ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ناقابلِ برداشت احوال بیان کئے تو کسی نے کہا کہ لوگوں کو جہنم کی حقیقت کا علم ہو جائے تو کھانا پینا چھوڑ دیں۔ فرمایا جن کا اللہ اور رسول پر ایمان ہے وہ جہنم سے واقف ہیں اور جہنم کا تذکرہ سنکر زبان کی طرح ان کا دل بھی جاری ہو جاتا ہے اور جہنم پر ایمان رکھنے میں انکا ظاہر و باطن برابر ہوتے ہیں۔ خوبی تو یہ ہے کہ یہ حضوری دائمی ہو نہ کہ وقتی۔ دائمی حضوری ہو گئی تو اللہ کی رحمت ہو گی، غفلت جاتی رہی اور مخالفت کم ہو گئی — دائمی حضوری کا سبب خون اور اس کے بخارات ہیں۔ جہنم کے ذکر سے خون اور اس کے بخارات ہٹ جاتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ۔ یہی وجہ ہے کہ خوفزدہ انسان کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے کیونکہ جب خون اڑ گیا تو غفلت جو اسی کی وجہ سے ہوتی ہے وہ بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذکر سے بھی غفلت دور ہو جاتی ہے اور ذکر ترک کرنے سے غفلت آجاتی ہے مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ پھر ذکر اور غفلت کے لحاظ سے لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں۔ کوئی گھڑی دو گھڑی غافل رہ کر ذکر اور یاد میں لگ جاتا ہے، کوئی گھنٹے دو بعد اور کوئی دنوں بعد۔ پس اپنے کو دیکھیں کہ کتنا وقت یاد میں اور کتنا غفلت میں گزارتے ہیں۔ لیکن ساری توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ ذکر سننے سے ذات بیدار ہو جاتی ہے اور غفلت دور ہو جاتی ہے۔ سماع یا ذکر ترک کرنے سے ذات پھر غافل ہو جاتی ہے۔

کشفی علوم اور اللہ سے تعلق میں نے دریافت کیا کہ کشفی علوم سے غیب کا علم کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کشف اور متعلقہ علوم اللہ سے دل کا تعلق توڑنے کا باعث بنتے ہیں اور باطن کو اللہ کی حکومت سے ویران کر دیتے ہیں۔

جس بندہ کا دل اللہ سے معمور ہوتا ہے۔ اس کے خیالات اللہ کی طرف لگے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔ جو چاہے حکم دے۔ اس کے سوا نہ جہان کی کوئی تدبیر کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے ملک میں شریک ہے اللہ اپنے بندوں کے وہم و گمان سے بڑھ کر مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور ان کی تمناؤں

marfat.com

سے زیادہ ان کو دیتا ہے ——— یوں اللہ دل میں گھر کر جائے اور بندہ اُس سے اس طرح کا حسنِ ظن رکھے تو انسان خوشی خوشی اللہ کو اپنا کارساز بنا لیتا ہے۔ تمام کاموں میں اسے ہی رہنما قرار دے کر قدم قدم پر اس سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ ہر وقت ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی سے راز و نیاز کرتا ہے۔ اپنی باگ ڈور اسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ تمام امور میں اس پر اعتماد کرتا ہے ——— اس حالت میں وہ اپنے اللہ اور آقا کا فضل و کرم اپنی روزانہ کی زندگی میں دیکھتا ہے۔

لیکن جس کا دل اللہ سے غافل اور خالی ہو۔ اور اسے اپنے آپ کے سوا کچھ نظر نہ آتا ہو تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ تمام افعال خود اس سے صادر ہوتے ہیں۔ تو ایسا آدمی کشفی علوم میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اپنی اندھی رائے اور تاریک تدبیر کے مطابق چاہتا ہے۔ کہ آئندہ کے واقعات کا علم حاصل کروں۔ تاکہ بکثرت خوبیاں اور منافع حاصل کر سکوں۔ چنانچہ اللہ اسے اس کے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور اس کی اپنی تدابیر ہی اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔ اور اللہ اسے طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے۔ اسے امید میں ناکامی ہوتی ہے اور کوئی مقصد ہاتھ نہیں آتا۔ جیسا کہ ہم اس فن کے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ نَسْأَلُ اللّٰہَ السَّلَامَۃَ بِمَنِّہٖ وَفَضْلِہٖ (ہم اللہ سے اس کے احسان اور فضل کے ذریعے سلامتی مانگتے ہیں) اور یہ سزا اس شخص کی ہے جو اپنے آقا سے منہ موڑے اور اپنی تقدیر پر راضی نہ ہو۔

صلیب کی محبت

پھر فرمایا۔ ایک عیسائی سردار راہب جب گرجے سے نکلتا تو صلیب کی طرف کبھی پیٹھ نہ کرتا۔ ایک دفعہ اس کا بیٹا سمندر کے سفر کو گیا۔ راہب کو فکر رہتا اور بیٹے کی خیریت کی خبر کے انتظار میں رہتا۔ ایک دن خبر آئی کہ بیٹا واپس آ رہا ہے۔ خوشی میں راہب گرجا سے نکلتے ہوئے بھول کر صلیب کی طرف پیٹھ کر کے باہر نکل آیا۔ بیٹے سے ملا تو اپنی غلطی یاد آئی۔ واپس آیا اور راہبوں سے کہا مجھے ہزار کوڑے لگاؤ۔ کوڑے کھانے کے بعد بھی صلیب کی محبت قائم رہی۔ حالانکہ لوگوں کا خیال تھا کہ تکلیف سے اس کی نیت صلیب کے متعلق بدل جائے گی اور اپنا مذہب چھوڑ دے گا۔ لیکن اس نے چھری لے کر اپنے ٹخنے کاٹ ڈالے۔ اور کہا جو اپنے آقا سے منہ موڑے اس کی یہی سزا ہے۔

marfat.com

رحمت و عذاب تقدیرِ ازلی

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ جب عیسائی راہب جیسے گمراہ لوگ ایسی محبت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ تو حق پرست لوگوں کی محبت کیا کچھ نہیں کر سکتی ——— اللہ تعالیٰ کے علم و ارادۂ ازلی کے مطابق کچھ لوگوں کو اپنی رحمت اور کچھ کو اپنے عذاب کا اہل بنایا۔ اور ہر ایک کی حرکات اور کوشش بھی اسی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

اللہ نے اہلِ رحمت کے دلوں کو اپنے ساتھ وابستہ کر دیا اور ان کی ہمتوں کو اپنی طرف پھیر دیا۔ اس لئے ان کی حرکات و سکنات اسی کے تابع ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کی نماز، روزہ، اٹھنا، بیٹھنا، بیداری اور محبت سب اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ انہیں اپنی پسندیدہ باتوں کی طرف حرکت دلاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کی رحمت کے اہل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ازل سے لکھا ہوا اپنا رحمت کا حصہ پا لیتے ہیں۔

اللہ نے اسی طرح اہلِ عذاب کے دل اوروں کی طرف لگا رکھے ہیں۔ اور ان کی ہمتیں مکڑی کے جالے سے بھی کمزور اشیاء کی طرف پھیر دی ہیں۔ جیسا کہ کشفی علوم وغیرہ کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ان کی تمام حرکات و سکنات انہی امور کے تابع ہوتی ہیں۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، بیداری اور کوششیں غیر اللہ کے لئے ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ ازل سے مقرر شدہ عذاب کا حصہ وہ پا لیتے ہیں۔

بزرگی بہ توفیق است نہ بہ سال

ایک بزرگ نے قصہ سنایا کہ میں دو ستر سالہ سن رسیدہ آدمیوں کے پاس بیٹھا اور وہ تمام دن دنیاوی باتیں کرتے رہے۔ ان کی زبان پر نہ اللہ کا نام آیا، نہ رسول کا۔ پھر میں اٹھا۔ وضو کیا اور دو لڑکوں کے پاس آ بیٹھا۔ اور وہ توحید اور اللہ کی صفات پر عجیب و غریب باتیں کرتے رہے۔ مجھے ان لڑکوں کی کیفیت اور بوڑھوں کی حالت پر تعجب ہوا۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم (یہ غالب علم والے اللہ کی تقدیر ہے۔)

حضرت دباغ نے اس کی تائید میں کہا کہ جب اللہ اپنے بندے کے دل کو غیر سے متعلق کر دیتا ہے تو اسقدر ڈھیل دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور ایسی چیزوں سے مدد پہنچاتا ہے جو فتنہ بن جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ غیب بھی ظاہر ہونے لگ جاتا ہے۔

marfat.com

کرامات کا فتنہ پھر دل دہلا دینے والی حکایت بیان کی کہ اللہ تعالےٰ نے ایک ولی کا مرتبہ سلب کر لیا اور اس کے دل سے نورِ حق منقطع کر دیا۔ سلب سے پہلے بھی اس سے کرامات ظاہر ہوتیں اور بعد میں بھی اس سے عجیب و غریب باتیں ظاہر ہوتی رہیں جو اس کے لئے فتنہ کا سبب بنی رہیں اور سلب کے بعد بھی وہ سمجھتا رہا کہ وہ کچھ ہے۔ لوگ مال لیکر اس کے پاس آنے لگے اور وہ حرص میں مال جمع کرتا رہا۔ تیرہ برس تک اس کی یہی حالت رہی اور اس نے ستر ہزار دینار جمع کر لئے لیکن جب وہ مرا تو اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ اس کا تمام مال بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔ اور اس کا انجام خسارہ میں رہا۔ ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

ولی کو جنابت کا علم میں نے سوال کیا۔ کہ اگر کسی پر غسل فرض ہو تو ولی کو اس کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ حضرتِ دباغؒ نے فرمایا۔ اولیاء اللہ کے نزدیک جنابت کی کئی قسمیں اور اسباب ہیں۔ اور ہر ایک میں غسل واجب ہے۔ جبکہ علماء کے نزدیک ایک ہی قسم اور سبب پر غسل واجب ہے۔

صوفیہ کے نزدیک ہر وہ بات جس سے انسان اللہ سے منقطع ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جبکہ علماء کے نزدیک جماع یا اس قسم کی کسی بات سے غسل واجب ہو جاتا ہے ——— جب انسانی ذات غیر اللہ کے ساتھ پُر سرور اور لذت آمیز تعلق قائم کرتی ہے اور اپنی ہی نگاہ میں اللہ سے منقطع ہو جائے تو ملائکہ اور محافظ فرشتے اس سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور اللہ سے قطعِ تعلق کو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ بات اور سبب جو اللہ سے کلی طور پر تعلق کاٹ دے اس سے غسل واجب آجاتا ہے اور جب غسل کرنے لگتا ہے تو فرشتے واپس آنے لگتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ولی جب کسی انسانی ذات کے فرشتے اس ذات سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہے تو اُس کو علم ہو جاتا ہے اور وہ غسل جنابت کا واجب ہونا بھی جان لیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کے فرمان کے مطابق اگر کوئی شخص جماع میں اللہ کی طرف دھیان رکھے تو اس پر غسل واجب نہیں۔

فرمایا۔ ایسا شخص شاذ و نادر ہی ہوگا۔ اور نادر پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا۔

marfat.com

ولی انسان کو واصل باللہ کر سکتا ہے

حضرت وباغ کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ ولی اس پر قادر ہوتا ہے کہ کسی کے کان میں کچھ کہہ دے تو وہ شخص بھی واصل باللہ بن جائے اور معرفت میں ولی کے برابر بن جائے ـــــ لیکن اس کا سارا دارومدار اس گوند پر ہے جس سے یہ راز چسپاں کیا جاتا ہے۔ اگر ذاتِ انسانی میں گوند ہی نہ ہو تو سِرّ اپنی اصل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ہوا پر قمیص، شلوار اور عمامہ پہنا دے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں ہوا پر قائم نہ رہ سکیں گی۔

نفس کا علاج محبت اور مشاہدہ

میں اس کے متعلق مزید دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن عشاء کی نماز کے لئے مجلس برخاست ہو گئی۔ لیکن رات کو حضرت خواب میں آئے اور میں نے وہی سوال کیا تو فرمایا وہ گوند موتِ نفس ہے ـــــ صبح میں نے خواب کا ذکر کیا تو فرمایا جواب درست ہے۔ میں نے پوچھا موتِ نفس کیا ہے۔ آپ نے ایک بار تو فرمایا کہ موتِ نفس کی یہ علامت ہے کہ بندہ کے تمام اعمال خالص اللہ کے لیے ہوں اور اگر غیر اللہ کے لیے ہوں گے تو یہ نفس کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔

نفس کے زندہ ہونے کی ایک اور نشانی دل میں وساوس کا پیدا ہونا ہے۔ نفس جس قدر غالب ہو گا وسوسے اسی قدر زیادہ ہوں گے۔ نفس زندہ ہو تو اعمال اللہ کے لیئے نہیں ہوں گے۔ بلکہ اپنے نفس کے لئے ہوں گے۔ اور ساری دوڑ دھوپ اور تدبیریں بھی اپنے نفس کے لیے ہی ہوں گی۔

میں نے اس کا تریاق پوچھا کہ نفس سے نجات کیسے حاصل ہو۔

فرمایا ۔ صرف ایک علاج ہے کہ اِس پر بہت بڑا پہاڑ گرے۔ اور وہ پہاڑ اللہ کی معرفت اور مشاہدہ ہے۔ جب دل میں اللہ سما جائے اور معرفت میسر آجائے تو پھر یقین پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ اور سن رہا ہے اور اس کی ہر حرکت کا محرک اللہ ہی ہے۔ وہ خود نہیں۔ اور نہ انسان خود اپنے آپ کو، نہ کسی اور کو، نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے ـــــ ہاں! اگر اللہ عطا کرے اور محبت کی بجلی کوندے تو نفس پگھل جاتا ہے اور قلب و نظر اپنے نفس اور دوسروں کی طرف اٹھنے کی بجائے محبوب میں ہی مگن رہتی ہے اور نفس سے نجات میسر آجاتی ہے۔ اللہ ہمیں اس

marfat.com

نعمت سے نوازے۔

شطرنج حلال یا حرام میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جو منامہ کھیل میں مشغول تھے۔ میں نے شریعت کا حکم پوچھا فرمایا۔ یہ کھیل حرام ہے۔ کیونکہ کسی بات کے حرام ہونے کی اصل وجہ اللہ سے قطع تعلق ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کہ کسی کام میں انسان کو کیا فائدہ ہے۔ چنانچہ جس کھیل میں دل وجان اللہ کو چھوڑ کر اسی کھیل یا شغل میں لگ جائیں تو وہ کھیل حرام ٹھہرایا جائے گا۔

میں نے اعتراض کیا کہ پھر تو تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ وغیرہ بھی حرام ٹھہرتے ہیں؟ فرمایا۔ نہیں یہ کھیل جیسے نہیں۔ بلکہ ورزش اور تیراندازی وغیرہ میں مفید پہلو موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا۔ کہ کافروں سے مقابلہ کے لئے جسقدر قوت گھوڑوں وغیرہ سے بڑھا سکتے ہو بڑھاؤ۔ تو ایسی باتوں میں جو اللہ کیلئے ہوں۔ کوئی قباحت نہیں ــــ پھر فرمایا اسی لئے شطرنج کے حلال وحرام ہونے کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض (امام شافعی) نے اسے جائز قرار دیا ہے کہ اِس میں جنگ کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ اور بعض نے حرام قرار دیا ہے کہ جنگ کی تربیت اور طریقوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن بات وہی ہے کہ بندہ کی نیت کیا ہے اور بندہ کس حد تک اللہ سے کٹتا ہے اور کس قدر اللہ سے تعلق قائم رکھتا ہے۔

مومنوں سے محبت اور حسد حضرت دباغؒ نے ایک صالح ولی کا قول بیان فرمایا کہ مومنوں سے بلا امتیاز محبت اور کافروں سے بغض رکھنے کے سبب مجھے اللہ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب ہوئی اور یہ اللہ سے تعلق اور قربت اپنی انتہا تک پہنچی۔

پھر فرمایا۔ تمام مومنین سے بلا امتیاز محبت کرنے سے اللہ کی توجہ کا نزول بندہ پر ہوتا ہے اور بندہ کے نہ چاہنے کے باوجود اللہ کی یہ توجہ اسے نہیں چھوڑتی ــــ مومنین سے محبت میں امتیاز یعنی بعض سے محبت اور بعض سے بغض تب ہوتا ہے جب اپنے دل میں تکبر، بدنیتی اور حسد کے امراض ہوں ــــ توبۂ نصوح اس کو نصیب ہوتی ہے جس کی زمین طیب اور ارادہ پاک ہو۔ اور جس کے دل سے تمام مکر اٹھ جائیں۔ دل کی ایسی حالت میں مومنوں سے بلا امتیاز محبت اس بات کا باعث بنتی ہے کہ اللہ بندہ کی طرف لوٹ آئے اور اپنی توجہ سے نوازے۔

marfat.com

مومنوں سے محبت کرنے والے کو توبہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ کہ یہ عام محبت تمام گناہوں کو مٹانے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ محبت کرنے والے دل سے وہ تمام مکاریاں نکل جاتی ہیں جو گناہ کا باعث ہوتی ہیں ـــــ ان میں سب سے بڑا مکر اور فریب حسد ہے جو تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تو کسی کو مال۔ اولاد اور عزت وغیرہ میں اپنے سے بڑھا ہوا نہ دیکھ سکے اور اپنے دل میں تکلیف محسوس کرے۔ یہی حسد تجھ سے تکبر اور غرور کراتا ہے اور جھوٹی انا کے بل پر دوسرے کے مرتبہ کو گرانا چاہتا ہے۔ غرضیکہ تمام گناہوں کی اصل حسد ہے۔ جو بلا امتیاز محبت کے ہوتے ہوئے قائم نہیں رہ سکتا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اللہ ہمیں حسد کی نحوست اور نفس کے شرور سے محفوظ رکھے۔

بغض گناہ سے نہ کہ مومن سے

اس پر میں نے سوال کیا کہ مومنین سے بلا امتیاز محبت کرنے کے بعد اللہ کے لئے محبت اور بغض کہاں رہا؛ جبکہ ہمیں چاہیئے کہ گنہگار سے اللہ کی خاطر بغض رکھیں!

فرمایا۔ ہمیں بغض گنہگار کے فعل سے ہونا چاہیئے نہ کہ مومن کی ذات سے۔ کیونکہ مومن کی ذات میں اس کا ایمان بھی شامل ہے۔ ہمیں پُر معصیت مومن سے بغض کا حکم نہیں کیونکہ اس کی ذات میں اللہ، رسولوں اور خصوصاً آخری رسولؐ اور نبیؐ، آسمانی کتب یوم آخرت، فرشتوں اور اچھی بری تقدیر پر ایمان اور ان کی محبت کا عنصر جاگزین ہے۔ چنانچہ گناہوں اور بیماریوں سے بغض ہونا چاہیئے نہ کہ مومن اور بیمار سے۔ جیسا کہ ہم پھول کے کانٹوں کو برا سمجھ کر کانٹوں سے دور رہتے ہیں نہ کہ پھول سے۔ اور شریعت نے بھی ہمیں گنہگار سے بغض رکھنے کا اسی قدر حکم دیا جیسا کہ کسی کے کپڑوں میں پتھر یا گندگی بندھی ہو تو ان پتھروں یا گندگی سے بغض رکھنا روا ہے نہ کہ اس کی ذات سے۔

اکثر لوگ ذات اور ذات کے خارجی افعال میں فرق کر نہیں پاتے۔ وہ جانتے تو ہیں کہ افعال سے بغض رکھنا چاہیئے۔ لیکن انہیں طریقہ نہیں آتا اور وہ ذات سے بغض کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ محبت کی دولت سے تہی دامن ہیں۔ ورنہ محبت تو کبھی بھی ذات سے بغض نہ رکھنے دے۔ بلکہ محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گنہگار کے افعال سے بغض رکھتے ہوئے اس کے لئے دعائے خیر کریں۔

ہمیں صرف کافر کی ذات سے بغض کا حکم ہے۔ لیکن گنہگار مومن سے ایسا بغض

marfat.com

رکھنے کا حکم نہیں جس سے اس کی ذات کی محبت بجھ جائے۔ بلکہ مومن کے گناہوں اور کمیوں بیشیوں کی بجائے اس کی اچھی خصلتوں اور مثبت پہلوؤں پر نگاہ رکھیں تو محبت بڑھے گی۔ اور یوں مومنوں کی محبت اللہ سے تعلق جوڑنے کا سبب بنے گی۔

(مترجم نے حضرت ابوالدرداء عویمر متوفی ۳۲ھ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ جب تیرا مومن بھائی اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کے عمل سے بغض رکھ مومن بھائی کی کجروی کی وجہ سے اسے ترک نہ کر کہ کبھی وہ راست رو ہوگا اور کبھی کجرو۔ حضرت عمر فاروق اور دیگر بہت لوگوں کا یہی دستور تھا)

لوگوں کی توجہ جیتنے کیلئے ممتاز رہن سہن

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کہ جو شخص اپنی سواری، لباس، مکان اور خوراک وغیرہ میں لوگوں سے اپنے آپ کو ممتاز رکھتا ہے۔ وہ برا شخص ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے ان کے دلوں کو اللہ سے منقطع کرنے کا باعث بنتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اکثر لوگ پہلے ہی سے اللہ سے محجوب اور منقطع ہیں۔ ایسے حالات میں لوگوں کا کسی ممتاز شخص کی طرف متوجہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

فرمایا۔ بیشک اللہ سے بے تعلقی تو پہلے سے ہوتی ہے۔ لیکن ممتاز لوگوں کا رہن سہن اللہ سے مزید بے توجہی اور لاتعلقی کا سبب بنتا ہے ــــــ اس کے علاوہ ممتاز زندگی گزارنے والے کی روح اس سے بھاگنے لگتی ہے۔ کیونکہ روح اپنی حامل ذات کے افعال کو برا سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو ذلیل و خوار محسوس کرتی ہے اور روح اپنی ذات یا شخصیت سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ اس طرح روح اپنی ذات کو سیدھا راستہ دکھانا چھوڑ دیتی ہے اور یوں خالق سے قطع تعلق ہو کر بات ہلاکت تک پہنچتی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بڑے سخی اور کریم شخص نے پوچھا کہ اگر کوئی امتیازی شان سے صدقہ و خیرات کرے تو کیا یہ بھی مضر ہے۔

فرمایا۔ ہاں۔ جہاں تک ہو سکے۔ صدقہ بھی چھپا کر دینا چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ اس نے مغرب و عشاء کے درمیان پچیس مثقال سونا کئی فقیروں میں صدقہ کیا اور وہ ایک فقیر کو بھی نہیں جانتا تھا۔

اس پر اسی سخی نے سوال کیا کہ حضرت وہ صدقہ تو چھپا کر کرتا ہے۔ مگر اس کا دل

marfat.com

خوش ہوتا ہے اور اسی طرف لگا رہتا ہے۔

فرمایا۔ اگر اسکا دل صدقہ دینے سے خوش ہوتا ہے اور صدقہ کو بڑی بات سمجھتے ہوئے اسکا دل اسی میں لگا رہتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ صدقہ دیتے رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے کبھی اس کی نظر صدقہ سے غافل ہو جائے اور یوں صدقہ بے عیب ہو کر اللہ کے ہاں قبول ہو جائے۔

صدقہ اور نمائش

پھر فرمایا۔ ساٹھ ستر سال جیسی طبعی عمروں میں یہی فائدہ اور حکمت ہے کہ شاید کوئی قبولیت کی گھڑی آجائے اور بندہ خالص اللہ کی طرف رجوع ہو جائے ورنہ عموماً ہم پر نفس اور شہوتوں کا اسقدر غلبہ و تسلط رہتا ہے کہ ہمارا کوئی بھی عمل غرض سے پاک اور خالص اللہ کے لئے نہیں ہوتا۔ اس لئے صدقہ یا نیکی سے دل خوش ہونے والی واردات اور کیفیات کی وجہ سے نیکی سے باز نہیں رہنا چاہیئے ـــــ لیکن اگر نفس صدقہ وغیرہ کو ریا، دکھاوے اور نمود کی غرض سے دیکھے اور محض نمائش کے لئے کوئی عمل کرے تو کوئی بھی عبادت معصیت بن کر رہ جائے گی۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغؒ کا اشارہ ائمہ کے اس فرمان کی طرف ہے کہ غرور اور فخر کے خوف سے کوئی کام بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ہاں ریا پایا جائے تو ترک کرنا بہتر ہے۔ اللہ حضرت سے راضی ہو۔ اُمّی ہوتے ہوئے بھی آپ علم و دانش کے ایسے موتی بکھیرتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ پاک ہے وہ ذات (اللہ) جس نے حضرت کو علم لدنی اور معارف عطا کئے۔

عمل اجر و ثواب کیلئے یا اللہ کے لئے

اس سخی نے پھر سوال کیا کہ ہمارے اعمال خالص اللہ کے لئے کیسے ہو سکتے ہیں؟

فرمایا۔ جو کام بھی اجر یا نیکی کی نیت سے کیا جائے وہ اللہ کے لئے نہیں۔ اور ایسے میں وسوسوں کا آنا ضروری ہے۔ چنانچہ جب تو اجر کے لئے صدقہ دے گا تو دل میں خیال آئیں گے کہ نہ معلوم جسے صدقہ دیا گیا وہ صدقہ کا اہل ہے یا نہیں۔ اگر اہل ہے تو شاید کوئی اور شخص زیادہ حقدار نہ ہو اور پھر آخری وسوسہ یہ ہوگا کہ نہ معلوم میرا صدقہ قبول ہوا یا نہیں ـــــ جس عمل میں وسوسے کا دخل ہو گیا وہاں اللہ نہیں بلکہ شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے

marfat.com

کیونکہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جو کام اللہ کے لیئے ہو شیطان اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔

اسی سائل نے پھر سوال کیا کہ اگر میں اجر اور نیکی کی بجائے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے صدقہ کروں تو کیا یہ بھی نقصان دہ ہے؟

فرمایا۔ ہاں! یہ بھی مضر ہے۔ اللہ کے قرب کی نیت بھی ایک غرض ہے اور کسی غرض کے لئے عمل کرنا اسی غرض کے لئے ہے نہ کہ اللہ کے لئے ـــــ اللہ کے لئے عمل سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے اوصاف جلال و کمال اور عظمت و کبریائی دل میں بس جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کے لئے دل و دماغ یوں معترف ہوں کہ بندہ بے ساختگی سے عجز و نیاز سے اپنا سر اس کے سامنے جھکا دے۔ اسی کی خاطر نہ کہ حظِ نفس یا لذت جذبات کی خاطر ـــــ ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ وہ عمر بھر ہمیشہ کے لئے مداومت کے ساتھ باقاعدگی سے عبادت کر کے اللہ کا حق ادا کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے یا کر دے گا۔ حظِ نفس کا خیال تو تب آئے جب بندہ اللہ کے ایک حق کو بھی ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ جب بندہ کے عجز و بیچارگی کا یہ عالم ہو تو حظِ نفس کی طرف متوجہ ہونے یا اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا خیال بھی کیسے آسکتا ہے چہ جائیکہ کسی زعم میں بندہ مبتلا ہو جائے۔

جنت میں اہلِ جنت کو جب اللہ کی مزید معرفت حاصل ہوگی تو اللہ کی اطاعت میں کوتاہی پر نادم ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ کہ غور کرو اور سمجھو کہ اجر و ثواب کی خاطر عمل کرنا اللہ سے بے تعلق اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے دور کر دیتا ہے۔ اجر کی غرض سے عمل کرنے والا اللہ سے اور دور ہو جاتا ہے۔ اللہ کے لئے عبادت کی نیت ہو تو عبادت میں کبھی بھی وساوس نہ آئیں۔

مؤلف نے پوچھا کہ اگر صدقہ دینے والا یہ خیال کرے کہ مال بھی اللہ کا ہے، اس کی ذات بھی اللہ کے لئے ہے اور صدقہ لینے والا مسکین بھی اللہ ہی کا ہے۔ اور نیت یہ ہو کہ میرا تو کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ اللہ کے لئے ہے اور صدقہ لینے والا مسکین بھی اللہ ہی کا ہے۔ اور نیت یہ ہو کہ میرا تو کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ اللہ کا ہے تو ایسا صدقہ کیسا رہے گا؟

فرمایا۔ اس شخص کا صدقہ بہترین ہے۔

marfat.com

غرض کیلئے صدقہ حکایت مجذوب

پھر حضرت دباغؒ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک صالح مجذوب سے میری جان پہچان تھی جاڑے میں سردی سے بچاؤ کے لیئے کوئی انہیں کپڑا دے جاتا تو اللہ سے بے خوف لوگ وہ کپڑا اتار کر چلے جاتے۔ مجھے اکثر ان پر ترس آتا۔ ایک دن کپڑا لے کر میں ان کے پاس صدقہ کی نیت سے گیا مگر میرے دل میں ایک حاجت روا ہونے کی خواہش تھی جس کا علم صرف اللہ کو تھا۔ اس مجذوب نے کپڑا لینے سے انکار کر دیا میرے دو تین بار اصرار کرنے پر فرمایا۔ میں ایسا کپڑا نہ پہنوں گا۔ جسے تو فلاں حاجت برآنیکی خاطر دے رہا ہے۔ میں تو وہ کپڑا پہنوں گا جو خالص اللہ کے لیئے ہوگا۔ اس پر وہ کپڑا چھوڑ کر میں آگیا اور چکی والوں کو جہاں وہ رہتے تھے کہہ آیا کہ وہ اسے کپڑا پہنا دیں۔ مگر وہ کپڑا پڑا رہا اور انہوں نے نہ پہنا —— جب مخلوق کا یہ حال ہے کہ غیر اللہ کے لیئے اس نے کپڑا قبول نہ کیا تو اللہ سبحانہٗ ایسی عبادتوں اور اعمال کو کیونکر قبول کرے گا جس میں اغراض کی ملاوٹ ہو۔

عابد کا اعمال پر اعتماد

پھر فرمایا۔ ایک عابد کو عبادت میں فتح نصیب کی گئی اور وہ مرضِ استسقاء میں مبتلا ہو گئے اور نزع و موت کے قریب پہنچ گئے تو نزع کی تکلیف میں اللہ کا خوف اور رعب طاری ہو گیا۔ اس پر انہوں نے اپنی عمر بھر کی کثیر عبادت کا خیال کر کے دل میں راحت اور امن محسوس کیا جب اللہ نے دیکھا کہ اس نے اپنی عبادت پر اعتماد کیا ہے تو اس کی عبادت سلب کر لی اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔ اللہ بچائے۔

پھر فرمایا۔ ایسے کئی عابد اپنی عبادت پر بھروسہ کرنے کی بدولت جہنم میں گئے اپنی عبادت پر وہی اعتماد کرے گا جس نے اجر کی خاطر عبادت کی۔ اگر عبادت محض اللہ کے لئے ہوگی تو اس بڑے دن کام آئے گی —— عارفین کی عبادت محض اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ تعظیم و اکرام اور ڈرتے ہوئے کرتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ عمر بھر نیک عمل کرتے رہیں اور ماتھوں کو رگڑتے رہیں تو بھی اللہ کی ربوبیت کا حق ادا نہیں کر سکتے چہ جائے کہ اجر کا مطالبہ کریں انہیں اپنی عبادت اور عمل میں کوتاہی کا

marfat.com

یقین ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے افعال ان کے اپنے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ کسی اور کے فعل پر وہ کیوں اترائیں اور کیا اجر چاہیں؟

میں نے عرض کیا کہ اس عابد کا کیا سلب کیا گیا۔ معرفت تو اسے حاصل ہی نہ تھی ورنہ وہ اپنے اعمال پر بھروسہ ہی نہ کرتا۔ لہٰذا سلب شدہ چیز یا تو ایمان ہے یا نیکیاں؟

فرمایا۔ سلب شدہ چیز اس کے نیک اعمال تھے جن پر اس نے نظر لگا رکھی تھی اور اعتماد کر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اللہ نے وہ تمام رحمتیں زائل کر دیں جو نیک اعمال سے بار آور ہونی تھیں اور یوں اس کی تمام نیکیاں معاصی اور گناہوں میں بدل گئیں۔ جن کا عذاب اسے جہنم میں ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ سزا کے طور پر اس کے اعمال اکارت (حبط) کر دیئے جاتے تو کیا کافی نہ تھا کہ اس کے نیک اعمال کو گناہوں میں بدل دیا گیا۔

فرمایا۔ چونکہ اس نے اپنے اعمال پر امید باندھی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ اعمال گناہوں میں بدل دیئے گئے۔ کیونکہ اگر تو جانتا ہے کہ تیری ڈھال میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ تیری طرف آنیوالے نیزہ سے تجھے بچا سکے تو ڈھال کی بجائے تو کسی اور نیزے والے کی پناہ میں آجائے گا۔ اس کی رضامندی اور رحم طلب کرے گا کہ وہ تجھے بچائے۔ یہی حال اس عابد کا ہے کہ اپنی عبادت کو اللہ کے حقوق اور خوف سے زیادہ قوی جانا اور اس پر بھروسہ کیا۔ یہی انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔

شریعت کا مقصد

فرمایا۔ تمام عبادات، اطاعات اور شریعتوں کا مقصد یہ ہے کہ توحید قائم ہو اور اپنے رب کی معرفت حاصل ہو۔ اگر معرفت حاصل نہ ہوئی تو اصل مقصد فوت ہوگیا۔ ایسے میں عبادات وغیرہ پر کیا اعتبار۔ اور معصیت کو اس لئے حرام قرار دیا گیا کہ ان کی وجہ سے بندہ کا تعلق اللہ سے کٹ نہ جائے اور اگر عبادت و طاعت سے بھی یہ تعلق کٹتا ہو تو پھر یہی عبادت گناہ بن کر رہ جاتی ہے۔

دنیا میں رہ کر اللہ سے تعلق

کسی نے دریافت کیا کہ پولیس والوں سے میل جول رکھنا کیسا ہے کیونکہ وہ اگر میل جول نہ رکھے تو اسے اپنی جان کا خطرہ ہے؟

فرمایا۔ پولیس والوں میں مومن بھی ہوتے ہیں۔ جن کا دل اللہ سے لگا رہتا ہے

marfat.com

اور ایسے بھی ہیں جو اللہ سے کٹے رہتے ہیں۔ اور ان کی علامت قبض و بسط ہے ـــــ مومن کی مثال اس پرندہ کی ہے جو گندی زمین پر اترے تو حالتِ قبض میں ہوگا۔ پیروں کو سمیٹ کر تنگ رہے گا اور پاک زمین پر اترے تو منبسط ہوگا۔ پیر پھیلائے گا اور رزق کی تلاش میں کوشاں رہے گا ـــــ اسی طرح دنیا میں مومن انقباض میں رہتا ہے۔ اس کا رنگ بدلا ہوا، دل مغموم اور طبیعت بوجھل رہتی ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اپنے رب کی مخالفت کر رہا ہے اور کسی اور کی اطاعت کرتا ہے اور آخرت میں حساب ملامت، عقاب اور عتاب کے بعد نجات پائے گا۔ ہاں البتہ اللہ معاف کردے تو پھر حساب بغیر جنت میں جائے گا ـــــ جبکہ اللہ سے کٹے ہوئے لوگ معصیت اور دوسروں پر ظلم کر کے لطف اٹھاتے ہیں جس طرح گندگی کا کیڑا گبریلا غلاظت میں نہ صرف زندہ رہتا ہے بلکہ مزہ پاتا ہے۔

رشوت پھر فرمایا کہ اللہ سے منقطع یہ لوگ جب کسی سے نقدی غضب کر کے جیب میں ڈال لیتے ہیں تو چند فرشتے اپنے آپ کو قید میں پاتے ہیں جنکی کئی آدمیوں کی طاقت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان فرشتوں کی تنگی اور کراہت کو دور کرنے کے لئے کوئی ایسا بندہ بھیج دیا جاتا ہے جس کا دل اللہ سے لگا ہوتا ہے اور وہ کسی حیلہ سے یا مانگ تانگ کر وہ نقدی حاصل کر لیتا ہے اور یوں ان فرشتوں کو نجات ملتی ہے۔ ان کی تنگی دور ہوتی ہے اور انہیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ اس کمزور بندہ کی پکڑ اس لئے ہوئی کہ اس نے خود اپنی چالوں سے اپنے آپکو تباہ کیا۔ اس طرح کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ سے بے تعلق کر لیا۔ اپنی تدبیر پر نظر رکھی اور اپنی اغراض و مطالب کے حصول کے لئے اس قدر تگ و دو کی کہ اللہ سے بالکل غافل ہو گیا۔ چنانچہ اللہ نے بھی اسے اکیلا چھوڑ دیا اور جس طرح وہ غیر اللہ سے تعلق رکھنے لگا تھا۔ اسی طرح وہ غیر اللہ سے نظر ہٹا لیتا اور تمام اغیار کو دل سے نکال دیتا

اور سردی گرمی، زخم اور دیگر اذیتیں محسوس کرنے لگا ـــــ لیکن اگر وہ اللہ تعالےٰ سے بے تعلق نہ ہوتا، اپنی باگ ڈور اللہ پر چھوڑ دیتا اور غیر اللہ سے نظر ہٹا لیتا اور تمام اغیار کو دل سے نکال دیتا تو لوہے کی سلاخوں اور انگاروں پر چلنے سے بھی اسے درد محسوس نہ ہوتا

marfat.com

غفلت پھر فرمایا ۔ اسی غفلت کی وجہ سے بندہ کو مکلف بنایا گیا اور رسولوں کو شریعت دیکر بھیجا گیا۔ تاکہ انسان کو غفلت سے نکال کر اللہ کی طرف لوٹا دیں۔ یہ غفلت نہ ہوتی تو انسان فرشتوں کی طرح ہوتا۔ نہ تکلیفیں ہوتیں اور نہ جہنم۔ اور بندہ اللہ تعالےٰ کو اپنے افعال کا خالق سمجھتا اور اس کی نظر اپنے افعال پر نہ جاتی چہ جائے کہ انہیں اپنی طرف منسوب کرتا۔ اس حالت میں وہ ہر وقت عالمِ فنا میں غرق رہتا اور اسے مکلف نہ بنایا جاتا۔

فنا بقا نیز فرمایا۔ سب سے بڑا احمق وہ ہے جو دنیائے فانی کے لئے دوڑ دھوپ کرے اور عقلمند وہ جو باقی یعنی سبحانہٗ کی خاطر دوڑ دھوپ کرے کیونکہ جب فانی فانی کے لئے مرا تو کچھ بھی نہ رہا لیکن اگر فانی باقی کے لیے مرا تو فانی باقی ہو گیا

لوگ کہتے ہیں کہ موت کی کوئی دوا نہیں۔ حالانکہ موت کی دوا یہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ پھر بار بار قسم کھائی اور فرمایا جب بندہ اللہ میں ظاہراً اور باطناً پوری کوشش کرتا ہے تو نہ اسکو فنا آتی ہے اور نہ وہ مرتا ہے۔

اللہ والے مرتے نہیں حضرت نے فرمایا کہ دیوانِ غارِ حرا کے اکثر اولیاء جب مر جاتے ہیں تو اپنے آپکو خود غسل دیتے ہیں۔ چنانچہ تختہ پر میت اور نہلانے والا دونوں ایک ہی ہوں گے۔

مسلم گھرانے میں پیدا ہونا اور معاشرے میں رہنا ایک نعمت ہے حضرت دباغؒ سے ایک دن میں نے عرض کیا کہ لوگ غاروں اور جزیروں میں کنارہ کش حضرات کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور وہ واقعی قابلِ تعریف ہیں کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے اللہ کی عبادت میں مگن ہوتے ہیں۔

اس پر فرمایا۔ میرا آنکھوں دیکھا قصہ سنو ۔ اگر مبالغہ کروں تو اللہ مجھ سے سمجھے۔ ایک دن حضرت منصورؒ قطب کے پاس نماز گاہ میں بیٹھا تھا کہ ہمیں معاً خیال آیا کہ شہر سلا کے سمندری جزیرہ میں جائیں۔ چنانچہ ہم گئے اور دیکھا کہ میل بھر رقبہ کا جزیرہ ہے۔ میٹھے پانی کے دو چشمے ہیں۔ پتھر کے ترشے ہوئے گھر اور کوٹھڑیاں ہیں۔ جزیرہ میں دو قسم کے درخت ہیں ایک بادام نما اور ایک چوڑے پتوں والے۔ وہاں ہمیں ایک شخص ملا جو اللہ کی عبادت کر رہا تھا۔ درخت کے پتوں کی لنگوٹی باندھ رکھی تھی اور

marfat.com

باقی جسم ننگا تھا۔ ہم نے اس سے باتیں شروع کر دیں تو اس نے عمر چالیس برس بتائی اور کہا کہ وہ پانچ برس کی عمر میں باپ کے ساتھ یہاں آیا تھا اور پچیس سال باپ کے ساتھ رہا۔ باپ مرگیا تو اسے یہیں دفن کر دیا۔ ہم نے اس کے باپ کی قبر کا پوچھا اور اس کی زیارت کر کے دعاءِ مغفرت کی۔ بچپن سے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ ہونے کی وجہ سے اس کی زبان بھاری تھی۔ وہ تیونس کے قریب وجوار کا تھا۔ عربی بولتا تھا ـــــ اس سے ایمان کا پوچھا تو اللہ کو پہچانتا تھا مگر جہت کا معتقد تھا جیسا کہ اللہ آسمان پر ہو۔ ہم نے اسے اس خیال سے روکا اور صحیح عقیدہ بتا دیا۔ ہم نے اسے رسول اللہ اور حضورؐ کے اولین اور آخرین کے سردار ہوتے اور حضرت ابوبکرؓ اور بی بی فاطمہؓ سے واقف پایا۔ لیکن انؓ کے فرزند حضرت حسنؓ سے ناواقف تھا۔ ماہِ رمضان سے ناواقف تھا لیکن سال کے متفرق دنوں میں تیس روزے رکھتا تھا۔ اس پر ہم نے اسے ماہِ رمضان متعین کر کے روزوں کے فرض ہونے کا بتایا۔ الحمد شریف (سورۂ فاتحہ) غلط سلط یاد تھی۔ ہم نے پوچھا عبادت کیسے کرتے ہو۔ کہنے لگا اللہ کے لئے رکوع اور سجدہ کر لیتا ہوں سورج غروب ہوتے سو جاتا ہوں۔ نیند پوری کر کے باقی رات رکوع و سجود میں گزار دیتا ہوں۔ میں نے اسلامی ملک چلنے کا کہا تو کہنے لگا دوسروں کی طرح مسلم ہوں مگر اپنی جگہ سے نکلنا نہیں چاہتا حتیٰ کہ یہیں موت آجائے ـــــ ہم اس سے قریب ہوتے تو وہ دور ہو جاتا کیونکہ انسانوں سے مانوس نہ تھا۔ وہ ہماری غذا بھی برداشت نہ کر سکتا۔ اس کے پاس ڈیڑھ پاؤ بھر سکے تھے جو اس نے بتایا کہ میری زیارت کرنے اور دعا کرانے والے آکر دے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ یہ سکے ہمیں دیدے کہ یہ تیرے کسی کام کے نہیں۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ ہم دیر تک اس کے ساتھ باتیں کرتے رہے اور اسے احکامِ شریعت سکھا کر رخصت ہوئے۔

جب اس نے دیکھا کہ ہم پانی پر پاؤں سے چل رہے ہیں اور ڈوبتے نہیں تو خیال کرنے لگا کہ ہم شیاطین ہیں اور ہم سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا ـــــ پھر حضرت نے کہا کہ وہ اب بھی اس جزیرہ میں زندہ ہے۔ اور اس روز ۲ ذوالحج سنہ ۱۱۲۹ھ تھی۔

مسلم معاشرے کی برکات

مؤلف کہتا ہے کہ اس حکایت میں کئی نتائج اور نصیحتیں ہیں۔ مثلاً :-

(۱) مسلم معاشرہ میں پیدا ہونا اور رہنا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ

marfat.com

میل جول سے ایمان و علم بڑھتا ہے اور عمل کی توفیق ملتی ہے۔ نافرمان مسلمان بھی ہوں تو بھی احکامِ شریعت سے واقفیت اور معرفت بڑھتی رہتی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اللہ نے مسلم گھرانے اور معاشرے میں پیدا کیا۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چہروں کو دیکھنے سے بھی ایمان زیادہ ہوتا ہے ـــــ جبکہ مسلمانوں سے علیحدہ رہنے کی وجہ سے وہ شخص سیرتِ محمدی اور شریعتِ اسلامی سے ناواقف تھا اور مجھے حضرت سے کہنا پڑا کہ اس کے باپ نے جزیرہ میں لاکر اور مسلمانوں سے منقطع کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا تو حضرت نے تائید کی۔

(۲) وہ عابد اللہ کی ان نعمتوں سے محروم تھا جو مسلم معاشرے میں رہنے سے میسر آتی ہیں اور شریعتِ محمدی کے مطابق زندگی گزارنے یعنی کھانے، پینے، پہننے، محنت و آرام اور شادی اور بچے پیدا کرنے وغیرہ سے ایک میزان سا مل جاتا ہے اور اللہ کا شکر کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

(۳) اکثر لوگ بن باسی فقیروں اور گوشہ نشینوں کو صاحب کمال بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اور دھوکے میں رہتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان رہنے والے اولیاء ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچ پاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ـــــ میں نے اکثر حضرت سے سنا کہ لوگوں سے انوارِ ایمان نکلتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ وہ انوارِ برزخ میں جا ملتے ہیں۔ اور یہ انوار کبھی رقیق ہوتے ہیں جو ریاکاری کمزوری کی علامت ہے اور کبھی غلیظ بھرے جو قوتِ ایمان کی۔ دیکھتے ہیں کہ جنگلوں اور غاروں میں چلے جانے والے لوگوں میں بعض کے سوا اکثر کے نورِ ایمان رقیق ہوتے ہیں اور عام مومنین کے انوار ان بن باسیوں سے بہتر دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام کا اعتماد اللہ کے فضل و کرم پر ہوتا ہے اور عبادت گزاروں کا اعتماد اکثر اپنی عبادت پر ہوتا ہے ـــــ پھر فرمایا۔ عبادت کے ذریعہ کوئی نجات نہیں پاسکتا جب تک عبادت کو اپنے رب کی طرف سے نہ سمجھے۔ اور اس کا یہ خیال و فکر دائمی ہونا چاہیئے لیکن اگر یہ خیال ذرہ بھی ہٹا تو پھر بندہ سلامتی کی نسبت ہلاکت کے قریب ہوگا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ قصہ سنکر مجھ پر رقت و خشوع طاری ہوا کہ اللہ کی کس کس نعمت سے ہم غافل ہیں۔ اور میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے

marfat.com

حضرت نے فرمایا۔ اللہ نے وہ مقام اس کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ ہم کیسے دخل دیتے۔ پاک ہے اللہ جس کی قدرت میں تمام کائنات ہے۔

وحدانیت

حضرتِ دباغؒ نے فرمایا۔ اللہ کی وحدانیت کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ فقط اپنے گردوپیش نظر ڈالیں تو یہ وحدانیت سمجھ میں آجائے گی کہ کسی کو عاقل بنایا اور کسی کو غیر عاقل۔ کوئی خوشحال اور کوئی بدنصیب ہے۔ کوئی قتل کر رہا ہے اور کوئی کسی پر ترس کھا رہا ہے۔ کوئی امور دنیا اور تجارت میں غور کر رہا ہے تو کوئی پڑوسیوں کے معاملات میں، کوئی علمی بحثوں میں لگا ہوا ہے تو کوئی امور آخرت میں۔ غرضیکہ سب اسی ایک کے رنگ ہیں۔

ہمارے خیال اور فعل ہمارے نہیں

پھر فرمایا۔ میرے شیخ عمرؒ بن محمد ہواری نے ذکر کیا کہ وہ ایک جمعرات باب محروق سے نکلنے والوں کے باطن پر نظر ڈال رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی محبوبہ کے خیال میں غرق تھا کہ اسے کیسے حاصل کرے۔ دوسرا شخص اپنے محبوب لڑکے کے خیال میں مست ہر دوسری شے سے غافل تھا۔ تیسرا دل سے دنیا کی فکر میں لگا ہوا اور چوتھا شراب نوشی کی محبت میں چور تھا۔ پانچواں آخرت کی آرزو میں گھل رہا تھا۔ اور چھٹا تحصیلِ علم کی محبت سے معمور۔ ساتواں گھوڑ سواری کے خیالات میں ڈوبا ہوا اور آٹھواں کھیتی باڑی کی کاوش میں مستغرق۔ پھر نواں نکلا کہ اس کا دل رسولِ پاک کی محبت میں مخمور کہ احوالِ نبیؐ کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ تھا یہی سوچتا کہ بعثت سے پہلے آپؐ کے کیا حالات تھے اور بعثت کے بعد کیا۔ پھر سوچتا کہ وحی کے وقت آپؐ کی کیا کیفیت ہوتی اور مکہ میں آپؐ کس طرح رہے اور مدینہ میں کس طرح۔ پھر دسواں شخص آیا تو اس کا دل رب العالمین کی محبت سے معمور تھا اور اس کے خیالات اللہ کی عظمت وجلال اور تقدس اور دوسری صفات میں دوڑتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمر بن محمد نے فرمایا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان سب لوگوں میں اللہ تعالےٰ کا ارادہ اور حکم کام کر رہا تھا۔ اور ان کے باطن میں میں نے دیکھا کہ مشیتِ ایزدی اور تقدیر الٰہی ہر ایک کو اپنی طرف کھینچے لئے جا رہی ہے مگر وہ اس سے بے خبر ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ وہ فعل ان کے اپنے ہیں۔ ان کے اختیار میں ہیں اور ان کی طرف سے ہی ہیں۔

marfat.com

لا الہ الا اللہ حضرت دباغ نے فرمایا۔ یہ سنکر مجھے عبرت حاصل ہوئی اور یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اللہ کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور لوگ بہت بڑی غفلت اور حجاب میں پڑے ہوئے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ ایسی سوچیں عارفین کی ہوتی ہیں۔ اور میں نے حضرت سے سنا کہ دو شخص ایک ہی جگہ سے گزرتے ہیں کہ ایک کو مغفرت حاصل ہو جاتی ہے اس معرفت کی وجہ سے جو وہ اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرتا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا چلنے والا غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔

اللہ تجھے توفیق دے کہ تو حضرت دباغ کے کلام میں غور و فکر کرے۔ اور ان کی برکت سے اللہ ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائے۔ آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

marfat.com

باب ۲

مجلسِ غارِ حرا یا دیوان صالحین

غوث و قطب

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کہ صالحین اُسی غارِ حرا میں لگتی ہے جہاں حضورؐ نبوت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ غوث غار کے باہر اس طرح بیٹھتا ہے کہ مکہ اس کے دائیں شانہ کے پیچھے اور مدینہ اس کے گھٹنے کے سامنے ہوتا ہے۔ چار قطب اس کی دائیں جانب ہوتے ہیں اور تین اور قطب باقی تین مذاہب سے ہوتے ہیں۔ یہ ساتوں قطب غوث کے حکم سے تصرف کرتے ہیں۔ ہر قطب کے ماتحت امدادی جماعت ہوتی ہے جو اس کے حکم سے تصرف کرتی ہے ـــــ اس کے علاوہ ایک وکیل یا قاضئ مجلس تمام اصحابِ دیوان یا مجلس کی ترجمانی یا وکالت کرتا ہے ـــــ آج کل یہ بھی مالکی مذہب کا ہے جس کا نام محمد بن عبدالکریم ہے۔ بنی خالد میں سے ہے اور بصرہ کے قریب رہتا ہے ـــــ یہ سات قطب پہلی صف میں حلقہ کا ایک حصہ بناتے ہیں اور وکیل کے پیچھے چھ صفیں ہوتی ہیں۔ چند عورتیں بھی دیوان میں حاضر ہوتی ہیں۔ اور ان کی تین صفیں بائیں جانب کے تین اقطاب کی طرف اور صفِ اول کے دائرہ سے اوپر غوث اور تین اقطاب کے درمیان خالی جگہ میں ہوتی ہیں۔

وفات شدہ اولیاء

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کہ گزشتہ کامل اولیاء میں سے بھی بعض اولیاء دیوان میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی شناخت مندرجہ ذیل باتوں سے ہوتی ہے:۔

(۱) جبکہ زندہ صالحین کی ہیئت یعنی بالوں کی تراش خراش اور لباس وغیرہ بدلتے رہتے ہیں۔ مگر وفات شدہ اولیاء جب بھی مجلسِ غارِ حرا میں آتے ہیں تو ایک ہی حالت میں آتے ہیں یعنی جس حالت میں ان کی وفات ہوئی ہوتی ہے۔ مثلاً وفات کے وقت

marfat.com

بال منڈے ہوں تو بال ایسے ہی رہتے ہیں اور اگتے نہیں۔

(۲) زندہ لوگوں کے معاملات میں نہ وفات شدہ اولیاء سے مشورہ کیا جاتا ہے اور نہ انہیں تصرف کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ صرف عالمِ اموات کے امور کا ان سے مشورہ کیا جاتا ہے ___ چنانچہ زیارتِ قبور کے آداب میں یہ بھی ہے کہ کسی مردہ کے لئے دعا کرتے وقت کسی وفات شدہ ولی کا وسیلہ لایا جائے تو قبولیت کا زیادہ امکان ہے۔

(۳) مُردوں کا سایہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ مجلس میں وفات شدہ ولی کی روح حاضر ہوتی ہے نہ کہ مٹی کا جسم۔ اور روح خفیف، شفاف اور بغیر ثقل اور کثافت کے ہوتی ہے۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کہ اکثر میں غارِ حرا کی مجلس یا اولیاء کے کسی اجتماع میں جاتا ہوں۔ اور کوئی ولی میرا استقبال کرنے آتا ہے تو میں انہی آنکھوں سے سایہ دیکھ کر فرق کر لیتا ہوں کہ یہ زندہ ولی ہے یا فوت شدہ۔ غارِ حرا کی مجلس میں وفات شدہ اولیاء کی ارواح برزخ سے پرواز کرتے ہوئے آتی ہیں۔ مگر قریب پہنچ کر ادب و احترام اور ڈر سے زمین پر پیدل چل کر شامل ہوتی ہیں۔

فرشتے اور جن

یہی حال رجال غیب، کامل جنات اور فرشتوں کا ہے۔ جن کو روحانیان کہتے ہیں اور وہ سب سے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ مگر ان کی پوری ایک صف بھی نہیں ہوتی۔ اور ملائکہ اور جنات کی قدرت اور طاقت سے بھی فائدہ اٹھا کر یہ اولیاء مدد لیتے ہیں۔

شانِ محمدی

فرمایا۔ کبھی کبھی حضورؐ بھی مجلسِ غارِ حرا میں شرکت فرماتے ہیں۔ تب حضورؐ غوث کی جگہ تشریف فرماتے ہیں، غوث وکیل کی جگہ اور وکیل پچھلی صفوں میں جا ملتا ہے ___ حضورؐ غوث سے گفتگو فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کے انوار کے برداشت کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ یہ انوار اس قدر جلال و عظمت اور ہیبت والے ہیں کہ چالیس انتہائی شجاع اور دلیر آدمیوں پر اگر پڑیں تو وہ گھبرا اور جل کر بے ہوش ہو جائیں اور مر جائیں۔ مگر حق تعالےٰ اپنے اولیاء کو ان انوار کو پا لینے کی طاقت عطا فرما دیتا ہے۔ اس کے باوجود بہت کم اہلِ مجلس ان امور کو محفوظ رکھ سکتے ہیں جو حضورؐ کی موجودگی میں ملے پاتے ہیں۔

اسی طرح حضورؐ کی غیر موجودگی میں غوث کے انوار غیر معمولی ہوتے ہیں اور اہلِ

marfat.com

مجلس غوث کے قریب نہیں بلکہ دور بیٹھتے ہیں۔ پس جو امر اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کی طاقت حضورؐ کی ذات کے سوا کسی میں نہیں۔ جب حضورؐ سے وہ امر نکلتا ہے تو اس کی طاقت غوث کے سوا کسی میں نہیں ہوتی اور پھر غوث کی طرف سے وہ امر ساتوں اقطاب سے اہلِ مجلس پر پھیلتا ہے۔

مجلس کا وقت اور ساعتِ قبولیت

غارِ حرا کی مجلسِ اولیاء کا وقت وہی ساعت ہے جب حضورؐ کی ولادت ہوئی اور رات کے آخری تیسرے حصہ کی یہی ساعت اجابت ہے جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات دنیا کے آسمان کی طرف نزول کر کے فرماتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں قبول کروں۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو شخص اس ساعتِ قبولیت کو پانا چاہے تو سوتے وقت سورہ کہف کی آخری چار آیات ۱۰۷ تا ۱۱۰ پڑھے اور دعا کرے کہ یا اللہ! مجھے وقتِ مذکور میں بیدار کر دینا تو عین اسی وقت آنکھ کھل جائے گی۔ یہ شیخ عبدالرحمٰن ثعالبی۔ الجزائری (متوفی ۸۷۶ھ) کا بیان ہے۔ ہم نے اور دوسروں نے اسے آزمایا ہے اور درست ثابت ہوا ہے۔

امت محمدیؐ سے قبل اہلِ مجلس فرشتے

فرمایا۔ حضورؐ کے مبعوث ہونے سے قبل اہلِ دیوان فرشتے ہوتے تھے۔ بعثتِ محمدیؐ کے بعد امتِ محمدی کے اولیاء دیوان میں شامل ہوتے لگے کیونکہ یہ فرشتے امتِ محمدیؐ کے اولیاء کے نائب تھے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب کوئی ولی فتح کے بعد مجلس کا رکن بنایا گیا تو اس جگہ کا فرشتہ آسمان پر چڑھ جاتا۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا ولی آیا اور یوں مجلس اولیاء سے مکمل ہوئی ـــــ اب چھ صفوں کے پیچھے جو فرشتے رہ گئے ہیں وہ ذاتِ محمدی کے وہ فرشتے ہیں جو دنیا میں ذاتِ محمدی کے محافظ تھے اور جب حضورؐ اپنے ناقابلِ برداشت انوار کے ساتھ دیوان میں تشریف لاتے ہیں تو یہ فرشتے نورِ محمدیؐ میں سما جاتے ہیں اور کوئی فرشتہ نظر نہیں آتا۔ مگر حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد وہ فرشتے پھر اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتے ہیں۔

marfat.com

اولیاء کی مدد کیلئے فرشتے فرمایا۔ بعض امور اہلِ تصرف اولیاء کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان اولیاء کی مدد کے لئے ہر شہر میں فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد ستر یا کم و بیش ہوتی ہے۔ شکل انسانوں کی ہوتی ہے، کوئی بچے کی صورت میں ہوتا ہے، کوئی فقیر کی یا خواجہ سرا وغیرہ کی صورت میں یہ فرشتے لوگوں میں مِل جل کر رہتے ہیں مگر لوگوں کو پتہ نہیں چلتا۔

دعا اور فرشتے یہ موضوع یوں زیرِ بحث آیا جب میں نے حضرت دباغؒ سے دریافت کیا کہ یہ جو کہا جاتا ہے صحیح ہے یا غلط کہ بخاری شریف کا ایک پارہ اور خصوصاً آخری پارہ لے کر کسی ولی کے مزار پر جایا جائے اور ادیانِ حدیث اور اس صاحبِ مزار ولی کے وسیلہ سے دعا مانگی جائے تو مراد پوری ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ ہر شہر میں فرشتوں کی ایک خاص تعداد ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ دعا کرنے والے کے مقدر میں اس کی مراد لکھی ہوئی ہے تو فرشتے اس کی مدد کرتے ہیں۔ اسے صحیح طریقے پر لے آتے ہیں اور یوں توفیقِ الٰہی اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ اور شیطان اس کے راستے سے ہٹ جاتا ہے ــــ لیکن اگر وہ چیز تقدیر میں نہ ہو تو فرشتے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں اور شیطان آموجود ہوتا ہے ــــ اسی طرح فرشتے بخاری شریف کے پارے لے جانے والے کے ساتھ بھی ہو لیتے ہیں۔ وہ شخص تو پارہ اٹھائے ہوتا ہے اور فرشتے پارہ کے اسرار اٹھائے ہوئے ہیں۔ تقدیر میں ہو تو فرشتے بھی دعا پر آمین کہتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے۔ تقدیر میں نہ ہو تو فرشتے کتاب کے اسرار نکال لیتے ہیں۔ لہٰذا سائل صرف جسم کتاب لئے مزار پر جاتا ہے اور شیطان وسوسوں اور تشویش میں مبتلا کر دیتا ہے اور دعا میں حلاوت باقی نہیں رہتی۔

میں نے عرض کیا۔ وہ اسرار کیا ہیں جنہیں فرشتے نکال لیتے ہیں۔

فرمایا۔ وہ کیا راز ہے جس کی وجہ سے شہد رال سے ممتاز ہوتا ہے!

میں نے عرض کیا مٹھاس۔

فرمایا۔ پھر یہ حلاوت جسم شہد کے علاوہ ایک صفت ہوئی۔ جس کے زائل ہو جانے پر شہد کا مزا جاتا رہتا ہے۔ یہی حال کتاب کا ہے جب کتاب کا راز نکال لیا جائے تو اس کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ ایسے کاغذ اور ورق جن پر اللہ اور رسول کے نام لکھے ہوتے

marfat.com

ہیں اور زمین پر گرے پڑے ہوتے ہیں۔ اگر فرشتے ان اسماء کے اسرار نکال نہ لیں تو لوگوں میں سے جس کا پاؤں ان پر پڑے ہلاک ہو جائے۔ والحمد للہ علیٰ فضلہٖ ومنہٖ (اللہ کے فضل واحسان پر تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں)

شبِ قدر کو مجلسِ غارِ حرا میں انبیاء مجلسِ غارِ حرا میں میں نے سیدنا ابراہیمؑ وموسٰیؑ اور دیگر انبیاء کی شرکت کا پوچھا تو فرمایا سال بھر میں ایک رات یعنی شبِ قدر کو تشریف لاتے ہیں۔ اس رات تمام انبیاء مقرب فرشتے اور حضورؐ مع ازواجِ مطہرات اور اکابر صحابہؓ تشریف فرما ہوتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ اور عائشہؓ میں افضل کون؟ میں نے دونوں بیبیوں کی فضیلت میں اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے پوچھا کہ افضل کون ہیں تو حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ شبِ قدر کو دونوں کو میں نے حضورؐ کے ساتھ دیکھا اور حضرت عائشہؓ کا نور حضرت خدیجہؓ سے زیادہ تھا۔

لیلۃ القدر اس رات کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ سورج کی تخلیق سے پہلے زمین وآسمان تاریک تھے اور ہر جگہ فرشتے آباد تھے۔ جب اللہ نے سورج میں روشنی پیدا کی اور زمین وآسمان روشن ہوئے تو فرشتوں میں ڈر، خوف اور شور بپا ہوا کہ کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اور وہ اللہ سے گڑگڑاتے اور زاری کرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ اور اللہ کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے اللہ کی خوشنودی کے لیے دعائیں کرتے ہوئے روشنی سے دور سائے کی طرف بھاگتے رہے۔ حتیٰ کہ ساری زمین کا چکر لگا لیا۔ اور جب دیکھا کہ جس بات کا خطرہ تھا وہ نہیں ہوئی تو مطمئن ہو گئے اور زمین وآسمان میں اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آئے ــــ اس کے بعد اس رات کی یاد میں وہ ہر سال جمع ہوتے ہیں اور یہی لیلۃ القدر کی اصل ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ شبِ قدر حضرت آدمؑ سے پہلے سے چلی آتی ہے جبکہ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات خاص امت محمدیہ کے لیے بنائی گئی ہے۔

فرمایا۔ ہاں! جمعہ کی ساعتِ قبولیت کی طرح شبِ قدر بھی حضرت آدمؑ کے زمانہ سے پہلے سے موجود تھی۔ لیکن حضورؐ کی برکت سے ان دونوں کی شناخت اور ثواب اس امت

marfat.com

کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ دوسری امتوں کو ان کی پہچان کی توفیق نہیں دی گئی۔ یوم جمعہ کی ساعت قبولیت یہود اور نصاریٰ دونوں کو پیش کی گئی تو انہوں نے یوم ہفتہ و اتوار کو اختیار کر لیا۔ لیکن حضورؐ کے رحم و کرم سے امت محمدیہ کو یوم جمعہ قبول کروا دیا گیا۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ تعالیٰ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں یہ ساعت پانے کی توفیق دے۔

جمعہ کی ساعتِ قبولیت

میرے دریافت کرنے پر فرمایا۔ اس ساعت کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو پیدا کر چکے تو اس وقت جمعہ کی آخری ساعت تھی اور تمام مخلوقات نے گریہ وزاری کرتے ہوئے اللہ سے دعا کی کہ ان کی بقاؤ بہبود کے لیے ان پر اپنی نعمتیں تمام کرے اور اپنی رضا سے نوازے ــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ جسے جمعہ کی اس ساعت پر مطلع فرمائے وہ اسی طرح دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے اور محض آخرت کی دعا پر اکتفاء نہ کرے۔

اس ساعتِ مقبولہ میں دعا کرنے سے مراد بر آتی ہے۔ لیکن یہ ساعت بہت تھوڑے دورانیہ کی ہے۔ یوں جان لو کہ جس قدر کوئی اطمینان سے رکوع کرے۔ نیز فرمایا کہ یہ ساعت منتقل ہوتی رہتی ہے۔ کبھی زوالِ سورج سے پہلے، کبھی زوال کے وقت اور کبھی زوال کے بعد غروبِ شمس تک چھ ماہ قبل زوال اور چھ ماہ بعد از زوال واقع ہوتی ہے۔

حضورؐ کا خطبہ جمعہ

حضورؐ نے خطبہ اور اجتماع کا حکم اسی ساعت کو پانے کے لئے دیا تھا۔ چونکہ حضورؐ کے خطبہ میں عجز و انکسار کے برابر کوئی چیز نہیں اس لئے حضورؐ کے خطبے کے وقت کو بڑا شرف اور نور حاصل ہے اور یہ وقت ساعتِ جمعہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔ اسی لئے حضورؐ محض زوال کے وقت خطبہ دیتے اور اپنے خطبہ کا وقت ساعتِ قبولیت کی خاطر نہ منتقل فرماتے، نہ اس کا حکم دیا کہ اس میں امت کے لیے سہولت بھی ہے چنانچہ جس نے ساعتِ جمعہ کی بجائے حضورؐ کے خطبہ کا وقت پا لیا جو متعین اور یقینی وقت ہے تو یہ افضل بات ہے۔ ہمیں اللہ حضورؐ کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

اس کے علاوہ ساعتِ جمعہ ایک امرِ غیب اور رازِ خداوندی ہے۔ جس کا علم اللہ

marfat.com

کے خاص بندوں کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔

(مترجم نے علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب تنویر الحوالک سے صحابہؓ اور تابعین کے تیس مختلف اوقات اور اقوال جمعہ کی ساعت قبولیت کے گنوائے ہیں)

شرق و غرب کے مختلف اوقات

میں نے عرض کیا ہم مغرب (مراکو وغیرہ) کے لوگ تو حضورؐ کے خطبہ کی ساعت پانے سے قاصر ہیں کیونکہ مدینہ کے زوال کے وقت ہمارے ہاں قبل از زوال کا وقت ہوتا ہے۔ جس سے لازم ہے کہ ہم نمازِ جمعہ قبل از زوال ادا کریں۔ جو جائز نہیں۔ لہٰذا کیا کیا جائے۔

فرمایا۔ حضور کی ساعت کا سرّ زوال کے تمام اوقات میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے ہم اپنے زوال کے مطابق نمازِ جمعہ ادا کریں تو بھی فیضانِ نبویؐ سے سیراب ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح نمازِ فجر اور افطار وغیرہ اپنے اوقات کے مطابق کریں گے نہ کہ مدینہ کے اوقات کے مطابق

پھر میں نے ساعتِ جمعہ کے منتقل ہونے کی کیفیت اور وجہ دریافت کی اور عرض کیا کہ جو سرّ تقدیر ابزدی میں لکھا جا چکا ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ گھڑی منتقل نہ ہو جیسا کہ حضورؐ کی ولادت کی بابرکت ساعت یعنی رات کا تیسرا پہر منتقل نہیں ہوتا۔

فرمایا۔ جو بات تم نے پوچھی ہے اس کی تشریح کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

ساعتِ جمعہ کی احادیث

ساعتِ جمعہ کے بارے میں مندرجہ بالا اسرار میں (مؤلف) نے حضرت دباغؒ سے اُس وقت سنے جب گفتگو کے دوران اس موضوع پر میں نے مختلف اقوال اور مندرجہ ذیل احادیث کا تذکرہ کیا۔

(۱) امام (مسلم بن حجاج۔ مشہور محدث جن کی کتاب صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔ وفات ۲۶۱ھ = ۸۷۴ء)۔ میں ابوہریرہ سے راوی یہ حدیث حضرت کے اس فرمان کی تائید کرتی ہے کہ فقط امت محمدیؐ کو ساعتِ جمعہ کی توفیق دی گئی۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "ہم سب سے بعد آنے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ انہیں پہلے کتاب ملی اور ہمیں بعد مگر انہوں نے اختلاف کیا۔ اور اللہ نے ہمیں حق بتا دیا جس میں ان کا اختلاف تھا۔ اور اس دن کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا۔ اللہ نے ہماری رہنمائی کی اور جمعہ کا دن بتا دیا۔ جمعہ ہمارا ہے۔ ہفتہ یہود کا اور اتوار نصاریٰ کا۔"

(۲)۔ حضرت کا فرمان کہ ساعتِ جمعہ مختصر ہے اور منتقل ہوتی رہتی ہے اس کی دلیل ابو داؤد

marfat.com

(سلیمان بن اشعث ابو داؤد سجستانی مشہور محدث جنہوں نے ۵ لاکھ سے ۴ ہزار آٹھ احادیث اپنی کتاب سنن میں درج کیں۔ وفات ۲۷۶ھ = ۸۸۹ء) ـــــ کی ابو ہریرہ سے مروی وہ حدیث ہے جب حضورؐ نے فرمایا ـــــ "بہترین دن جب سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم پیدا ہوئے۔ اسی دن جنت سے نکالے گئے۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن وفات پائی اور اسی دن قیامت ہوگی۔ جمعہ کے دن قیامت کے ڈر سے جن و انس کے سوا تمام مخلوق چلا رہی ہوتی ہے۔ اس دن ایک ایسی ساعت ہے جس کے دوران کوئی مسلم نماز ادا کرکے دعا مانگے تو اللہ قبول فرماتا ہے۔"

(۳)۔ مسلم میں اسے "ھی ساعۃ خفیفۃ" (مختصر ساعت) لکھا ہے کہ اسی میں آدمؑ پیدا کئے گئے۔ اسی میں جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں نکالے گئے ـــــ مسلم ہی میں ابو موسیٰ کے حوالے سے حضورؐ کا فرمان لکھا ہے کہ یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے نماز کے ختم ہونے تک ہوتی ہے۔

عبدالحق بن عبدالرحمٰن اشبیلی بن خراط ـــــ (مصنف جنہوں نے صحاح ستہ کو ایک بڑی کتاب میں جمع کر دیا۔ پیدائش ۵۱۰ھ = ۱۱۱۶ء۔ وفات ۵۸۱ھ = ۱۱۸۵ء) ـــــ نے اس حدیث کی روایت حضورؐ تک مندرجہ ذیل سلسلوں سے کی ہے۔

(i) مخرمہ بن بکیر قریشی ـــــ (ثقہ محدث جنہوں نے اپنے والد سے ایک حدیث سنی اور باقی والد کی کتاب سے روایت کی ہیں۔ وفات ۱۵۹ھ = ۷۷۵ء) ـــــ

(ii) بکیر قریشی ـــــ (iii) ابی بردہ (تابعی، کوفی، ثقہ محدث، شریح کے بعد کوفہ کے قاضی بنے۔ بعد میں حجاج نے معزول کر دیا۔ ولادت اس زمانہ میں ہوئی جب والد ابو موسیٰ کوفہ کے گورنر تھے۔ عمر ۸۰ برس۔ وفات ۱۰۳ھ = ۷۲۳ء) اور (iv) ابو موسیٰ اشعری ـــــ (حضورؐ نے انہیں زبید، عدن اور یمن کا حاکم مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ کا۔ عمر ۶۰ سال۔ وفات ۴۴ھ = ۶۶۴ء)

لیکن اکثر لوگوں نے اسے حدیث کی بجائے ابو موسیٰ اشعری کا قول بتایا ہے۔ یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے۔

(۴)۔ ابو داؤد میں جابر بن عبداللہ ـــــ (صحابی۔ حضورؐ کے ساتھ ۱۹ جنگوں میں شرکت کی۔ بدر اور احد میں باپ نے شرکت سے روک دیا تھا۔ حضورؐ نے لیلۃ العیر میں ۲۵ بار ان کی

marfat.com

مغفرت کی دعا کی۔ مسجد نبوی میں ان کا حلقۂ درس ہوتا تھا۔ وفات ۸۰ھ = ۶۹۸ء)۔ نے حضورؐ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کی ۱۲ گھڑیاں ہیں۔ جو مسلم ان گھڑیوں میں مانگے اللہ عطا کرتا ہے۔ تم عصر کے بعد آخری ساعت کو تلاش کرو۔

عبدالحق لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں عبدالعزیز بن مروان ——— (بن حکم بن ابی عاص۔ عبدالملک کے بھائی اور عمر ثانی کے باپ تھے۔ یہ مصر کے گورنر تھے اپنے باپ ابوہریرہ اور دوسروں سے حدیث روایت کی ہیں۔ ثقہ اور قلیل الحدیث ہیں وفات ۸۶ھ = ۷۰۵ء) ——— کا آزاد کردہ غلام بھی ہے ——— اسی حدیث کو ابو عمر بن عبدالبر نے عبدالسلام بن حفص (جنہیں ابن معقب بھی کہتے ہیں ——— انہیں ابن مصعب کہتے ہیں نہ کہ ابن معقب) ——— کی روایت سے نقل کیا ہے کہ علاء بن عبدالرحمٰن اپنے باپ کے حوالہ سے ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ——— "جمعہ کے دن دعا کے لیئے جس ساعت کی تلاش ہوتی ہے وہ جمعہ کی آخری ساعت ہے"

ابو عمر ابن عبدالبر ——— (یوسف بن عمر بن عبدالبر۔ امام مالک کی موطأ کے شارح اور فقہ کی کتاب الکافی کے مصنف۔ پیدائش ۳۶۸ھ = ۹۷۸ء۔ عمر ۹۵ برس۔ وفات ۴۶۳ھ = ۱۰۷۰ء) لکھتے ہیں کہ عبدالسلام ثقہ اور مدنی ہے۔ ابن معین کی بھی یہی رائے ہے ——— (ابن معین یعنی ابو ذکریا یحییٰ سید الحفاظ کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ۱۰ لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ انہیں احمد بن حنبل کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ پیدائش ۱۵۸ھ = ۷۷۴ء۔ مدینہ میں غریب الوطنی میں ۲۳۳ھ = ۸۴۷ء یعنی ۷۵ برس میں وفات پائی۔)

مجلسِ غارِ حرا کی زبان اور لوحِ محفوظ فرمایا۔ غارِ حرا کی مجلس میں سریانی زبان بولی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ زبان مختصر ہے کم الفاظ میں بہت سے معنی ادا ہوتے ہیں اور دیوان میں شریک ارواح اور فرشتوں کی زبان بھی یہی ہے۔ لیکن جب حضورؐ تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپؐ کے ادب کی خاطر عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ دیوان کا ہر ولی لوحِ محفوظ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اپنی بصیرت سے توجہ کرنے کے باوجود بھی بعض لوحِ محفوظ نہیں پڑھ سکتے اور بعض اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے کیونکہ

marfat.com

انہیں علم ہوتا ہے کہ وہ اہلِ نظر میں سے نہیں۔ اس کی مثال نئے چاند کو دیکھنے کی سی ہے کہ اس کے دیکھنے والوں کی حالت مختلف ہوتی ہے ——— مجلس میں اولیاء ایک دوسرے کو روحانی مدد دیتے ہیں اور انوار تیروں کی طرح ایک سے نکل کر دوسرے میں داخل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ اولیاء مجلس کے بعد پہلے سے زیادہ نورانیت لئے نکلتے ہیں۔

چھوٹے اور بڑے ولی

فرمایا۔ چھوٹے ولی دیوان میں اپنی ذات لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنی جگہ، گھر یا شہر سے غائب ہو جاتے ہیں جبکہ بڑے ولی پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ کمالِ روح کی وجہ سے تین سو چھیاسٹھ صورتوں سے جو صورت چاہے اختیار کر سکتا ہے اور اپنے گھر سے غائب نہیں ہوتا۔ یعنی وہاں بھی موجود اور یہاں بھی۔

حضرت دباغ روحانی ترقی کے دوران جو ہر وقت جاری رہتی ہے اس قسم کی باتیں فرمایا کرتے جو عام عقل میں نہیں آتیں۔ مثلاً ایک دفعہ شہر فاس ہی میں حبشہ کے دروازے کے باہر فرمایا کہ دیوان اور اہلِ دیوان سب میرے سینہ کے اندر ہیں ——— ایک بار فرمایا وہ مجلس میرے سینہ میں منعقد ہوتی ہے ——— ایک مرتبہ فرمایا تمام آسمان اور زمین میرے سامنے ایسے ہیں جیسا ایک پیسہ بیابان کے اندر۔

ولی کا ارتقاء واردات اور یکتائی

اُمّی ہونے کے باوجود آپ اس قسم کی اور اکابر اولیاء کا ذکر کرتے۔ چنانچہ ایک بار جب ہم باب الفتوح سے باہر جا رہے تھے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کو ان لوگوں کا کیسے علم ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا جن لوگوں کو اللہ فتح کبیر عطا فرماتا ہے ان کی ارواح قبر[1] برزخ میں رہتی ہیں۔ اور جب ہم انہیں وہاں دیکھتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اکابر اولیا سے ہیں ——— اس کے بعد حضرت ابراہیم دسوقی (بن ابی مجد قرشی ہاشمی) کا ذکر آیا۔ (جو مشہور صوفی اور عالم اور مصنف ہیں۔ ۴۳ برس کی عمر میں ۶۷۶ھ ۱۲۷۷ء میں وفات پائی۔) حضرت دباغ نے فرمایا کہ وہ بڑے ولی ہیں۔ پھر میں (مؤلف) ان کی کرامات اور مناقب کا ذکر کرنے لگا تو فرمایا

نمبر۱:- قبر برزخ کے لیئے برزخ پر باب نمبر ۱۴ دیکھئے۔

marfat.com

کہ "اگر حضرت ابراہیم دسوقی اب تک زندہ رہتے اور روحانی مقامات میں ترقی کرتے رہتے تو اسقدر ترقی نہ پا سکتے جو تمہارے بھائی عبدالعزیز (حضرت دباغؒ) نے کل سے آج تک ایک دن میں حاصل کی ہے۔ واللہ! یہ میں فخر کے طور پر نہیں بلکہ صرف اظہار نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں" ـــــ ایک دن ہم باب الحبشہ سے شہر کے اندر آ رہے تھے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس وقت مجھے تین خلعتیں عطا کی گئی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی شہر فاس پر ڈال دی جائے تو تمام باشندے پگھل جائیں اور عمارتیں فنا ہو جائیں ـــــ اسی طرح ایک دن بالفتوح سے ہم شہر میں داخل ہو رہے تھے تو میں نے اسماء حسنیٰ کے متعلق دریافت کیا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ وہ چار ہزار ہیں۔ فرمایا " میں آنکھ جھپکنے میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ تعالےٰ کے اسماء کا مشاہدہ کرتا ہوں اور یہ حال متواتر رہتا ہے"

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کیونکہ وہ اتھاہ سمندر ہے اور ہم آرزو کے ساحل پر بیٹھے اپنے امکان کے مطابق حضرت کے سمندروں سے گھونٹ گھونٹ پی رہے ہیں۔

غوث یا مرکز کی اہمیت

فرمایا۔ کبھی کبھی غوث مجلسِ حرا میں تشریف نہیں لایا تا تو اہلِ دیوان میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے تصرف سے ایک دوسرے کا قتل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک دن ایک معاملہ میں اختلاف پر اقلیت نے کہا کہ اگر ہماری مرضی پوری نہ ہوئی تو ہمیں مر جانا چاہیئے۔ اکثریت نے کہا۔ اگر ایسا ہی ہے تو مر جاؤ چنانچہ کم جماعت مر گئی۔ اگر دونوں جماعتیں برابر ہوں تو بھی اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے پر تصرف کرتی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ کہ ایسے پائے کے صاحبِ کشف و بصیرت بزرگوں میں جھگڑا کیوں پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ مرادِ خداوندی کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔

فرمایا۔ اولیاء اور صوفیاء تقدیر الٰہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اختلاف کی صورت میں سب سے تقدیر کو مخفی کر دیا جاتا ہے اور انہیں مرادِ حق سے محجوب کر دیا جاتا ہے ـــــ میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ غوث کی غیر حاضری کے دو سبب ہیں ۔ (۱) غوث حق سبحانہٗ کے مشاہدہ میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ تمام عوالم اس کی نظروں میں فنا ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ دیوان میں نہیں آپاتا۔ (۲) سابقہ غوث کی وفات پر جب نئے غوث کا تقرر ہوتا

marfat.com

ہے تو مانوس نہ ہونے کی وجہ سے وہ ابتداءً میں دیوان میں نہیں آتھا۔

غوث کی غیر حاضری میں کبھی حضورؐ تشریف لاتے ہیں تو اہلِ مجلس پر اس قدر رعب اور اضطراب طاری ہوتا ہے کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں اور اگر یہ کیفیت کئی دن تک جاری رہے تو دنیا منہدم ہو جائے ——— حضورؐ کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ حسنؓ، حسینؓ اور ان کی والدہ فاطمۃ الزہرا بھی تشریف لاتی ہیں اور دیوان میں بائیں جانب کی عورتوں میں امام بن کر بیٹھتی ہیں۔ کبھی یہ سب صحابیؓ حضورؐ کے ساتھ آتے ہیں کبھی بعض۔

بی بی فاطمہؓ کا درود

پھر فرمایا۔ میں نے حضرت فاطمہؓ کو ایک رات اپنے والد حضورؐ پر درود پڑھتے سنا۔ جس کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں لیکن مفہوم یہ تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ ھُوَ اِمَامُ الاَنْبِیَاءِ وَاِطْہَرُ سَلِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ ھُوَ اِمَامُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (اے اللہ ضم ہو اس کے ساتھ جو انبیاء مرسلین اور اللہ کے مومن اہلِ جنت بندوں کے امام ہیں)۔

غوث اور اہلِ دیوان کے تصرف

میں نے پوچھا۔ کیا غوث کی موجودگی میں کوئی مخالفت کر سکتا ہے؟

فرمایا۔ غوث کی موجودگی میں کوئی ہونٹ تک نہیں ہلا سکتا چہ جائیکہ مخالفت کا لفظ منہ سے نکالے۔ اور تو اور اس طرح ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

فرمایا۔ مجلس غار حرا میں آئندہ دن رات (۲۴ گھنٹے) کے لئے جو کچھ قضاء الٰہی سے ہونا ہوتا ہے اس پر بحث ہوتی ہے اور اہلِ دیوان اتفاق کرتے ہیں ان کا تصرف علوی اور سفلی عالموں اور ان عالموں کے ستر پردوں اور سطحوں بلکہ اس سے بھی اوپر عالمِ رتا بیں ہوتا ہے۔ ان کا تصرف ان عالموں کے علاوہ، ان کے رہنے والوں اور ان کے دل و دماغ اور ضمیروں پر ہوتا ہے۔ اہلِ تصرف کے اذن کے سوا مخلوق کے دلوں میں کوئی خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

دباغ کا تصرف

میرے (مؤلف) ایک دوست کے لڑکے کی تلاش میں پولیس تھی اور آخر اسے گرفتار کر لیا۔ وہ میرے پاس آیا اور اسے یقین تھا کہ پولیس اس کے بیٹے کو مار ڈالے گی۔ میں نے حضرت کے پاس حاضر ہو کر واقعہ سنایا تو فرمایا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ بلی میرے حکم کے بغیر چوہے کو کھا سکتی ہے۔ اپنے دست

marfat.com

کو کہہ دو کہ بچے کا خوف نہ کرے اور مطمئن رہے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ باپ جب کو توالی گیا تو کوتوال نے بغیر کسی وجہ کے بچے کو چھوڑ دیا۔

حاجت روائی کے آداب

حضرت دباغؒ فرمایا کرتے۔ جب اپنی یا کسی کی حاجت ہو تو مجھ سے صرف ذکر کر دیا کرو اور بس۔ لیعنی حاجت کے پورا ہونے پر نہ اصرار کرو اور نہ اس کا غم کرو کیونکہ یہ ضد اور غم حاجت کے پورا نہ ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ حاجت روائی کا ذکر کر کے ہم خاموش ہو جاتے تو کامیابی ہوتی لیکن اگر ہم اہتمام کرتے اور زیادہ زور دیتے تو ناکام ہوتے۔

مقاماتِ دیوان اور مجذوب

میرے پوچھنے پر فرمایا۔ غارِ حرا کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی دیوان لگتا ہے مگر وہاں دس سے زائد اولیاء جمع نہیں ہوتے کیونکہ زمین ان کے انوار برداشت نہیں کر سکتی اور اللہ کا منشاء یہی ہے کہ یہ لوگ زمین میں پھیلے رہیں ——— پھر فرمایا۔ مجذوبوں کا دیوان میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کے اختیار میں کسی قسم کا تصرّف ہے۔ جب ان کے پاس تصرف آ جائے گا تو دنیا تباہ ہو جائے گی ——— فرمایا۔ خروجِ دجال کے وقت تصرف مجذوبوں کے اختیار میں ہوگا اور دیوان کا رئیس بھی مجذوب ہوگا۔ اور چونکہ نہ اسے عقل ہو گی نہ تمیز اس لئے تصرف میں خلل پڑے گا۔ اور یہی وجہ دجال کے نکلنے کی ہوگی۔

مجذوب سائل اور سالک دکاندار

حضرت دباغؒ نے مجذوبوں کے احوال کا ایک قصہ ایکبار سنایا۔ کہ مغرب (مراکش) کے ایک مجذوب بزرگ حضرت حمادؒ مصر کے بازاروں میں کھاتے کو مانگتے پھرتے۔ گراں سالی کا زمانہ تھا، ایک دکان پر روٹی مانگنے جا رہے تھے کہ باطن کی نگاہ سے دکان کے سامنے انہیں سونے کا مٹکہ دفن نظر آیا۔ صاحبِ دکان بھی ایک سالک اور عارف بزرگ حضرت ابراہیم تھے۔ انہوں نے حضرت حماد کو آتے دیکھا تو انہیں آزمانا چاہا ——— چنانچہ حضرت حماد نے سوال کیا تو فرمایا۔ "معاف کرو"۔ دوبارہ سوال پر پھر کہا کہ معاف کرو۔ اگر تم حماد ہو تو میں تمہیں آزمانا چاہتا ہوں۔ تم لوگوں سے سوال کرتے پھرتے ہو حالانکہ جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے"۔ ——— حضرت حماد نے جواب دیا۔ میرے پاؤں تلے سونا ہے۔ لیکن میں فقط روٹی کے لئے چاندی کا نصف سکہ

marfat.com

مانگتا ہوں ــــــ اس سے حضرت ابراہیم کو ان کا حال معلوم ہو گیا اور چاندی کے دس سکے دیدئے۔

میں نے پوچھا۔ حضرت حماد کو دیکھنے سے پہلے ہی دکاندار ان کو کیسے پہچانتا تھا کہ اس نے انہیں آزمانا چاہا۔

فرمایا۔ یہ کچھ یوں ہے۔ جیسا کہ کوئی خواب میں کسی کو دیکھے اور آنکھ کھلے تو وہ شخص واقعی اس کے سامنے کھڑا ہو۔ چنانچہ خواب دیکھنے والا شک رفع کرنے کی خاطر اس شخص کو غور سے دیکھے گا اور آزما کر تسلی کرے گا کہ یہ وہی خواب والا شخص ہے یا نہیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر کسی کو اللہ کے لئے کچھ دیا جائے تو اس میں ولی یا غیر ولی کا امتیاز نہیں کیا جاتا۔ اور عارفین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ کے لئے دینے کی بجائے کسی اور سبب کے لئے دیں۔ جبکہ دکاندار حضرت ابراہیم نے پہلے سائل کو کہا معاف کرو اور اگر یہ انکار اللہ کے لیے تھا تو دوسری بار بھی انکار ہونا چاہیئے تھا۔ نہ کہ جب معلوم ہوا کہ سائل ولی ہے تو سوال سے بڑھ چڑھ کر دیا۔ یوں یہ دینا بھی اللہ کے لئے نہ ہوا۔

فرمایا۔ مومن کا ایک حق ہوتا ہے یعنی ایمان کا اور ولی کے دو حق ہوتے ہیں ایک ایمان کا اور ایک اللہ کی معرفت کا ــــــ پہلی بار انکار ایک عام مسلمان سائل سمجھ کر کیا۔ لیکن جب معلوم ہو گیا کہ سائل بھی عارف ہے تو ان کے سوال میں نور اور حق زیادہ ہو گیا کیونکہ معرفتِ الٰہی کے اشتراک نے ایک اور بندھن قائم کر دیا اور وہ دینی بھائی ثابت ہوئے ــــــ پہلی بار انکار بھی اللہ کے لئے تھا اور دوسری بار دینا بھی اللہ کے لئے ــــــ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی دروازے کے پیچھے سے سوال کرے اور وہ سائل کہہ دے کہ معاف کرو۔ لیکن دروازہ کھولنے پر معلوم ہو کہ وہ تو اس کا بھائی ہے چنانچہ جاننے کے بعد اجنبیوں کا سا برتاؤ اور انکار مناسب نہ ہوگا کیونکہ اخوت، بھائی چارے اور صلہ رحمی کے منافی ہے۔

میرے سوالات پر فرمایا۔ معرفتِ الٰہی کی بنا پر اسقدر دینا ہے جس قدر دینی بھائی کے لئے واجب ہوتا ہے۔ یعنی ایک بھائی ہو تو نصف، نو بھائی ہوں تو دسواں حصہ دکاندار عارف نے اپنا آدھا مال اس لئے نہیں دیا کہ صرف یہی ایک سائل عارف تو نہ تھا ہو سکتا ہے بعد میں دوسرا، تیسرا اور مزید کوئی عارف آجاتا ــــــ بہر حال انسان اپنے آپ کو خود سمجھ سکتا ہے کہ دینی بھائیوں کے حقوق کس طرح ادا کرے۔

marfat.com

سالک و مجذوب میں فرق

میں نے عرض کیا کہ سالک اور مجذوب میں کیا فرق ہے جبکہ معرفت دونوں کو میسر ہے؛

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا ہے اور اس کی چشم بصیرت کھول دیتا ہے تو وہ ہر وقت ملأ اعلیٰ کی عجیب و غریب باتوں کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے جس کی کیفیت بیان سے باہر ہے اور برداشت بہت مشکل ہے۔ یہ معرفت سالک و مجذوب ہر دو کو اللہ عطا کر دیتا ہے ——— چنانچہ اگر عارف مجذوب ہے تو وہ بصیرت سے جن اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے اپنے بدن سے ان کی نقل و حرکت کرنے لگتا ہے اور چونکہ بصیرت کے مشاہدات لاتعداد ہیں وہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتا۔ کبھی خوشی میں جھومے گا اور کبھی خفگی میں جھٹکے کھائے گا وغیرہ ——— لیکن عارف سالک اتھاہ سمندر کی طرح ساکن رہتا ہے اور اس کے مشاہدہ بصیرت کا اثر اس کے ظاہر پر نہیں ہوتا۔ وہ مجذوب کے مقابلہ میں کامل اور تین گنا اجر رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور آپؐ کا ظاہر بھی کسی چیز سے متاثر نہ ہوتا تھا ——— چنانچہ سالک کے ہوش و حواس قائم رہتے ہیں اور اکثر مجذوبوں کے قائم نہیں رہتے اور ان کی عقل جاتی رہتی ہے۔

مجذوب بچہ مجلسِ غارِ حرا میں

فرمایا۔ مجلسِ غارِ حرا کے ایک عارف کو یہ معلوم تھا کہ ان کا روحانی وارث ہوگا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مجذوب ہوگا یا سالک۔ چنانچہ وہ بیٹے کو ایک بار گردن پر اٹھا کر مجلسِ دیوان میں لے آئے۔ اہلِ مجلس نے اعتراض کیا تو عارف نے معافی اور درگزر چاہی اور بچہ کو غوث کے سامنے لایا۔ اور اس مقدس مجلس اور حضورؐ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ یہ ظاہر فرما دیجئے کہ یہ بچہ مجذوب ہوگا یا سالک؟ غوث نے فرمایا۔ اس کا علم تو نہیں ہو سکتا کیونکہ نورِ ایمان اور معرفتِ الٰہی دونوں میں ایک ہی ہوتا ہے۔ رہا نیکیوں اور درجوں کا فرق تو اس کا ہمیں علم نہیں۔ اس کا علم آخرت میں ہوگا ——— اس عارف نے حضورؐ کی جاہ کا واسطہ دے کر اصرار کیا تو غوث نے ایک لکڑی اور چھری منگوا کر چھری سے لکڑی کو تراشنا شروع کیا اور اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دباتے رہے تو بچہ بھی نقل اتارنے لگا۔ اس پر غوث نے فرمایا کہ بچہ کو لے جاؤ۔ یہ مجذوب ہوگا۔

marfat.com

سالک کا مجذوب سے پرہیز

پھر فرمایا۔ سالک چند باتوں میں مجذوب سے پرہیز کرتا ہے۔ کیونکہ مجذوب گالی، گندگی وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ چنانچہ سالک مجذوب کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا۔ ہم سفر نہیں ہوتا اور اس کا لباس نہیں پہنتا۔ اسی طرح سالک اور مجذوب کا نکاح درست نہیں۔

مجذوب پیر

فرمایا۔ رہی تربیت تو کبھی سالک پیر کا تربیت یافتہ مجذوب نکلتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا قصہ میں باپ سالک تھا اور بیٹا مجذوب اور کبھی مجذوب پیر کا تربیت یافتہ سالک ہوتا ہے۔ جیسا کہ یوسف خامی سالک تھے اور پیر عبدالرحمٰن مجذوب تھے

——— میں نے عرض کیا کہ مجذوب کو تو اپنی خبر نہیں ہوتی پھر وہ تربیت کیسے کرے گا۔ فرمایا قوت اور ضعف کے اعتبار سے جذب کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض کا جذب کم ہوتا ہے اور بعض کا اسقدر زیادہ کہ کسی وقت بھی ہوش نہیں آتا۔

اولیاء اور فرشتے خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اولیاء کو اللہ جن کاموں پر مامور کرتا ہے وہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ درحقیقت کرنے والا خود اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اور اولیاء اوروں کی طرح محض آلۂ کار ہوتے ہیں اور بعض ایسے بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں کہ لوگوں کو تعجب ہوتا ہے

میں نے عرض کیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اولیاء اللہ دراصل حق سبحانہٗ کے افعال کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر وہ ان افعال کو اپنی ذات سے کیسے منسوب کرتے ہیں۔

فرمایا۔ اولیاء اللہ اور جن لوگوں پر اللہ کا لطف و کرم ہوتا ہے وہ افعالِ الٰہیہ کو مخلوق میں دیکھتے ہیں۔ کسی کی بھی طاقت نہیں کہ وہ اللہ کے افعال کا مشاہدہ اللہ کی ذات میں کر سکیں اسی لیے اللہ نے واسطہ اور وسیلہ پیدا کیا اور فرشتوں کو اپنے افعال کا مظہر بنایا تاکہ مخلوق فنا نہ ہو جائے۔ جبکہ فرشتوں کو مٹی کی بجائے نور سے بنایا اور ان میں طاقت رکھی کہ وہ افعال کا واسطہ بن سکیں ——— چنانچہ اگر تجھے اللہ تعالےٰ فتح نصیب کرے تو تو دیکھے گا کہ زمین و آسمان اور کائنات کی کوئی جگہ فرشتوں سے خالی نہیں اور خالق و مخلوق کے درمیان وہ واسطہ کا کام دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

انبیاء کے معجزات اور امت محمدی کے اولیاء کی کرامات

ایک دن گفتگو کے دوران میں نے بنی اسرائیل کے مختلف

marfat.com

انبیاء کے معجزات کا ذکر کیا کہ اللہ تعالٰے نے حضرت سلیمانؑ کے لیئے جنات، شیاطین، انسان اور ہوا وغیرہ کو مسخّر کر دیا، حضرت داؤد کے ہاتھوں میں لوہے کو نرم کر دیا اور حضرت عیسٰی کو اندھوں اور کوڑھوں کو شفا دینے اور مردوں کو زندہ کرنے کے معجزات عطا فرمائے وغیرہ ــــ جس پر حضرت دباغؒ سمجھ گئے کہ میری مراد یہ ہے کہ حضورؐ سے اور طرح کے معجزات صادر ہوئے اور اس قسم کے معجزات صادر نہیں ہوئے۔

فرمایا۔ حضرت سلیمانؑ، داؤدؑ اور حضرت عیسٰیؑ جیسے معجزات کی طاقت بلکہ اس سے بھی زیادہ تصرف امت محمدی کے اولیاء کو عنایت کیا گیا ہے اور اس قسم کے تمام معجزات وکرامات حضورؐ کی برکت سے ان کی طرف لگ کر اللہ کو بھول نہ جائیں۔ اس کے بعد ایسے اسرار کا ذکر فرمایا جو عقلوں سے باہر ہیں۔

اولیاء کفار کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتے؟ ایک دن میں نے پوچھا کہ اہلِ تصرف اولیاء کفار کو ہلاک کرنا واجب ہے؛

فرمایا۔ کہ ولی ایک لحظہ میں زمین کے تمام لوگوں کو فنا کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن جب مسلموں اور کفار کی جنگ میں شریک ہو گا تو اسے اپنے سِرّ کے ذریعہ تصرف کرنا منع ہے اور حضورؐ کی اقتدا میں اسے جنگ کے دستور کے مطابق تلوار نیزہ وغیرہ سے لڑنا ہو گا۔

واقعہ مسلمانوں کی ایک کشتی کا جس میں دو ولی تھے کافروں کی ایک کشتی سے مقابلہ ہو گیا۔ جنگ تیز ہوئی تو ان میں سے چھوٹے مرتبہ کے ولی نے اپنے سِرّ کے ذریعہ تصرف کر کے بغیر کسی ظاہری سبب کے کفار کی کشتی میں آگ لگا دی اور کشتی جل گئی۔ اور کسی ظاہری سبب کے پردے میں وہ اپنا سِرّ اور تصرف بھی نہ چھپا سکا۔ تو دوسرے ولی نے اس کی سزا میں اس کے تصرف کو سلب کر لیا۔

جیسے فرشتوں کے لئے جائز نہیں کہ اپنی قوت کے مطابق کافروں میں تصرف کریں اسی طرح صاحبِ سِرّ کو جائز نہیں کہ کفار کے خلاف اپنا تصرف استعمال میں لائیں بلکہ جیسے نگہبان فرشتے کفار کی زندگی بھر ان کے تمام امور کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح صاحبِ تصرف ولی کے ہاتھوں بھی کفار کی بقاء زندگی اور عیش کے لیئے امور جاری ہوں گے اور جنگ وغیرہ کی صورت میں عالمِ بشر کے طور، طریقے اور اسباب اختیار کیئے جاتے ہیں ــــ کفار کے خلاف سِرّ باطنی کے ذریعہ تصرف کرنا اس لئے ناجائز ہے کہ صاحبِ تصرف اس

marfat.com

حالت میں عالمِ بشر سے نکل کر دوسرے عالم سے جا ملتا ہے اور ہر دو عالموں کے قوانین اور سنت الٰہی میں فرق ہے۔

عیسائی بچی حضرت نے فرمایا۔ ایک عیسائی بچی نے باپ سے پوچھا کہ اس چاند کو کس نے پیدا کیا ہے؟ باپ نے صلیب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس نے۔ بچی نے صلیب کو اٹھایا اور سر کے برابر لے جا کر چھوڑ دیا تو وہ گر گئی اور کہا۔ ابا! جو چیز اپنے کو نہ تھام سکے تو وہ چاند کو کیسے پیدا کرکے اتنی بلندی پر تھام سکتی ہے؟ —— اس پر باپ نے اسے برا بھلا کہا۔

میں نے پوچھا کیا وہ لڑکی مسلم تھی یا بعد میں اسلام لائی؟ - فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ ایسے صحیح اعتراض کے لئے اسے ایسا واضح نور پھر کہاں سے عطا ہوا۔ فرمایا ایک اہلِ حق وہاں موجود تھا۔ اس نے لڑکی پر نظر کی جس سے اس نے یہ گفتگو کی۔

مؤلف کہتا ہے کہ وہ اہلِ حق حضرت دباغؒ خود تھے اور انہی نے باطن کی نظر سے لڑکی کو نور بخشا مگر لوگوں کی نظروں سے یہ تصرف مخفی رکھا۔

انتقالِ روح میں نے دریافت کیا۔ کہ جب ولی اپنا جسم چھوڑ کر کسی اور جسم میں چلا جائے اور قتل ہو جائے تو تکلیف کسے ہو گی؟ ولی کی روح کو یا اس کے اصلی جسم کو یا نئے جسم کو؟

فرمایا۔ ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ دونوں جہانوں میں تکلیف ایک ہی طرح کی ہے۔ لوگ بے علمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ تکلیف جسم کو ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل میں تکلیف روح کو ہوتی ہے۔ پھر کچھ اسرار کی باتوں سے وضاحت کی اور دلیل یہ دی کہ جب اللہ تعالےٰ کسی ولی کو کسی ایسی جگہ ڈیوٹی پر متعین کرتے ہیں جہاں کی گرمی یا سردی وغیرہ اس مٹی کے جسم کی برداشت سے باہر ہوتا ہے تو ولی کی روح اپنی ذات یا جسم سے نکل کر کسی دوسرے ایسے جسم مثلاً پہاڑ یا جانور وغیرہ کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے جو نئے ماحول کو برداشت کر سکے تاکہ ولی اپنے کام یا مشن کو پورا کر سکے —— اس نئے جسم میں اگر اسے کوئی تکلیف ہو گی تو اسی طرح جس طرح اپنے جسم یا ذات میں درد محسوس ہو گا۔

marfat.com

میں نے عرض کیا کہ نئے جسم کی روح کے ہوتے ہوئے ولی کی روح اس میں کیسے داخل ہو جاتی ہے؟

فرمایا- دوسرے تمام اجسام کی عقلیں اور ارواح انسان کی عقل اور روح سے کمزور ہیں چنانچہ کسی کام پر مامور ہوتے اور کسی مقدر کو پورا کرنے کی خاطر ولی کی طاقت اور روح کسی چوپائے وغیرہ کی روح کی جگہ لے لیتی ہے۔ مگر ولی انسانوں کی روح کی جگہ نہیں لیتا۔

میں نے کہا- ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک روشنی کی لپک کسی شخص کو قتل کر دیتی ہے تو کیا اس مقدر کے پورا کرنے کو ولی کی روح آگ شکل بھی اختیار کر لیتی ہے؟

فرمایا- ممکن ہے ایسا ہی ہو بشرطیکہ مقتول کافر ہو۔ اس لئے کہ نور اور ظلمت کے لشکروں میں جنگ رہتی ہے۔

میرے استفسار پر فرمایا- ہاں! اولیاء میں حق اور نور ہے اور شیاطین میں بطلان اور تاریکیاں ان دونوں لشکروں میں سے کبھی ایک، کبھی دوسرا تقدیر الٰہی نافذ کرنے کسی بلی، کتے یا سانپ وغیرہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً زید کو سانپ کے زہر سے مرنا مقدر ہو چکا ہے تو اللہ کے حکم کے تحت ولی بھی سانپ کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ولی کی روح میں تو زہر نہیں ہوتا —— فرمایا- زہر کیا ہے؟ ولی کی ہمت اور عزیمت سے تمام اشیاء اثر پذیر ہوتی ہیں۔ ولی جس بات کا ارادہ کرتا ہے ہو جاتی ہے —— پھر فرمایا- چھوٹے ولی کی ذات یا جسم سے روح کے انتقال کے بعد اس کی ذات بے ہوش سی ہو جاتی ہے، وہ بات نہیں کر سکتا اور اگر بولے تو بات سمجھ نہیں آتی- مگر بڑے ولی کی ذات اپنی حالت پر رہتی ہے اور وہ معمول کے مطابق ہنستا بولتا ہے —— میں نے پوچھا کہ چھوٹے بڑے ولی کے اس معاملہ میں فرق کی سمجھ نہیں آتی؛ فرمایا- روح جب نکل جاتی ہے تو اس کے آثار مثلاً حرارت وغیرہ چوبیس گھنٹے تک باقی رہتے ہیں۔ چوبیس گھنٹوں میں روح لوٹ آئے تو جسم زندہ رہتا ہے ورنہ مر جاتا ہے۔ بہت سے ولیوں کی روح اسی حالت میں قبض ہو جاتی ہے اور یہ ان پر اللہ کی بڑی عنایت ہوتی ہے۔ کہ مشن ادا کرتے وقت موت واقع ہوتی ہے

میں نے عرض کیا کہ سنا ہے کہ بعض اولیاء کی روح تین تین دن غائب رہ کر واپس آجاتی ہے؟ فرمایا- تم نے یہ سنا ہے روح کئی دن تک جسم سے غائب رہ سکتی ہے

marfat.com

مگر یہ تب ہوتا ہے کہ روح کی توجہ اپنی ذات یا جسم کی طرف رہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی ندی میں نہاتے وقت کنارے پر پڑے اپنے کپڑوں پر بار بار نظر ڈالتا ہے کہ کوئی چرا نہ لے۔ اسی طرح اگر کوئی روح اپنی ذات سے نکل کر بھی اس کی خبر گیری کرتی رہے۔ تو ذات زندہ رہتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ نہانے والا صرف نگاہ سے کپڑوں کا خیال رکھتا ہے جبکہ روح خفیف اور لطیف ہونے کی وجہ سے ذات میں بار بار داخل ہو کر اس کی نگرانی کرتی ہے۔ اور یہ دخول محض توجہ سے ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کام اللہ نے اسے سپرد کیا ہوتا ہے اسے پورا کرنے روح پھر نکل جاتی ہے۔

یہ انتقال اور توجہ بار بار کرنے سے روح کا کام یا مشن بھی پورا ہو جاتا ہے اور جسم بھی نہیں مرتا خواہ کتنے ہی دن کیوں نہ گزر جائیں۔

مال لینے میں ولی اور چور کا فرق

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ صاحبِ تصرف ولی کے لوگوں کا مال نکالنے اور چور کی چوری میں فرق صرف حجاب اور عدم حجاب کا ہے۔ یعنی ولی کو مشاہدۂ حق نصیب ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے مقدر اور حکم دیکھ اور سن کر وہ مال لیتا ہے جو جائز ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

مَا فعلتہٗ عن امری (میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔)

جبکہ چور رب سے محجوب اور غافل ہوتا ہے اور اپنے نفس کی ترنگ میں دوسروں کا مال لیتا ہے جو ناجائز اور قابلِ گرفت ہے۔

اس ضمن میں مندرجہ ذیل واقعات اور کرامات سبق آموز اور دلچسپی کا باعث ہیں۔

(۱) ولی کی چوری؟ حضرت منصور قطب ایک دفعہ مولانا ادریسؒ کے مزار پر آئے جہاں حضرت ابو یعزیٰ بن ابو زیان بکاری بھی زیارت کرنے آئے تھے۔ حضرت منصور ان کا زادِ راہ لے کر چل دیئے۔ میں نے عرض کیا۔ یہ تو چوری ہے۔ فرمایا۔ حضرت منصور قطب تھے۔ لوحِ محفوظ میں انہیں وہ مال اپنا دکھائی دیا اور اس کے لینے کا حکم بھی اللہ سے سن لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے وہ مال لے لیا۔

۲۔ ولی کا غضب؟:۔ پھر آپ نے عبدالرحمٰن مجذوب کا قصہ بیان کیا جن کے مریدوں نے ایک بیل پکڑ لیا اور انہوں نے اسے ذبح کرنے اور کھا لینے کا حکم دیا۔ مگر یوسف فاسی نے جو بعد میں ان کے جانشین بھی بنے۔ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ جب بیل کا مالک آیا تو بتایا کہ وہ

marfat.com

یہ بیل حضرت عبدالرحمٰن اور ان کے مریدوں ہی کے لئے لایا تھا۔

(۳)۔ ولی کی جیب تراشی:۔

فرمایا۔ صاحبِ تصرف ولی بعض اوقات لوگوں کی جیب سے بھی پیسے نکال لیتا ہے۔ پھر شہرِ فاس میں محلہ راس الجنان کے ایک ولی اور اس کے پڑوسی کا واقعہ بتایا کہ پڑوسی کی بیوی نے مرتے وقت اپنے شوہر کو وصیت کی کہ فلاں شخص کا پانچ مثقال (سونا) جو بطور امانت پڑا ہے اسے یا اس کی اولاد کو لوٹا دینا۔ مگر بعد میں شوہر کا دل بے ایمان ہوگیا۔ اور جب مالک آیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا اور مزید دولت جمع کرنے میں لگ گیا ــــ ایک دن خوشی خوشی گھر سے نکلا حضرت عبدالقادرؒ فارسی کے مزار پر شمع جلانے کے لئے خریدی اور مزار کی طرف چلا کہ راستے میں اس پڑوسی ولی نے امانت میں خیانت کی پاداش میں اس کی جیب سے پانچ مثقال نکال لئے اور اسے علم نہ ہوا۔ مزار پر شمع جلانے کے بعد اس کی نگاہ ولی پر پڑی تو دل میں خیال آیا کہ جیب دیکھوں۔ جیب خالی دیکھا تو برہم ہو کر ولی سے شکایتِ زمانہ کرنے لگا اور اسے ولی کی ولایت کا علم نہ تھا۔ کہنے لگا اللہ کی قسم کوئی ولی نہیں رہا، نہ زندہ اور نہ مردہ۔ ولی کو اس پر اتنی ہنسی آئی کہ گرنے لگا۔ ولی نے پوچھا، چچا عبدالرحمٰن کیا بات ہے؟ اور اس نے مزار پر شمع جلانے اور جیب تراشی کا سارا واقعہ سنایا۔ جس پر ولی مزید ہنسا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ ولی حضرت دباغؒ خود تھے۔

(۴)۔ ولی کا مذاق؛:۔ ایسا ہی واقعہ حضرت دباغؒ کو فقیہ محمد بن علی محاوی کے ساتھ پیش آیا جو اپنے مریدوں سمیت حضرت کی زیارت کو آیا۔ حضرت گھر سے نکلے اور دروازہ کے قریب دیوار سے تکیہ لگا کر راستہ میں آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت کی ان سے الفت تھی۔ حضرت نے ان سے پوچھا کیا آپ کے پاس کچھ درہم ہیں۔ جواب دیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ یہی سوال تین بار دہرایا اور فقیہ نے یہی جواب دیا۔ حضرت نے فرمایا دیکھو تو سہی شاید ہوں جس پر فقیہ نے اقرار کرتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن جیب خالی دیکھ کر فقیہ حیران رہ گیا۔ شیخ دباغؒ ہنسے اور اپنے نیچے سے کپڑے

marfat.com

اے محمد بن علی! جس کو اتنی قدرت ہو تو اس سے انہیں کیسے چھپا سکتا ہے!۔

(۵) تزکیۂ مرید:۔ اس فقیہہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن بڑا حریص تھا۔ اسے دنیا سے بہت محبت تھی۔ اور بہت مال جمع کر رکھا تھا۔ جب حضرت دباغ سے اس کی ملاقات ہوئی اور اللہ نے حضرت کی محبت اس کے دل میں ڈال دی تو حضرت اسے اللہ کے لئے مال خرچ کرنے کو کہا کرتے اور فقیہہ بھی بے دریغ خرچ کیا کرتا۔ وہ خود بھی اس خرچ پر تعجب کرتا کیونکہ اس سے پہلے اسے خرچ کی عادت نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت نے صدقہ و خیرات میں اس کا روپیہ نکالنے میں اور بھی سختی شروع کر دی یہاں تک کہ ہمیں اس پر رحم آتا تھا اور ہم کہا کرتے کہ حضرت نے اس پر بہت بوجھ ڈال دیا ہے مگر فقیہہ اس سے بہت خوش تھا ـــــ اس طرح شیخ اس کے لئے جنت میں محل تیار کروا رہے تھے اور اس کا انجام بخیر کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب فقیہہ کا مال ختم ہونے کو آیا اور صرف بیوی کی ضرورت اور مہر کے لئے وراثت رہ گئی تو فقیہہ نے وفات پائی۔

حضرت کے ایک بزرگ دوست علی بن عبداللہ صبائی کا ذکر آچکا ہے کہ حضرت نے انہیں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اکساتے ہوئے ان کے دل سے مال کی محبت نکالی اور مال ختم ہونے پر وہ جوارِ رحمت میں جا بسے ـــــ غور کرو حضرت جیسے بزرگوں کی معرفت سے لوگوں کو کیا کیا نعمت ملتی ہے! جبکہ لوگ اپنی ظاہری آنکھ سمجھ بوجھ اور ناپ تول سے بزرگوں سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ محفوظ رکھے۔ اور لوگوں کو اولیاء اللہ سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

---

marfat.com

باب ۳

تصوّف اور پیری مریدی سے متعلق ایک فقیہہ کے سوال

(۱) کیا پیر کی تربیت منقطع ہو گئی ہے؟

ایک فقیہہ نے درود و سلام بھیجتے ہوئے حضرتِ دباغؒ سے عرض کیا کہ اللہ نے آپ کو خاندانِ نبوت کی نسبت سے سرفراز کیا اور اولیاء جیسی فتوحات سے نوازا۔ اللہ آپ کو علومِ لدنیہ عطا کرے یہ بتائیں کہ کیا صوفیہ کی تربیت ختم ہو گئی ہے؟۔ کیونکہ ایک تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کو وہ لوگ پیارے ہیں جو اس کی مخلوق یا عیال کو زیادہ فائدہ پہنچائیں۔ اور پھر حضرت زروقؒ نے فرمایا کہ "تربیت ختم ہو چکی ہے۔ اب صرف ہمت اور حال سے کتاب و سنت پر عمل کرو"۔ ——— اور وہ شیخ کون اور کہاں ہیں جن کو مرید کی روح سونپ دی جائے اور لوگوں کو کامیابی میسر آئے؟

تربیتِ صوفیہ کے دو دور

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ تربیت کا مقصد ذات کی صفائی کرنا اور انسان کی ذات کو رعونت سے پاک کرتا ہے تاکہ وہ سرِّ خداوندی کی متحمل ہو سکے۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب اس کی ظلمتیں دور ہو جائیں اور باطل سے اس کے تمام تعلقات ختم ہو جائیں۔ اور یہ دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

(۱) اللہ تعالٰے بندہ کو طبعاً پاک و صاف پیدا کرے۔ اور بلا واسطہ اسے ظلمتوں اور باطل سے دور رکھے۔ قرونِ ثلثہ یا خیر القرون میں اکثر لوگ فطرتاً پاک صاف تھے۔ طبعاً حق کے طالب اور حق کی تلاش میں لگے رہتے۔ سونے، جاگنے، کام کاج کرنے اور ہر حالت میں ان کے دل و دماغ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ لگے رہتے۔ ہر بات میں رسولؐ کی رضا کی کوشش میں لگے رہتے۔ چنانچہ اکثریت میں بھلائی پائی جاتی۔

marfat.com

ان میں نورِ حق چمکتا اور ظہورِ علم درجۂ اجتہاد تک پہنچ جاتا۔ اسی لئے اس زمانہ میں تربیت کی ضرورت نہ تھی۔ صرف اتنا ہوتا کہ پیر کی ملاقات اپنے اس مرید سے ہو جاتی جو بعد میں اس کے نور اور سرّ کا وارث ہونا ہوتا تھا۔ پیر مرید کے کان میں کوئی بات کہہ دیتا اور مرید کو فتح نصیب ہو جاتی۔ اس لئے کہ مرید کی ذات پہلے سے ہی پاک ہوتی۔ عقل صاف اور راہِ ہدایت کی تاک میں لگی رہتی تھی۔

۲۔ ذات کی صفائی کے لئے کبھی شیخ کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ ذات کی تاریکیاں دور ہوں۔ یہ ضرورت خصوصاً قرونِ ثلثہ کے بعد پیدا ہوئی۔ جب نیتوں میں فساد، اور ارادوں میں کھوٹ۔ لذات اور شہواتِ نفسانی کا زور بڑھ گیا۔ اور لوگوں کی عقلیں اور کوششیں دنیا کے حصول کے پیچھے لگ گئیں۔ پھر یہ ہوتا کہ صاحب بصیرت پیر کی ملاقات اپنے مرید سے ہوتی۔ وہ اسے پہچانتا اور دیکھتا کہ اس کی عقل باطل اور شہوات کی طرف مائل رہتی ہے۔ عقل جو ذات کی مالک ہے خود باطل میں جکڑی ہوئی ہو تو اعضاً لامحالہ غیر محمود حرکات کے مرتکب ہوں گے۔ چنانچہ پیر مرید کو ایسے حال میں پاکر (۱) خلوت، (۲) ذکر اور (۳) کم کھانے کا حکم دیتا ہے۔ خلوت سے مرید باطل اور نتیجتاً مردہ لوگوں سے کٹ جاتا ہے۔ ذکر سے کلام باطل اور لغویات دور ہو جاتی ہیں۔ کم کھانے سے خون کی صفائی اور شہواتِ نفسانی کی کمی واقع ہوتی ہے۔ اور عقل کا تعلق پھر اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یوں شیخ کی تربیت سے مرید باطناً پاک صاف ہو کر پیر کی ذات کے سرّ کو برداشت کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔

جھوٹے پیر

یہ طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ حق باطل سے اور نور تاریکی سے خلط ملط ہو گئے۔ اور اہلِ باطل، بدنیت اور خود غرض لوگ پیر بن بیٹھے اور تربیت کا کام سنبھال لیا۔ بری نیت اور باطل اغراض سے لوگوں کو خلوت اختیار کرنے کو کہتے اور اسماء الہیہ کی تلقین کرتے۔ پھر ان کے ساتھ ساتھ تعویذات اور عملیات کا اضافہ کر دیتے جس کا نتیجہ مکر اللہ اور استدراج یا فوق الفطرت واقعات کا رونما تھا۔ جس سے لوگ مریدان کے معتقد ہوتے کہ عوام کے پاس یہی پیمانۂ بزرگی ہے۔

حضرت زروقؒ کے زمانہ میں یہ رنگ عام تھا۔ اس لئے انہوں نے نیک نیتی اور خیر خواہی میں یہ مشورہ دیا کہ تربیت ختم ہو گئی ہے تاکہ لوگ اہل باطل کی راہ چھوڑ کر اس کا

marfat.com

راستہ اختیار کریں جس میں نہ خطرہ ہو نہ پریشانی یعنی کتاب وسنت کی پیروی کریں۔ ان کا فرمان احتیاط پر مبنی تھا اور یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اصل صوفیہ کی تربیت ختم ہو چکی ہے۔ وہ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ نورِ محمدی باقی اور جاری وساری ہے اور اس کی خیر وبرکت امت کے شاملِ حال قیامت تک رہے گی۔

مرشد کی پہچان وہ شیخ جس کے حوالے بندہ اپنے آپ کو کر دے وہ شخص ہو سکتا ہے جو حضورؐ کے احوال اور اداؤں کے مطابق چلتا ہو اور اللہ نے اسے ایمانِ کامل اور صاف معرفت عطا کی ہو۔ ایسے شخص کی محبت اور دوستی نفع بخش ہے اور ایسا مرشد ہی وساوس کے جنگل سے نکال کر بندہ کو رب سے ملا دیتا ہے اور حضورؐ کی محبت میں ترقی دلاتا ہے ـــــ ایسی ہستیاں آج بھی تمام ممالک اور شہروں میں پھیلی ہوئی ہیں اور اہلِ سنت والجماعت سے باہر نہیں۔ ان کی تلاش میں رہو تمہیں مل جائیں گے۔ فَاِنَّ اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ (اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اور احسان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔)

۲۔ بیداری میں دیدارِ مصطفوی فقیہہ نے سوال کیا۔ کہ عارفین کا قول ہے کہ جو شخص بیداری میں حضورؐ کے دیدار کا مدعی ہو اس کا دعویٰ بغیر دلیل کے قبول نہ کیا جائے یعنی مدعی ان تین ہزار کے لگ بھگ مقامات کو بیان کرے جو دیدارِ مصطفوی کے لئے ضروری ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ وہ مقامات گنوائیں چاہے رمز اور اختصار سے ہو اور جسقدر آپ بیان کر سکیں۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ ہر آدمی کے اندر تین سو چھیاسٹھ رگیں ہیں۔ ہر رگ اپنی اپنی خاصیت سے روشن اور مشتعل ہے جسے صاحبِ بصیرت عارف دیکھ سکتا ہے۔ مثلاً جھوٹ، حسد، ریا، غدر، غرور اور تکبر وغیرہ کی الگ الگ رگیں ہر شخص میں ہیں۔ اور ایک عارف ذاتِ انسانی کو ایک جھاڑ کی شکل میں دیکھتا ہے جس میں جدا جدا رنگ کے تین سو چھیاسٹھ قمقمے چمک رہے ہیں ـــــ پھر ہر خاصیت کی مزید تفصیل اور اقسام ہیں ـــــ مثلاً خاصیتِ شہوت کی اقسام میں شہوتِ فرج۔ (SEX) شہوت جاہ، شہوت مال اور طولِ امل (لمبی عمر) وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح خاصیتِ کذب کی ایک قسم یہ ہے کہ کوئی خود جھوٹ بولتا ہو یا نہ بولتا ہو۔ لیکن

marfat.com

دوسرے کی باتوں پر شک کرتا ہو کہ وہ سچ نہیں بولتا وغیرہ ——— غرضیکہ جب تک بندہ ان تمام مقامات کو طے نہ کرلے اسے فتح نصیب نہیں ہوتی۔ اور جب اللہ تعالےٰ کسی کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے فتح کا اہل بناتا ہے تو اسے ان خامیوں سے بتدریج منقطع کرتا جاتا ہے مثلاً کذب سے کاٹ کر مقامِ زہد عطا کرتا ہے شہوتِ معاصی سے نجات دلا کر مقامِ توبہ بخشتا ہے۔ شہوت طولِ امل سے نکال کر دھوکے باز دنیا سے بے تعلقی پیدا کرا دیتا ہے اور اسی طرح دوسرے مقامات سے گزارتا ہے۔

اس کے بعد فتح نصیب ہونے پر اس کی ذات میں سِر رکھ دیا جاتا ہے تو وہ بتدریج مختلف عوالم کے مشاہدہ کے مقامات طے کرتا ہے۔ یعنی اجرامِ ترابیہ (مٹی) علویہ (باطنی یا آسمانی) اور نورانیہ کا مشاہدہ باری باری کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے افعال مخلوقات میں کس طرح جاری وساری ہیں۔ اجرامِ ترابیہ کا مشاہدہ بھی بتدریج ہوتا ہے یعنی پہلے اپنی زمین اور سمندروں کا، پھر دوسری تیسری اور ساتوں زمینوں اور آسمانوں اور ان کے درمیان خلاؤں اور برزخ کا مشاہدہ میسر آتا ہے ——— پھر ارواحِ برزخ، ملائکہ اور آخرت کے امور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہر مشاہدہ میں بندہ پر اللہ تعالےٰ کا ایک حق ہے اور آدابِ بندگی میں سے ایک ادب ——— ان مشاہدات کے دوران خوفناک اور ہلاک کر دینے والے امور کے علاوہ اللہ سے منقطع کر دینے والی رکاوٹیں اور مراحل آتے ہیں۔ اگر اللہ کا فضل، رحمت اور توفیقِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو تو کم از کم نتیجہ یہ نکلے کہ بندہ عقل وحواس کھو بیٹھے۔ ان احوال اور مقاماتِ مشاہدہ کا طے کرنا نفس کی خامیوں کے مقامات کو طے کرنے سے بھی زیادہ دشوار ہے۔ کیونکہ فتح کے بعد مقاماتِ خاص کا طے کرنا باطنی امر ہے جس کا اسے شعور رہتا ہے۔ مقاماتِ مشاہدہ کا وہ معائنہ کرتا اور دیکھتا رہتا ہے۔

جب بندہ کی نظر صاف اور بصیرت کا نور مکمل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص سے اسے بدبختی کے ہر خطرہ سے نکال دیتا ہے تو دیدارِ مصطفوی عطا کرتا ہے اور حضورؐ کو بیداری میں آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ یہ ایسی بے نظیر نعمت ہے جسے نہ کسی نظر نے دیکھا۔ نہ کان نے سنا اور نہ کوئی دل اس کا خیال کر سکتا ہے۔ اس دیدار کے بعد آرام وسرور کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جسے یہ سعادتِ دیدار

marfat.com

میسر آئے اللہ اسے مبارک کرے۔

مندرجہ بالا خصوصیاتِ نفس اور مشاہدہ جو بالترتیب فتح سے پہلے اور بعد طے کرنے ہوتے ہیں ان مقامات کو اگر شمار کیا جائے تو تعداد تین ہزار سے بھی بڑھ جائے ــــ اور چاہے علماء نے حضورؐ کے ظاہری اور باطنی اوصاف کتابوں میں لکھ دیئے ہیں۔ لیکن بیداری میں دیدارِ مصطفوی کا دعویٰ کرنے والے سے حضورؐ کے حالات ضرور دریافت کرنے چاہئیں۔ کیونکہ سننے والا دیکھنے والے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

پھر فرمایا۔ اگر اس جواب سے تسلی نہ ہوئی ہو تو اور طرح سے سنو کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کو فتح نصیب کرتے ہیں تو اس کی مدد انوارِ حق سے فرماتے ہیں جو اس کی ذات یا جسم اور ہڈیوں تک میں داخل ہوتے ہیں اور اسے سکراتِ موت جیسی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر اللہ کو جس مخلوق کا مشاہدہ کرانا ہوتا ہے اسی مخلوق کے اپنے اپنے انوار و اسرار بندے پر وارد کرتا ہے۔ مثلاً زمین کی مخلوق یعنی بنی آدم، نباتات اور حیوانات کے اسرار باری باری سرایت کرتے ہیں اور جان کنی کی سی تکلیف ہوتی ہے۔

سید الوجود حضورؐ بھی مخلوق ہیں اور اللہ کو آپؐ کا مشاہدہ کسی کو کرانا ہو تو اسی طرح حضورؐ کی ذات کے بے انتہا انوار و اسرار سے بندہ کو سرشار و سیراب کیا جاتا ہے اور نورِ محمدیؐ کے مختلف شعبے بندہ کی تاریک ذات کی مدد کرتے ہیں۔ مثلاً شعبۂ صبر کے داخل ہونے سے بندہ کی ضد، اضطراب اور بے صبری کی ظلمت زائل ہو جائے گی۔ یا جب رحمت کی بارش ہوگی تو اس کی ضد یعنی عدم رحمت کی تاریکی زائل ہوگی اور حلم کا نور سرایت کرے گا تو اس کی ضد کی کثافت دور ہوگی وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ذاتِ محمدیؐ کے انوار ایک ایک کرکے انعام یافتہ بندے میں سرایت کرکے باری باری بندے کی ذات کے تاریک اوصاف زائل کردیں گے تو بندہ ذاتِ محمدیؐ کے مشاہدہ اور دیدار کے قابل ہوگا ــــ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضورؐ کی ذاتِ شریفہ کے انوار و اسرار بندوں میں اپنے پورے کمال کے ساتھ داخل ہوتے ہیں یا ان میں کوئی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ بلکہ ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور نورِ محمدیؐ سے ہر مخلوق اور ذات اپنی اپنی طاقت کے مطابق سیراب ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے کہا کہ حضورؐ کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں کہ کوئی ناطق بیان کرسکے۔

marfat.com

غرضیکہ دیدارِ محمدی کے لئے ہزاروں شعبوں، خصوصیات اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور جس کسی نے دو یا تین ہزار مقامات کا ذکر کیا ہے تو اس نے اپنی حالت کا ذکر کیا۔ جبکہ حضورؐ کے کامل مشاہدہ اور دیدار کی کوئی انتہا نہیں۔ اگر کسی کا کوئی شعبہ یا مقام رہ جائے تو مشاہدۂ رسولؐ تو ہو جائے گا مگر کامل نہ ہوگا۔

۳۔ محبت شیخ کے نورِ ایمان سے یا ذات سے؟

فقیہہ نے سوال کیا کہ کسی شیخ کے اس دعویٰ کا کیا مطلب ہوا کہ وہ حال اور ہمت سے مرید کی تربیت کرتا ہے جبکہ شیخ کی موت یا سفر سے جب صحبتِ شیخ ختم ہو جاتی ہے تو پیر کی عدم موجودگی میں مرید کے علم، عمل اور حال تینوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے!

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ شیخ کامل کی ہمت اس کا نورِ ایمان ہے اور اسی کے ذریعہ وہ مرید کی تربیت کر کے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی دیتا ہے چنانچہ اگر مرید کو شیخ کے ساتھ محض نورِ ایمان کی وجہ سے محبت ہو تو شیخ اس کو ہر حالت میں مدد پہنچاتا ہے خواہ شیخ موجود ہو یا نہ ہو۔ بلکہ شیخ کی وفات کے ہزاروں برس بعد بھی فیض جاری رہتا ہے۔ اسی لئے ہر زمانہ کے اولیاء حضورؐ کے نورِ ایمان سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور حضورؐ ان کی تربیت کرتے اور ترقی دیتے رہتے ہیں کیونکہ ان اولیاء کی محبت محض حضورؐ کے نورِ ایمان کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اگر مرید کی شیخ سے محبت صرف ذات سے متعلق اور ذات کی وجہ سے ہو اور نورِ ایمان نے نہ ہوا سے پیر کی حاضری میں تو فیض پہنچے گا مگر غیر حاضری میں فیض منقطع ہو جائے گا۔ ذات کی محبت کی علامت یہ ہے کہ محبت دنیاوی یا اخروی نفع حاصل کرنے یا نقصان کی غرض سے ہو اور نورِ ایمان کی محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ کسی قسم کی غرض نہ ہو۔ چنانچہ جب مرید شیخ کی غیر حاضری کی وجہ سے اپنے اندر کمی محسوس کرے تو قصور خود اس مرید کا ہے نہ کہ شیخ کا۔

۴۔ شکر افضل یا مجاہدہ؟

فقیہہ نے پوچھا۔ کہ ولیٔ عارف

marfat.com

حضرت شاذلیؒ[1] کے طریقِ فرح و شکر اور امام غزالیؒ[2] کی راہِ ریاضت، مشقت، بیداری اور بھوک وغیرہ میں کیا فرق ہے؟ کیا حضرت شاذلی واصل باللہ ہونے کے یا قربِ الٰہی کے بعد شکر کا حکم لگاتے ہیں یا ابتدأ سے ہی؟ کیا دونوں بزرگ ریاضت پر متفق ہیں؟ اور کیا ایک شخص کے لئے دونوں طریقوں پر چلنا ممکن ہے یا جب تک ایک راہ سے فارغ نہ ہو جائے دوسرے سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اصل راہ شکر کی ہے۔ انبیاء اور اصحابؓ اسی طریقہ پر کار بند تھے ـــــ طریقِ شکر یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر مقام پر دل کی یہ کیفیت ہو کہ میں اللہ تعالےٰ کی ربوبیت اور عبودیت کا حق ادا کرنے سے عاجز اور مجبور ہوں اور عبادت خدمت اور ہر کام خالص اللہ کے لئے تمام نفسانی خطوظ یا مزوں وغیرہ سے مبرّا ہو کر کرے۔ حق تعالےٰ نے ان کو اس راہ پر سچا پایا تو اپنے کرم کے تقاضے کے مطابق، انہیں فتح اور اسرارِ ایمان عطا کئے ـــــ اہلِ ریاضت نے اہلِ شکر کی فتح کو دیکھا اور اسے مطلوب و مرغوب پایا تو نماز، روزے، رات جگوں اور خلوت کی راہ سے فتح

ؒ۱ شیخ ابوالحسنؒ شاذلی مغرب (مراکو) کے رہنے والے تھے۔ اسکندریہ مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ان کے متبعین کا شاذلی سلسلہ طریقت مغرب اور یورپ میں کافی مقبول ہے۔

حضرت شاذلیؒ (امام شعرانی کے رسالۃ الانوار القدسیہ فی البیان آداب العبودیہ کے حاشیہ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار) فرماتے ہیں ـــــ "بعض اہلِ اللہ کے نزدیک بدترین گناہ یہ ہے کہ اللہ کے قرب کے لئے عبادات وغیرہ میں چاپلوسی کی جائے۔ تقدیر کا قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ لہٰذا نہ کسی کا تقویٰ اور نہ کسی کی بدکاری تقدیر میں کمی بیشی کر سکتی ہے۔ پس اللہ کی بندگی خالص اُسی کی خاطر کر۔ ـــــ شیخ عبدالوہاب شعرانی مغربی اپنے مندرجہ بالا رسالہ میں لکھتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا طریقِ سلوک خلوت اور ریاضت کے ذریعہ ہے۔ مگر ہمارے بزرگوں اور ساتھیوں کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر اس حالت پر راضی اور قانع ہیں جسے اللہ ان کے لئے پسند کرے۔ انکی نگاہ اور توقع نہ کسی مرتبہ اور نہ دنیا و آخرت میں کسی حالت یا مقام کی طرف لگی ہوتی ہے کہ اس کے منتظر رہیں۔

ؒ۲ امام غزالیؒ طوس کے رہنے والے تھے۔ کچھ عرصہ بغداد میں بھی رہے۔

marfat.com

کی طلب میں لگ گئے اور جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کیا۔

چنانچہ طریقِ شکر میں تو شروع ہی سے ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوتی ہے نہ کہ فتح اور کشف کی طرف اور طریقِ ریاضت میں ہجرت فتح مقامات اور مراتب حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ پہلے طریقے میں دل کی سیر ہوتی ہے اور فتح دفعتاً حاصل ہوتی ہے۔ بندہ اس کا منتظر نہیں ہوتا۔ ابھی وہ توبہ، طلب اور گناہوں سے معافی مانگنے کے مقام پر ہی ہوتا ہے کہ اچانک اسے فتح نصیب ہو جاتی ہے۔ جبکہ طریقِ ریاضت میں ہجرت فتح اور مراتب حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے —— دونوں طریقے صحیح ہیں لیکن شکر کا طریقہ بہتر اور زیادہ اخلاص کا حامل ہے۔

دونوں طریقے ریاضت پر متفق ہیں۔ لیکن طریقِ شکر میں دل کی ریاضت ہوتی ہے کیونکہ دل اللہ کا گھر ہے۔ اور دل ہی حق سبحانہٗ کی طرف لگنے، اسی کے آستانے پر پڑے رہنے اور اس کی پناہ لینے کی سکت سے نوازا گیا ہے اور دل ہی بغیر غفلت کے اپنے رب کی حضوری کے قابل بنایا گیا ہے۔ اور طریقِ شکر میں یہی ریاضت ہے کہ دل اللہ تعالےٰ سے لگا رہے اور اس لگاؤ میں دوام ہو۔ خواہ ظاہر میں وہ کوئی بڑی عبادت نہ کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ طریقِ شکر والا روزہ رکھتا بھی ہے اور نہیں بھی رکھتا۔ نماز کے لئے رات کو اٹھتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے، اپنی عورت کے پاس بھی جاتا ہے اور تمام شرعی وظائف ادا کرتا ہے جو ریاضتِ بدن کے منافی ہیں ——

جو طریقِ ریاضت والے فتح حاصل ہونے کے بعد بھی اسی فتح اور مراتب کو مقصد بنائے رکھتے ہیں تو ان کا دل کشف، کرامت، پانی پر چلنے وغیرہ میں لگا رہتا ہے۔ انہی باتوں پر خوش ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہی منتہیٰ ہے۔ اِن کے دل ابتدا سے آخر تک اللہ سے خالی ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے سورۃ کہف کی آیت ۱۰۳ اور ۱۰۴ میں فرمایا۔ ان کے اعمال بہت خسارہ میں ہیں جن کی زندگی کی کوشش رائگاں گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کرتے رہے۔

—— بعض طریقِ ریاضت والے ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر اللہ توجہ فرماتا ہے، ان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور فتح کے بعد ان کی نیت بدل جاتی ہے۔ ان کا دل غیر اللہ

marfat.com

سے منقطع ہو کر خالص اللہ کے ساتھ لگ جاتا ہے ـــــــ راہِ ریاضت والے کو یہ حالت فتح کے بعد نصیب ہوتی ہے جبکہ راہِ شکر میں اسی سے ابتداء ہوتی ہے۔

چنانچہ دونوں طریقوں میں کس قدر فرق اور بُعد ہے (i) غرضیکہ طریق شکر میں سیر قلوب ہے اور طریقِ ریاضت میں سیرِ ابدان (ii) پہلی راہ میں خلوصِ نیت دوسری میں آمیزشِ اغراض (iii) پہلے میں بندہ بغیر کسی انتظار اور توقع کے یکایک فتح ربانی سے فیضیاب ہوتا ہے اور دوسرے طریق میں حیلہ وسبب کو وسیلہ بنا کر اور فتح کا منتظر رہ کر فتح حاصل ہوتی ہے۔ (iv) طریقِ شکر میں فتح صرف مومن عارف اور حبیب ہی کو میسر آتی ہے جبکہ راہِ ریاضت میں یہودیوں، پادریوں اور راہبوں وغیرہ کو بھی استدراج اور کرامات حاصل ہو جاتی ہیں ـــــــ فرمایا یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ مطلق ریاضت کے متعلق ہے خواہ وہ اہلِ حق کی ہو یا اہلِ باطل کی۔ ابو حامد غزالی کے طریقِ ریاضت کی بحث نہیں کر رہا۔ وہ تو امامِ حق اور سچے ولی تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا ایک ہی شخص کے لئے دونوں طریقوں پر چلنا ممکن ہے تو ہاں ممکن ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کا دل تمام حرکات و سکنات میں اللہ کی طرف بھی لگا ہوا ہو اور ظاہر میں وہ مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو۔

(۵) **مرید بننے کی اہلیت** فقیہہ نے سوال کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انسان خود معلوم کر سکے کہ وہ ارادت (یا مرید بننے) کے قابل ہے یا نہیں؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اپنے کو پرکھ کر کہ دل میں کس قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں انسان معلوم کر سکتا ہے کہ وہ مرید بننے کے اہل ہے یا نہیں۔ انسانی ذات اپنے تخیلات کی تابعداری کرتی ہے۔ جس شخص کے خیالات میں اللہ کی طرف میلان ہو یا اللہ کی عظمت و جلال اور محبت ہو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر کا ارادہ رکھتا ہے خواہ وہ اپنے خیالات کے موافق عمل کرتا ہو یا نہ۔ مخالف اعمال میں پھنسا ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ ایسے بندے کو بھلائی نجات اور ہدایت کی طرف لے آئے گا۔

marfat.com

خیال کی اہمیت چستی اور شجاعت کی طرح کہ کوئی بچہ چست(۱)، کوئی سست(۲) اور کوئی متوسط(۳) رفتار ہوتا ہے اسی طرح ارادت کی اہلیت میں بھی مختلف مراتب اور درجے ہیں۔ بعض اعلیٰ درجے کی اہلیت سے نوازے گئے ہیں کہ ہر وقت اللہ اور اس کے کاموں کے خیالات میں لگے رہتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنہیں یہ خیالات کبھی کبھی آتے ہیں اور بعض کی حالت متوسط درجہ کی ہوتی ہے ـــــ اس کا راز یہ ہے کہ انسان کے باطن میں فکر و تخیل اور عقل کا ایک نور ہے جس کا فیض تقدیر الٰہی اور قسمت ازلی کے مطابق ذاتِ انسانی پر ہوتا ہے پس اگر ذات کے مقدر میں بھلائی ہے تو عقل میں ایسے افکار اور اسباب ڈال دیئے جاتے ہیں کہ انسان وہ بھلائی پا لیتا ہے۔

تقدیر قابلیت اور تربیت خیر و شر دونوں میں مراتبِ فکر کے لحاظ سے مندرجہ بالا تینوں یعنی اعلیٰ۔ ادنیٰ اور متوسط درجات پائے جاتے ہیں۔ پھر خیر و شر کا ارتکاب یا اپنانا قابلیت پر نہیں بلکہ تقدیر پر منحصر ہے یہ بچپن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی بچہ کس ڈگر پر چلے گا۔ مثلاً کسی بچے کی تقدیر میں منشی بننا ہے تو معمولی سی تربیت سے اسے قلم پکڑنا اور لکھنا جلد آ جائے گا۔ اور کسی نے نائی بننا ہے تو بچپن سے ہی اسے استرا پکڑنا آسان معلوم ہوگا اور کسی نے سپاہی بننا ہے تو اسے تلوار لٹکانا اور چلانا وغیرہ جلد آ جائے گا یعنی وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ (جس کام کے لئے جو پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان کر دیا جاتا ہے)۔ چنانچہ یہی حال اس بچے کا ہے جس کا خیال تجارت میں لگائے تو فائدہ ہوگا ـــــ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز کی قابلیت کا مدار اس کے خیال و فکر پر ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس کے خیالات کس طرف لگے رہتے ہیں۔ اور توفیق عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔

"ہونہار بروا کے چکنے پات": (۱) فرمایا۔ ایک عورت نے مرتے وقت کہا کہ میرا فلاں بیٹا صالح ہو گا، دوسرا ظالم ہوگا اور بیٹی دنیا دار اور مال دار ہوگی۔ لوگوں نے کہا کیا تجھے غیب کا علم ہے؟ کہنے لگی میں غیب تو نہیں جانتی مگر میں نے پہلے کو اللہ سے ڈرنے

marfat.com

والا پایا۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہر وقت دل میں اللہ یاد کرتا ہے جس سے میں سمجھ گئی کہ وہ نیکی کی طرف جائے گا ـــــ دوسرے کو دیکھا تو اس کے برعکس پایا تو سمجھ گئی کہ وہ شر کی طرف جائے گا۔ اور لڑکی کو بچپن سے دستکاری میں ماہر اور دلچسپی لیتے دیکھا جس سے اندازہ لگایا کہ اسے دنیا حاصل ہو گی۔

(۲):۔ مؤلف کہتا ہے کہ کسی نے اسے بتایا کہ میں یتیم رہ گیا تھا اور والدہ نے مجھے ریشم کے کام لگا دیا۔ مجھے یہ پیشہ سخت مشکل اور بوجھل معلوم ہوتا۔ پھر ایک دن میرا گزر چونہ کا پلستر اور گل کاری کرنے والوں پر ہوا۔ ان کا کام مجھے پسند آیا اور میں نے ان کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ یہ کام کرنے سے میرے دل میں خوشی پیدا ہوتی اور یہ کام میں نے جلد سیکھ لیا اور بڑی تیزی اور چستی سے کرتا اور ریشم کا کام چھوڑنے پر مجھے ایسے لگا گویا میں قید سے چھوٹ آیا ہوں۔

(۳) ایک اور شخص نے بتایا کہ اس کا ایک کمزور سا گدھا تھا جس پر ایک یتیم بچہ ہر وقت چوری چھپے سوار ہو جاتا، میں اسے بار بار روکتا لیکن وہ روز کانٹوں کی مہمیز، پتوں سے لگام اور کھجور کی ٹہنی سے نیزہ بنا کر گدھا دوڑاتا رہتا اور جب یہ بچہ بڑا ہوا تو سلطانی گھوڑ سوار فوج کا سپہ سالار بنا۔

(۴) ایک استاد نے بچوں کو ایک ایک پرندہ دیا کہ اسے ایسی جگہ جا کر ذبح کر لاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ ایک بچے کے سوا سب ذبح کر لائے کہ وہ جہاں کہیں ذبح کرنا چاہتا اللہ کو اپنے پاس پاتا اور یوں معلم کو معلوم ہو گیا کہ اسے معرفت حاصل ہو گی اور پھر اس بچے کا خاص خیال رکھا۔ اور بعد میں یہ بچہ حضرت ابو العباس سبتی کے نام سے مشہور بزرگ ہوئے۔

تربیت سے سرشت اہم

فرمایا۔ اگر کسی میں ولایت کی رگ ہو اور بدکاروں میں رہ رہا ہو لیکن کوئی ولی گزرے تو اس کی ولایت کی رگ پھڑک اٹھے گی، اسے انجانی خوشی محسوس ہو گی اور اس کا سینہ تک جاری ہو جائے گا۔ یہ بغیر جان پہچان اور بغیر گفتگو کے فقط ولی کے گزرنے کے اثرات ہیں۔

marfat.com

اسی طرح شر پسند یا چور آدمی اگر مدتوں ولیوں میں رہے ان کی خدمت کرتا رہے اور کوئی چور وغیرہ گزرے تو اس شر پسند کا سینہ چوری اور بدی کے لئے کھل جائے گا یہ تو صرف آمنا سامنا ہونے سے ہوگا۔ اگر اختلاط اور میل جول بڑھ جائے تو پھر شر اپنے کمال کو پہنچ جائے گا۔

لوگوں کی سمجھ اور طاقت کے مطابق تعلیم و تربیت

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے بحمد اللہ ۲۰ برس درس و تدریس میں گزارے ہیں۔ طلبہ کی تربیت، خیر خواہی اور مسائل کی تشریح میں میں بہت کوشش کرتا۔ انہیں فائدہ پہنچانے کی آرزو میں ان کے ساتھ کھاتا پیتا، دلیلوں سے سمجھاتا اور سارے جتن کرتا اوّل تو انہیں کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ پہنچتا اور اگر برسوں کی محنت سے ان پر کوئی رنگ چڑھتا بھی تو اہل باطل کے میل جول سے جلد اتر جاتا ـــــ اس کے برعکس میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو ہمارے ساتھ بہت کچھ سیکھ جاتے ـــــ اس تضاد اور فرق پر میں ہمیشہ سوچتا اور اس کا سبب تلاش کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے حضرت دباغؒ سے قابلیت اور استعداد کی یہ بحث سنی تو میرا بہت سا بوجھ اتر گیا ـــــ فرمایا پہلی قسم کے لوگوں کو تعلیم دینے کا خیال دل سے نکال دو۔ کیونکہ اس کی مثال ٹھنڈے لوہے کو کوٹنے کی ہے۔ ہر ایک کی ابتدا اور استعداد کو دیکھ کر اسے اپنے مقام پر رکھو ـــــ چنانچہ لوگوں سے اپنی اپنی طبیعت، سمجھ اور طاقت کے مطابق رویہ رکھنے سے میں نے آرام محسوس کیا اور بہت سہولت پائی۔

۶- رَحمَتِي وَسِعَتْ عَلىٰ كُلَّ شَيْءٍ

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۲ کے فقیہ نے پوچھا کہ یہ آیت مشروط اور مقید ہے یا آزاد اور مطلق! جیسا کہ سہلؒ[1] بن عبداللہ تستری کو ابلیس نے کہا کہ اس آیت کے مطابق کہ

---

[1] ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری بڑے صاحب کرامت صوفی بزرگ تھے۔ حج پر ذوالنون مصری سے ملاقات ہوئی۔ خود بیان کیا کہ چھ سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ تین برس کی عمر میں اپنے خالو محمد بن سوار سے ذکر عطا ہوا اور عمر بھر اس پر کاربند رہے۔ وفات ۲۸۳ھ = ۸۹۶ء

marfat.com

"میری رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے" اللہ کی رحمت مجھ پر بھی چھائی ہوئی ہے حضرت سہیلؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے ساتھ یہ بھی فرمایا فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ .... (پس ہم نے اپنی رحمت ان کے لئے لکھ دی ہے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں) رحمت کی شرط اور قید تقویٰ ہے جبکہ تو متقی نہیں ہے۔ ابلیس نے کہا کہ اس آیت کو تو نے مشروط اور مقید بنا دیا ہے اللہ نے نہیں — چنانچہ شیخ عارف محی الدین حاتمی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ابلیس سہیلؒ کا استاد ہو گیا جبکہ امام شعرانیؒ[1] نے سکوت اختیار کیا ہے اور سکوت سے خیال گزرتا ہے کہ ابلیس کی بات درست ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ رحمت مشروط ہے یا آزاد؟

کیا صفاتِ الٰہی پابند ہیں؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ شرط اللہ کی طرف سے ہے۔ سہیلؒ کی طرف سے نہیں۔ ابلیس کی دلیل باطل ہے۔ سہیلؒ حق پر ہیں — ابلیس کو استاد کہنا یا اس کے کلام کی تعریف یوں ہے کہ اس سے حضرت سہیلؒ کی سوئی ہوئی صفات بیدار ہو گئیں۔ جن باتوں کو وہ اللہ کی طرف سے جانتے تھے ان کا مشاہدہ کرنے لگے۔ یعنی جب ابلیس نے کہا کہ یہ قید تم نے لگائی ہے اللہ نے نہیں لگائی تو سہیلؒ کی توجہ اپنی دونوں حالتوں، فتح سے پہلی حالت جب مشاہدہ میسر نہ تھا اور فتح سے بعد کی حالت کی طرف گئی اور ان پر حیرت و سکوت طاری ہو گیا حالانکہ نہ ابلیس کی یہ مراد تھی اور نہ اس کے وہم و گمان میں تھا کہ سہیلؒ پر یہ حالتِ تحیر طاری ہو گی — دراصل صوفیاء فتح اور معرفت نصیب ہونے کے بعد اپنی فتح سے پہلی حالت پر نظر دوڑاتے ہیں تو حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ انہوں نے پہلے اپنے خیال میں اللہ کی صفات کو کس قدر غلط طور پر بے شمار قیود میں قید اور مشروط کر رکھا تھا اور وہ اللہ کی معرفت سے بے خبر تھے۔

---

[1] امام عبدالوہاب شعرانی کی تصنیفات کی بہت تلاش کے بعد مترجم نے شعرانی کی کتاب الانوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ میں حضرت تستریؒ اور ابلیس کا مناظرہ دیکھا کہ شیطان کو بھی پتہ لگ گیا کہ تستریؒ نے اسے پہچان لیا ہے اور پھر دونوں میں مناظرہ ہوا اور دونوں

باقی صفحہ آئندہ پر

marfat.com

بہرحال یہ بات صوفیاء کی حالتِ سماع سے تعلق رکھتی ہے جو ان دو مثالوں سے سمجھ آسکتی ہے۔ ایک پیر نے آکر مرید کے گھر پر دستک دی جبکہ مرید اکیلا تھا مرید نے جواب دیا۔ یہاں کوئی نہیں چلے آؤ۔ پیر نے سنا کہ "یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے" تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لیکن مرید کے خواب وخیال میں بھی یہ جملۂ توحید نہ تھا۔ اب اگر کوئی کہے کہ مرید اپنے پیر کا استاد بن گیا تو کوئی حرج نہیں ــــ اسی طرح ایک بچی نے باپ کو بازار سے کچھ لانے کو بھیجا۔ والدہ نے بچی کو کہا کہ باپ کیوں تعلیف دی۔ بچی نے کہا۔ "کیا ابا کے سوا میرا کوئی اور بھی ہے" یہ الفاظ کسی صوفی نے سنے تو غش کھا کر گر پڑا۔

۷۔ گناہوں میں مومن کے لئے رحمت؟ فقیہہ نے پوچھا کہ بعض عارفین کے اس قول سے کیا مراد ہے

کہ مخالفت یا معصیت میں مومن کے لئے ایک سو رحمتیں ہیں؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ یہاں اس مومن کی معصیت مراد ہے جو اپنے رب کے جلال وعظمت کا عارف ہو۔ کیونکہ ایسی معرفت والے سے گناہ تقدیر کے حکم اور غلبہ کے تحت سرزد ہوتا ہے۔ یہ عارف ہو۔ کیونکہ ایسی حالت میں بندہ کے

بقیہ حاشیہ :- پریشان تھے کہ شیطان نے ورحمتی وسعت علی کل شیئ پر بحث شروع کردی اور سہلؒ کے مطابق شیطان نے مجھ پر غلبہ پا کر حیران اور گونگا کر دیا کہ مجھے اللہ نے اس آیت کا باقی حصہ سوجھا دیا کہ اللہ نے اپنی رحمت متقی اور زکوٰۃ دینے والوں اور مومنین کے لئے لکھ رکھی ہے۔ اور اب میں اس پر غالب آگیا اور ابلیس ہنسا اور کہا۔ اے سہلؒ! میرا خیال نہ تھا کہ تو اس حد تک جاہل ہے۔ یہ قید لگانا تو تمہاری صفت ہے نہ کہ اللہ کی ــــ سہل پھر پریشان ہوگیا اور اس کا حلق خشک ہوگیا اور سہل سمجھ گیا کہ یہ مجھے پھسلانے آیا ہے۔ چنانچہ سہل کہتے ہیں کہ "اس لئے میں بھی چلا آیا اور وہ بھی چلا گیا۔ اور میں نے ابلیس سے معرفت کا طریقہ معلوم کرنا چاہا اگرچہ وہ خود اس سے نفع نہ حاصل کر سکتا تھا۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ دیکھو کیا کہا گیا ہے نہ کہ کس نے کہا ہے۔

marfat.com

دل میں ہر وقت خوفِ خدا ہو گا چاہے وہ اطاعت کر رہا ہو یا معصیت ـــــ اطاعت اور نیکی کرتے وقت بھی اُس پر خوف طاری رہے گا کہ کہیں اطاعت ہی میں کسی غلطی کی وجہ سے اللہ کے بُعد اور دوری کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ پھر اس کی معصیت کے لرزہ اور خوف کا کیا حال ہو گا۔

ایک مومن معصیت کے بعد چوبیس برس زندہ رہا اور متواتر روتا رہا۔ اس خوف و ندامت کی برکت سے اللہ نے اس طویل مدت میں اسے گناہ سے بچائے رکھا اور اللہ کی طرف لگے رہنے سے اس پر فضل، کرم اور صد ہا رحمتیں کیں ـــــ الغرض رحمتِ الٰہی کا مدار دل میں اللہ کے خوف و خشیت پر ہے جو تب میسر آتا ہے جب اللہ کی عظمت و سطوت کی معرفت ہو۔ جو روح کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔

روح عالمِ بالا کی چیز ہے۔ جسے اوروں کی نسبت اللہ کی معرفت زیادہ حاصل ہے۔ جب کسی کی ذات پاک ہو تو طاعت و معصیت ہر حالت میں روح اپنے معارف سے ذات کو مدد اور فائدہ پہنچاتی رہتی ہے۔ ذات پاک نہ ہو تو روح معارف روک لیتی ہے جس کے نتیجے میں ذات شہوات اور لذتِ نفس میں لگ کر ان کی عادی ہو جاتی ہے۔ حالتِ محمودہ سے ذات دور ہو جاتی ہے۔ جو بد عادتیں اور باتیں اس کے اندر گھر کر جاتی ہیں انہی کا غلبہ اور حکم چلتا ہے اور بندے کے تمام اعمال و افعال حرص و ہوس اور شہوات کے تحت ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اطاعت، عبادات اور نیک اعمال تک کسی ذاتی غرض اور منافع کے لیے کرتا ہے نہ کہ اللہ یا حقِ ربوبیت کی خاطر۔

پس معلوم ہوا کہ رحمت کا مدار طاعت و معصیت پر نہیں بلکہ خوف و عدم خوف پر ہے۔ بلکہ درحقیقت معرفت اور عدم معرفتِ الٰہی پر ہے ـــــ سو رحمتوں کی بھی تخصیص نہیں ہے۔

۸۔ وحدت الوجود

فقیہہ نے کہا۔ عارفین کا قول ہے کہ "مجھے ہر چیز میں اللہ نظر آتا ہے" اللہ قدیم ہے اور اشیاء حادث پھر قدیم حادث میں کیسے نظر آسکتا ہے؟ اور پھر یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے نہ عین ہیں اور نہ غیر"، یہ بھی متضاد اور محال ہے۔ حقیقت کیا ہے ـــ!

marfat.com

فرمایا۔ "اللہ کا ہر چیز میں نظر آتے" سے عارف کی یہ مراد ہوتی ہے کہ ہر چیز میں اسے اللہ کے افعال نظر آتے ہیں اور قوتِ عرفان سے تمام کائنات میں افعالِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے رہتا ہے ____ چونکہ تمام مخلوق میں اللہ کے افعال جاری وساری ہیں چنانچہ اللہ کے حلول یا اتحاد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس قول کے دیگر اسرار بھی ہیں جن کا فاش کرنا مناسب نہیں۔

دوسرا قول غیر واضح ہے کیونکہ قدیم یقیناً حادث سے الگ ہے اور قطعاً "عین" نہیں ہو سکتا پس "غیر ہوا"۔ عینیت نہ ہوئی تو غیریت لازمی ہے۔

۹۔ حضورؐ کو دیکھنا فقیہہ کا آخری سوال ہے کہ کیا نبی کریمؐ کی صورت کا ذہن میں آنا (۱) عالمِ ارواح سے ہے یا (۲) عالمِ مثال سے یا عالمِ خیال سے؟ اور جب حضورؐ سے اس عالم میں باتیں ہوں تو کیا حضورؐ کے اس فرمان کا کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کر سکتا" اطلاق ایسے دیکھنے پر ہوگا؟

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ حضورؐ کی شکل کا کسی کے ذہن میں آنا اس شخص کی روح اور عقل کا فعل ہے۔ اگر وہ شخص حضورؐ کی صورت سے واقف ہو یعنی صحابی یا عالم ہو تو وہ حضورؐ کو آپ کی اصل صورت میں دیکھے گا اور اگر کوئی اور ہوگا تو اسے تخلیق اور خلق کے اعتبار سے ایک کامل صورت کا سامنا ہوگا۔

چنانچہ حضورؐ کی یہ صورت کبھی حقیقی ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔ مگر یہ ہوگی آپؐ کی ذاتِ پاک کی صورت، روحؑ کی نہیں۔ کیونکہ جسے صحابہ نے دیکھا اور علماء نے بیان کیا وہ حضورؐ کی ذات تھی نہ کہ روح۔ اور انسان کے خیالات معلوم چیز کا ہی تصور کر سکتے ہیں۔

یہ سوال کہ کیا یہ عالمِ ارواح سے ہے۔ اگر اس سے مراد استحضار ہے تو ہاں اس کا تعلق عالمِ ارواح سے ہے یعنی فکر کرنے والے کی روح کا فعل ہے اور اگر مراد صورتِ حاضرہ ہے یعنی ہماری فکر یا تصور میں جو صورت آئی ہے وہ عالمِ ارواح سے ہے یا نہیں تو اوپر جواب ہو چکا کہ نہیں بلکہ وہ حضورؐ کی ذات کی شکل ہے۔

marfat.com

حضورؐ سے گفتگو شیطانی اثر سے محفوظ ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تصور کرنے والے کی ذات طاہر و پاک ہے اور اس کی روح کو بھی اس سے محبت ہے کہ اپنے اسرار سے اپنی ذات کو نوازتی رہتی ہے اور اپنی ذات کے ساتھ اس کی دوستی اور یگانگت ہے تو یہ گفتگو شیطانی اثر سے محفوظ اور سچ ہو گی ورنہ غیر محفوظ اور باطل ہو گی۔

---

marfat.com

باب ۹

عشق و محبّت

رسول اللہ سے محبت اور مشاہدہ

مؤلف کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت دباغ سے ذکر کیا کہ کوئی بزرگ اپنے مریدوں کے ساتھ ذکر میں مشغول تھے کہ ان میں سے ایک کا رنگ بدل گیا۔ حالت غیر ہو گئی اور اس نے اپنی نشست بدل لی۔ کسی نے سبب پوچھا تو کہا، خبردار ہو جاؤ۔ یہاں رسول اللہ موجود ہیں" یعنی اسنے رسول اللہ کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ مشاہدہ فتح تھا یا فکر!

فرمایا۔ یہ مشاہدۂ فکر تھا جو مشاہدۂ فتح سے کم درجہ کا ہوتا ہے مگر اس کو نصیب ہوتا ہے۔ جس کا ایمان خالص، محبت پاک اور نیت سچی ہو۔ اور جن کا حضور سے تعلق کمال کو پہنچا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اسے مشاہدہ فتح سمجھ بیٹھتے ہیں۔ صاحب فتح نہ ہونے کے باوجود یہ مشاہدہ مومن کو بھی نصیب ہو جاتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ مشاہدۂ فکر عام لوگوں کو بھی ہو جاتا ہے بشرطیکہ انہیں کسی سے سچی محبت ہو۔ ایک قصاب کا محبوب بیٹا مر گیا تو وہ ہر وقت اسی کی یاد میں لگا رہتا۔ ایک دن شہر فاس میں وہ بکریاں خرید رہا تھا کہ اس نے اپنے مردہ بیٹے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ قصاب کہتا ہے کہ اس نے بیٹے سے باتیں کیں اور اسے کہا کہ بیٹا یہ بکری تھامو کہ میں دوسری خرید لاؤں۔ آس پاس کے لوگوں نے کہا کس سے باتیں کر رہے ہو۔ تو ہوش میں آیا اور بیٹا اسکی آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اور اس کے غم کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے۔

marfat.com

شیخ سے محبت

حضرت دباغ نے فرمایا۔ کہ اہلِ تصرف کی طرح اس قسم کی محبت والے بھی نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ جب محبت کی آگ مشتعل ہوتی ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

شیخ اور مرید کے درمیان بھی ایسی ہی محبت ہو تو فائدہ ہوتا ہے۔ ایک مرید کو اپنے شیخ سے ایسی ہی محبت تھی۔ ہر وقت اپنے شیخ کے خیال میں رہتا شیخ اپنے گھر میں جو کرتا یہ اپنے گھر بیٹھے اس کی نقل اتارتا۔ اور اسی کمالِ محبت سے مرید شیخ کا وارث ہوتا ہے۔

فرمایا۔ اہلِ حقیقت کی محبت کے تو کیا کہنے۔ مجازی محبت بھی عجب رنگ دکھاتی ہے۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اسے ایک لڑکی سے عشق ہوگیا اور کوئی بھی اس لڑکی کو پکارتا تو یہ جواب دیتا۔ جی! —— پھر فرمایا۔ کہ میرے شیخ منصور فرمایا کرتے تھے کہ محبتِ الٰہی کے مدعیوں کے لئے ایک عیسائی کی محبت سبق آموز ہے اور مہمیز کا کام دے گی۔ اسے ایک پادری کی لڑکی سے عشق ہوگیا۔ دونوں ایک ہی بستر پر لیٹے۔ لڑکی کی نظر اس کے چہرہ کے مسّہ پر پڑی اور اسے پسند نہ آیا تو ایک چھری اٹھا لائی جو زہریلی تھی لیکن اسے معلوم نہ تھا اور وہ مسّہ کاٹ دیا۔ اور اسی محویت میں عاشق نے جان دیدی۔ ایک کافر کی شیطانی محبت کا یہ عالم ہو تو مومن کی اپنے رب اور شیخ کی محبت کا کیا حال ہونا چاہیئے!

مرید، شیخ اور اللہ کی محبت

فرمایا۔ بڑے کی محبت سے خواہ نبی ہو یا شیخ اس وقت چھوٹے کو یا مرید کو فائدہ پہنچتا ہے جب مرید کو بھی شیخ سے محبت ہو۔ کیونکہ چھوٹے یا مرید کی محبت بڑے کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنی طرف مائل کر دیتی ہے اور اس کے اندر سے سب کچھ جذب کر لیتی ہے۔ جبکہ چھوٹے کا اندر محبت سے خالی ہو تو بڑا کیسے جذب کرے؟

مگر اللہ تعالےٰ کا معاملہ کچھ اور ہے۔ بندہ اعراض بھی کرے اور اللہ کسی بندے سے محبت کرے تو بندے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس فرق کا راز یہ ہے کہ اللہ اس وقت تک بندہ سے محبت نہیں کرتا جب تک اسے اپنی معرفت عطا نہ کر دے۔ اسی معرفت سے بندہ اسرارِ الٰہی سے واقف ہو کر انہیں جذب کرنے

marfat.com

کے قابل بنتا ہے اور اللہ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے ـــــ لیکن اگر بندہ کو معرفت الٰہی کے بغیر اللہ سے محبت ہو تو کچھ نہیں بنتا۔

میرے سوال پر فرمایا۔ یہ صحیح ہے کہ جب مرید کو شیخ سے کامل محبت ہو جاتی ہے تو شیخ مرید کی طرف کھنچتا ہے اور شیخ مرید کی ذات کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے۔ اور ہر شخص اپنے مسکن کو خوبصورت بناتا ہے یعنی مرید کی ذات پر شیخ کا اثر کام کر کے اسے نکھارتا رہتا ہے ـــــ لیکن شیخ کی یہ سکونت حاملہ کے پیٹ میں بچہ کی طرح ہے کہ اسقاطِ حمل کا بھی خدشہ رہتا ہے اور امید بھی رہتی ہے کہ اپنے وقت پر وضع حمل ہو جائے۔ اور یہ وقت اور محبت کی نوعیت ہر ایک کے معاملہ میں کچھ یوں جدا جدا ہے:۔

(۱) مرید کی محبت صادق ہونے کے بعد کسی مانع کے پیش آنے کی وجہ سے منقطع ہو جائے۔ جس سے شیخ کے بارے میں مرید کی نیت بدل جاتی ہے اور شیخ کے اسرار اپنی شعاعیں دینے کے بعد مرید کی ذات منقطع ہو جاتے ہیں۔

(۲) مرید کی محبت کامل اور دائمی ہو تو شیخ کے کمالات متواتر ظاہر ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ فتح نصیب ہو جائے۔

(۳) جب محبت لوٹ آتی ہے تو اسرار بھی لوٹ آتے ہیں۔

پس مرید کو چاہیئے کہ اپنی حالت کا امتحان لیتا رہے کہ وہ ان تینوں میں کس قسم کا مرید ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے عفو، عافیت اور توفیق مانگتا رہے کہ وہ سننے والا ہے۔

شیخ سے بے غرض محبت یا اس کی ولایت سے محبت!

فرمایا

اگر مرید کو شیخ سے اس کی ولایت، سِرّ اور کرم وغیرہ کی وجہ سے محبت ہو تو مرید کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ بچوں کی معصوم الفت کی طرح شیخ سے بے غرض محبت ہونی چاہیئے۔ ورنہ وسوسے پیدا ہوں گے اور یہ محبت یا رک جائے گی یا منقطع ہو جائے گی ـــــ ولایت، اسرار اور معارف کی وجہ سے محبت

marfat.com

اس لئے سود مند نہیں ہوتی کہ یہ ولایت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ سے تو ہر ایک کو محبت ہے۔ چنانچہ محبت شیخ کی ذات سے ہونی چاہیئے نہ کہ کسی صفت سے۔

میں نے عرض کیا کہ شیخ کی ذات بھی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ تو پھر؟ فرمایا۔ ٹھیک ہے لیکن ذات کی محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت خالص اللہ کے لئے ہو۔ کیونکہ صرف ذات سے نفع ہو سکتا ہے، نہ نقصان۔ چنانچہ جب محبت ذات سے ہوگی تو یہ محبت کی آلائشوں سے پاکی کی علامت ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔ انسان کے لئے اغراض کے بغیر چارہ نہیں۔ کھیتی باڑی فصل کی خاطر کی جاتی ہے۔ کھیتی باڑی سے نہیں بلکہ فصل سے محبت ہوتی ہے۔

فرمایا۔ ہاں! ابتدا میں ارادہ اور مقصد فصل کا حصول ہوتا ہے۔ مگر کھیتی باڑی میں لگ جانے پر فصل بھول جاتی ہے ورنہ فصل کا خیال قائم رہے تو طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے غلبہ پا لیتے ہیں کہ نہ جانے فصل کیسا ہو، کوئی بیماری یا آفت نہ آجائے وغیرہ اور یوں دن رات فصل میں ہی خیال لگا رہے تو کھیتی باڑی رہ جائے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو شیخ سے کسی غرض سے محبت رکھے کہ وہ وسوسوں میں پھنسا رہتا ہے۔ جبکہ شیخ کی ذات سے بے غرض محبت کرنے والا شیخ کے ہی خیال اور تصور میں گم رہتا ہے اور مقصد پا لیتا ہے۔

بے شرک محبت

ایک روز میں آپ سے شہر فاس کے محلہ ابن عامر میں گفتگو کر رہا تھا کہ فرمایا کہ اس وقت حضرت منصور راس درب میں ہیں ان سے ملنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا۔ بسر وچشم۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں قطب سے نہ ملوں!

فرمایا۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے۔ اگر تمہارے والدین کے ہاں تمہاری شکل صفات، علم اور ظاہری و باطنی اوصاف رکھنے والی اور اولاد ہو تو میں ان کی طرف نہ دیکھوں کہ میرے لئے تم ہی ہو اور وہ میرے لئے عام لوگوں کی طرح ہوں گے۔

یہ سنکر میں غفلت سے بیدار ہوا اور سمجھ گیا کہ میں نے ٹھیک بات نہیں کی کیوں کہ محبت شرکت قبول نہیں کرتی۔

marfat.com

ایک بار فرمایا۔ طالب مرید کی ترابی ذات ہوتی ہے اور اسرار دینے والی بھی شیخ کی ترابی یا مٹی کی ذات ہوتی ہے۔ پس جب مرید کی ذاتِ ترابی صرف شیخ کی ذاتِ ترابی سے محبت رکھتی ہے تو شیخ کی ذات اپنے اسرار و معارف سے مرید کو نوازتی ہے ـــــــ لیکن اگر مرید کی ذات شیخ کی ذات کی بجائے اس کے اسرار و معارف سے محبت رکھتی ہو تو شیخ کی ذاتِ ترابی اپنا فیض روک لیتی ہے۔ پھر نہ روح اور نہ کوئی اور ان اسرار کو جاری رکھنے کی طاقت رکھتی ہے۔ چنانچہ مرید کو ہر قسم کے منافع اور حصول حاصلات سے نظر ہٹا کر اپنی پوری کوشش شیخ کی محبت میں لگا دینی چاہیئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

محبت کی علامات

میرے سوال کے جواب میں فرمایا محبت کی دو علامتیں ہیں:۔

(۱) مرید کی راحت ذاتِ شیخ میں ہو کہ اسی کی فکر ہو۔ اسی کے لئے زندہ ہو، اسی پر فریفتہ ہو۔ اسی سے خوش ہو اور اسی کا غم ہو۔ حتیٰ کہ ظاہر و باطن اور موجودگی و غیر موجودگی میں اس کی تمام حرکات و سکنات ذاتِ شیخ اور اس کے متعلقات کی خاطر ہوں اور اپنی ذات اور بہبود کی پرواہ نہ کرے۔

(۲) شیخ کا ادب و احترام حد درجہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر شیخ کنوئیں میں ہے اور مرید پہاڑ کی چوٹی پر تو دل پر شیخ کی عظمت کا غلبہ اس قدر ہو کہ اسے واقعی یہ معلوم ہو کہ وہ خود کنوئیں میں ہے اور شیخ چوٹی پر۔

فرمایا لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ کا مرید پر احسان ہوتا ہے حالانکہ معاملہ الٹا ہے۔ اگر مرید کی ذات طاہر، عقل صاف، نفس میں بھلائی کی اہلیت اور جاذبِ محبت نہ ہو تو شیخ کچھ بھی نہ کر سکے۔ یکطرفہ شیخ کی محبت ہی نفع رساں ہوتی تو ہر مرید واصل باللہ اور کامل بن جاتا۔

شیخ سے سچی محبت کی مندرجہ ذیل علامات بھی بیان فرمائیں:۔

۱۔ اگر شیخ کی ولایت، اسرار اور خوبیاں زائل ہو جائیں اور شیخ عام لوگوں کی طرح ہو جائے اور پھر بھی مرید کی محبت قائم رہے تو یہ سچی محبت ہے ورنہ مرید جھوٹا اور غرض پرست ہے۔

۲۔ شیخ کا ناپ تول کرنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ کہ مرید کی نگاہ میں شیخ

marfat.com

کے تمام اقوال، افعال اور احوال ہر حالت میں پاک اور صحیح ہونے چاہئیں۔ چاہے وہ سمجھ آئیں یا نہ آئیں۔ اگر مرید نے یہ خیال کیا کہ شیخ غلطی پر ہے تو مرید جھوٹا ہے اور سر کے بل گرا۔ کوئی راز سمجھ نہ آئے تو اسے اللہ کے سپرد کر دے لیکن یہ یقین رکھے کہ شیخ جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک ہے۔

۳۔ شیخ دراصل نہ مرید سے کوئی خدمت چاہتا ہے، نہ روپیہ پیسہ اور نہ کوئی بدنی عبادت۔ صرف یہ چاہتا ہے کہ مرید سے کوئی خدمت چاہتا حسنِ اعتقاد رکھے کہ اس کا شیخ کامل اور اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ اسے بصیرت، معرفت اور قربِ الٰہی حاصل ہے، اس اعتقاد پر برسہا برس گزر جائیں اور قائم رہے تو یہ محبت کی نشانی ہے اور مرید کو ہر قسم کی خدمت سے فائدہ ہوگا ـــــ اور اگر اس کا یہ اعتقاد محبت محبت کی بنیاد پر نہ ہوگا تو پائیدار نہ ہوگا، وسوسے پیدا ہوں گے اور مرید مرید نہ ہوگا۔ کاذب ہوگا۔

محبت کا دعویٰ حضرت دباغ اور میں ایک دن شہر فاس کے باب الحدید کے پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ آپ کا ایک خادم بھی تھا جو بہت فرمانبردار تھا۔ حضرت نے تین بار مختلف طرح سے اس خادم سے پوچھا کہ کیا تو مجھ سے خالص اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے؟ اور اگر مجھ سے ولایت سمیت سب کچھ سلب ہو جائے اور میں بھنگی وغیرہ بن جاؤں تو کیا پھر بھی تو مجھ سے محبت کرے گا؟ ـــــ خادم نے ہر بار یہی جواب دیا کہ میں خالص اللہ کے لئے بے ریا اور بغیر شہرت و جاہ طلبی کے محبت رکھتا ہوں اور رکھوں گا ـــــ خادم کے یہ جواب سن کر میں چونکا اور مجھے غیرت آگئی۔ اور میں نے کہا۔ بھائی تو یہ نہ کر سکے گا ـــــ اس پر حضرت نے فرمایا۔ میں تمہارا امتحان کروں گا ـــــ میں نے اسے کہا۔ مجھے تمہارے حق میں ڈر لگنے لگا ہے۔ ایک اندھا کسی صاحب بصیرت کے امتحان پر کیسے پورا اتر سکتا ہے۔ اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگ لے اور ہم دونوں نے معافی کی درخواست کی ـــــ لیکن جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت نے اسے ایک کام کہا جس میں اس کی بہتری تھی لیکن اسے اس کا ظاہر ... وجہ سمجھ ...

marfat.com

آئی اور وہ کام نہ کیا اور حضرت کے متعلق اس کی نیت بدل گئی۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسرارِ خداوندی وہ اٹھا سکتا ہے۔ جس کی مٹی صحیح، عقیدہ پختہ اور عزم و جزم راسخ ہو۔ شیخ کے سوا سب کو مردہ اور کالعدم جانتے ہوئے صرف شیخ کی بات پر کان دھرے اور شیخ کی بات کو اونچا رکھے۔

---

marfat.com

باب ۵

مرید کی خصوصیات

صحیح مٹی۔ بے غرض محبت صدق، بے لاگ عزم وجزم اور یقین وغیرہ۔

اسرارِ خداوندی وہ اٹھا سکتا ہے جس کی مٹی صحیح، عقیدہ پختہ اور عزم راسخ ہو۔ شیخ کی محبت ہر دوسرے تعلق پر بھاری اور غالب ہو۔ اس ضمن میں چند حکایات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ حضرت دباغؒ کا عزم ویقین حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ فتح سے پہلے ایک بار مجھے اونٹ جیسی شکل کی سیاہ، لمبی اور ڈراؤنی صورت دکھائی دی اور فتح کے بعد جب میں نے ان تمام جہانوں کی سیر کر لی جو میری قسمت میں تھے تو وہ صورت تلاش کرنے پر بھی مجھے نظر نہ آئی تو میں نے اس کا تذکرہ حضرت محمدؒ بن عبدالکریم سے کیا۔ آپ نے فرمایا اس جنس کا کہیں وجود نہیں۔ یہ تمہاری روح کا فعل تھا۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ —— فرمایا۔ جب ذات کسی چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاتی ہے اور اسے اس کا یقین ہو جاتا ہے تو روح اس صورت کو موجود کرنے میں ذات کی مدد کرتی ہے خواہ اس میں ذات کا نقصان بھی ہو۔ ذات کے یقین کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ چاہے وہ خیر ہو یا شر۔

۲۔ حضرت محمد بن عبدالکریم کا عزم ویقین اور پانی پر چلنا محمد بن عبدالکریم فرماتے ہیں کہ فتح سے پہلے کی بات ہے۔ راستے میں سمندر پڑا اور میرے دل میں یقین پیدا ہوا کہ بغیر بھیگے اور ڈوبے اسے چل کر عبور کر دوں پانی پر چلنا شروع کیا اور میرا ارادہ بڑھتا

marfat.com

گیا اور میں دوسرے کنارے جا پہنچا ـــــ لیکن جب میں واپس آنے لگا تو میرا جزم جاتا رہا تھا اور میرے دل میں شک پیدا ہو گیا۔ آزمانے کے لیئے میں نے پانی پر پاؤں رکھا تو ڈوب گیا۔ میں نے پاؤں نکال لیا کہ اب پانی پر نہ چل سکوں گا۔

ذات کا جزم و یقین

فرمایا۔ ذات کو جب تک جزم و یقین حاصل ہوتا ہے شیطان قریب نہیں آسکتا۔ شیطان خون کی طرح رگوں میں پھرتا ہے جزم جاتا دیکھ کر وہ دل میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور ہاتھ سے نیکی نکل جاتی ہے۔ جزم کی مثال مضبوط فصیل کی ہے جس کے ہوتے ہوئے دشمن شہر میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن رخنے پڑ جائیں تو دشمن اندر آجاتا ہے۔ پس عقلمند کو چاہئے کہ اپنی ذات کی فصیل کی اصلاح میں لگا رہے تاکہ نہ شیطان کے وسوسوں کا شکار ہو نہ انسان کے بہکاوے کا۔

اسی طرح فرمایا کہ کسی سچے آدمی سے انسان دنیا یا آخرت کا کوئی وعدہ سنے اور اس پر یقین و اطمینان کرے تو وہ وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے لیکن سننے والا اگر شک و شبہ میں پڑ جائے تو وہ بات حاصل نہ ہو گی ـــــ اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے جزم کی حلاوت اور اسرار عطا کرے۔

۳۔ عبد العلی کا جزم و یقین اور نیک نیتی

فرمایا۔ ایک شخص عبد العلی پر اللہ کا کرم تھا اور اسے صالحین اور اولیاء سے محبت تھی۔ ایک اور شخص بزرگ مشہور تھا۔ اللہ نے عبد العلی کے دل میں خیال ڈالا اس نے اپنا مال بیچا اور نقدی لے کر اس بزرگ کے شہر اور گھر آیا۔ نوکر نے نام پوچھا اور جا کر اس بزرگ کو بتایا جو دراصل بہت فاسق و فاجر تھا۔ اور اس کا ایک ہم پیالہ و نوالہ دوست عبد العلی نامی بھی تھا۔ وہ سمجھا میرا دوست آیا ہے اور یوں اسے بھی بلا لیا۔ جب عبد العلی اندر گیا تو بزرگ کے پاس ایک بدکار عورت اور شراب دیکھی لیکن اللہ نے عبد العلی کو ان سے غافل کر دیا۔ چنانچہ اس نے عرض کیا کہ حضرت کی شہرت سن کر دور سے آیا ہوں۔ مجھے اللہ کی راہ بتائیں اور یہ مال اللہ کی خاطر قبول فرمائیں۔ شیخ نے مال لے کر دعا دی اور خادم سے کہا اسے روٹی اور کلہاڑی دید کر فلاں باغ میں جا کر کام کرے۔ عبد العلی خوش ہوا کہ شیخ نے قبول فرما لیا۔ اور سفر کی تھکان

marfat.com

کے باوجود اسی وقت باغ میں خوشی اور چستی سے کام شروع کر دیا۔

اللہ کا احسان اور تقدیر دیکھیں کہ اسی وقت غارِ حرا کے اہلِ دیوان میں سے ایک عارف ولی کے انتقال کا وقت آگیا اور غوث اور ساتوں قطب موجود تھے۔ ان سب نے کہا کہ ہم نے کئی بار تم سے کہا کہ کسی اسلامی شہر میں اپنا وارث تلاش کر و لیکن تم نہ مانتے۔ اب تمہاری وفات پر تمہارے اسرار ضائع ہو جائیں گے کہ تمہارا کوئی وارث نہیں۔ اس نے کہا۔ بزرگو! اللہ نے میرا وارث بھیج دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون ہے، کہا وہ شخص عبدالعلی ہے جو فلاں بد دین کے پاس آیا ہے۔ اللہ کے ساتھ اس کا حسنِ ظن و باطن، کمالِ صدق، راسخ خیال، پختہ ارادہ اور ٹھوس یقین تو دیکھو کہ اس نے سب کچھ دیکھا مگر کسی وسوسے نے اس کا ارادہ متزلزل نہیں کیا۔ کیا ایسی صفائی کبھی دیکھنے میں آئی ہے۔ کیا آپ متفق ہیں کہ وہ میرا وارث بنے۔ سب نے اتفاق کیا۔ ولی کی روح نکل گئی اور عبدالعلی کو سرِ الٰہی حاصل ہو گیا ——— اللہ تعالیٰ نے نیک نیتی کی وجہ سے اس پر رحم فرمایا۔ انعامات سے نوازا اور اسے فتح عطا کی۔

۴۔ مرید کا صدق

فرمایا۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک سچے مرید کا امتحان کرنا چاہا اور پوچھا۔ کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں ہے۔ پھر پوچھا کیا اپنے باپ سے بھی زیادہ ہے؟ مرید نے تائید کی۔ بزرگ نے پوچھا اگر تمہیں کہوں کہ باپ کا سر لاؤ تو تعمیل کرو گے؟ عرض کیا۔ آپ کا حکم کیسے ٹال سکتا ہوں! اسی وقت گیا۔ لوگ سو چکے تھے۔ دیوار پھاند کر گھر کی چھت سے ہوتا ہوا والدین کے کمرے میں آیا۔ ماں باپ کو ہمبستری کرتے دیکھا اور اسی حالت میں مہلت دیئے بغیر باپ کا سر کاٹ کر شیخ کے سامنے لا ڈالا۔ شیخ نے کہا ارے میں تو ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ ذرہ دیکھو تمہارے باپ کا سر ہے؟ مرید نے دیکھا تو اس کے باپ کی بجائے ایک عجمی کافر کا سر تھا ——— حضرت نے فرمایا اس شہر کے لوگ سوڈانی غلاموں کی بجائے عجمی کافروں سے گھر میں خدمت لیتے تھے۔ مرید کا باپ اس رات گھر میں نہ تھا اور بیوی نے خاوند سے خیانت کرتے ہوئے اس کافر کو بلا کر اپنا نفس اس کے حوالہ کر دیا تھا۔ شیخ کو کشف سے معلوم ہو گیا تو ایک پنتھ دو کاج، مرید کا امتحان لے کر اسے راسخ پایا۔ چنانچہ یہی مرید شیخ کے سِر کا وارث بنا اور بعد میں فتح پائی۔

marfat.com

۵۔ مرید کی اندھی محبّت

فرمایا۔ ایک شخص ایک شیخ کے پاس خدمت کے لئے حاضر ہوا۔ شیخ نے قبول کرکے اسے ایک کدال دی جس کے سرے پر ایک فالتو لوہا لگا ہوا تھا جس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ وہ مرید سال تک اس کدال سے خدمت کرتا رہا لیکن نہ تو دوسوسے حرکت میں آئے اور نہ شیطانوں کی ہوائیں مرید کو متزلزل کر سکیں۔ نہ وہ خود اس فالتو لوہے کے متعلق سوچتا اور نہ کسی کی سنتا کہ یہ بے فائدہ لوہے کا بوجھ کیوں اٹھائے پھرے یا اپنی کارگردگی بڑھائے۔ بلکہ شیخ نے جو پسند کیا وہی اس کی پسند رہی۔ توفیقِ الٰہی جب سچے لوگوں کا ہاتھ پکڑتی ہے تو یوں وراثت کے لئے قبول کر لئے جاتے ہیں۔

۶۔ مرید کا ایمان

فرمایا۔ ایک عارف کا ایک سچا مرید اس کے سِرّ کا وارث بننے والا تھا۔ اللہ نے اپنے شیخ کی کئی ایک غیر شرعی باتیں اسے دکھائیں مگر اس کے دل میں شیخ کے خلاف کوئی شک و شبہ یا وسوسہ پیدا نہ ہوا۔ چنانچہ شیخ کی وفات پر اللہ نے اسے فتح نصیب کی اور اس نے مشاہدہ کیا تو شیخ کی کوئی بات غیر شرعی نہ تھی۔

ایک بات یہ ہوئی کہ شیخ کی بیوی کی ہم شکل ایک بدکار عورت پڑوس میں رہتی تھی۔ مگر مرید یہ ہم صورت ہونا نہ جانتا تھا۔ چنانچہ مرید نے بدکار عورت کو شیخ کی خلوت گاہ میں شیخ سے ہم بستر ہوتے پایا مگر اللہ نے اس کے دل کو شیطان کے نرغے اور وسوسے سے بچائے رکھا۔ اس کے بعد عورت نکل کر چلی گئی ــــ نماز کے وقت شیخ نے تیمّم کیا تو مرید کو یقین تھا کہ تیمّم کے لئے کوئی شرعی عذر نہ تھا مگر پھر بھی اللہ نے مرید کے دل کو مضبوط رکھا ــــ اسی طرح ایک بار مرید نے دیکھا کہ شیخ شراب پی رہا ہے اور مرید وسوسے اور نکتہ چینی سے محفوظ رہا ــــ فتح کے بعد یہ عقدے کھلے کہ وہ ہمبستری اپنی بیوی ہی سے تھی، تیمم کسی جسمانی بیماری کی وجہ سے کیا تھا اور وہ شراب نہ تھی بلکہ ہاضمہ کی خرابی کی دوا پی تھی۔

۷۔ مرید کا عزم و جزم

فرمایا۔ ایک مرید کا پیر بھائی مر گیا تو اس نے مرحوم کے بچوں کی کفالت سنبھال لی۔ مرید کی اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترکہ زمین تھی جس پر حکومت نے ظلماً اور جبراً قبضہ کر لیا اور اس کی قیمت

marfat.com

ادا کی۔ مرید نے جب بتایا کہ وہ یہ رقم اپنی اور پیر بھائی کی اولاد کے درمیان تقسیم کرے گا تو بھائیوں نے اسے احمق، ناقص العقل اور برا بھلا کہتے ہوئے کوئی ذریعہ معاش بنانے کا مشورہ دیا۔ اس کا نفس بھی اسے بہکانے لگا لیکن اللہ نے اسے توفیق دے دی کہ حقِ اخوت ادا کرے اور پیر بھائی کے بچوں کو بھی اس رقم میں اسے شریک کر لیا ___ بعد میں اللہ نے فتح اور انعامات سے نوازا اور اس کی سچی نیت، پکے عزم اور نافذ جزم کی بدولت اسے عارفین میں سے بنایا۔

۸۔ مرید کی محبّت اور شریعت

مؤلف کہتا ہے۔ کہ ایک بزرگ اپنے مریدوں میں سے ایک ہی شرافت کے آثار پاتے تھے۔ ایک دن بزرگ نے مریدوں کا امتحان لینے کی خاطر مریدوں کے سامنے ایک عورت کو اپنے خلوت خانہ داخل کیا اور خود بھی اندر چلے گئے۔ بدکاری کے خیال سے سب مرید بھاگ گئے لیکن وہ سچا مرید پانی لا کر شیخ کے غسل کے لئے گرم کرنے لگا۔ اور شیخ کے استفسار پر یہی بتا دیا کہ غسل کا پانی ہے۔ شیخ نے کہا میری بدکاری کے باوجود تو میری تابعداری کر رہا ہے؟ عرض کیا۔ کیسے تابعداری نہ کروں۔ گناہ کا ارتکاب تو نبی سے نہیں ہوتا۔ اور آپ نبی تو نہیں ہیں۔ بشر ہیں اور طریقِ حق کو مجھ سے بہتر جانتے تھے اور جانتے ہیں۔ پھر میری نیت اور ارادت کیوں بدلے؟ ___ شیخ نے کہا۔ بیٹا! یہ دنیا تھی جو عورت کی شکل میں آئی تھی اور میں نے عمداً ایسا کیا تھا تاکہ یہ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں اور مرید کو اندر کمرے میں لے گئے۔ وہاں کوئی عورت نہ تھی اور مرید کی محبت میں مزید اضافہ ہوا۔

۹۔ جھوٹے مرید کی پیر سے ضد کا انجام عذاب

مؤلف نے تاج الدین[۱] ذاکر مصری کے شاگرد

[۱] تاج الدین ذاکر:۔ نورانی روشن چہرہ، اور رگ و پے سے ان کی ولایت جھلکتی تھی۔ ۲۵ برس پیٹھ نہ لگائی۔ ان کے شاگرد بھی صاحبِ کمال و جمال ہوئے۔ وفات کے وقت دس شاگردوں کے نام خلافت کے لئے دیئے۔ شعرانی نے صرف تین نام شہاب، ابراہیم اور عبد الباسط گنوائے ہیں۔ شاید محی الدین بھی خلیفہ ہوں۔ وفات بعد ۹۱۰ھ

marfat.com

محی الدین کی کتاب میں پڑھا کہ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اور سِرّ کے لئے درخواست کی۔ شیخ نے کہا تجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ طالب نے کہا۔ مجھ میں طاقت ہے اور اسرار کیا۔ تو شیخ نے کہا۔ ٹھہر جاؤ اگر اللہ نے چاہا تو عطا کروں گا۔ لیکن پھر ایسے امتحان میں ڈالا کہ طالب سر کے بل گرا۔ اللہ ہمیں بچائے۔

ہوا یوں کہ اس بزرگ کے پاس کسی دوسرے بڑے ولی کا جوان بیٹا رہتا تھا جسے بزرگ نے چھپا دیا۔ پھر ایک مینڈھے یا بکری کو اپنی خلوت گاہ میں ذبح کیا اور خون بھری چھری اور کپڑوں کے ساتھ باہر مرید کے پاس آئے اور پوچھنے پر بتایا کہ اس جوان نے مجھے غصہ دلایا جس پر میں نے اسے مار ڈالا۔ اس کی لاش کمرے میں پڑی ہے مگر سِرّ چاہتے ہو تو کسی کو بتانا نہیں۔ بیٹا! میری مدد کرو اور پردہ رکھنا تاکہ تم اپنا حصہ مجھ سے لے سکو۔ مرید نے پردہ رکھنے کی حامی بھر لی۔ لیکن شیخ سے الگ ہوتے ہی مقتول کے باپ کے پاس جاکر راز فاش کر دیا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ حضرت سے ایسا فعل نہیں سرزد ہو سکتا تمہیں غلطی لگی ہو گی۔ لیکن بات پھیل کر حکومت تک پہنچی اور وہ سب کو لیکر سب سے آگے آگے شیخ کے گھر آیا اور بڑھ چڑھ کر قتل کا مدعی اور عدل کا ٹھیکیدار بن کر شیخ پر جرح کرنے لگا اور شیخ کو فریبی اور برا بھلا کہنے لگا ـــــــ لے دے کے بعد جب اصلیت کھلی تو لوگوں نے شیخ سے معافی مانگی اور جھوٹے مرید کو برا بھلا کہا۔ اور شیخ نے کہا "سِرّ کے متحمل ہونے اور برداشت کرنے کا تیرا دعوٰے کیا ہوا۔ جا جو سِرّ تیرے جیسے لوگوں کے مناسب ہے وہ ہم نے تمہیں دیا۔ اس دن سے مرید کی جو عبرتناک حالت ہوئی اور جس عذاب میں وہ مبتلا ہوا۔ اللہ سب کو محفوظ رکھے۔ اور ہم اللہ سے حسنِ توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

۱۰۔ اللہ کے پجاری یا شرع وخیال کے؟

حاجیوں کے قافلہ کا ایک عرب سردار ہمیشہ صالحین اور اولیاء کی تلاش میں رہتا اور کوشش میں رہتا کہ کسی ولی کی بیعت کر کے مستفید ہو اسی طلب وجستجو میں اسے مصر میں ایک بزرگ ملا جس نے اسے ایک امانت دی کہ جو تم سے یہ مانگے بس اسی سے تمہارا مقصود پورا ہو گا ـــــــ وہ سب صالحین

marfat.com

باری باری ملتا رہا اور گھر پہنچا تو اس کے ایک پڑوسی تے مصر کے بزرگ کی امانت کا پوچھا۔ چنانچہ یہ پڑوسی کے پاؤں گرا۔ چوما اور کہا حضرت آپ نے اپنے کو چھپائے رکھا میں تو شرق و مغرب ڈھونڈتا پھرا لیکن مجھے کیا معلوم کہ میرے پڑوس ہی میں آپ جیسے بزرگ ہیں۔ مجھے سرِ الٰہی بخشیئے۔ پڑوسی نے کہا اُس کی تم میں طاقت نہیں۔ اس نے اصرار کیا تو پڑوسی نے کہا ایک شرط ہے کہ پہلے ڈاڑھی منڈوا ڈالو۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے اسی کی وجہ سے تو بلادِ مشرق میں لوگ مجھ سے ڈرتے اور میری عزت کرتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ پھر تو میں مجبور ہوں اور وہ طالب اپنی مجبوری میں گھرا رہا ـــــ شیخ کے مرنے پر وہ نادم ہوا کہ کتنی بڑی نعمت اس نے بے عقلی میں کھو دی۔

۱۱- مدعیٔ محبت حضورؐ کا بیداری میں دیدار کرنے والے اور شہر فاس میں بیٹھ کر مدینہ منورہ کی خوشبو سونگھنے والے ایک معتبر بزرگ نے بیان کیا کہ انہوں نے فاس کی جامع اندلس میں ایک ولی کے ساتھ رات گزاری اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد مسجد سے باہر آئے تو ایک شخص نے ولی کے ہاتھ چومے اور کہا کہ حضرت! مجھے آپ سے اللہ واسطے کی محبت ہے۔ ولی نے اسے بری طرح گھورا اور کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ دل کے رازوں کو جانتا ہے یعنی تو نے اس معاملہ کو اللہ کے علم اور حسنِ جزا پر کیوں نہ چھوڑا ـــــ ولی یہ کہہ کر چلا گیا اور اس شخص نے رونا شروع کر دیا ـــــ پہلے بزرگ نے بڑھ کر اسے تلقین کی کہ تم نے بڑی چیز کا دعویٰ کیا ہے۔ اب شیخ ضرور تمہارا امتحان کریں گے۔ لیکن مرد بننا ـــــ دراصل وہ شخص ولی کے باغ کے پاس رہتا تھا اور ایک انجیر کے درخت کا پھل ہر سال توڑ لیا کرتا۔ شیخ پڑوس کا لحاظ کر کے درگزر کر دیتے۔ اب جو اس نے محبت کا دعویٰ کیا تو شیخ نے صبر و تحمل ترک کر کے کہا کہ یہ درخت میرا ہے۔ اس میں تمہارا حق کوئی نہیں۔ لیکن مدعیٔ محبت نے انکار کیا اور کہا درخت میرا ہے۔ اس پر شیخ نے سنجیدگی سے جھگڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مدعی نے گالیاں تک دیں۔

marfat.com

۱۲۔ رسول ﷺ اللہ اپنی امت کے ساتھ انہی بزرگ نے بیان فرمایا۔ کہ حج کے دوران حضور ﷺ کے مقبرہ پر مجھ پر ایک حال آیا اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ آپ ﷺ کے شہر آکر میں واپس فاس چلا جاؤں گا؟ مقبرہ سے آواز آئی اگر میں قبر میں بند ہوں تب تو جو آئے وہ یہیں رہ جائے اور اگر میں اپنی امت کے ساتھ ہوں تو جہاں کہیں بھی میری امت ہو تو تمہیں وہیں واپس چلے جانا چاہیئے۔ پس میں وطن لوٹ آیا۔

۱۳۔ مجذوب کی محبت حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ ایک مجذوب قصداً غیر شرعی کام کیا کرتے تاکہ لوگ ان سے بھاگ جائیں ایک دن انہوں نے اپنے کپڑوں پر شراب ڈال دی لوگ بھاگ گئے لیکن ایک شخص ٹھہرا رہا جو بعد میں ان کے سرّ کا وارث بنا۔ مجذوب نے کہا میں نے عمداً ایسا کیا تاکہ چیونٹیاں بھاگ جائیں۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں، صرف تمہاری ضرورت ہے۔

۱۴۔ ولی پر ایمان فرمایا۔ ایک شخص ایک ولی کے پاس آکر انہیں گھورنے لگا۔ ولی نے کہا تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا بس یہی چاہتا تھا کہ آپ کو اچھی طرح دیکھ لوں تاکہ کل اللہ کے دربار میں آپ میری سفارش فرمائیں ـــــ حضرت نے فرمایا۔ بحمد اللہ ابھی اس امت میں ایسے لوگ باقی ہیں۔ اور اس شخص کو اس سے بڑا فائدہ ہوا۔

۱۵۔ طلب فرمایا۔ ایک طالب نے صبح کی نماز کے وقت آکر ایک بزرگ سے محبت کا اظہار کیا۔ بزرگ نے کہا۔ اگر کچھ چاہتے تو گھر واپس نہ جاؤ اور مشرقی ممالک کو چلے جاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا اور دنیا و آخرت کا نفع پایا۔

---

marfat.com

باب ۶

اولیاء کے متعلق غلط تصورات اور خیالات

اولیاء کے سوانح نگار حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اولیاء کی سوانح پر قلم اٹھانے والوں نے اگرچہ لوگوں کو تھوڑا بہت فائدہ پہنچایا ہے لیکن اکثر و بیشتر نے اولیاء کے کشف، کرامات اور تصرفات پر زور دے کر اور ان کو بشری کمزوریوں اور دنیاوی آلائشوں سے بلند و بالا دکھا کر لوگوں کو بہت زیادہ، نقصان پہنچایا ہے۔ چنانچہ عوام اولیاء سے متعلق بہت غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ چند ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ولی کا عجز و قدرت عام خیال یہ ہے کہ ولی عاجز نہیں بلکہ قادر ہے جو محض اللہ کی صفت ہے بلکہ انبیاء تک کو یہ صفت عطا نہیں کی گئی۔ جیسا کہ اللہ نے حضورؐ سے فرمایا:۔

(ا)، اے محمدؐ! تمہارے لیئے اس امر میں کچھ نہیں کہ اللہ ان پر پلٹ آئے یا عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں ——— (سورۂ آلِ عمران۔ آیت نمبر ۱۲۸)

(ب)، اے محمدؐ! تو جسے چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔ اور ہدایت پانے والوں کو وہ جانتا ہے (سورۂ قصص۔ آیت نمبر ۵۶)

(ج)، امت کے فرقے اور افتراق:۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ سے دو باتیں مانگیں تو عطا کر دی گئیں۔ دو اور مانگیں تو رد کر دی گئیں ——— جن کا ذکر سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۵ میں ہے کہ "اے نبی! کہدے کہ وہ قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے عذاب مبعوث کرے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے" ——— حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں عذابوں سے اللہ کی پناہ مانگی تو دیدی گئی ——— اور اسی

marfat.com

آیت کی اور دو باتوں یعنی "یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور تم کو ایک دوسرے سے لڑائی کا مزہ چکھائے" سے پناہ مانگی تو اللہ نے کہا یہ مقدر ہو چکا ہے اور یہ دونوں باتیں رد کر دی گئیں۔

نوح کا بیٹا:۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کی بیٹے سے متعلق دعا کو رد کر دیا گیا۔ جیساکہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۶ میں ہے "اے نوح! وہ (بیٹا) تمہارے اہل میں سے نہیں۔ اس کے عمل غیر صالح ہیں۔ پس جس بات کا تمہیں علم نہیں وہ نہ مانگ۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ بن۔"

نوح اور لوط کی بیویاں:۔ ایسا ہی حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کے معاملہ کا ذکر سورۂ تحریم کی آیات نمبر ۱۰ تا ۱۲ میں ہے جب فرمایا "اور اللہ نے کافروں کے لئے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی کہ دونوں ہمارے دو صالح بندوں کی بیویاں تھیں مگر انہوں نے ان سے خیانت کی اور وہ دونوں نبی اپنی بیویوں کو اللہ سے ذرہ بھر بھی نہ بچا سکے۔"

مندرجہ بالا کے باوجود لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی ولی کی دعا قبول نہیں ہوتی یا اپنی اولاد اور بیوی کو غیر متقی یا غلط راہ پر پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ولی ہی نہیں۔ ولی ہوتا تو اس کی دعا قبول ہوتی یا اپنے گھر والوں کی اصلاح تو کر نہیں سکتا دوسروں کی کیا کرے گا۔ اگرچہ اللہ اپنے حبیبؐ کو فرماتے ہیں "اور اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہو تو تم میں سے کسی ایک کا بھی تزکیہ یا صفائی نہ ہو سکتی لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ذکی اور صاف بنا دیتا ہے" (سورۂ نور۔ آیت ۲۱) مختصر یہ کہ انبیاء کی طرح ولی کی دعا بھی کبھی مستجاب ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ کوئی ارادہ پورا ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔ بلکہ ولی اپنے آپ کو نہایت ہی عاجز اور بے لبس جانتا ہے۔

۲۔ ولی کی معصومیت دوسرا غلط خیال یہ ہے کہ ولی معصوم ہوتا ہے جو انبیاء کا پیدائشی وصف ہے۔ جبکہ ولی کی ذات عام لوگوں کی طرح ہوتی ہے اور ولایت کبھی نبوت کے برابر نہیں ہو سکتی نبی پیدائشی عارف اور متقی بھی ہوتا ہے۔ وہ کسی استاد یا شریعت کا محتاج

marfat.com

نہیں ہوتا۔ جبکہ ولی کی خیر و برکت حضورؐ کی ذات اور آپؐ پر ایمان کی بدولت ہے۔

نبی اور ولی کا فرق :۔ تمام لوگوں کی طرح ولی بھی کبھی بظاہر اطاعت میں ہوتا ہے کبھی مخالفت میں۔ عوام سے اس کا امتیاز صرف معرفت اور فتح ہے۔ چنانچہ اس کی مخالفت محض ظاہری ہوتی ہے۔ مشاہدہ و معرفت اسے ایک حد تک گناہ و معصیت سے روکتے ہیں اور ولی معصومیت تک نہیں پہنچ سکتا ورنہ نبوت اور ولایت یکساں ہو جائیں۔ معصیت سے رکنا انبیاء کا ذاتی وصف ہے مگر اولیاء میں عارضی اور خارجی وصف ہے چنانچہ اولیاء سے اس وصف کا زائل ہو جانا ممکن ہے اور جب عارفِ کامل سے مخالفت سرزد ہوگی تو ظاہری صورت میں ہوگی باطن اور حقیقت میں نہیں۔ ولی کی ظاہری مخالفت میں بھی کوئی راز اور وجہ ہوتی ہے۔ اللہ ہمیں اولیاء پر ایمان رکھنے کی توفیق دے جس طرح انبیاء پر ایمان رکھنے کی دی ہے۔

جسے حضورؐ کے مشاغل، حالات اور جنگوں کا علم ہو کہ کبھی حضورؐ کو فتح ہوتی اور کبھی ناکامی اور کس طرح حضورؐ کے ارسال کردہ لشکریوں اور حفاظ کو بدعہدی کرکے قتل کر دیا گیا جیسا کہ غزواتِ ذات الرجیع اور بئر معونہ اور واقعہ حدیبیہ وغیرہ میں ہوا تو اس کے لئے اولیاء اللہ اور ان کی حدود کو سمجھنا آسان ہو جائے گا اور فانی یا بشری اوصاف صادر ہونے پر تعجب نہ ہوگا۔ چنانچہ راہِ حق کے طالب کو حضورؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ شاید اس طرح اولیاء سے متعلق غلط نظریات اور عقائد سے بندہ بچ جائے۔

ولایت کے منکر :۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص دور دراز سے کسی ولی کی شہرت سن کر اور دل و دماغ میں ایک تصویر بنا کر ولی کے پاس پہنچتا ہے مگر جب ولی کو اپنی ذہنی تصویر کے مطابق نہیں پاتا تو بے نیل و مرام شکوک و شبہات لے کر لوٹ جاتا ہے۔ اور پھر الجزائر کے ایک طالب اور فاس کے ایک ولی کا ایسا ہی واقعہ بیان کیا کہ طالب کی ذہنی تصور کے مطابق نہ تو ولی میں رعب تھا، نہ ہئیت اور نہ کوئی اور بزرگی کی علامت۔

marfat.com

مؤلف کہتا ہے کہ علمائے ظاہر کی کتابیں پڑھ پڑھ اور سن سن کر لوگوں نے اولیاء اور ان کی کرامات کے عجیب عجیب مفروضے بنا رکھے ہیں۔ اپنے زمانے کے اولیاء کو ان تصورات کے مطابق نہیں پاتے تو شکوک میں پڑ کر گڑھوں میں گرتے پڑتے ہیں۔ اور بعض جاہل تو اس زمانہ میں اولیاء کے وجود تک سے انکاری ہو جاتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے دل میں ولی کے لئے چند شرائط و ضوابط کی ایک فہرست بنائے پھرتے ہیں اور ان کی مجوزہ کسوٹی پر جو پورا نہ اترے وہ ولی نہیں ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ولایت کسبی نہیں وہبی ہے۔ اور ولیؒ اللہ کا منتخب شدہ ہوتا ہے اور اس کے لئے کوئی انسان ضابطے مقرر نہیں کر سکتا۔

مصنفین کے خود ساختہ قواعد و ضوابط

مؤلف کہتا ہے کہ ایک فقیہ میرے پاس ایک کتاب لے کر آیا۔ جس میں ولایت کی شرائط و ضوابط اور ولی کی مطلوبہ صفات درج تھیں اور تقاضا کیا کہ میں سنوں۔ میں جان گیا کہ فقیہہ کا مقصد ان کی ولایت سے انکار کرنا تھا۔ جن کو لوگ ولی کہتے ہیں۔ اور مجھے اپنے ڈھب پر لے آئے کہ آج کل کوئی ولی نہیں رہا۔

میں نے کہا کتاب سنانے سے پہلے مجھے بتاؤ کہ کیا مؤلف کتاب نے اللہ کے تمام خزانوں، عنایات اور ملک کا احاطہ کر لیا ہے اگر ایسا ہے تو پھر میں سنوں گا ——— فقیہہ نے کہا۔ معاذ اللہ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں !——— میں نے کہا تو پھر مؤلف کا علم اتنا ہی ہوا جیسا کہ حضرت خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ میرا اور تمہارا علم سمندر سے لئے ہوئے چڑیا کے ایک گھونٹ کے برابر ہے۔ اس لئے خاموش رہنا بہتر ہے۔ کیونکہ کوئی چیونٹی ایک گندم کا دانہ گھر اٹھا لے جائے اور شور مچانا شروع کر دے کہ میری حالت سے کسی کی بہتر نہیں ہے اور پناہ ہے تو میرے پاس ہے تو چیونٹی ناحق اپنا دماغ تھکائے گی اور حلق پھاڑے گی ——— پس کسی چیونٹی یا انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مولائے کریم پر حکم لگائے کہ وہ فلاں پر رحم نہیں کرے گا اور فلاں کو فتح، نصیب نہیں کرے گا یا فلاں ولایت کے ضوابط پر پورا نہیں اترتا یا ولی نہیں۔

marfat.com

بھلا اپنے بنائے ہوئے قواعد وضوابط سے اس اللہ کو کیسے پابند کیا جا سکتا ہے جو فعّالٌ لما یرید (جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمرِہٖ (وہ اپنے امر پر غالب ہے)

فقیہہ نے کتاب بند کر دی اور کہا آپ نے درست فرمایا۔ مؤلفین کو نہ اللہ کے علم پر عبور ہے اور نہ اللہ ان کے بنائے ہوئے ضابطوں کا پابند ہے۔ اگر یہ لوگ خاموش رہتے تو بہتر تھا۔ ہدایت یافتہ وہی ہے جسے اللہ ہدایت دے اور ان قواعد وضوابط سے بہت پہلے لوگ ہدایت پا چکے ہیں۔

درویش سے ولایت پر مناظرہ

ایک درویش سے جو اپنے کو صالح اولیاء کا خادم کہا کرتا تھا میرا مناظرہ ہوا۔ ہم، دونوں ایک ولی کے پاس اکثر جایا کرتے۔ ان کی وفات پر میں ایک دوسرے ولی کے پاس آنے جانے لگا۔ مگر وہ پہلی خانقاہ پر ڈٹا رہا۔ ایک دن ملا تو کہا تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ پہلے تو ایک ثقہ ولی کے پاس جایا کرتا تھا اور اب کسی اور کے پاس۔ گویا کہ جواہر چھوڑ کر تو نے پتھر پسند کر لئے ―― میں نے کہا۔ اگر تو یہ بصیرت سے کہہ رہا ہے تو بیان کر تاکہ میں بھی دیکھوں اور اگر بصیرت کے بغیر کہہ رہے ہو تو دلیل دو۔ اس نے کہا۔ یہ بات تو سورج کی طرح روشن ہے۔

میں نے کہا کہ اگر کوئی تجھے کہے کہ تمہاری باتیں تجھے اللہ سے دور اور شیطان سے قریب کر رہی ہیں کیونکہ یہ اظہر من الشمس ہے تو تو کیا جواب دے گا؟ وہ خاموش ہو گیا اور اسے کوئی جواب بن نہ پڑا تو میں نے کہا۔ میں نے تمہاری بات اور دلیل پر غور کیا ہے تو مجھے یہی دکھائی دیا ہے کہ تمہارا خیال ہے کہ تو اللہ کا اس کی بادشاہت میں شریک ہے۔ اس لیئے تمہاری اجازت کے بغیر وہ نہ مجھے کچھ عطا کرے گا، نہ فتح نصیب کرے گا۔ جس کی ولایت کا تو انکاری ہے اسے تمہاری اجازت سے فتح نصیب نہیں ہوئی۔ اسی لئے تو اللہ کے صالح بندہ کا انکاری ہے ورنہ تو اللہ کے بندوں کی بزرگی کو تسلیم کر لیتا ―― اس پر اس نے کہا۔ میری توبہ حق ہے جو تو کہتا ہے واللہ

marfat.com

ہم فضول اور ہمارا بزرگوں کی ولایت سے انکار غلط تھا۔

ولی کسی فقیہہ کا پابند نہیں ہوتا

یاد رکھیں صاحب فتح ولی حق کو جانتا ہے اور اس کا کسی فقہی مذہب کا پابند[1] رہنا ضروری نہیں۔ اگر تمام مذاہب معطل ہو جائیں تو بھی وہ شریعت کو زندہ رکھنے کی قدرت رکھتا ہے ـــــ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ حضورؐ ہر وقت اس کی آنکھوں میں بسے ہوتے ہیں اور وہ ہر لحظہ حق کے مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ انہیں تمام احکام میں حضورؐ کی مراد کا علم ہوتا ہے اور اسی لئے وہ اوروں کے لئے حجت ہوتے ہیں اور دوسرے ان کے لئے حجت نہیں بن سکتے۔

منکرین ولی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ولی نے فلاں بات فلاں مذہب کے خلاف کی ہے۔ جب یہ سنو تو جان لو کہ یہ منکرِ ولی یا تو شریعت سے واقف نہیں کیونکہ اندھا بینا کی باتوں کا کیسے انکار کر سکتا ہے اور بہتر ہے کہ ایسا شخص اپنی جہالت کو دور کرنے کی طرف توجہ دے۔ اور یا وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب سے واقف ہوگا اور دیگر مذاہب سے ناواقف لہٰذا اس منکرِ ولی کے لئے بہتر ہے کہ اپنے باطل اعتقاد کو دور کرے اور چاروں مذاہب کا علم حاصل کرے۔

منکرِ ولی گویا کہ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور مندرجہ ذیل علماء کے مذاہب سے یا انکاری ہے یا جاہل ہے۔ اور اسے اپنے علاج کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔ اور اس کے لئے خاموشی بہتر ہے۔

---

[1] امام شعرانی نے انوارِ قدسیہ میں ایسا ہی لکھا ہے کہ اہلِ حق کے نزدیک تمام مجتہدین کے مذاہب ایک جیسے ہیں۔ وہ ان میں کوئی فرق نہیں پاتے کیونکہ ان کی نظر اس سرچشمہ پر ہوتی ہے جس سے سب نے فیض پایا ہے ان کے لئے ایک ہی چشمہ اور ایک ہی گھاٹ ہے اور وہ سب محفوظ ہیں۔ الحمدللہ ہم نے اس کا مزہ چکھا ہے۔ کسی اہلِ حق کو کسی ایک مذہب کا مقید نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ تمام مذاہب ان کے باطن میں پائے جاتے ہیں۔

marfat.com

۱:۔ عبدالرحمٰن بن عمر اوزاعی ۔ بڑے محدث ۔ پیدائش بعلبک ۸۸ھ = ۷۰۶ء ۔ وفات ۱۵۷ھ = ۷۷۴ء :

۲:۔ عطا بن ابی رباح :۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مکہ میں پیدا ہوئے ۔ حضرت عائشہؓ ابوہریرہؓ اور ابنِ عباسؓ وغیرہ سے احادیث سنیں ۔ حبشی غلام تھے ۔ مگر بڑے بڑوں کو علم سکھایا ۔ سو سال عمر ۔ وفات ۱۱۵ھ = ۷۳۳ء

۳:۔ عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج مکی ۔ کبار تابعین میں سے ۔ ابن عیینہ نے انہیں کہتے سنا کہ علم کی تدوین مجھ جیسی کسی نے نہیں کی ۔ ابن ابی ملیکہ اور عطا سے روایت کی ۔ وفات ۱۵۰ھ = ۷۶۷ء

۴:۔ عکرمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ سے فقہ کی تعلیم پائی ۔ امام شعبی نے فرمایا کہ عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم کوئی نہیں رہا ۔ ان پر اعتراض کیا گیا کہ وہ خارجیوں کے ہمراہ تھے ۔ اسی لئے امام مالک اور امام مسلم نے ان سے روایتِ حدیث نہیں کی ۔ وفات ۱۰۷ھ = ۷۲۵ء ۔

۵:۔ مجاہد بن جنین :۔ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں رہے اور ان سے قرآن پڑھا ان کا اپنا قول ہے کہ میں نے ابن عباس کو تین بار قرآن سنایا اور ہر آیت پر ٹھہر کر شانِ نزول پوچھتا ۔ قتادہ کا قول ہے کہ زندہ علماء میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہیں ۔ عمر ۸۳ برس ۔ وفات ۱۰۲ھ = ۷۲۰ء

۶:۔ ابوعروۃ معمر بن راشد ازدی :۔ عالم یمن ۔ انہوں نے زہری اور حمام سے روایت کی اور ثوری اور ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ۔ عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے ان سے دس ہزار احادیث سنی ہیں عمر ۵۸ برس ۔ وفات ۱۵۳ھ = ۷۷۰ء

۷:۔ عبدالرزاق بن ہمام :۔ ابوبکر کنیت ۔ کبیر تابعی ۔ ابن جریج اور معمر وغیرہ سے روایت کی ۔ عمر ۸۵ برس وفات ۲۱۱ھ = ۸۲۶ء

۸:۔ محمد بن خزیمہ نیشاپوری :۔ حافظ حدیث ۔ عابد زاہد ۔ پیدائش ۲۲۳ھ = ۸۳۷ء ۔ وفات ۳۱۱ھ = ۹۲۳ء

marfat.com

۹:- حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوری۔ کثیر التصانیف غیر مقلد مجتہد۔ انہیں شیخ الحرم کہا جاتا۔ وفات مکہ ۳۱۰ھ = ۹۲۲ء

۱۰:- طاؤس بن کیسان یمانی :- جنگ میں گرفتار شدہ لوگوں کے لڑکے تھے۔ حضرت زید بن ثابت، عائشہ اور ابوہریرہ وغیرہ سے احادیث سنیں۔ علم و عمل میں نمونہ۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو طاؤس کی مثل نہیں دیکھا۔ چالیس حج کئے۔ وفات ۱۰۵ھ = ۷۲۳ء

۱۱:- ابراہیم بن یزید نخعی :- مخلص عالم۔ شہرت سے بچتے۔ علقمہ، مسروق وغیرہ سے روایت کی۔ حضرت سعید بن جبیر کے پاس کوئی فتویٰ لینے آتا تو کہتے تم لوگ مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں نخعی موجود ہے۔ وفات ۹۵ھ = ۷۱۳ء

۱۲:- قتادہ بن دعامہ سروسی :- حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیب وغیرہ سے روایت کی۔ اندھے اور قوی الحافظہ تھے ابن سیرین کہتے ہیں زمانہ کے بہت بڑے حافظ تھے۔ عربی، لغت، ایام العرب اور انساب کے بڑے عالم تھے۔ وفات ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء

منکرِ ولی

گمراہ اور مغضوب لوگ تو اولیاء سے انکاری ہوتے ہی ہیں۔ لیکن اہلِ حق بھی صاحبِ فتح بزرگوں کے آڑے آتے رہتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا یا ایک مرید نے اپنے پیر سے ایک صاحبِ فتح ولی کے اقوال کا انکار کرنے کی اجازت مانگی اور کہا کہ میں شریعت کے ترازو سے پرکھ کر ہی انکار کروں گا۔ پیر نے کہا۔ مجھے خدشہ ہے کہ تمام اوزان تمہارے پاس نہ ہوں گے اور تم صحیح وزن نہ کر سکو گے اور مراد یہی تھی کہ باوجود جاہل ہونے کے منکر ہونے پر تلے ہوئے ہو۔

ولی کو عقل و علم سے نہیں پرکھا جا سکتا

میں اور ایک عاقل سمجھدار آدمی ایک صاحبِ فتح ولی کے پاس تھے کہ ایک سائل آیا جسے معلوم تھا کہ ولی ولایت کا بلند مرتبہ رکھنے کے باوجود اَن پڑھ ہے۔ سائل نے آکر سوال کیا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھنا کوئی بھول جائے اور پھر سجدۂ سہو کرنا بھی بھول جائے تو نماز باطل ہوگی یا نہیں۔ کیونکہ شیخ حطاب[1] اور دیگر

[1] شیخ عارف باللہ محمد حطاب رعینی مالکی نے شیخ خلیل بن اسحٰق جندی مالکی دمتوفی ۷۷۶ھ کی کتاب فقہ "مختصر" کی شرح لکھی ہے

marfat.com

مجتہدین کے نزدیک ایسی نماز باطل ہوگی جبکہ شارحین رسالہ[1] کے نزدیک باطل نہ ہوگی؟

ولی نے فوراً کہا۔ کہ سورۃ بھولنے پر سجدۂ سہو لازم نہیں آتا بلکہ سجدۂ سہو کرنے والے کی نماز باطل ہوگی۔

سائل کی تو تسلی ہوگئی لیکن اس عاقل کے دل میں شک پیدا ہوگیا اور وہاں سے اٹھ جانے کے بعد اس نے سائل سے کہا کہ یہ ولی تو جاہل ہے۔ اسے کسی بات کا پتہ نہیں۔ حالانکہ ابن رشد[2] نے سورۃ پڑھنے کو سنّتِ مؤکدہ میں شمار کیا ہے۔

سائل نے جواب دیا۔ صاحبِ فتح ولی کے لیئے کسی مذہب کی قید نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جہاں کہیں ہو حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

عاقل نے جو ایک طالب علم تھا کہا۔ ہم تو اپنے امام مالک کے قول کے سوا کسی کا قول تسلیم نہیں کرتے۔

سائل نے جواب دیا۔ ولی نے جو کہا ہے اسے امام مالک سے اشعب نے "التوضیح" میں یوں روایت کیا ہے کہ سورۃ کا پڑھنا مستحب ہے سنّت نہیں۔ اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اب ولی کے جواب میں کیا قابلِ گرفت ہے ــــ اس پر عقلمند آدمی جواب نہ دے سکا۔

انکارِ ولی پر استاد فقیہہ سے مناظرہ

مؤلف کہتا ہے کہ منکرینِ اولیاء کا یہی طریقہ اور عادت ہے۔ چنانچہ میرے ایک استاد اور بہت بڑے فقیہہ نے ایک دن مجھے نصیحت کی کہ دیکھو ایک شخص جسے تم ولی اور صاحبِ کشف مانتے ہو اس کے بارے میں تمام لوگوں کی رائے مختلف ہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تم اکیلے حق پر ہو اور اکثریت غلط ہو۔

میں نے عرض کیا۔ کیا آپ کی ان سے ملاقات ہوئی ہے اور آپ نے ان کی باتیں

---

[1] شارحین رسالہ:۔ شاید یہ ابو محمد عبداللہ متوفی ۳۸۹ھ کا فقہ مالکیہ کا مشہور رسالہ ہو۔

[2] ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد قرطبی اندلس اور مغرب میں فقہاء کے سردار تھے۔ صحتِ نظر، جودتِ تالیف اور دقتِ فقہ میں ان کا اعتراف کیا جاتا تھا۔ روایت سے زیادہ درایت غالب تھی۔ وفات ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ء

marfat.com

سنی ہیں؟

فرمایا۔ نہ کبھی ملا ہوں نہ دیکھا ہے۔

حیا اور الفت واحترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میں نے کہا۔ اس سے تو یہی معلوم ہوا کہ آپ ظن میں یقین کو تلاش کر رہے ہیں اور جہاں یقین ہے وہاں آپ نے شک، بہتان اور خرافات کو جگہ دے دی ہے ——— کہ ایک زندہ اور اسی شہر میں موجود آدمی کے متعلق سنی سنائی اور ظن وتخمین پر اعتبار کرتے ہوئے آپ بری رائے قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ تو معتبر اور ثقہ لوگوں کی بات بھی اس وقت تک نہ مانتے تھے جب تک خود تحقیق نہ کر لیں۔ پھر یہ محرومیوں کی راہ اس بارے میں آپ نے کیوں اختیار کی۔ اس پر فرمایا۔ تو نے مجھے خاموش کر دیا اور میں توبہ کرتا ہوں۔

اس کے بعد مذکورہ فقیہہ کے استاد سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ میرے اس شاگرد نے تمہارے دلائل کا ذکر کیا ہے اور پھر دونوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ تم نے ہماری کمر توڑ دی ہے۔

اولیائے کے مختلف رنگ

مؤلف کہتا ہے کہ یہ ان دو فقیہوں کا حال ہے جو اپنے زمانہ کے سردار فقیہہ اور یکتاء عالم شمار کئے جاتے ہیں۔ منکرینِ اولیاء میں سے اکثریت اسی طرح سنی سنائی باتوں پر اپنی رائے قائم کرتی ہے اور ان میں سے عقلمندوں کے انکار کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ فلاں بزرگ ولی تو ایسا نہ تھا۔ حالانکہ انہیں سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴ پر غور کرنا چاہیئے جیسا کہ فرمایا ——— "اور زمین میں کئی قطعے ملے ہوتے ہیں اور انگور کے باغ ہیں اور کھیت اور کھجور کے درخت ہیں جن کی جڑیں ملی ہوتی ہیں اور الگ الگ ہیں یہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں مگر کھانے (ذائقہ) میں ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں"

موسمِ بہار میں ایک باغ کی سیر کے دوران ایک بار حضرت دباغ رنگ برنگی پھولوں اور کلیوں کو دیکھتے رہے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اولیاء سب ہدایت اور حق پر ہوتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہوتی ہے لیکن جو شخص

marfat.com

ان کے مقامات اور احوال میں ان کے اختلاف کو نہ سمجھ سکے تو وہ ان کلیوں اور پھولوں کے مختلف رنگوں کو دیکھے کہ سب ہی دل پسند ہیں۔

اولیاء کا ناپ تول

چنانچہ جو کہتا ہے کہ فلاں بزرگ تو ایسا یا ویسا نہیں ہے تو اس نے اللہ کی رحمت کو محدود کر دیا ہے۔ اور اس پر وہ بدوی یاد آتا ہے جس نے مسجد میں پیشاب کرنے کے بعد کہا۔ "یا اللہ مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کرنا اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا" تو حضورؐ نے فرمایا "اے بدوی! تو نے ایک وسیع شے کو تنگ کر دیا۔"

اس موضوع کو طلباء اور فقہاء کی محبت اور خیر خواہی میں لمبا کر دیا گیا ہے کہ یہ لوگ ہر وادی، بستی، شہر اور زمانہ میں صالح اولیاء کے انکار میں مبتلا رہے ہیں اور شاید اس محرومی سے یہ بچ جائیں ——— جیسا کہ حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ "ولی کے ظاہر کو دیکھ کر وزن اور ناپ تول نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ولی کے باطن میں عجائب و غرائب پائے جاتے ہیں۔ جن کا ظہور آخرت ہی میں ہوگا۔ ورنہ ولی کا ناپ تول کرنے والے دنیا و آخرت کا خسارہ پائیں گے۔" اللہ پناہ دے۔

ولی مثل آئینہ

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ ولی کامل ملنے جلنے والوں کی نیتوں کے مطابق رنگ بدلتا رہتا ہے۔ جس طالب کی نیت صاف ہوگی اس کے سامنے ولی سے کرامات اور خارقِ عادت باتیں ظہور میں آئیں گی جن سے طالب کو خوشی ہوگی اور جس کی نیت بد ہوگی اس کے ساتھ معاملہ برعکس ہوگا۔ دراصل ہر شخص کو وہی نظر آتا ہے جو اس کے باطن میں ہو۔ ولی کی مثال تو آئینہ کی ہے جس میں اچھی بری صورتیں جیسی ہوتی ہیں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ جس کو ولی کا کمال اور اللہ کی طرف رہنمائی دکھائی دے اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور جسے کچھ اور دکھائی دے اسے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔

جب اللہ کسی کی بدبختی کا ارادہ کرتے ہیں کہ وہ ولی سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اس کی برائی اور مخالفت برائے ولی کو مزید پختہ کر دیتا ہے اور آدمی سمجھنے لگتا ہے کہ ولی بھی اسی کی طرح عام آدمی ہے۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہ بدبختی بڑھتی ہے تو آدمی کو ولی شراب پیتے یا اور کوئی برا کام کرتے نظر آتا ہے

marfat.com

جو دراصل اس شخص کی اپنی روح ہے جو ولی کے شفاف آئینے سے منعکس ہوتی ہے۔

ولی کی بظاہر معصیت

ولی سے بظاہر مخالفت یا معصیت کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً فرمایا ایک صدیق ولی کا ایک سچا مرید تھا جسے اپنے پیر سے بہت محبت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اسے پیر کے اسرار پر مطلع فرمایا تو اسکی محبت مزید بڑھ گئی اور قریب تھا کہ وہ غلو کر کے اپنے پیر کو مقامِ نبوت پر بٹھا دے ــــــ چنانچہ اللہ نے مرید پر لطف و کرم کی غرض سے پیر کو ایسی حالت میں دکھایا گویا پیر زنا کا ارتکاب کر رہا ہو ــــــ یوں مرید غلو سے باز آ کر پیر کو صحیح مرتبہ پر لے آیا اور اسی وقت اللہ نے اسے فتح نصیب کی۔ اگر مرید پہلے عقیدہ پر قائم رہتا تو کافر ہوتا۔

حضورؐ اور کھجور کے پیوند وغیرہ

اسی طرح حضورؐ کے ساتھ بھی ایسے واقعات رونما ہوئے تاکہ صحابہ اور امتی حضورؐ کو الوہیت کے ساتھ گڈمڈ نہ کریں۔ مثلاً صحابہ جب کھجور کے درخت کو پیوند لگا رہے تھے اور حضورؐ نے گزرتے ہوئے فرمایا کہ پیوند نہ بھی لگاؤ تو اچھا پھل آئے گا اور پھر پیوند نہ لگانے پر اچھا پھل نہ آیا ــــــ یا حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہوئے اور پھر کوئی سر منڈا رہا ہے اور کوئی بال کتروا رہا ہے۔ اس کے بعد آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے مدینہ سے نکلے۔ لیکن حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ نے رد کر دیا۔ اور اس بار وہ مسجدِ حرام میں داخل نہ ہو پائے۔ بلکہ اگلے سال فتح مکہ کے موقعہ پر داخل ہوئے۔

اسی طرح قرآن میں فرمایا "آپؐ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے (سورہ قصص آیت نمبر ۵۶) اور سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۲۸ میں فرمایا۔ کہ آپؐ کے لئے یہ امر نہیں ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے یا عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں" وغیرہ وغیرہ

ایسی تمام آیات کا مقصد لوگوں کو توحید پر جمع کرنا تھا۔

اللہ اور ولی کا رویہ بندے کے گمان کے مطابق

فرمایا۔ ولی لوگوں کے ظاہر سے زیادہ باطن

کو وزن دیتا ہے۔ اس کے پاس آنیوالوں کو مندرجہ ذیل چار قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ (۱) جن کا ظاہر و باطن ولی کے اعتقاد میں ایک جیسا ہوتا ہے۔ یہ خوش بخت لوگ ہیں۔ (۲) جن کا ظاہر و باطن ولی پر تنقید میں ایک جیسا ہوتا ہے۔ (۳) جو ظاہر میں تو معتقد ہوتے ہیں مگر باطن میں معترض (۴) یہ لوگ ولی کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں جس طرح حضورؐ کے لیے منافق تھے۔ جب ولی انکے ظاہر کو دیکھ کر انہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو ان کا باطن اسے روک دیتا ہے اور ان کے باطن کو دیکھ کر ولی ان سے دور رہنا چاہیے تو ان کا ظاہر ان کی طرف راغب کرتا ہے۔ ان لوگوں کا مرض حسد ہوتا ہے۔

عام لوگ تو فقط ظاہر پر جاتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ بظاہر مندرجہ بالا تیسری یا چوتھی قسم کا ایک آدمی بظاہر بڑا معتقد، باادب اور مطیع ہے اور برسوں سے خدمت میں لگا ہوا ہے لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو سوچتے ہیں کہ کمی ولی میں ہے۔ جس سے ولی پر نکتہ چینی اور وسوسوں کی راہ کھل جاتی ہے۔ جبکہ ولی ظاہر کی طرح باطن کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور باطن پر اعتبار کرتا ہے ـــــ ہم اللہ سے سلامتی، عافیت اور فضل و کرم کا سوال کرتے ہیں۔

بداعتقاد کو ولی سے کوئی فائدہ نہیں

ایک دن میں نے عرض کیا کہ آپ کے معارف کا اظہار یا گفتگو میں آپ کے قصد و ارادہ کا کس حد تک دخل ہے؟

فرمایا۔ کامل ولی ہر لحظہ مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتا ہے گو کہ بظاہر وہ مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آنیوالے لوگوں کی قسمت کے مطابق ولی کا ظاہر ان کی طرف لگا دیتا ہے۔ جس کی قسمت میں رحمت ہو اللہ ولی کے ظاہر کو اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور ولی کی زبان سے علوم و عرفان کی باتیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جس کی قسمت میں اس ولی کے ہاتھوں کچھ نہ ہو تو اللہ ولی کو روک لیتا ہے اور بندہ حجاب میں رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ولی آنیوالوں کے لئے بنی اسرائیل کے اس پتھر کی طرح ہے جس سے اولیاء کے سامنے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور دشمنوں کے سامنے

marfat.com

اس سے ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے بارہا دیکھا کہ غیر معتقد شخص کے سامنے آپ کے منہ سے کوئی مفید بات نہ نکلتی تھی ہمیں حکم تھا کہ ایسے آدمی کے سامنے مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ ایسا شخص چلا جاتا تو علوم لدنّی اور معارفِ ربانی کے دریا آپ سے بہنے شروع ہو جاتے ——— اس حکم سے پہلے ہم حضرت دباغؒ سے بڑھ چڑھ کر سوال کیا کرتے تاکہ آنے والا شخص تائب ہو کر فائدہ اٹھائے۔ مگر سوال کرنے پر ہم محسوس کرتے کہ آپ کوئی اور شخص ہیں۔ گویا نہ ہم آپ کو جانتے ہیں اور نہ آپ ہمیں۔ اور آپ کے علوم ظاہر نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ اس کا سبب پوچھنے پر آپ نے یہ راز بتایا۔ کہ بداعتقاد کے لئے اللہ انہیں چپ لگا دیتا ہے۔

ولی پر اعتراض

فرمایا۔ ولئ کبیر بظاہر لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے مگر دراصل وہ عاصی نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ حرام چیز کھاتے دکھائی دے گا لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ جہاں چاہے اسے پھینک دیتا ہے اس ظاہری معصیت کا سبب حاضرین کی بدبختی ہے۔ اللہ پناہ دے ——— اور جب ولئ کبیر کی کرامت کا ظہور لوگوں کے سامنے ہو تو یہ حاضرین کی خوش بختی ہے۔

کبھی ولی پر شہود کا غلبہ ہو تو اس کی موت کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اسے حس و شعور کی طرف لوٹا دے چاہے وہ کام معیوب اور گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اکثر کوئی ایسا فعل ہوتا ہے جس کی ولی کو فتح سے پہلے عادت رہ چکی ہو ——— بہر حال ولی سے یہ اظہارِ گناہ شرعاً بھی قابلِ گرفت نہیں جیساکہ ایک تو حدیث ہے کہ ناگزیر حالات میں دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو اختیار کرو اور دوسرے قرآن کے مطابق جان بچانے یا اضطراری حالت میں آپ مردار بھی کھا سکتے ہیں ——— مگر عام دیکھنے والے لوگ ظاہر کو دیکھ کر ولی پر اعتراض کر کے ولی سے مستفید نہیں ہو پاتے اور اس کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔

غیر ولی کی شرمگاہ کھل جانے پر فرشتے بھاگ جاتے ہیں کیونکہ ملائکہ پر حیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ جبکہ یہ حکم ولی کے لئے ساقط ہو جاتا ہے اور ولی کی شرمگاہ کھل جائے تو فرشتے نہیں بھاگتے کیونکہ اس کا مقصد جائز اور صحیح ہوتا ہے۔ اسی

marfat.com

طرح اسے کشفِ عورت پر بھی سترِ عورت کا ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ کسی قوی مصلحت کی بنا پر یہ ستر کھولتا ہے۔

اولیاء اللہ کے مشاہدے یا استغراق کی مثال اس پرندے کی سی ہے جو تپلی ڈور سے بندھا اڑ رہا ہو اور اڑان کی محویت میں وہ بہت اونچا چلا جائے تو ڈر ہوتا ہے کہ ڈور ٹوٹ نہ جائے۔ چنانچہ پرندے یا روح کو زمین یا ذات کی طرف لانے کی مصلحت کے تحت پھر ولی اپنی سابقہ قبل از فتح کی کسی عادت یا رجحانِ طبع کا سہارا لے کر اپنے آپ کو ہوش و حواس کی دنیا یا ذاتِ ترابی سے وابستہ رکھتا ہے کوئی کشفِ عورت کا ارتکاب کرے گا تو کوئی ہنسی مذاق اور بیہودہ گوئی پر اتر آئے گا اور کوئی کچھ اور کرے گا جس سے عقل واپس آجائے اور ذات بچ جائے ــــ پس تم ایسی کوئی بات ولی سے سرزد ہوتے دیکھو تو اعتراض میں جلدی نہ کرنا کہ وہ یہ سب کچھ اعلیٰ مقصد اور غرض اور مصلحت کے تحت کرتے ہیں کیونکہ جب تک ولی کی ذات باقی ہے لوگ ان سے فیض حاصل کرتے رہتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے۔ چنانچہ لبا اوقات ایسی حالت میں حضرتِ دباغؒ فرماتے کہ خوب شور مچاؤ۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہاں ذات عالمِ حس سے غائب بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک صاحبِ اولاد اندھا بوڑھا اپنا سارا سرمایہ کسی تاجر کے حوالہ کر دے تو اس کی عقل ہر وقت تاجر کے ساتھ لگی رہے گی اور ذات سے اس کا تعلق کٹ جائے گا کیونکہ فکر میں اس کی غذا کی رگوں کا منہ بند ہو جائے گا اور وہ سیل جائیں گی ــــ مؤلف کہتا ہے کہ میں نے ایک عالم اور حافظِ قرآن دیکھا جو تدبیر، کیمیا اور خزانوں کی تلاش میں عقل گنوا بیٹھا۔ اسی غم اور فکر میں اس کا ملنا جلنا اور کھانا کم ہو گیا۔ رنگ زرد اور صحت خراب ہو گئی اور مر گیا ــــ یہ حال دنیا کے پجاریوں کا ہو تو اولیاء اللہ جن کی اڑان آسمانوں میں ہوتی ہے۔ ان کے خطرات سے بچنے اور نگہداشت کے لئے کیا کیا جتن ضروری نہ ہوں گے۔

ولی کی بیعت کا مقصد حضرتِ دباغؒ نے فرمایا۔ ولی کی بیعت کا مقصد ہر شے سے رغبت ہٹا کر اللہ کی طرف رہنمائی حاصل

marfat.com

کرنا ہے۔ جب طالب حق کا متلاشی ہو تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر دنیاوی اغراض وحاجات ہی چاہے اور معرفت الہٰی اور راہ حق کے متعلق کوئی سوال نہ کرے تو ولی اس سے ناراض ہو جاتا ہے ـــــ ایسی صورت میں اگر طالب کسی مصیبت کے نازل ہونے سے بچ جائے تو غنیمت جانے۔ بیعت کے بعد مختلف صورتیں پیش آسکتی ہیں مثلاً۔ (۱) ولی سے محبت اللہ کے لیئے نہیں ہوتی بلکہ کسی غرض کے لئے ہوتی ہے۔ ایسا شخص نورِ حق سے محروم اور خسارہ میں رہتا ہے۔ (۲) ولی طالب کو اللہ سے بے تعلق اور ہر دوسری شے سے باتعلق پاتا ہے تو وہ اسے دنیا کی رغبت کے انگار سے دور کر کے اللہ کی معرفت اور تعلق کی مٹھاس کا خوگر بنانا چاہتا ہے ـــــ (۳) ولی اس کی بعض حاجات طالب کی موافقت میں پوری کرتا ہے اور کشف وغیرہ بھی طالب کو ہونے لگتے ہیں تو طالب اسی کو معرفت سمجھنے لگتا ہے ـــــ حالانکہ یہ گمراہی اور ولی کی ناراضگی کا سبب ہوتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ ولی ناراض ہو کر ایسے شخص کو بھگانے کی کوئی راہ نکالنا ہے چاہے اسے اپنی ذات میں کوئی معصیت ہی کیوں نہ دکھانی پڑے۔

روح وذات کا سماع

فرمایا۔ عارفوں کا سماع بطور کشتی انہیں مشاہدہ کے سمندروں کو عبور کرتے میں مدد دیتا ہے۔ یہ مشاہدہ اس ذاتِ حی وقیوم کا ہوتا ہے جس کی نہ کوئی مثال ہے نہ نظر۔ اس لئے ولی کے مٹی کے لبس وجود کو الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے ـــــ جب ان کا مشاہدہ وسیع ہو جاتا ہے اور وہ کبار اولیاء میں ہو جاتے ہیں تو ان کا عشق مجاز کے قریب آجاتا ہے۔ اور وہ مخلوق میں حق تعالےٰ کے فعل کا مشاہدہ کر کے روح کو پر سرور بناتے ہیں ـــــ مثلاً ایک ولی نے بلی کو اپنی گردن کھجاتے دیکھا تو ولی کے آنسو بہنے لگے اور اس نے بلی کو سجدہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ روحِ ولی نے بلی کی حرکت میں اللہ کے فعل کا مشاہدہ کیا۔ اور اس نے اللہ کے سامنے عجز وگریہ کا اظہار کیا اور روح کے ساتھ ساتھ ولی کی ذات نے بھی موافقت کی اور رونا اور سجدہ کرنا شروع کر دیا ـــــ لوگوں کو تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ وہ بلی کو سجدہ کر رہا ہے حالانکہ وہ سوائے حق کے کسی اور کو دیکھتا

marfat.com

ہی نہیں اور اس کا رونا، گریہ وزاری اور عجز وانکساری سب حق کے لئے ہوتی ہے۔

---

marfat.com

باب ۷

قصیدۂ رائیہ کی تشریح ـــــ پیری مریدی

حضرت دباغؒ کی بیان کردہ تشریح سے پہلے قصیدۂ رائیہ کے مصنف یا ناظم کے حالات بیان کر دینا بہتر ہو گا ـــــ امام ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن خلف القرشی البکری صدیقی شریسلا میں ۵۸۱ھ = ۱۱۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ مراکش میں نشو و نما پائی اور علم حاصل کیا۔ مصر میں رہائش اختیار کی اور وہیں ۵۸ برس کی عمر اور ۶۴۱ھ = ۱۲۴۳ء میں وفات پائی۔ وہاں لوگ انہیں تاج الدین کہتے تھے۔ ادب، بیان اور فقہ کے عالم ہونے کے علاوہ شاعر، طبیب اور صوفی بزرگ تھے۔ علم تصوف پر ان کی نظمیں اور تصنیفات مشہور ہیں۔

مراکش سے طلبِ علم میں نکل کر اپنے زمانہ کے اماموں، عابدوں، زاہدوں اور اہلِ تحقیق سے اندلس اور بلادِ مشرق میں علم سیکھا اور حج کیا۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی صحابیٔ رسولؐ (وفات ۷۵ھ = ۶۹۴ء) کی اولاد میں شیخ نحوی ابوذر خشنی کے علاوہ بغداد میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے صاحبزادے امام ابو محمد عبد الرزاقؒ اور دوسرے کئی بزرگوں اور علمائے کرام سے علم اخذ کیا ـــــ علمِ تصوف شیخ شہابؒ[۱] الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف سے حاصل کیا۔ اور ان کے قصیدہ لبعنوان انوار السرائر و سرائر الانوار کی اصل بھی شیخ سہروردی کی یہی کتاب ہے۔

۱؎ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردیہ سلسلہ کے سرچشمہ اور ابو النجیب عبد القادر سہروردی متوفی ۵۶۳ھ ۱۱۶۷ء کے مرید اور خلیفہ تھے۔ عوارف المعارف ان کی تصانیف میں سے ایک مشہور کتاب ہے۔ اسی نام کے ایک اور صوفی اور مصنف بھی گزرے ہیں۔ جنہیں ۵۸۶ھ = ۱۱۹۰ء میں قتل کر دیا گیا تھا اور۔ باقی صفحہ

marfat.com

یہ عربی قصیدہ[1] تمام عالم میں مشہور ہے اور اہلِ طریقت کے نزدیک حجت ہے مشائخ اسے پڑھتے اور اس پر عمل کی ترغیب دیتے رہے ہیں۔ تربیت دینے والے شیخ کے بیان میں اکتالیس اشعار کے معنی اور تشریح یوں ہے کہ پہلے بیس اشعار کی تشریح حضرت دباغؒ کی ہے۔ اور بقیہ کی شرح مؤلف کی ہے۔

۱۔ شیخ یا مرشد کی چند علامات ہیں۔ اگر وہ نہ پائی جائیں تو وہ خواہشاتِ نفسانی میں بہک رہا ہے۔

فرمایا علامات یہ ہیں کہ لوگوں کی طرف سے صاف دل ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ امت محمدیؐ میں کوئی بھی اس کا دشمن نہیں ہے۔ سخی ہو۔ کوئی مانگے تو بخل نہ کرے۔ برائی کرنے والے سے محبت کرے۔ مریدوں کی غلطیوں سے تغافل کرے یہ علامات ہوں تو شیخ بن کر بیعت کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر ظاہری اور باطنی علم نہ ہو تو اسے سمندر کی موجوں میں پھینک دو۔ فرمایا۔ علم ظاہر سے مراد علم فقہ و توحید ہے۔ کم از کم اس قدر علم ہو کہ بندہ مکلف قرار دیا جا سکے۔ اور علم باطن سے مراد معرفتِ حق ہے۔

۳۔۴ :۔ اگر شیخ کے پاس یہ دونوں علوم بطریقِ کمال جامع نہ ہوں تو یوں جانو گویا طبیب کو مرض کا علم نہ ہو تو مریض ہلاکت کے قریب ہوتا ہے۔

فرمایا۔ علومِ ظاہر و باطن سے عاری پیر کی صحبت میں رہتے ہوئے بھی ہلاکت کا خدشہ ہے کیونکہ قطب منصور فرماتے پیر کی صحبت میں تجھے اپنی مرضی کو اس کی مرضی میں فنا کرنا ہے اور تمہاری یہی خواہش ہو کہ اُن کی زندگی ہی میں مر جاؤ۔ کسی اور کے ساتھ تندرست رہنا تو عجیب بات ہے اور کسی اور سے وصل سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔

بقیہ حاشیہ :۔ المقتول کہلاتے ہیں۔ لیکن شیخ سہروردی کی وفات ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء میں ہوئی۔

[1] مترجم نے قصیدہ میں ادبی لحاظ سے کئی جگہ سقم کی نشاندہی کی ہے اور مختلف اشعار کو خارج از وزن بتایا ہے۔

marfat.com

ذات، عقل، روح فرمایا۔ اولیاء کی یہ کیفیت ہر وقت ہوتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ذات جب عقل سے غائب ہو تو وہ اپنی روح کی موافقت کرتی ہے اور جب عقل سے غائب نہیں ہوتی تو عقل اسے روکتی ہے تاکہ ظاہر محفوظ رہے ـــــ چنانچہ ولی کبھی درخت کی ٹہنی کو جھومتے دیکھ کر خود بھی جھومنے لگ جاتا ہے۔ کہ اسے اللہ کے فعل کے مشاہدہ سے سرور حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔

فتح سے پہلے اور بعد فرمایا۔ فتح نصیب ہوتے وقت بندہ جس حالت میں ہوتا ہے اسی پر قائم رہتا ہے خواہ وہ اچھی حالت میں ہو یا بری۔ اس لئے کہ صاحبِ فتح کے نزدیک بناوٹ اور تصنع بد ترین گناہ ہے۔ چنانچہ قصاب وغیرہ فتح کے بعد بھی اپنا پیشہ جاری رکھیگا۔ ایک شخص فتح سے پہلے ڈھول بجایا کرتا تھا اور فتح کے بعد بھی ڈھول بجایا کرتا۔ شام کے علاقہ رملہ میں ایک کو فتح نصیب ہوئی تو اس وقت لوگ اس کی ہنسی اڑا رہے تھے جس طرح فاس میں معیزو نامی شخص کی اڑاتے ہیں اور فتح کے بعد بھی لوگ اس کی ہنسی اڑاتے رہتے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغؒ نے اس باب میں ایسے اسرار سنائے جن کا درج کرنا مناسب نہیں۔

۵ تا ۷ :۔ اور جسے اس کے وجود نے منصبِ پیری پر کھڑا کر دیا ہو اور تائیدِ ایزدی کے جھنڈوں نے اسے ظاہر کر دیا ہو پس مرید بننے لوگ ایسے صدقِ دل سے آنے لگیں کہ سخت ترین پتھر بھی پھٹ جائے تو ایسے پیر کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہوائے نفس کی طرف مائل نہ ہو اور دنیا کی بجائے آخرت کے بغیر مرید کو لوگ مسندِ پیر پر بٹھا دیں اور اس کے جھنڈے لہرا دیں۔ گویا کہ اللہ نے مریدوں کے نفوس و خواہشات اور شیاطین کے خلاف فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑھ دیئے ہوں جس کی وجہ سے قربِ الٰہی کے طالب ایسے صدقِ دل سے آنے لگیں کہ پتھر بھی پھٹ جائیں تو ایسا پیر بھی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا ـــــ کیونکہ رجال الغیب کے ہاتھوں تکمیل اور حضرت احمدؒ خضرؑ[1] کے ہاتھ پر بیعت ممکن ہے۔ اور اس کی علامت

---

[1] احمد خضر :۔ ان کے نام اور مقام میں اختلاف ہے۔ صوفیہ میں ان کی کنیت ابو العباس اور باقی حاشیہ صفحہ ہذا

marfat.com

یہ ہے کہ تربیت دینے میں وہ خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل نہ ہوگا۔ دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف راغب ہوگا۔

۸۔ اے مرید! اگر یہ لوگوں کو فقط کھانا کھلانے جمع کرتا ہے تو ایک دن بھی اس کی صحبت اختیار نہ کر۔

فرمایا۔ محض کھانا کھلانے اور لنگر چلانے کے لئے لوگوں کو جمع کرنے سے لوگوں کے باطن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اللہ کی طرف لانے کی نیت سے جمع کرتا ہے اور کھانا بھی کھلا دیتا ہے تو اس شخص کے پیر ہونے میں کوئی ہرج نہیں۔

۹۔ شیخ کا پوچھنا ہو تو کسی صاحبِ بصیرت، تعصب سے پاک اور دھوکا نہ کھائے ہوئے کے بغیر کسی اور سے نہ پوچھو۔

فرمایا۔ شیخ کا پتہ اس سے پوچھو جو یہ تین شرائط پوری کرے۔

(الف) صاحبِ بصیرت ہو۔ محض پیر سالک یعنی رہرو نہ ہو کہ اسے دل کے معاملات کا علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ سالک تو ایسے شیخ کا پتہ دے گا جو اس سے زیادہ مجاہدہ کرنے والا ہے اور زیادہ اوردو وظائف پڑھنے والا ہوگا۔ سالکِ محض پیر بننے کا اہل نہیں۔ خصوصاً جب اس کا مقصد ہی ورد و وظائف ہوں۔ ایسا شخص تربیت دینے والا پیر نہیں بن سکتا۔

(ب) متعصب نہ ہونے سے مراد ہے کہ خواہشِ نفس سے خالی ہو۔ یہ اس لئے کہ خواہ وہ صاحبِ بصیرت بھی ہو تو بھی وہ ایسے پیر کا پتہ دے گا۔ جس کی طرف اس کا اپنا میلان ہوگا۔

بقیہ حاشیہ:۔ اور نام احمد مشہور ہے۔ ان کے متعلق بہت رسائل لکھے ہیں۔ ایک ابوالفرج عبدالرحمن متوفی ۵۹۷ھ نے خضر کے زندہ ہونے کی تردید کی ہے۔ جس کے جواب میں بھی رسائل لکھے گئے۔ اور اکثریت انہیں زندہ جانتی ہے۔ اور مختلف اولیاء نے انکی ملاقات کا ذکر کیا ہے حضرت ابوہریرہ کی ایک صحیح حدیث کے مطابق ان کو خضر اسلئے کیا گیا ہے کہ وہ بنجر زمین پر بیٹھے تو وہ ہری بھری ہوگئی ایک ضعیف حدیث میں خضر کی حضورؐ سے ملاقات کا بھی ذکر ہے۔ کوئی انہیں نبی کہتا ہے کوئی فقط ولی۔

marfat.com

(ج) دھوکے میں نہ ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ اسے شیخ کے اوصاف کا پتہ ہی نہ ہو۔ ایسا شخص تو کسی مجذوب محض کا پتہ بھی دیدے گا کیونکہ اس کے نزدیک معرفت میں قوت اور فنا مجذوب کو ہی حاصل ہے۔ جبکہ مجذوبِ محض نہ پیر ہونے کا اہل ہے اور نہ اس درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔

۱۰-۱۱:۔ جس کی فہم کا آئینہ زنگ آلود ہو جائے تو اسے سورج کے چہرہ پر بھی چاند جیسی چھائیاں دکھائی دیں گی۔ اور جسے علم عروض نہ آتا ہو وہ بحرِ طویل میں رکاوٹ پڑنے کو بہت برا جانے گا۔

فرمایا۔ زنگ آلود نگاہ والے کو حقائق الٹے دکھائی دے گا۔ اور اسی کا پتہ دیگا۔ علم و اوزانِ اشعار سے ناواقف شخص کی طرح جسے اوصافِ شیخ تربیت کے متعلق، اصطلاحاتِ صوفیاء کا علم نہ ہو تو وہ شیخ کامل کو بھی مبتدی سمجھیگا اور ہو سکتا ہے۔ وہ بھی کسی مجذوب وغیرہ کا پتہ دے۔

۱۲-۱۳:۔ جب تک تمہارا یہ اعتقاد نہ ہو کہ پیر مربی ہے اور یہ کہ زمانہ بھر میں اس سے بہتر تربیت کرنیوالا موجود نہیں۔ اس وقت تک تو پیر کی طرف قدم نہ بڑھا کیونکہ جب پیر اوروں کی طرف مرید کی توجہ دیکھتا ہے تو اس شخص کو جس کا چلنا پیر کو محبوب ہوتا ہے۔ اسے بھی وہ کہہ دیتا ہے کہ نہ چل۔

فرمایا۔ شیخ کی صحبت اس وقت اختیار کر جب تو پیر کو بہترین تربیت دینے والا دل سے جانے۔ مرید بننے اور صحبت اختیار کرنے کے بعد اگر تمہاری نگاہیں کسی اور کامل کی طرف اٹھیں گی تو یہ پیر تمہیں ایسے کاٹ دے گا کہ نہ پہلے سے فیضیاب ہو سکو گے نہ دوسرے سے۔ فرمایا ہم نے ایسا اکثر ہوتے دیکھا ہے۔ اللہ ہمارا والی و ناصر ہو۔

۱۴:۔ اس کے بعد وہ شیخ ہے جو پیشوا ہے اور ظاہر و باطن میں حق کی تلقین کرتا ہے۔

فرمایا۔ تربیت کے بعد ایسے شیخ مربی کی تلاش کر جو نفس کی اصلاح کرے اور ظاہر و باطن میں حق کی تعلیم دے۔ شیخ کا پتہ دینے کے علاوہ شیخ سے ملنے کے آداب بتانے والا بھی چاہیئے۔

marfat.com

۱۵:۔ پس اٹھو اور ان امور سے پرہیز کرو جن کی علم مذمت کرے اور جس کی علم مدح کرے اسے طلب کرو کیونکہ یہی موتی چننے کے قابل ہیں۔

فرمایا۔ اللہ شیخ عطا کردے تو اس کی صحبت کا حق پہچان، اس کی خدمت کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ تاکہ وہ معرفتِ الٰہی کا وسیلہ بنے۔ اور تقویٰ کی راہ کے موتی ساتھ ساتھ چن یعنی شرع کے پسندیدہ امور کو اپنا اور غیر پسندیدہ باتوں سے بچ۔

۱۶:۔ اگر تمہارا نفس فقر کی طرف زور کرے تو نفس کی خواہش کو چھوڑ دے اور اس سے اس طرح پرہیز کر جیسے شر سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

فرمایا۔ اگر تصوف اور فقر کی راہ میں تم نے اپنے طور پر شیخ کے حکم کے بغیر عبادات وغیرہ کو اختیار کر رکھا ہے تو انہیں چھوڑ دے کیونکہ یہ سب ہوائے نفس ہے۔ مرید کی فلاح شیخ کی اطاعت میں ہے نہ کہ ان امور میں جنہیں وہ خود اختیار کرے۔ اگر اپنی تجویز کردہ عبادات وغیرہ اختیار کرے گا تو تباہ ہوگا۔

مؤلف کہتا ہے۔ کئی مرید نفلی نماز، روزے اپنے طور پر اختیار کر کے تباہ ہوئے ہیں۔ کہ ہم تو شیخ کے پاس عبادات کرنے آئے تھے اور یہ لگا ہے کمی کرنے ایسے سوچنے والے مرید کو شیخ عبادات کم کرنے کو کہتا ہے کیونکہ اس میں ریاء اور خود رائے ہونے کے امراض جڑ پکڑے ہوتے ہیں۔

حضورؐ کی عبادات

چند صحابہ ازواجِ مطہرات سے حضورؐ کی عبادات، شب بیداری اور روزوں کا پوچھنے آئے تو کہنے لگے کہ ہم تو نبیؐ جیسے نہیں ہیں کیونکہ اُن کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ تو ایک نے ہمیشہ روزے رکھنے دوسرے نے رات بھر عبادت کرنے اور تیسرے نے عورت کے پاس نہ جانے کا ارادہ کیا۔ حضورؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے تینوں کے ارادے بتا دیئے۔ حضورؐ نے ان کو بلا کر فرمایا میں تم سب زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، زیادہ پرہیزگار ہوں زیادہ اللہ کو جانتا ہوں۔ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ شب بیداری بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورت کے پاس بھی جاتا ہوں جس نے میری

marfat.com

سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور پھر سورۃ مائدہ کی یہ آیت نمبر ۸۷ نازل ہوئی:" اے مومنو! اللہ نے جو طیب چیزیں تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں انہیں حرام نہ بناؤ اور نہ ہی حد سے تجاوز کرو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

راویوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون صحابہ تھے۔ بعض نے عثمانؓ[۱] بن مظعون۔ عبداللہ بن مسعود[۲] اور ابوہریرہ کو بتایا ہے۔ بعض نے سعدؓ[۳] بن ابی وقاص کو ان میں شمار کیا ہے۔ بعض نے علیؓ بن ابی طالب اور عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کو اور بعض نے ابوبکرؓ صدیق کو۔

نفس کی عبادات اللہ تجھے توفیق دے۔ دیکھو حضورؐ نے ان صحابہ کو نوافل زیادہ پڑھنے میں ہوائے نفس سے ہٹا کر کیسے اس عمل پر لوٹا دیا جو اللہ کے ہاں محبوب ہے اور متوسط طریقہ پسند فرمایا۔ شیوخ بھی اپنے توفیق یافتہ مریدوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اوروں کے متعلق ہم نہیں کہہ رہے۔

شہرت طلبی اور ریاء میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عبادت گزار ایک شیخ کے پاس بیعت کے لئے آیا۔ یہ رات میں ختم قرآن کر لیتا۔ دن میں کئی بار دلائل الخیرات کا ورد کرتا۔ ہمیشہ روزے رکھتا جس سے اس کا رنگ زرد اور حالت مُردوں جیسی ہو گئی۔ شیخ نے اسے آہستہ آہستہ اتارنا شروع کیا اور اعتدال

---

[۱] عثمان بن مظعون:۔ حضور پر ایمان لانے والے چودھویں صحابی۔ پہلے حبشہ پھر مدینہ ہجرت کی۔ جاہلیت سے شراب نہ پیتے تھے۔ ہجرت کے اڑھائی سال بعد پہلے مسلم تھے جو فوت ہوئے حضور نے موت کے بعد ان کے چہرے کو بوسہ دیا۔

[۲] عبداللہ بن مسعود:۔ حضورؐ مکہ میں ارقم کے گھر ابھی منتقل نہیں ہوئے تھے کہ ایمان لائے۔ بعض کے نزدیک ایمان لانے والے چھٹے تھے۔ حضور کے جوتے، مسواک اور وضو کے پانی کا انتظام ان کے سپرد تھا۔ وفات ۳۲ھ = ۶۵۲ء

[۳] سعدؓ بن ابی وقاص:۔ عشرہ مبشرہ صحابی۔ پہلے شخص جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ شوریٰ کے چھ سے ایک تھے حضور وفات تک ان سے راضی رہے۔ ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔ مدینہ سے دس میل دور عقیق میں ۸۳ برس کی عمر میں ۵۵ھ = ۶۷۴ء میں وفات پائی۔

marfat.com

پر لے آئے۔ اس کے بعد ایک دن کہا۔ ارے تجھے اللہ نے کس قدر تھکان سے آرام و راحت بخشی ہے۔ مرید نے کہا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ ہمارے اعمال تو ریاء اور غیر اللہ کے لیے تھے۔ اللہ نے آپ کی برکت سے راحت بخش دی۔

حضرت دباغؒ نے ایک بار مجھ سے کہا۔ نوافل نہ پڑھنے سے اللہ گرفت نہ کریگا مگر لوگوں کو دکھانے اور تعریف کے لیے پڑھے تو سزا پائے گا کہ ریا گناہ ہے ــــ اللہ سے محجوب بندہ ریاء اور شہرت طلبی سے خالی نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ہر لحظہ اسے نظر آرہا ہو کہ اس کے تمام افعال کا خالق اللہ ہے۔ اور یہ تصور ہر کام کرتے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے ہو تو پھر ریاء سے محفوظ رہنے کا امکان ہے۔ لیکن جونہی یہ بات آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے تو ریاء، شہرت طلبی اور غرور میں بندہ مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۱۷) اس نفس کو شیخ کی گود میں بچہ کی طرح رکھ دے کیونکہ دودھ چھڑائے بغیر یہ نفس شیخ کی گود اور روک ٹوک سے نہیں نکل سکتا۔

فرمایا۔ نفس شیخ کے حوالہ کر دو تو وہ ماں کی طرح اس کی پرورش اور تربیت کرے گا۔ نامناسب کاموں سے روک کر تربیت مکمل کرے گا تو دودھ چھڑا کر اپنے پاؤں پر کھڑا کرے گا۔

۱۸:۔ جس مرید میں سلبِ ارادہ کا وصف نہ ہو اسے فقر کی بو سونگھنے کی امید نہ رکھنی چاہئے۔

فرمایا۔ جو مرید اپنے شیخ کے سامنے اپنے ارادوں کو چھوڑ نہ دے۔ وہ فقر کی دولت پانے کی امید نہ رکھے۔

۱۹۔ اگرچہ یہ وصف کمیاب ہے لیکن عزم ہو تو مشکل نہیں۔

فرمایا۔ فقر کی بو سونگھنے کی شرط یعنی شیخ کے سامنے اپنے ارادوں سے باز آنا پختہ عزم ہو تو مشکل نہیں۔

۲۰۔ اپنے شیخ پر کبھی اعتراض نہ کر کیونکہ یہ مرید کی پریشانی کے علاوہ پیر سے جدائی کا سبب بنتا ہے۔

فرمایا۔ شیخ پر اعتراض سے بندہ اپنے شیخ اور رب سے جدا ہو جاتا ہے۔

marfat.com

ان بیس اشعار کی تشریح حضرت دباغؒ کی اپنی تحریر کردہ ہے۔ بقیہ اشعار کی شرح مؤلف کی ہے۔

شرحِ مؤلف

۲۱:۔ علم سے سروکار نہ رکھتے ہوئے بھی اگر کوئی شیخ پر اعتراض کرتا رہے تو وہ کمال کو ناقص سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ خود کچھ نہیں جانتا۔

شیخ پر اعتراض اپنے یا کسی اور شیخ پر اعتراض جاہلیت اور معاملات کو الٹ کر دینے کے مترادف ہے۔ اور یہ موضوع شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف میں یوں بیان ہے کہ جب شیخ کی کوئی بات یا حالت سمجھ نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور خضرؑ کے قصہ کو یاد کیا جائے کہ کیسے خضرؑ کوئی کام کرتے اور موسیٰ اعتراض کرتے جبکہ خضر کے ہر کام میں کوئی پوشیدہ راز تھا۔

ابوالحسن شستری فرماتے ہیں۔ مشائخ کی باتوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بصیرت اور اللہ کے حکم سے تصرف کرتے ہیں۔ اور وہ عالمِ اول یا حجاب کے عالم کے لوگ نہیں ہیں کہ صرف ظاہر پر فریفتہ ہوں بلکہ عالمِ حجاب میں عام لوگوں کے ساتھ عام زندگی گزارتے ہوئے بھی ان کی نگاہ کہیں اور ہوتی ہے اور کوئی شخص ان کی حالت نہیں جان سکتا۔

۲۲۔ جو شخص اپنے اعتقاد میں اپنے شیخ کی موافقت نہ کرے گا تو اپنے انکار کی وجہ سے وہ انگاروں کے شعلوں میں جلسے گا۔

مرید کا اعتقاد ہونا چاہیئے کہ شیخ جو کرتا ہے درست ہے۔ اگر مخالفت کرے گا اور سوچے گا کہ شیخ نے فلاں کام میں غلطی کی ہے تو شیخ اسے اپنے سے جدا کر دے گا اور یہ جدائی انگاروں کی طرح ہو گی۔

محی الدین بن العربی فرماتے ہیں کہ مرید بننے کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ شیخ کے احوال کو اپنے ترازو میں نہ تولے۔ شیخ کی ہر بات اور کام پر تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے۔ شیخ کے بظاہر مذموم فعل کو بھی محمود جانے۔ ہم نے کئی بزرگ

marfat.com

دیکھے جن کے ہاتھ اور ہونٹ شراب کے لیئے ہلے مگر اللہ نے اسے شہد میں بدل دیا۔ اور دیکھنے والے یہی خیال کرتے رہے کہ شراب پی گئی حالانکہ وہ شہد تھا۔ ہم نے ایسے اللہ والے بھی دیکھے جو اپنی روحانیت کو ایک صورت میں پاتے ہیں۔ اور اسی صورت سے کام لیتے ہیں اور لوگ معترض ہوتے ہیں حالانکہ ان کا اس معاملہ سے کوئی کام ہے اور نہ سمجھ۔ ابو عبداللہ[۵] کا بھی یہی حال تھا اور ہم نے یہ بات کئی بزرگوں میں مشاہدہ کی ہے۔

۴۳۔ عقلمند مرید اپنے شیخ کے سوا کسی پر راضی نہ ہوگا۔ خواہ شیخ بظاہر حق سے اتنا ہی دُور کیوں نہ ہو جائے جتنی کہ تاریک رات روشن سے۔

شیخ چاہے بظاہر ناحق اور غلط بات بھی کہے یا کرے جو مرید کی سمجھ میں قطعاً نہ آئے تو بھی مرید اپنے شیخ کے ساتھ برضا و رغبت رہتا ہے۔ میں نے حضرت دباغؒ سے سنا کہ غیر شرعی فعل پر بھی شیخ سے حسنِ ظن قائم رکھنا چاہیئے۔ اللہ جب فتح نصیب کرے گا تو اسرار کی بھی اطلاع ہو جائے گی۔

۴۴۔ شیخ کے آستانہ پر کسی اور سے جان پہچان نہ رکھو اور نہ ہی شیخ کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھو۔

ایسے ادب سے مرید اسی شیخ کا ہو لے گا اور اسے شیخ کے ساتھ استغراق حاصل ہو جائے گا۔ اپنی ذات سے غائب ہونا میسر آئے گا اور شیخ کے اسرار نصیب ہوں گے۔ شیخ کی باطنی کشش اور محبت کی شعاعیں مرید کو گھیر کر شیخ کے

حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ محی الدین محمد بن علی ابن العربی مرسیہ میں ۵۶۰ھ = ۱۱۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۵۶۹ھ = ۱۱۷۳ء تا ۵۹۹ھ = ۱۲۰۲ء اشبیلیہ میں رہے۔ پھر مصر، شام اور حجاز کا سفر کیا اور دمشق میں رہائش اختیار کی۔ وفات دمشق ۶۳۸ھ = ۱۲۴۰ء امام شعرانی نے ان کی سوانح لکھی۔

[۵] شیخ ابو عبداللہ عبدالقادر بن محمد مصلی المعروف "قضیب البان"، متوفی ۱۰۴۰ھ۔ اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح کی ہے۔ عبداللہ نے ۱۰۷۹ھ = ۱۶۶۸ء میں وفات پائی۔ مدح نبیؐ میں ایک قصیدہ لکھا جس کی شرح شیخ عثمان عریانی کلیسی نے کی اور جو مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔

marfat.com

پاس لے آتی ہیں اور مرید کو قطع تعلق سے بچاتی ہیں۔
شیخ کی کشش اور محبت کی مندرجہ ذیل حکایات دلچسپی سے خالی نہیں۔
(الف) ایک شیخ کا ایک مرید ہر وقت ان کے ساتھ رہتا اور خیال کرتا یہ ساتھ اس کی اپنی محبت کی وجہ سے ہے نہ کہ شیخ کی محبت کی وجہ سے چنانچہ ایک دن شیخ نے پوچھا۔ کیا تجھے مجھ سے محبت ہے۔؟ مرید بولا۔ حضرت میری محبت کی وجہ سے ہی تو یہ اتصال ہوا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اس دن سے وہ شیخ کے پاس نہ جا سکا اور پورا سال گزر گیا۔ حتیٰ کہ شیخ نے اسے معاف کر دیا۔
(ب) ایک پیر نے مریدوں سے پوچھا۔ کیا تم کو مجھ سے محبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ آپ سے بڑھ کر ہمیں کون عزیز ہو سکتا ہے؟ فرمایا۔ کیا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ مریدوں نے کہا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا تم نے کام کی بات نہیں کی۔ پہلے تو مجھے ہی تم سے محبت ہوئی۔ اور اس کے انوار تم پر پڑے تو تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو گئی۔
(ج) حضرت دباغؒ کے مریدوں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے ان کے دل اوروں کی جان پہچان اور زیارت سے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں اور بعض تو محسوس کرتے ہیں کہ انہیں اوروں کے پاس جانا منع ہے۔
ایک نے بیان کیا کہ وہ حضرت کی زیارت کو آ رہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگ اس کی خواہش کے خلاف ایک صالح ولی قاسم ابو عبریہ کے مزار کی زیارت کو لے گئے اور وہ مروت اور حیا میں انکار نہ کر سکا۔ مزار پر رات بھر اسے پیٹ درد رہا اور زیارت تک نہ کر سکا۔ واپس روانہ ہوئے تو درد جاتا رہا اور جان گیا کہ یہ حضرت کی توجہ سے تھا۔
(د) حضرت دباغؒ کی عادت تھی کہ جب مرید آتے تو انہیں راستے میں جو کچھ پیش آیا ہوتا وہ بیان کر دیتے۔
ایک شخص حضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ گزشتہ سات برس سے اسے یوں محسوس ہوتا رہا ہے کہ اسے صالحین کی زیارت سے روک دیا گیا ہے جس

marfat.com

سے وہ بڑا مایوس ہے کہ یہ بدبختی اور شقاوتِ قلبی کی علامت ہے۔ چنانچہ وہ دربدر اچھے لوگوں سے اس کا سبب اور علاج پوچھتا رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ صالحین کی زیارت تجھے نہیں بلکہ تو انہیں بوجھل معلوم ہوتا ہے۔ ایک نے کہا کہ جس وقت تو مزار پر جاتا ہے تو صاحبِ مزار کی روح قبر میں موجود نہیں ہوتی جس سے تجھے وحشت ہوتی ہے۔ اس جواب سے قدرے تسلی ہوئی لیکن خیال آیا کہ یہ بھی تو میری ہی بدبختی ہے کہ جس مزار پر جاؤں ولی قبر میں نہ ہو۔

حضرت دباغ نے ایک دکان میں لٹکتے ہوئے گلاب کے پھول کو دیکھ کر فرمایا۔ اگر دکاندار ہر ایک کو اس پھول کو پکڑنے اور ہاتھ لگانے دے تو پھول کملا کر خشک ہو جائے۔ چنانچہ مناسب ہے کہ اسے مختلف ہاتھوں سے بچایا جائے اور وہ شخص سمجھ گیا کہ حضرت سے ملاقات کی خاطر برسوں اسے اوروں کی زیارت سے روک دیا گیا۔

(ذ) حضرت دباغؒ کے پاس ایک اور شخص آیا جو سات سال سے ایک بزرگ کا معتقد محب اور صحبت یافتہ تھا اور عہد کر رکھا تھا کہ مرشد کی وفات کے بعد بھی وہ کسی اور کے پاس نہ جائے گا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا اور بولا۔ حضرت عجب معاملہ ہے۔ مجھے فلاں بزرگ سے محبت تھی اور یقین تھا کہ ان کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ لیکن اس تھوڑی سی دیر میں ان سے محبت اور تعلق زائل ہو گیا حالانکہ ان کا ذکر تک نہیں آیا۔

فرمایا۔ وہ بزرگ اونچا ولی ہے اور تیری محبت بھی سچی تھی۔ لیکن اس محبت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ فرض کرو ایک چھوٹا بچہ باپ سے جدا ہو جائے اور کسی اور کی تربیت میں چلا جائے جسے وہ باپ کی طرح محبت کرتا ہو اور اسے "ابا" کہتا ہو۔ اور پھر سات سال بعد اس کا اصل باپ اس کے سامنے سے گزر جائے تو بچے کا دھیان اور میلان باپ کی طرف ہو جائے گا اور تربیت دینے والے کی محبت زائل ہو جائے گی اور کوئی بھی بچے کے دل میں حقیقی باپ کی جگہ نہ لے سکیگا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ اس مثال سے پہلے بزرگ کی بچی کھچی محبت جو میرے دل میں تھی وہ بھی جاتی رہی۔ کہتے ہیں کہ مرید تو حجام کے کوزے ہیں جس کے ہاتھ میں

marfat.com

آگئے اسی کے ہو گئے۔ جو شیخ مریدوں کا چھوڑ کر چلے جانے کا گلہ مند ہے تو وہ کمزور ہے یا بے فیض ہے۔

(۳) کئی بار حضرت اپنے مریدوں کے ساتھ کسی مزار پر تشریف لے گئے۔ مرید کہتے کہ ہم تو آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ آپ ہی ہمارا مقصود ہیں۔ جہاں چاہیں لے چلیں۔ چنانچہ مزار پر اکثر مرید باہر ہی رک جاتے اور آپ کسی ایک کو ساتھ لے کر اندر چلے جاتے۔

حضرت کی وفات کے بعد میں اکثر زیارت کے لئے جاتا۔ ایک مرتبہ خواب میں آکر فرمایا۔ میری ذات قبر میں بھی حجاب میں نہیں۔ بلکہ دنیا میں چلتی پھرتی ہے۔ جہاں مجھے تلاش کروگے وہاں پاؤ گے۔ مگر یہ خیال نہ کرنا کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے کہ رب محصور نہیں ہوتا اور میں محصور ہوں ــــــ زندگی میں بھی اسی طرح فرمایا کرتے۔ ایک بار فرمایا تمام جہان میرے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔ ایک بار فرمایا۔ مومن کی نگاہ میں ساتوں آسمان اور زمینیں اس حلقہ کی مانند ہیں جو جنگل میں پڑا ہو ــــــ مختصر یہ کہ ہمارے پیر کی بارگاہ سارا جہان ہے۔

۲۵:۔ اپنے شیخ کی موجودگی میں خاموش رہو۔ اگر وہ کوئی بات پوچھیں تو مختصر جواب دو۔

پیر کے ادب اور عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے سامنے خاموش رہو۔ شیخ سے سوال پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ شیخ ضروری جانیں گے تو خود ہی تمہاری ضرورت اور خواہش کے مطابق بات شروع کریں گے کیونکہ شیخ اللہ سے سنکر اور اشارہ پاکر بات کرتا ہے۔ وہ صدیقین کی موجودگی میں دل کو اللہ کی طرف بلند کرتا ہے اور ان کے لئے سیرابی کی درخواست کرتا ہے اور اپنے محتاج طالبوں کی ضروریات اور حاجتوں کو سمجھنے میں لگا ہوتا ہے۔ اور اللہ اپنی مشیئت کے تحت شیخ کی زبان جاری کرتا ہے ــــــ ہاں البتہ شیخ خود طبی بات کہنے کا فرمائیں تو ان کی منشاء کے مطابق ضرور طبی بات کریں۔ چنانچہ حضرت دباغ مشاہدہ اور استغراق سے حواس کی طرف لوٹنے کی خاطر ہمیں فرمایا کرتے خوب شور مچاؤ۔ اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا اور ہم شور مچایا کرتے۔

marfat.com

حضرت سہروردیؒ کی کتاب میں اس شعر کے مضمون کو قرآن کی آیت لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ... (اللہ اور رسول کے درمیان بڑھ چڑھ کر مت بولو) پر محمول کیا گیا ہے۔ کہ حضورؐ کوئی بات پوچھتے تو لوگ بحث میں لگ جاتے اور حضورؐ سے پہلے ہی فیصلہ دیدیتے جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔ شیخ کی مجلس میں بھی مرید کا یہی رویّہ ہونا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی اچھی بات بھی نہیں کہنی چاہیئے۔ البتہ شیخ پوچھیں تو کہیں۔ ورنہ شیخ کے پاس مرید کو اپنے رزق کا منتظر ہو کر بیٹھنا ہے۔ کہ کب اور کیونکر اس پر فضل اور فیض ہوتا ہے۔ مگر خود باتیں کرے گا تو یوں ہوگا کہ طلب کو چھوڑ کر جیسے اپنی سمجھ اور لیاقت کو اچھال رہا ہے اور شہرت طلبی اور انانیت وغیرہ کا اظہار کر رہا ہے۔ اور مرید کے لئے یہ گناہ ہے۔

شیخ ابو السعودؒ[1] پر جو باتیں القاء ہوتیں اپنے مریدوں کو سناتے اور فرماتے تمہاری طرح میں بھی یہ باتیں کہیں سے سنتا ہوں۔ ایک صاحب کو یہ بات سمجھ نہ آئی تو کہنے لگے کہنے والا کیسے سننے والا ہو سکتا ہے؟ گھر میں خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ غوطہ زن سمندر میں غوطہ لگا کر تھیلے میں سیپ بھرتا ہے مگر موتیوں کو تب ہی دیکھ سکتا ہے جب سمندر سے نکلتا ہے اور ساحل کے لوگ موتیوں کے دیکھنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ خواب میں شیخ کے اشارہ کو سمجھا۔

۲۶:۔ شیخ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ اور نہ ہی گنواروں کی طرح بات کرو۔ ایسا کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اس شعر کا مضمون سورہ حجرات کی آیت نمبر ۲ سے لیا گیا ہے جب فرمایا۔ "اے مومنو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ہی انہیں اس طرح پکارا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو تاکہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں شعور ہی نہ ہو"۔

سہروردیؒ عوارف معارف میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] شیخ ابو السعود جارحی۔ شیخ شہاب الدین مرحومی کے خلیفہ تھے۔ مصر میں ان کے بہت سے شاگرد اور کرامات مشہور ہیں۔ اپنے مریدوں کی سخت آزمائش کرتے۔ مخلوق سے بھاگتے اور گوشہ نشین رہتے اکثر کہتے نہ کسی کو مرید بناؤ، نہ کتاب لکھو اور نہ کوئی تکیہ یا خانقاہ بناؤ۔ لوگوں سے بھاگ کر یہ بھاگنے کا زمانہ ہے
وفات بعد ۹۳۰ھ = ۱۵۲۳ء

marfat.com

ثابت بن قیس اونچا سنتے تھے اور بلند آواز سے بولتے تھے جس سے حضورؐ کو تکلیف ہوتی۔ پھر حضورؐ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر اور عمرؓ کے درمیان جھگڑا اور بحث ہوئی۔ چنانچہ یہ آیت اتری تو دونوں صحابہ حضورؐ کے سامنے بات کرتے تو اتنا آہستہ بولتے کہ بات سنی نہ جا سکتی اور دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ جبکہ ثابت بن قیس نے اپنے آپ کو قید کرکے پابند کر دیا حتیٰ کہ حضورؐ نے اس کی سعادت مند زندگی، شہادت کی موت اور جنت کی خوشخبری دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "جو لوگ رسولؐ اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے (سورۂ حجرات آیت نمبر ۳)۔ موت کے بعد حضرت ثابتؓ کا وصیت کرنا اور حضرت ابوبکرؓ کا اسے جائز قرار دینا وغیرہ حضرت ثابت کی کرامات تھیں جو تقویٰ اور رسولؐ اللہ کے احترام کی وجہ سے انہیں عطا ہوئیں ——— لہٰذا مرید کو ان سے سبق اور عبرت حاصل کرتے ہوئے یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخ اور مرید کا تعلق رسول اور صحابہ کی مثال ہے۔ اور شیخ کے ساتھ ادب، شائستگی اور اخلاص کا مظاہرہ اسی طرح کرتا چاہیئے جیسا کہ قرآن میں حکم ہے۔ کہ شیخ کے سامنے نہ زیادہ باتیں کرے، نہ آواز بلند کرے اور نہ ہنسے اور ہر وقت شیخ کے وقار و احترام کو برقرار رکھے۔

ابنِ عطا[۲] کہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان "آواز نبی سے بلند نہ کرو" میں تھوڑی بات پر ڈانٹ دی گئی تاکہ کوئی اس سے آگے نہ جا سکے ——— سہل[۳] کہتے ہیں کہ مقصد

---

[۱] ثابت بن قیس بن شماس انصاری خزرجی صحابی ہیں۔ انہیں خطیب انصار کہا جاتا۔ احد اور بعد کی جنگوں میں شریک ہوئے، حضورؐ نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔ ابوبکر صدیق کی خلافت میں جنگ یمامہ میں ۱۲ھ = ۶۳۳ء میں شہید ہوئے۔

[۲]۔ ایک ابن عطا ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطا علما صوفیہ جنید بغدادی میں سے تھے جنہیں فہم قرآن میں خاص مہارت تھی۔ وفات ۳۰۹ھ = ۹۲۱ء یہاں غالباً یہی ابن عطاء مراد ہیں۔

دوسرے ابن عطا ابو عبداللہ احمد بن عطا بن احمد رودباری ہیں۔ یہ ابو علی رودباری کے بھانجے اور شام کے شیخ مانے جاتے تھے۔ علوم شریعت اور قرآن میں مشہور تھے۔ وفات ۳۶۹ھ = ۹۷۹ء

[۳] سہل۔ شاید سہل بن تستری مراد ہے۔

marfat.com

یہ ہے کہ نبی سے بات اسوقت کرو جب کوئی بات پوچھنی ہو ـــــــ ابوبکرؒ بن طاہر کہتے ہیں کہ خطاب کرنے میں پہل نہ کرو۔ جواب دو تو ادب و احترام میں آواز بلند نہ کرو، لہجہ کا خیال رکھو اور یا نبی اور یا رسول کہہ کر پکارو ـــــــ ابو عثمانؒ کہتے ہیں اولیاء کا ادب بلند درجوں تک پہنچاتا ہے اور دنیا و آخرت میں مفید ہے جس طرح سورۂ حجرات کی آیات نمبر ۳ اور ۴ میں فرمایا۔" جو لوگ آپؐ کو حجرات یا کمروں کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں بے عقل ہیں اگر یہ لوگ آپ کے خود باہر آنے تک صبر کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا" چنانچہ اس آیت میں مرید کو شیخ کے پاس آنے اور شیخ کے خود بخود نکلنے تک مرید کو صبر کرنے کی تاکید کر کے ادب سکھایا گیا ہے۔

۲۷:۔ شیخ کے پاس بیٹھ کر قہقہہ لگا کر مت ہنسو۔ یہ تمام برائیوں سے بڑھ کر برائی ہے تلاش کر کے دیکھ لو کہ یہ برائی برائی ہے یا نہیں۔

زیادہ ہنسی دل کو مردہ کرتی ہے اور رعونت کی نشانی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے قہقہہ کو گناہ اور وضو ٹوٹنے کا باعث شمار کیا ہے۔ اور شیخ کی موجودگی میں قہقہہ بے ادبی ہے۔

۲۸:۔ شیخ کے سامنے پاؤں پھیلا کر مت بیٹھ۔ پاؤں سمیٹ لیا کرو۔

ابو طالبؒ مکی فرماتے ہیں کہ علماء گھٹنے کھڑے کر کے پاؤں کے بل بیٹھتے ہیں۔ اور حضورؐ گوٹھ مار کر بیٹھتے تھے۔

۲۹ تا ۳۰:۔ شیخ کے سامنے سجادہ بچھا کر نہ بیٹھ کیونکہ نیک خادم خدمت میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور صوفی کا سجادہ تو رہائش گاہ پر ہوتا ہے۔ تمہارا گھونسلا تو بنے گا جب

۱؎۔ ابوبکر عبداللہ بن طاہر الجبل کے کبار صوفیہ میں سے تھے۔ شبلیؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ شبلیؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ وفات ۳۳۰ھ = ۹۴۱ء

۲؎۔ ابو عثمان الحیری دراصل رے کے رہنے والے تھے یحیٰی بن معاذ رازی اور شاہ بن شجاع کرمانی کے صحبت میں رہے۔ پھر نیشاپور چلے گئے اور ابو حفص بن حدرو کی صحبت اختیار کی یہیں ان کی شادی ابو حفص کی بیٹی سے ہوئی۔ وفات ۲۹۸ھ = ۹۱۰ء

۳؎۔ ابو طالب مکی محمد بن علی بن عطیہ عجمی ملکی مشہور صوفی۔ وفات ۳۷۶ھ = ۹۹۶ء

marfat.com

تو شیخ کے گھونسلہ سے اڑ جائے گا۔

مریدی کے تقاضے شیخ کی خدمت اور شیخ کی ضروریات اور مہمات میں جان تک دیدینا ہے۔ نہ کہ سجادہ بچھا کر راحت و آرام کا خوگر بننا ہے اور شیخ کی برابری کے سامان کرتے ہیں۔ شیخ کی مجلس میں تواضع، انکساری، خدمت اور اطاعت اشد ضروری ہے نہ کہ شیخ کی موجودگی میں اپنے آستانے کی فکر کہ لوگ تمہاری طرف رجوع کرنے لگیں۔

ہاں! جب تمہاری تربیت مکمل ہو جائے، شیخ اوروں کی تربیت کی اجازت دیدے تو تم اپنا آستانہ اور مجلس قائم کر سکتے ہو اور وہ بھی شیخ کی مجلس سے الگ۔

۳۱: جب تک شیخ تمہارا دودھ نہیں چھڑا دیتا اور تمہاری تربیت مکمل نہیں ہو جاتی اس وقت تک نہ تمہیں فرجیہ (عبا) پہننا چاہیئے اور نہ اس کی جراءت کرنی چاہیئے۔

ابو عبدالرحمٰن[1] فرماتے ہیں کہ فرجیہ مشائخ کا لباس ہے اور اوروں کو پہننا مناسب نہیں۔

۳۲: جب تک تو زندہ ہے دنیا میں کسی مومن یا کافر کو اپنے سے کم نہ سمجھ۔ جیتے جی اپنے آپکو ہر ایک سے کمتر سمجھو ——— ابو یزید[2] فرماتے ہیں وہ متکبر ہے جو کسی کو بھی اپنے سے بدتر سمجھتا ہے۔ انسان متواضع تب ہوتا ہے۔ جب اپنے آپ کو کسی مقام یا حال پر خیال نہ کرے اور جس قدر اپنے نفس اور رب کی معرفت حاصل ہو اسی قدر ہر کسی سے تواضع سے پیش آئے۔

سہروردی عوارف میں یوسف بن اسباط[3] کے حوالہ سے تواضع کی غایت بیان

۱: ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسن سلمی نیشاپوری مفسر اور مصنف پیدائش ۳۳۰ھ = ۹۶۴ء وفات ۴۱۲ھ = ۱۰۲۱ء۔ اپنے نانا سے تعلیم پائی ابو القاسم نصر آبادی سے خرقہ حاصل کیا۔

۲: ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی مشہور صوفی بزرگ۔ وفات ۲۶۱ھ = ۸۷۴ء۔ ان کا یہ قول شعرانی کی طبقات کبریٰ میں ہے۔

۳: یوسف بن اسباط کبیر صوفیہ تھے۔ کسی نے عبداللہ بن مبارک سے ان کی عبادت کا ذکر کیا تو فرمایا۔ تم تو انبیوں کا ذکر کر رہے ہو جن کے ذکر سے لوگوں کو شفا حاصل ہوتی ہے ان کا جو قول اوپر دیا گیا ہے وہ بھی طبقات کبریٰ میں ہے وفات ۱۹۰ھ = ۸۰۵ء کے بعد ہوئی۔

marfat.com

کرتے ہیں کہ جب گھر سے نکلو تو جسے بھی دیکھو اسے اپنے سے بہتر سمجھو۔ اور شام کے سفر میں ایک دنیا دار تے ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب[1] کے لئے فرنگی قیدیوں کے سروں پر خوان رکھ کر کھانا بھیجا اور قیدیوں کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ دستر خوان لگ گیا تو شیخ نے خادم بھیج کر قیدیوں کو بلایا اور دستر خوان پر بٹھایا۔ سجادہ سے اٹھ کر آپ بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ آپ کے باطن کی تواضع آپ کے چہرہ سے صاف عیاں تھی۔

شیخ ابوالحسنؒ علی قرظی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ فقیہہ ابو محمد عبداللہ کو سخت سردی، بارش اور کیچڑ میں پیدل جاتے دیکھا۔ راہ میں انہیں ایک کتا ملا تو آپ دیوار سے لگ گئے اور کتے کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ کتا گزر گیا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غم کے آثار دیکھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے کتے کے لئے نچلا حصہ چھوڑا تو دل میں سوچا کہ میں نے تو اپنے نفس کو کتے سے بڑا سمجھا حالانکہ وہ مجھ سے بہتر اور بلند ہے اور عزت کا حقدار ہے۔ اس لئے کہ مجھ میں تو بہت زیادہ نافرمانیاں اور گناہ ہیں اور کتے میں نہیں۔ اب اللہ ہی معاف کرے۔

ذوالنونؒ[2] فرماتے ہیں۔ جو تواضع کرنا چاہے وہ اللہ کی عظمت و دبدبہ کی طرف دھیان کرے تو اپنا رعب و دبدبہ مٹ جائے گا اور اپنا نفس حقیر دکھائی دے گا اور تواضع کے اس مفہوم کو سمجھ جانے پر تمام مخلوق سے تواضع برتے گا ــــ اسی لئے سہروردی نے کہا۔ جب تک صوفی لبساطِ قرب پر بیٹھ کر متواضع نہ ہوگا اس وقت تک وہ پوری طرح مخلوق سے تواضع نہیں کر سکتا۔

۴۳۔ تمہیں اپنے خاتمہ کا علم نہیں۔ خوش بخت وہ ہے جو مکرِ خدا سے ڈرتا ہے۔ جب ہمیں اپنے خاتمہ کا علم نہیں کہ کس حال میں ہوگا۔ تو پھر ہم کسی کو کیسے کم تر

---

[1] ابوالنجیبؒ عبدالقادر کے لقب ضیاء الدین اور نجیب الدین تھے۔ ابوبکر صدیق کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے پیر تھے۔ آداب المریدین ان کی تصنیف ہے۔ وفات ۵۶۳ھ = ۱۱۶۷ء

[2] ابوالفیض ذوالنون مصری کا اصل نام ثوبان بن ابراہیم ہے وفات ۲۴۵ھ = ۸۵۹ء

marfat.com

سمجھ سکتے ہیں ــــــ اللہ کے مکر سے بے خوفی بد بختی ہے۔
(الف) ابن العربی حاتمی فرماتے ہیں۔ صوفی کا عقیدہ ادب اور حال ایسا ہو کہ وہ سمجھے اللہ ہر لحظہ بندوں کے دلوں پر نگاہ رکھتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے اپنے لطف و معارف عنایت کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ صوفی کی تواضع کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اگر کوئی تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر اس سے چلا جائے اور پھر واپس آ جائے تو صوفی اس کی تعظیم اور عزت کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ نہ معلوم اللہ نے اس دوران میں اس بندہ پر کیا نظر کرم کی ہو۔ درحقیقت یہ سب ادب اور تواضع اللہ کے لیئے ہوتی ہے۔ جبکہ یاب ہے ــــــ اسی طرح صوفی کسی کو معصیت میں دیکھ لیں تو دل میں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے بعد میں اس نے توبہ کر لی ہو یا اللہ اسے معاف کر دے۔ چنانچہ صوفی تب بھی ادب اور تواضع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ــــــ مختصر یہ کہ جب انجام کا علم نہیں اور پھر بھی کوئی اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھے تو ایسا شخص جاہل اور بے ادب ہے۔ دھوکہ میں ہے اور کچھ بھی نہیں خواہ کتنے معارف اسے کیوں نہ حاصل ہوں۔
(ب) ابو طالبؒ محمد مکی متوفی ۳۸۶ھ فرماتے ہیں۔ کہ عارفین کے خوف کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰے بعض اوقات عوام اور نچلے لوگوں کی عبرت کے لئے یا کسی اور حکمت کے تحت سزا یا عذاب دیتا ہے۔ یعنی کسی صالح ولی سے ولایت سلب کر کے مومنین کو خوفزدہ کرتا ہے۔ کسی شہید کو عبرت بنا کر صالحین کو ڈراتا ہے۔ کسی صدیق سے صدق چھین کر شہداؑ کو خوفزدہ کرتا ہے۔ اصل راز تو اللہ ہی جانے مگر ایسے نصیحت آموز اور عبرتناک واقعات کی کمی نہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کا وصف ہے کہ وہ لوگوں کے ظاہری علوم و اعمال کی پرواہ نہیں کرتا۔ چنانچہ صاحبِ حال و مقام اور عارف لوگ کسی مقام پر بھی پرسکون، مطمئن اور اللہ کے مکر سے بے خوف نہیں ہوتے۔
(ج) ابو حامد غزالی فرماتے ہیں۔ اللہ کی مشیت کو کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ یقین سے جاننا تو درکنار قیاس اور گمان سے بھی علم نہیں ہو سکتا کہ کسی امر میں اس کی کیا منشاء ہے۔ اسی بات نے عارفین کے ٹکڑے کر دیئے ہیں کہ تمام معاملات اسی پاک ذات کی مرضی پر منحصر ہیں جسے کسی کی پرواہ نہیں ــــــ پھر ایک

marfat.com

عارف کا قول بیان کیا کہ اگر میں جانتا ہوں کہ فلاں شخص پچاس برس سے توحید پر قائم ہے اور پھر کچھ عرصہ اوجھل رہنے کے بعد اس کی موت واقع ہو جائے تو میں یقینی طور پر اس کی توحید کی شہادت نہیں دے سکتا کیونکہ مجھے معلوم نہیں اس میں کیا تغیر واقع ہوا ــــ ایک اور عارف فرماتے ہیں کہ اگر اسلام میرے کمرے کے در پر ہو اور درجۂ شہادت گھر کے دروازہ پر تو میں اسلام پر مرنا پسند کروں گا کیوں کہ نہ جانے کمرے کے دروازے سے گھر کے در تک آنے میں میرے دل میں کیا کچھ تبدیلی آئے اور اسلام سے بھی رہ جاؤں۔

(د) حضرت سہل[۱] فرمایا کرتے۔ صدیقین کو ہر خیال اور ہر حرکت پر برے خاتمہ کا ڈر لگا رہتا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ (ان کے دل کپکپاتے ہیں)۔ فرماتے مرید کو معصیت کا مگر عارف کو کفر میں مبتلا ہونے کا ڈر رہتا ہے۔

(ر) ابو یزیدؒ فرماتے۔ جب مسجد کی طرف جاتا ہوں۔ تو ڈرتا ہوں کہ میری کمر کا زنار مجھے گرجے یا آتشکدے نہ لے جائے۔ مسجد پہنچ جاتا ہوں تو یہ زنار ٹوٹ جاتا ہے روزانہ پانچوں مرتبہ میرا یہی حال ہوتا ہے۔

(ز) حضرت دباغؒ نے یہ عجیب حکایت سنائی کہ میری ملاقات مکہ میں ابوالحسن علی صدغا ہندی سے ہوئی۔ ان کی عجیب حالت تھی۔ چلتے پھرتے، قدم اٹھاتے، لقمہ منہ کی طرف لے جاتے، آنکھیں جھپکاتے غرضیکہ ہر حرکت پر ان کے اعضاء لرزتے مجھے ان پر رحم آیا اور پوچھا ابوالحسن یہ تمہاری کیا حالت ہے جبکہ تمہیں کوئی بیماری بھی نہیں اور تم اللہ کے برگزیدہ اولیاء، عارفین اور اہلِ دیوان (غارِ حرا کی مجلس کے رکن) میں سے ہو! ــــ کہنے لگا۔ میں نے اس حالت کا ذکر کسی سے نہیں کیا لیکن تم سنو۔ الحمد للہ! اللہ نے مجھے مخلوق میں اپنے افعال کا مشاہدہ عطا فرمایا ہے اور اللہ کے فضل کو تمام مخلوق میں جاری وساری دیکھتا ہوں اور

---

[۱] ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری متوفی ۲۸۳ھ۔ حج پر گئے تو مکہ میں ذوالنون مصری سے ملاقات ہوئی۔

marfat.com

مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح اللہ کے تمام افعال اور قضا و قدر کے اسرار کو سمجھتا ہوں اور کسی بھی فعل کا راز مجھ سے مخفی نہیں۔ لیکن اپنی ذات میں اللہ کے افعال اور ان کے اسرار سے مجھے پردہ میں رکھا گیا ہے اور مجھے خیال ہوا کہ اللہ میرے کسی فعل سے ناراض ہو گئے ہیں اس لئے مجھے اپنی ذات کے مشاہدہ سے محروم رکھا گیا ہے تاکہ جس کام میں میری ہلاکت ہے اسے نہ دیکھ سکوں اور نہ بچ سکوں اور نہ بچ سکوں۔ چنانچہ اپنے ہر اختیاری فعل سے ڈرتا ہوں اور اللہ سے ظاہر و باطن میں عاجزی سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا کوئی فعل ہلاکت کا سبب نہ بن جائے اور اسی لئے ہر حرکت پر کانپتا اور لرزتا ہوں۔

حضرت دباغؒ فرماتے ہیں کہ میں اس سے اللہ کی رحمت کا ذکر کرتا رہا اور حدیث قدسی بیان کی کہ "میں (اللہ) اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے پیش آتا ہوں۔ تو جیسا کوئی چاہے ویسا ظن رکھے۔ کوئی خیر کا ظن رکھے گا تو اسے خیر ہی دوں گا" وہ میری باتیں سنتا رہا اور میرا خیال تھا کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ مگر پھر اس کا ظن لوٹ آیا اور قابلِ رحم حالت قائم رہی۔ جو اسے دیکھتا اس کے لئے دعا کرتا۔ کاش اہلِ حجاب اسے دیکھ اور سمجھ کر اللہ کے خوف سے شہواتِ نفسانی اور ہوائے نفس سے بچ سکتے ——— دراصل اللہ نے کسی رحمت کے تحت اس کی ذات میں اس کے لئے اپنے فعل کو مخفی رکھا تھا۔ اگر اسے یہ مشاہدہ بھی عطا کیا ہوتا تو اس کی ذات پگھل کر فنا ہو جاتی۔ اللہ اسے ایک مدت تک زندہ رکھنا چاہتا تھا چنانچہ اس سے یہ مشاہدہ بھی عطا کیا ہوتا تو اسکی ذات پگھل کر فنا ہو جاتی۔ اللہ اسے ایک مدت تک زندہ رکھنا چاہتا تھا چنانچہ اس سے یہ مشاہدہ پوشیدہ رکھا۔ کیونکہ حادث اپنی ذات کے متعلق فعلِ رب کے مشاہدہ کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ ہاں حادث مخلوق میں فعلِ حق کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

۴۳۔ مخلوق کی طرف ہرگز نگاہ نہ کر کیونکہ یہ صاف اور آزاد کو مکدر اور مقید بنا دیتی ہے۔

گزشتہ شعر میں مخلوق سے تکبر اور حقارت سے پیش آنے سے منع کیا گیا ہے اب ریاء اور تصنع کے پہلو سے رد کیا گیا ہے کہ مخلوق کو قبلہ و کعبہ نہ بناؤ کہ اپنے افعال

marfat.com

احوال اور اقوال میں انہی کا خیال ہو اور انہی پر نظر ہو ——— چنانچہ شیخ ابو عبداللہ[1] قرشی فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے اقوال و افعال میں اللہ کے سننے اور دیکھنے پر اکتفاء نہ کیا اس نے ریا کیا ——— بشر حافیؒ[2] فرماتے ہیں۔ جس نے یہ چاہا کہ وہ مشہور و معروف ہو جائے وہ رسوا ہوا اور آخرت کی حلاوت نہ پا سکیگا ——— کسی عارف کا قول ہے کہ اللہ کے ہاں منزلت چاہتے ہو تو لوگوں میں عزت کا خیال ترک کر دو ——— مصنفِ عوارف سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ریاء اور تصنع کا ایسا اصول ہے کہ جس نے اسے ملحوظ نہ رکھا اس کے اکثر اعمال فاسد ہو گئے اور جس نے ملحوظ رکھا اس کے اکثر اعمال فاسد ہو گئے اور جس نے ملحوظ رکھا اس کے احوال کی اصلاح ہو گئی۔

حضرت دباغ نے ایک دن مجھے فرمایا۔ جسے رسولؐ کی معرفت حاصل نہ ہو وہ اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ جسے اپنے شیخ کی معرفت حاصل نہ ہو وہ رسول کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جس نے لوگوں پر نمازِ جنازہ نہ پڑھ لی ہو وہ شیخ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب لوگ اس کی نظروں سے اتر جائیں اور وہ اپنے تمام اقوال، افعال اور حالات میں ان کی پرواہ نہ کرتا ہو اسے اللہ کی رحمت ایسے آئے گی کہ نہ معلوم کہاں سے آئی ہے۔ شیخ کو بھی ایسا ہی مرید پسند ہوتا ہے جو لوگوں کی نظروں کی پرواہ نہ کرے۔

۳۵ تا ۳۶:- اگر حق کرامات کی سطریں نظم کر دے تو اپنے شیخ کے سوا ان کا ایک حرف بھی کسی کے سامنے نہ کہنا۔ مگر شیخ سے کوئی راز بھی نہ چھپانا کیونکہ وہ کشفِ سر میں ایسا ہے جیسے سمندر کے اوپر چل رہا ہو۔

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی جلیل القدر صوفی ہیں۔ خضرؑ سے اکثر ملاقات رہتی۔ اندھے اور کوڑھی تھے۔ زخموں سے پیپ بہتی رہتی۔ صاحبِ کرامات۔ عمر ۵۵ برس وفات ۵۹۹ھ۔ نمازِ جنازہ مسجدِ اقصیٰ میں

[2] ابو نصر بشر بن حارث اصل میں مرو کے تھے مگر بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں ۲۲۷ھ ؛ ۸۴۱ء۔

marfat.com

جب تمہاری نگاہ حق کے سوا کسی پر نہیں جاتی اور اللہ کی رحمت سے تم سے کرامات ظاہر ہونے لگیں تو ادب کا تقاضا ہے کہ کرامات اور واردات کا ذکر شیخ کے سوا کسی سے نہ کرو اور شیخ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھو۔ کیونکہ وہی تمہارا طبیب ہے جس اللہ سے کاٹنے والی تمہاری بیماریوں کا علم ہے۔

(الف) سہروردی عوارف میں فرماتے ہیں۔ یہ بھی آداب میں ہے کہ مرید اپنی حالت کرامات اور اللہ کی کرامات شیخ سے چھپائے نہ رکھے۔ جن باتوں سے شرم آتی ہو اشاروں کنایوں میں کہدے اگر ایسا نہیں کرے گا اور باتیں چھپائے رکھے گا تو اس کے باطن کے لئے مشکل پیدا ہوگی جبکہ شیخ سے ذکر کر دینے سے گرہ زائل ہو جاتی ہے ـــــ شیخ بھی مرید کا راز رکھتا ہے اور مرید کو سمجھاتا ہے کہ کشف کرامت کو منزل نہ بنالے اور غفلت میں نہ پڑ جائے۔

(ب) حضرتِ دباغؒ سے ایک دن آیت الست بربکم قالو بلیٰ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں!) کے متعلق بہت سی اچھی باتیں سنیں۔ جن کی میں نے تاویل کی۔ اس کے بعد نماز میں آپ میرے سامنے حاضر ہو جاتے اور مجھے بڑی خوشی ہوتی۔ میں نے تذکرہ کیا تو شروع میں موافقت کی مگر چند دنوں بعد فرمایا اسے چھوڑ دو میں راز نہ جان سکا۔ آپ مجھے برابر روکتے رہے حتیٰ کہ مجھ پر واضح ہو گیا کہ اگر یہ بات جاری رہتی تو مجھے برے امور کی طرف لے جاتی۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر کیا اور سمجھ گیا کہ یہ آپ کی بدولت ہی ہے۔

(ج) ایک بار میں نے حضرت سے کسی بات کی شکایت کی تو فرمایا آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت نے میرے اور اس کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی ہے۔

(د) ایک اور مرتبہ میں نے حضرت سے کسی ایسے معاملہ کی شکایت کی جو دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ تھا اور جس کی آفت سے بچنا مشکل تھا۔ فرمایا دنیا میں تو اس سے ہرگز نہ ڈرو۔ کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ رہی آخرت تو اس کا بھی ذمہ لیتا ہوں کہ اللہ تجھ سے اس بارے میں نہ سوال کریں گے اور نہ حساب لیں گے۔ چنانچہ دنیا میں تو جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور امید ہے آخرت میں بھی فرمان کے مطابق ہی

marfat.com

ہوگا۔

(ر) حضرت دباغؒ ہمیں فرمایا کرتے۔ دنیا و دین کا کوئی معاملہ مجھ سے چھپایا نہ کرو بلکہ ذکر کر دیا کرو۔ گناہ تک کا ذکر کر دیا کرو۔ اگر تم خود نہ کہوگے تو میں تم سے ذکر کر دیا کروں گا۔ ایسی مصاحبت کا کیا فائدہ کہ مصاحبوں سے کوئی بھی بات پوشیدہ رہ جائے دیکھو! میں تو اپنی کوئی بات تم سے نہیں چھپاتا۔ پھر ایک دن آپ نے اپنے حالات اور عادات بیان کیں اور کہا اگر میں تمہیں اپنے حالات کی اطلاع نہ دوں تو اللہ مجھے سزا دے گا اس لیئے کہ تم مجھ سے حسنِ ظن رکھتے ہو۔ ذرا ٹھہرو! میں تمہیں باطن کا وہ حال بتاؤں جس کی تمہیں خبر نہیں اس کے بعد جس کا دل چاہے میرے ساتھ رہے تب ہی اس کا کھانا اور ہدیہ میرے لئے جائز ہوگا اور جو جانا چاہے چلا جائے کیونکہ ان امور سے میری خاموشی تم سے بے وفائی ہوگی۔

حضرت اپنے مریدوں کے لئے رحمت تھے۔ ان کی لغزشوں پر سفارش کرتے مصیبت میں ان کے ضامن ہوتے اور جس چیز کا ڈر ہوتا اس کا ذمہ خود اٹھا لیتے اور اتنا اہتمام کرتے جتنا اپنے امور کا نہ کرتے تھے ——— ایک بار فرمایا۔ جو شخص برائیوں میں اپنے ساتھیوں کا شریک نہیں ہوتا وہ ساتھی نہیں کہلا سکتا۔ مصاحبت، نیکیوں تک ہی محدود ہو تو وہ مصاحبت اور دوستی نہیں کہلا سکتی ایسے ہی بزرگوں کے لئے تو لوگ روتے ہیں ——— اس تمام بحث کو شیخ سہروردی کا یہ قول واضح کر دیتا ہے کہ "شیخ کی معیت میں عُقدے حل ہو جاتے ہیں"۔

(۴۷) ۔ اگر تجھے کشف ہو تو بھی شیخ کی طرف رجوع کر۔ وہ بخوشی تیرے کشف کی وضاحت کر دے گا۔

سہروردی فرماتے ہیں۔ ذاکر کے لیئے بعض اوقات حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں جسے کشف کہتے ہیں۔ کبھی یہ حقائق آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں، کبھی یا کسی پر آواز کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی باطن میں دیکھ یا سن لیتا ہے اور بندہ جان جاتا ہے کہ اللہ اس سے یا کسی اور سے کیا معاملہ کرنے والا ہے ——— اس سے بھی بڑھ کر خالص یقین کا مکاشفہ ہے کیونکہ کشف تو برہمنوں، فلاسفوں، دہریوں اور راہبوں وغیرہ کو بھی حاصل ہو سکتا ہے جو ان کے لیئے مکر، استدراج، رسوائی اور ہلاکت کا باعث

marfat.com

بنتا ہے تاکہ اپنی حالت کو اچھا سمجھ کر گمراہی کی راہ پر قائم رہیں ـــــ جبکہ سالک جانتا ہے کہ زہد و تقویٰ کے بغیر یہ کشف کرامات قطعاً اہم نہیں چاہیے وہ ہوا اور پانی پر کیوں نہ چلتا رہے۔ اسی لئے شیخ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ خطرات سے بچ سکے۔

(۳۸) ـــ جو "واقعہ" تم سے پیش آئے اس میں شیخ سے علیحدہ مت رہ کیونکہ تمہارے کان اور آنکھیں کمزور ہیں۔ اور شیخ ان کا پرکھنے اور نافذ کرنے والا ہے۔

سہروردیؒ کہتے ہیں کہ صورتِ یا عالمِ مثال میں حقائق کے ظاہر ہونے کو "واقعہ" کہتے ہیں اور غیر صورتِ مثالی میں حقائق کے اظہار کو "کشف" مثلاً کوئی خواب دیکھے کہ وہ دشمن پر غالب آگیا تو تعبیر کی ضرورت نہیں۔ لیکن دشمن پر غلبہ مثالی صورت میں دکھایا جائے مثلاً خواب میں دیکھا کہ سانپ کو مارا اور پھر بیدار ہوتے پر دشمن پر غلبہ پایا۔ یہاں غلبہ کی حقیقت مثال کی صورت میں دکھائی گئی۔ اس لئے تعبیر کی ضرورت ہوگی۔

بعض اوقات صورتِ مثالی بھی بے فائدہ، بے مطلب اور بے نتیجہ ہوتی ہے جس طرح پریشان خواب ہوتے ہیں اس لئے اسے واقعہ نہ کہیں گے کیونکہ واقعہ کے درست ہونے کی شرط ذکر میں پہلے اخلاص اور پھر استغراق پایا جاتا ہے اور استغراق کی علامت دنیا سے بے رخی اور تقویٰ ہے۔

سہروردیؒ عوارف میں فرماتے ہیں۔ آدابِ مرید میں یہ بھی ہے کہ شیخ سے رجوع کئے بغیر کسی "واقعہ" یا کشف" میں اپنے کو مستقل نہ جانے۔ شیخ کا عمل وسیع اور دروازہ اللہ کی طرف کھلا رہتا ہے۔ چنانچہ اگر "واقعہ" صحیح ہوگا تو شیخ نافذ کردیگا اور اگر کوئی شبہ ہوگا تو اسے زائل کردے گا ـــــ دوسرے عجیب و غریب واقعات کے علاوہ میں سنتے یہ بھی پیر بھائیوں سے سنا کہ ایک دن انہوں نے مریدوں سے کہا کہ ،، ہمیں کسی علم کی ضرورت ہے۔ تم اپنی اپنی خلوت میں چلے جاؤ اور جو فتح ہو لے آؤ" چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر ایک مرید اسمٰعیل ہاتھ میں کاغذ لئے آیا جس پر تیس دائرے تھے اس نے کہا کہ "ہمیں کسی علم کی ضرورت ہے۔ تم اپنی اپنی خلوت میں چلے جاؤ اور جو فتح ہو لے آؤ" چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر ایک مرید اسمٰعیل ہاتھ میں کاغذ لئے آیا جس پر تیس دائرے تھے۔ اس نے کہا مجھے تو یہ حاصل ہوا ہے

marfat.com

شیخ نے کاغذ لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا مرید آیا اور شیخ کے سامنے سونا رکھ دیا۔ شیخ نے سونے کے سکے کاغذ کے دائروں پر رکھے تو ٹھیک تیس تھے اور اپنے اپنے دائرے پر درست۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ شیخ اسمٰعیل کی فتوح ہیں ـــــ سہروردیؒ پھر "واقعہ" اور "کشف" اور "واقعہ صحیحہ" اور "خیالِ محض" کا فرق بیان کرتے ہیں۔ اور طبی بحث کرتے ہیں۔

(۳۹) ـــــ تمام مہمات میں اسی کی طرف بھاگ کر جا کیونکہ تجھے اسی بھاگنے میں کامیابی حاصل ہوگی۔

(ا) سہروردی فرماتے ہیں۔ مرید کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ شیخ ایسا دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنی بارگاہِ کریمی کی طرف کھول رکھا ہے۔ اسی دروازہ سے اللہ کی بارگاہِ کریمی میں داخل ہو سکتے ہیں اور اسی سے نکل سکتے ہیں ـــــ مرید کو چاہیئے کہ اسی دروازہ کی طرف رجوع کرے اور اپنی دینی و دنیاوی ضروریات شیخ کے سامنے پیش کرے۔ شیخ انہیں اللہ کے حضور پیش کرے گا۔ اسی لئے شیخ مرید میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہیں کرتا کیونکہ مرید اس کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ شیخ مرید کی حاجتوں کے لئے اسی طرح فریاد کرتا ہے کیونکہ مرید اس کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ شیخ مرید کی حاجتوں کے لیئے اسی طرح فریاد کرتا ہے جس طرح اپنی ضروریات اور مہمات کے لئے کرتا ہے ـــــ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۵۱ میں فرمایا "کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پسِ پردہ یا یوں کہ کوئی فرشتہ بھیج دیا جائے" ـــــ وحی اور فرشتہ تو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں اور پسِ پردہ کلام بذریعہ الہام یا ہواتف یا خواب وغیرہ شیخ کے لئے ہے۔

(ب) سہروردی فرماتے ہیں۔ آداب میں یہ بھی ہے کہ مرید دیکھے کہ شیخ بات سننے کے لیئے آمادہ بھی ہے یا نہیں اور کلام میں کبھی جلدی نہ کرے۔ دعا کی طرح شیخ سے بات کرنے کے بھی آداب و شرائط ہیں کیونکہ یہ اللہ سے معاملہ کرنا ہوتا ہے ـــــ شیخ سے بات کرنے سے پہلے اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ اسے ادب کی توفیق دے۔

(ج) حضرت دباغؒ سے میں نے سنا کہ شیخ کا مرید کے لئے وہی درجہ ہوتا ہے

marfat.com

جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہے۔ یعنی مرید کے ایمان کا تعلق شیخ سے ہوتا ہے۔ اربابِ بصیرت مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسی طرح مرید کے تمام دینی و دنیاوی امور کا تعلق بھی شیخ سے ہی ہوتا ہے۔

جب مجھے حضرت دباغ کے مرتبہ کا علم نہ تھا تو اکثر فرماتے کہ تمہاری مثال شہر کی بلند اور تنگ فصیل پر چلنے والے کی ہے کہ گرے تو دور جا گرے۔ مجھے کچھ مدت اس بات کا مطلب سمجھ نہ آتا۔ بعد میں سمجھ آئی تو سخت خوف طاری ہو جاتا۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ مجھے اپنے چند اعمال کی وجہ سے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ جتنے یاد آئے میں نے کہہ دیئے۔ فرمایا ان سے مت ڈرو۔ تمہارا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک گھڑی گزر جائے اور میرا خیال نہ آئے یہی وہ معصیت ہے جو دین و دنیا میں نقصان دے گی۔

ایک بار میں نے عرض کیا۔ حضرت میں نیکی سے بہت دور ہوں۔ فرمایا یہ خیال دل سے نکال دو میرے نزدیک جو تمہاری قدر و منزلت ہے اسے دیکھو۔ اسی پر تمہیں محمول کیا جائے گا۔ ہمیں چھوٹا بڑا جو معاملہ بھی پیش آتا ہم اس کا ذکر آپ سے کر دیتے اور دیکھتے دیکھتے آپ اس کا ذمہ لے لیتے اور ہمیں بے فکر کر دیتے

حضرت سے ہمارے مراسم عجیب تھے۔ حیا کا پردہ اٹھا کر آپ ہم سے ہنسی مذاق بھی کرتے اور فرماتے مجھے شیخ کے مقام پر مت رکھا کرو۔ میں تو تمہارے بھائی کی طرح ہوں۔ تم میں مقام شیخ کے آداب بجا لانے کی طاقت نہیں۔ لہٰذا میں مصالحت کر کے تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ مجھے بھائی کی طرح سمجھو تاکہ ہماری تمہاری صحبت دائمی ہو۔ اللہ حضرت کو جزائے خیر دے۔

(۴) سے ان لوگوں میں سے نہ بن جن کو اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں تاکہ تمہارے اعمال فاسد نہ ہو جائیں۔ ہاں اگر کسرِ نفسی کی طرف بھاگو تو شاید بچ جاؤ۔

اعمال پر غرور نقصان دہ ہے۔ اس سے پرہیز کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور اگر اعمال کے گھمنڈ سے بھاگ کر اللہ کی طرف رجوع کرے تو اعمال کے فاسد ہونے سے بچ جائے گا۔ بغیر تصنع کے حقیقی کسرِ نفسی تب نصیب ہو سکتی ہے جب اللہ کو اعمال کا جاری کرنے والا سمجھا جائے اور اپنے آپ کو ایک آلہ اور ظرف جانے۔

marfat.com

جب ہم سب اللہ کے ہاتھ میں آلات اور ظروف ہوئے تو پھر ہم میں اور دوسروں میں کیا فرق ہوا؟ اور نیک اعمال پر فخر و غرور کی کیا گنجائش رہی؟ —— ایسے حال میں اعمال پر گھمنڈ شرم و حیا اور شکر میں تبدیل ہو جائے گا کہ اللہ نے تجھ سے نیک اعمال صادر کرائے کہ تو فقط ایک آلہ ہے۔

ایک عارف کا قول ہے کہ عمل کی مقبولیت کی علامت یہ ہے کہ تو اسے بھول جائے اور اللہ ایسے صالح عمل کو ہی اوپر اٹھا لیتا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب تیرا کچھ نہ ہو اور تیری نظر میں عمل کا کوئی حصہ تیرے پاس نہ رہے۔

حضرت زین العابدین[1] فرماتے ہیں اگر تمہاری نگاہ تمہارے کسی ایک فعل کی طرف لگی رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مقبول نہیں۔ کیونکہ مقبول عمل بھلا دیا جاتا ہے اور اٹھا دیا جاتا ہے۔

(۴۱) ؎ جو شخص اللہ کی طرف صدقِ دل سے رجوع کرتے میں کسی مرتبہ کو پہنچ جائے وہ اپنے افعال میں عیب ہی عیب دیکھتا ہے حالانکہ وہ بے عیب و بے گناہ ہوتا ہے۔

ابو یعقوبؒ[2] فرماتے ہیں۔ جس کے احوال کا خالق اور والی اللہ ہو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے اخلاص میں کوتاہی، میرے افکار میں غفلت، میرے صدق میں کمی، میرے مشاہدہ میں سستی اور میرے فقر میں بد احتیاطی پائی جاتی ہے چنانچہ وہ اپنے تمام احوال کو ناپسندیدہ خیال کرتا ہے اور اپنے ارادہ اور سیرت میں اللہ کی طرف اس کا احتیاج اور بڑھ جاتا ہے۔

ابو عمر[3] اسمٰعیل فرماتے ہیں۔ عبودیت میں کسی کا قدم پاک و صاف نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے تمام افعال ریاکاری اور احوال دعویٰ سے پاک نہ ہوں کیونکہ نفس تو خیر کی مخالفت پر ہی تلا رہتا ہے۔ اگر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہو تو کوئی

---

[1] زین العابدین علی بن حسین :۔ علی اصغر یہی ہیں کیونکہ علی اکبر امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے حسینی انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی نعت و قصیدہ ان کی بلندیوں کی دلیل ہے۔ عمر ۵۶ برس۔ وفات ۹۹ھ، ۷۱۷ء

[2] ابو یعقوب اسحٰق بن محمد جوری :۔ یہ ابو عمر مکی، ابو یعقوب سوسی اور جنید کی صحبت میں رہے۔ وفات مکہ ۳۳۰ھ ۹۴۱ء

[3] ابو عمر اسمٰعیل بن نجید بن احمد بن یوسف سلمی :۔ ابو عثمان مکی کے مرید، جنید بغدادی کے ملاقاتی اور بہت بڑے شیخ تھے وفات ۳۶۶ھ ۹۵۰ء

marfat.com

بھی نفس کی چیرہ دستیوں سے بری نہیں رہ سکتا۔ جیساکہ فرمایا۔ " اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہو تو تم میں کوئی بھی پاک و صاف نہیں ہو سکتا " (سورۂ نور آیت نمبر ۲۱) اور فرمایا " میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا۔ نفس تو برائی کی امارت کرتا اور برائی کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے کہ میرا رب رحم کر دے (سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۳)

ایک بزرگ کا قول ہے۔ وہاں تو اللہ کے فضل کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم تو اسی کی پردہ پوشی پر زندہ ہیں۔ اگر پردہ اٹھ جائے تو ہماری بری حالت ظاہر ہو جائے چنانچہ بڑے بڑے بزرگ اپنے صحیح اعمال سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسرے اعمال کا کہنا ہی کیا یہاں تک کہ ابو یزیدؒ فرماتے ہیں اگر ایک بار بھی کلمۂ طیبہ پاک و صاف طور پر ادا ہو جائے تو میں پھر کسی بات کی پرواہ نہ کروں ـــــ ابو سلیمانؒ[1] درانی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے کسی عمل کو بنظرِ خوبی نہیں دیکھا کہ میں اس کو اعمال میں شمار کروں۔

---

[1] ابو سلیمان عبدالرحمٰن درانی دمشق کی بستی داران کے رہنے والے۔ وفات ۲۱۵ھ = ۸۳۰ء

marfat.com

باب ۸

اذکارِ اسماء الحسنیٰ اور معرفت و مشاہدۂ حق

دباغؒ کے مشائخ اور شیخ عمرؒ

حضرت دباغؒ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے دس ولیوں کی وراثت ملی ہے۔ ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے چنانچہ میں (مؤلف) نے حضرت سے پوچھا کیا مختلف بزرگوں کی وراثت مختلف قسم کی ہے۔ فرمایا۔ سب سے "معرفتِ حق" کی وراثت پائی۔ پھر مثال دی کہ کسی نے چاہا کہ گھوڑ سوار کی تعریف کی جائے لیکن بیان کرنے والا گھوڑے کے اوصاف بیان کرنے پر اکتفاء کرے اور اتنی خوبیاں بیان کرے کہ گویا کہ ہم آنکھوں سے گھوڑے کو دیکھ رہے ہیں اور گھوڑ سوار کا یا تو ذکر ہی نہ کرے اور اگر کرے تو ضمناً ـــــ اس کے بعد کوئی اور آئے اور سوار کی ایسی تعریف کرے کہ تمام حجاب اٹھ جائیں۔ تو یہ عالم تھا شیخ عمر بن ہواری کا۔

ایک اور بار فرمایا۔ حضرت عمرؒ بن محمد اہواری (جو علی بن حرز ہم کے مزار کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔) سے مجھے جو کچھ حاصل ہوا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی سے کہے میرے ساتھ چلو تمہیں پانی مِل جائے گا۔ چنانچہ پیاسا بغیر جانے کہ پانی کہاں ہے چل پڑے یہاں تک کہ کوئی آکر کہے کہ پانی یہاں ہے ـــــ ایک اور بار فرمایا کہ میرا اور حضرت عمرؒ کا معاملہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی اور کے لئے شکار کر کے چھوڑ جائے مگر معلوم نہ ہو کہ شکار کس طرح استعمال میں لاؤں۔ پھر ایک اور شخص آکر ایندھن لاکر آگ جلائے اور چھری دے کہ اس سے جسقدر چاہو گوشت کھاؤ۔

میں نے حضرت عمرؒ کے متعلق متعدد سوال کئے۔

تو فرمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو اپنا شیخ بنایا جنکے پاس کوئی سِرّ نہ تھا۔ پھر اللہ نے میرا دل حضرت عمرؒ کی طرف مائل کر دیا۔ ہم دونوں مزار پر اکٹھے ہوتے تھے۔ عمر وہاں

marfat.com

سجادہ نشین تھے اور ہم مزار کا تبرک لیا کرتے تھے۔ مجھے آپ کی حالت بہت پسند آئی۔ میں آپ کے اذکار اور ورد کا پوچھتا تو آپ تغافل برتتے۔ اس سے میرا شوق اور بڑھتا۔ ایک رات روضہ پر ہم سوئے ہوئے تھے کہ خضرؑ سے ملاقات کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے ــــــ حضرت عمرؓ کی فتح کمزور تھی۔ وہ غارِ حرا کے دیوان میں حاضر ہوتے مگر ضروری نہیں کہ دیوان میں آنے والے ہر فرد کو دیوان کی باتوں، وہاں کے امور اور ان کے فیصلوں کا بھی ضرور علم ہو۔

ذکر اذکار حضرت دباغؒ سے کسی نے ورد یا وظیفہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے دریافت کیا کہ صادقین کا پوچھتے ہو یا کاذبین کا۔ تو سائل نے کہا صادقین کے متعلق دریافت کرتا ہوں۔

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ امت کے دین کی حفاظت شریعت کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ ظاہری شرعی عمل باطن میں ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور صحیح شیخ کا باطن حق کے مشاہدہ سے معمور ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ مشاہدہ کی بدولت دل سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور جب مرید کو اس کی تلقین کرتا ہے تو شیخ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے ــــــ وگرنہ اپنے طور پر ذکر کرنے والا صرف زبان سے ذکر کرتا رہتا ہے اور بس۔

حکایت پھر حضرت دباغ نے بطور مثال حکایت بیان کی کہ ایک بادشاہ کا پیارا بیٹا بیمار ہوا تو بادشاہ نے طبیبوں کو کہا کہ بچہ صحت یاب نہ ہوا تو سزا دوں گا۔ طبیب متفق تھے کہ اگر بچہ گوشت نہ کھائے تو تندرست ہو جائے گا مگر وہ نہ مانتا تھا۔ سب پریشان تھے کہ ایک طبیب اٹھ کر گیا۔ غسل کیا اور اللہ سے گریہ وزاری کی کہ جب تک مریض گوشت نہ کھائے گا وہ خود بھی نہ کھائے گا۔ اور واپس آکر مریض سے گوشت نہ کھانے کا کہا تو وہ مان گیا۔

نااہل کو ذکر کا فائدہ پھر فرمایا کہ عارف اولیاء جب سر کے متحمل اور طاقت رکھنے والے باصلاحیت محجوبین کو دیکھتے ہیں تو وہ انہیں تلقینِ ذکر وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اولیاء نااہلوں کو بھی ذکر دیدیتے ہیں تاکہ کوئی محروم نہ رہے جس کا فائدہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا جب ہر امت اپنے اپنے نبی کے جھنڈے تلے ہوگی اور انہیں بھی حضورؐ سے امداد حاصل ہوگی۔ امتِ محمدیؐ کے اولیاء بھی اپنا اپنا جھنڈا لئے ہوں گے

marfat.com

جن کی تعداد انبیاء جتنی ہوگی۔ ہر ولی کے ساتھ اپنے اپنے متبعین اور پیروکار ہوں گے۔ انبیاء کی طرح اولیاء کو بھی حضورؐ سے مدد پہنچے گی اور متبعین کو اپنے شیخ سے چاہے وہ نااہل ہی کیوں نہ ہوں۔

پھر فرمایا محض تلقین اور ذکر سے فائدہ نہیں ہوتا جب تک اللہ، ملائکہ، الہامی، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کی حقیقت کی تعلیم نہ دی جائے اور کچھ باطنی فائدہ نہ پہنچایا جائے۔

حکایت:- مؤلف کہتا ہے کہ ایک غلام نے ایک بزرگ سے درخواست کی کہ وہ اس کے آقا سے اس کی رہائی کی سفارش کرے۔ بزرگ سال بھر ٹالتا رہا اور پھر جاکر اس کی سفارش کی اور وہ آزاد ہوگیا ـــــ غلام نے بزرگ سے کہا اگر آپ سال پہلے سفارش فرمادیتے تو میں پہلے رہا ہو جاتا اور آپ کو بھی زیادہ ثواب ملتا۔ بزرگ نے جوابدیا میں کسی کو کوئی کام نہیں کہتا جب تک خود نہ کرلوں۔ جب تم نے سفارش کے لئے کہا تھا۔ میرے پاس کوئی غلام نہ تھا۔ اس دوران میں نے پیسے کما کر غلام خریدا اور آزاد کیا تب تیرے آقا سے بات کی اور وہ مان گیا۔ اگر میں پہلے کہتا تو وہ نہ مانتا۔

اسمِ اعظم

فرمایا۔ اسم اعظم ننانوے ناموں میں سے نہیں ہے بلکہ سواں نام ہے اور اسمِ اعظم کے بیشتر معانی ننانوے اسماءِ حسنیٰ میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ذات کا ذکر ہے زبان کا نہیں۔ جب ذکرِ ذات سے نکلتا ہے تو پیتل کی سی آواز نکلتی ہے اور یہ ذکر ذات کے لیئے اتنا بھاری ہوتا ہے کہ دن بھر میں ایک دو بار سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ذکر مکمل مشاہدہ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور ذکر کے دوران ہیبت اور خوف کے مارے ذات کے لئے تمام عالم مفقود ہو جاتا ہے ـــــ حضرت علیؑ میں اتنی قوت تھی کہ وہ دن میں چودہ مرتبہ اسم اعظم کا ورد کر لیتے۔

اسماءِ حسنیٰ

فرمایا۔ اللہ تعالٰی مشاہدات کے ذریعہ انبیاء پر اسماءِ حسنیٰ کے معانی ظاہر فرماتے تھے اور مشاہدہ کے مطابق وہ ایک نام وضع کر لیتے ـــــ چنانچہ اسم جلالت "اللہ" حضرت آدمؑ نے خود وضع کیا۔ جب اللہ تعالٰی نے ان میں اپنی روح پھونکی تو آپ اٹھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے اور دوسری ٹانگ کے گھٹنے پر بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں انہیں حق کا مشاہدہ ہوا اور ان کی زبان سے ایسا لفظ نکلا جو اس مشاہدہ کے اسرار

marfat.com

کا مفہوم ادا کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ نے ان ناموں کو انبیاء اور اصفیاء کی زبان پر جاری کیا۔ چنانچہ حضرت ادریسؑ پہلے نبی ہیں جنہوں نے "علیم" "قوی" "عظیم" اور "منان" کے اسماء وضع کئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں یہ نام وضع کئے تھے۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام انبیاء کے دیئے ہوئے نام عربی زبان میں جمع کر دیئے۔

اگر حضورؐ ان معانی کے لیے اسماء وضع فرماتے جن کا آپؐ کو مشاہدہ ہوتا تو کوئی بھی ان کو برداشت نہ کر سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف و کرم فرماتے ہیں۔

اعتراض مؤلف کہتا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مذکورہ بالا بیان اہلِ سنت کے عقیدے کے خلاف ہے یعنی ان کے ہاں اسماءِ حسنیٰ قدیم اور ازل سے ہیں اور مندرجہ بالا بیان سے لگتا ہے کہ اسماء حادث ہیں اور بعد میں وضع کئے گئے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اسماء معانی اور صفات کے لحاظ سے قدیم ہیں نہ کہ الفاظ کی وجہ سے۔ کیونکہ ہر لفظ عرض ہے اور ہر عرض حادث ہے۔

"اللہ" اسم جلالت حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ اسم اللہ میں یہ تین اسرار ہیں:۔

(۱) اللہ کی مخلوق انس۔ جن اور حیوان وغیر کی کوئی حد نہیں اور وہ اکیلا بغیر مشیر و وزیران پر غالب ہے۔ اور سب کو گھیرے ہوئے ہے جیسا فرمایا واللہ من ورائھم محیط۔ (سورۃ بروج آیت نمبر ۲۰)

۲:۔ اللہ جیسے چاہتا ہے مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔ جسے چاہے غنی کر دے، جسے چاہے فقیر جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلیل کرے۔ کسی کو سفید، کسی کو کالا بناتا ہے۔ ایک کی دعا قبول کرتا ہے دوسرے کی رد۔ ہر روز اس کی نرالی شان ہے۔ اختیار اسی کا ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔ پاک ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

۳:۔ اللہ مقدس و منزہ ہے۔ نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے، نہ کسی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ اپنی قضاء و قدرت اور رحمت و حکمت سے دو مقام بنائے کہ ہر ایک کو اس کے مقام پر پہنچایا جائے۔ اور پھر مخلوق کے لیئے ایک پردہ حجاب رکھا تاکہ اس کی تجلّی سے ریزہ ریزہ نہ ہو جائے۔

تصور:۔ لیس کمثلہ شیئ۔ (اس کی مثل کوئی شے نہیں) وہ ہمارے تصورات اور فکر سے باہر ہے۔ اور پھر انسانی فکر و تصور پر بات کرتے ہوئے شیخ نے فرمایا۔ اللہ

marfat.com

اللہ کی قسم میں نے تصور کیا اور پھر ایسا انسان دیکھا جو سر کے بل چلتا تھا۔ قضاءِ حاجت اور جماع کے علاوہ وہ ہاتھ سے اپنی شرمگاہ چھپاتا ——— اسی طرح شیخ محمد بن عبدالکریم اور حضرت دباغؒ دونوں نے ساتھ بیٹھے پہلے فکر و تخیل میں اور پھر واقعی ایک عجیب و غریب اونٹ جیسی مخلوق گھڑ لی۔

مشاہدۂ حق فرمایا۔ مشاہدہ بڑی چیز ہے اور اکثریت کو نہیں میسر آتا۔ فرمایا۔ میری ملاقات ۱۱۲۷ھ میں ایک ولی سے ہوئی اور میں نے انہیں دعا کے لئے کہا کہ مجھے مشاہدۂ حق عطا ہو۔ ولی نے کہا یہ خیال چھوڑ دو۔ ہاں اگر اللہ خود عطا کر دے تو پھر قوتِ برداشت بھی دیدے گا۔ لیکن تمہارے اصرار اور دعاؤں سے مِل گیا اور اللہ نے تمہیں تمہاری ذات پر چھوڑ دیا۔ تو برداشت نہ کر سکو گے ——— لیکن میں نے اصرار کیا تو فرمایا اچھا باری باری (۱) انسانی پھر (۲) جنات اور پھر (۳) ملائکہ کی دنیا کی طرف دیکھو اور انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے جمع کر لو۔ اور میں نے ایسا ہی ہر ایک عالم کو باری باری اپنی آنکھوں کے سامنے لا کر بتایا ——— پھر فرمایا اچھا اب ان تمام جہانوں کو یکجا کر کے دیکھو۔ میں نے کوشش کی مگر نہ کر سکا۔ اس پر فرمایا۔ ان مخلوقات کا مشاہدہ کرنے سے تو عاجز ہو۔ پھر خالق کا مشاہدہ کیسے کر سکتے ہو! ——— یہ سنکر میں سمجھ گیا اور دل کے آنسوؤں سے رو یا کہ میں نے ایسی چیز کی خواہش کی جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔

مقامِ رسولؐ پھر فرمایا۔ تمام مخلوق کا یکجا ایک نگاہ میں مشاہدہ کرنا کسی بشر کی طاقت میں نہیں ہے اور یہی حال بیداری میں دیدارِ رسولؐ کرنے والے اولیاء کا ہے کہ وہ حضورؐ کو ایک نظر میں نہیں دیکھ سکتے۔

روح حضرت دباغؒ سے پہلی ملاقات میں میری گفتگو روح کے متعلق ہوئی تو فرمایا۔ عاقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور تمام جہانوں کا کشف حاصل ہونے سے پہلے اس کی حقیقت سمجھ نہیں آ سکتی اور کشفِ عوالم سے پہلے اگر کشفِ روح ہو جائے تو وہ شخص فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا ——— روح کا سمجھنا اس قدر پوشیدہ اور مشکل ہے کہ اگر کوئی عالم چار برس تک اس موضوع پر مجھ سے بات کرے تو بھی اس کے اعتراض ختم نہ ہوں گے۔

معرفتِ حق:۔ یہ بھی بندے کی طاقت سے باہر ہے کیونکہ کوئی مصنوع اپنے

marfat.com

صانع کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ کوئی برتن عقل حاصل کر کے بھی کمہار کی کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ پس جب حادث کی معرفت سے قاصر ہے تو پھر حادث مخلوق قدیم خالق کی معرفت میں دنیا و آخرت میں کیوں عاجز نہ ہو گی۔

ذکر و عبادت فرمایا۔ ذکر ذاتِ انسانی کے لئے عبادت سے زیادہ بوجھل ہوتا ہے۔ یہاں ذات سے مراد ذاتِ خبیثہ ہے جو ظلمت سے سیراب ہوتی ہے اور ذکر کرنے والا اسے ذکر کے نور سے سیراب کر کے اس کی حقیقت کو بدلنا چاہتا ہے۔

اسم قریب فرمایا۔ کوئی بندہ اگر اس کے نور سے سیراب ہو جائے تو ہر وقت روتا رہے۔ کیونکہ اپنے رب کے قرب کے سرور کے علاوہ بندہ کو اپنی گزشتہ غفلت اور مخالفت بھی رلاتی ہے۔

اسم المتعالی اس اسم کی سیرابی ہو تو بندہ ہمیشہ ہنستا رہے گویا کہ کوئی آدمی گدگدی کر رہے ہیں میرا ارادہ تھا کہ تمام اسماء حسنیٰ کے انوار کے متعلق سوال کروں مگر مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور رک گیا۔

فرمایا۔ ذکر میں جب ولی اسماء حسنیٰ کے انوار سے سیراب ہو رہا ہوتا ہے تو وہ زمانہ بڑا سخت ہوتا ہے کیونکہ ہر اسم کا اپنا تقاضا ہوتا ہے۔ بعض اولیاء صرف ایک ہی اسم سے سیراب ہوتے ہیں اور اسی کا اثر ان پر ہمیشہ رہتا ہے۔ بعض دو یا دو سے زیادہ اسماء سے سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت دباغؒ نے ابتدا میں بتایا تھا کہ وہ ستانوے اسماء سے سیراب ہیں۔ بعد میں آپ مع اسم اعظم کے سو اسماء سے سیراب ہو گئے تھے۔ جو غوث کا مقام ہے۔ اور اسم اعظم سے دعائیں قبول ہوتی ہیں ——— پھر یہ سیرابی دو طرح کی ہے۔ ایک سیرابی مرتبہ روح میں دوسری مقام سر و باطن کی جس میں سوائے رسولِ پاک کے کوئی بھی تمام سو اسماء کی سیرابی حاصل نہیں کر سکتا۔

اسماء کی اجازت فرمایا۔ کسی عارف سے اسماء حسنیٰ کے ورد کی اجازت ہو تو ٹھیک ہے ورنہ مضر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ عارف اسم عطا کرتے وقت اس اسم کا وہ نور بھی عطا کرتا ہے جو اسے شیطان

marfat.com

سے بچائے رکھتا ہے ____ پھر شیخ کے عطا کردہ ذکر کا نفع شیخ کی نیت پر منحصر ہے کہ وہ کس مقصد کے لیئے دیا گیا ہے۔ حصولِ (۱) دنیا یا (۲) آخرت یا (۳) معرفتِ حق ____ لیکن اسم دینے والا ہی محجوب یا غیر عارف ہو تو وہ محض نام دے گا جس کے ساتھ حفاظت کرنے والا نور نہ ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں نقصان ہوگا اور ہلاکت بھی ہو سکتی ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ قرآن کے حافظ بار بار تلاوت کرتے ہیں تو انہیں تو اسمٰئِ حسنیٰ کے پڑھنے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

فرمایا۔ سیدنا و مولانا حضورؐ کو اللہ نے تمام لوگوں کے لیے قرآن دے کر بھیجا۔ چنانچہ جو بھی قرآن تلاوت کرتا ہے اس کا شیخ خود حضورؐ ہیں اور حفاظ کے بچاؤ کا بھی یہی سبب ہے۔ اس کے علاوہ حضورؐ نے امت کو قرآن کا اسی قدر حصہ عطا فرمایا ہے جس کی ان میں طاقت ہے یا جس قدر وہ احکام کو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپؐ امت کو مع اسرار و انوار قرآن عطا فرماتے تو امت میں کوئی بھی نافرمان نہ ہوتا، کسی کو اسماءِ حسنیٰ سے ضرر نہ پہنچتا اور سب قطب ہوتے۔

مصیبت کے لیئے ورد

فرمایا۔ سورۂ ملک (آیت نمبر ۱۴) کے الفاظ "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (خبردار وہ جانتا ہے جو اس نے پیدا کیا اور وہ لطیف و خبیر ہے) کا وردان کے لئے مفید ہے جو محتاج ہوں۔ اور مصیبت و مشکل میں مبتلا ہوں ____ مؤلف کہتا ہے کہ ذانوں کے ایک لاعلاج مریض کو حضرت نے یہ آیت پڑھنے کو کہا اور ورد سے مرض جاتا رہا۔

حضرت یا ذکر بالجہر اور سماع

کسی نے حضرت دباغؒ سے حضرۃ (ذکر بالجہر اور سماع مع وجد) کے بارے میں سوال کیا۔

فرمایا۔ اس بارے میں تو علماء سے پوچھنا چاہیئے کہ حضورؐ یا خلفائے راشدین یا تابعین یا تبع تابعین نے ایسا کیا تھا یا نہیں۔ اگر ان تمام عہدوں کے بزرگوں نے نہیں کیا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت دباغؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صاف اور حق بات کہنا پسند نہ کیا کیونکہ میں

marfat.com

ایک عام آدمی ہوں اور سائل میری بات قبول نہ کرتا ——— پھر فرمایا۔ حضرت کا رواج چوتھی صدی ہجری میں اس طرح پڑا کہ چار پانچ صاحبِ فتح اولیاء تھے جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ملائکہ وغیرہ کا مشاہدہ کرتے اور فرشتوں کے اجسام کو ذکر اور وجد میں جھومتے دیکھتے ان اولیاء کو یہ وجد پسند آتا اور وہ بھی اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے جھومنے لگ جاتے اور ان کے مرید بھی اپنے اپنے شیخ کی پیروی میں وجد کرنے لگتے ——— یہ شیخ وفات پاگئے تو ان کے اہلِ ظاہر مرید حضرۃ میں مشغول ہو گئے اور ساتھ ساتھ دیگر حرکات اور آلات کا اضافہ کر دیا۔ جو نسلوں سے جاری ہے۔ جو درحقیقت ان مشائخ کی کمزوری تھی جو اپنے وجود کو قابو میں نہ رکھ سکتے تھے۔ اور یہ بات تینوں بہتر اور بہترین زمانوں میں نہ تھی، نہ سننے میں آئی ہے۔

لُولُو دے وچ لکھ لکھ اکھیاں

فرمایا۔ بصیرت کے تین لاکھ چھیاسٹھ ہزار اجزاء ہیں ان میں سے ایک جزو آنکھ کی نگاہ میں آیا ہے اور باقی اجزاء کامل عارف کی ذات میں ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ذات سے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور یہ مرتبہ صرف غوث کو ہوتا ہے جس کے ماتحت سات قطب ہوتے ہیں۔

اولیاء کے لئے مسافت کا سکڑنا

ہم شہر تطاون میں حضرت دباغؒ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ :- سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت احمد بن حسینؒ رفاعی اور حضرت ابراہیم

---

۵۱ سید احمد کا نام بکیر، ابو العباس کنیت اور محی الدین لقب تھا۔ پیدائش مقامِ حسن ۱۵ رجب ۵۱۲ھ = ۱۱۱۸ء۔ نسبتاً حسینی سید۔ ظاہری و روحانی تربیت آپ کے ماموں منصور بطائحی نے کی اور اپنے انتقال سے ایک سال قبل ۵۳۹ھ = ۱۱۴۴ء میں خلافت عطا کی آپ کے مناقب و حالات، ملفوظات اور وعظ بہت سی کتابوں میں جمع ہیں ——— مشہور ترین کرامت یہ ہے کہ ۵۵۵ھ و ۱۱۶۰ء میں حج سے فارغ ہو کر روضۂ مقدس کی زیارت کو گئے اور بآواز بلند کہا۔ السلام علیک یا جدی (السلام علیک نانا جان) روضہ سے جواب آیا (وعلیک السلام یا ولدی (وعلیک السلام اے بیٹے)۔ جواب سنکر وجد میں آگئے اور کچھ

marfat.com

ابراہیم دسوقی[1] کا عالمِ ملکوت میں اجتماع ہوا اور عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے مریدوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ اس بات کا گواہ کون ہے؟۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اجتماع کے دوسرے دو شرکاء گواہی دیں گے چنانچہ وہ دونوں آموجود ہوئے اور گواہی دی ـــــ جبکہ حضرت ابراہیم اُس وقت مصر میں تھے اور دوسرے دو بزرگ عراق میں تھے۔

ولی کا عجز حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ ایسی بات تو معمولی وَلی بھی کر سکتا ہے ـــــ میں نے ایک ولی کو دیکھا جس کو زمین و آسمان کی مخلوق کا مشاہدہ حاصل تھا۔ وہ تمام کرۂ عالم کی آواز سنتا اور ان کی مدد کرتا اور ضرورت پوری کرتا ـــ اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت تھی کہ وہ دیکھتا کہ یہ سب کچھ اس کی ذات یا اپنی طرف سے نہیں بلکہ یہ حضورؐ کی مدد سے میسر آتا ہے اور حضورؐ کو مدد اللہ کی جانب سے آتی ہے ـــــ اور یوں اپنی بے مائیگی کی بناء پر اپنے آپ کو مینڈک کی طرح پاتا اور تمام مخلوق کو اپنے سے زیادہ طاقتور اور مقتدر پاتا۔

غوث مؤلف کہتا کہ یہ تمام صفات حضرت میں جو غوثِ وقت تھے اور ان کے ماتحت ساتوں قطبوں میں پائی جاتی تھیں ـــــ ایک بار فرمایا کہ میں ساتوں آسمانوں اور زمینوں اور عرش کو اپنی ذات میں دیکھتا ہوں اور عرش کے ستر حجاب ہیں اور ہر حجاب میں ستر ہزار عالم ہیں اور ہر دو حجابوں کے درمیان ساٹھ ہزار سال کا فاصلہ ہے جو ملائکہ سے بھرا ہوا ہے ـ ـ ـ ـ اور یہ سب کچھ ایک آدمی کے سوا کسی کو سمجھ نہیں آسکتا ـــــ ایکبار میں نے حضورؐ کی روحانی میراث جو ایک لاکھ چوبیس ہزار اولیاء میں منقسم ہے کا پوچھا کہ یہ نام ورثہ غوث کو کیوں نہیں ملا۔ تو فرمایا کہ حضورؐ میں جتنی طاقت تھی وہ کسی ایک میں نہیں ہے اور کوئی دوسرا دُرّ سے غوث جتنا فیضیاب نہیں ہو سکتا۔

یہ حاشیہ :۔ دیر بعد حضورؐ کی خدمت میں دو عشقیہ شعر پیش کئے۔ حضورؐ نے روضہ سے دستِ مبارک نکالا۔ آپ نے بوسہ دیا اور ہزاروں زائرین نے دیکھا۔ جن میں شیخ عبدالقادر جیلانی، عدی بن مسافر اموی اور عبدالرزاق حسینی واسطی شامل تھے۔ عمر ۶۶ برس۔ وفات ۵۷۸ھ = ۱۱۸۲ء

[1] :۔ ابراہیم دسوقی قرشی۔ صاحبِ کرامات جلیل القدر صوفی۔ عمر ۴۳ برس۔ وفات ۶۷۶ھ = ۱۲۷۷ء

marfat.com

باب ۹

شان و نورِ محمدی اور حضرت عبدالسلام کا کلام

۱۔ شانِ محمدی حضرت دباغ نے قطب عبدالسلام بن مشیش کے درود شریف ـــــ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ مِنْہُ اِنْشَقَّتِ الْاَسْرَارُ (اے اللہ! رحم ہو اس پر جس سے اسرار اور راز شق ہو گئے) کی تشریح اپنے شیخ محمد بن عبدالکریم البصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

جب اللہ نے زمین کی برکات و اسرار کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو ستر ہزار فرشتوں کی تین جماعتیں زمین پر بھیجیں۔ زمین پر انھوں نے طواف شروع کیا۔ (۱) پہلی جماعت حضورؐ کے اسمِ مبارک کا ذکر کرنے لگی۔ (۲) دوسری اللہ کے ہاں حضورؐ کے قرب و مرتبہ کا ذکر کرنے لگی اور۔ (۳) تیسری حضورؐ کی ذات اور نور پر سلام و صلوٰۃ بھیجنے لگی ــــ دراصل حضورؐ کے ناموں اور ان کے مرتبہ کی برکت سے تمام کائنات وجود میں آئی ــــ فرشتوں نے حضورؐ کے اسمِ مبارک کا ذکر زمین پر کیا تو زمین کو قرار آگیا۔ آسمانوں پر کیا تو وہ بلند ہو گئے ابناءِ آدم کے جوڑوں پر کیا تو وہ نرم ہو گئے اور انسان کی آنکھوں پر کیا تو وہ مع انوار کے کھل گئیں وغیرہ اور اسرار کے پھٹنے کے یہی معنی ہیں۔

مؤلف نے پوچھا کہ کیا ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن ابی بکر (متوفی ۸۷۰ھ ۱۴۶۵ء) کی کتاب دلائل الخیرات کی اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔ جب فرمایا۔ "اے اللہ! اس نام کا واسطہ ہے جسے تم نے رات پر وضع کیا تو وہ تاریک ہو گئی، دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا۔ زمین پر رکھا تو اسے قرار آگیا۔ پہاڑوں پر رکھا تو وہ گڑھ گئے۔ سمندروں پر رکھا تو وہ بہنے لگے۔ چشموں پر ڈالا تو وہ ابل پڑے اور آسمانوں پر ڈالا تو۔ فرمایا۔ ہاں! یہ نام ہمارے نبی و آقا محمدؐ کا نام ہے۔ آپؐ ہی کی برکت سے کائنات پیدا ہوئی۔

marfat.com

فرمایا۔ ہاں ! یہ نام ہمارے نبی و آقا محمدؐ کا نام ہے۔ آپؐ ہی کی برکت سے کائنات پیدا ہوئی۔

مؤلف کہتا ہے غوث احمد بن عبداللہ مرشد دباغؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے۔ جب فرمایا۔ بیٹا ! اگر نورِ محمدیؐ نہ ہوتا تو زمین کا کوئی راز ظاہر نہ ہوتا، کوئی چشمہ نہ پھوٹتا اور کوئی دریا نہ چلتا۔ حضورؐ کا نور بہار میں تین بار بیجوں پر جھلکتا ہے تو پھول پھل آتے ہیں۔ کم ایمان والا بھی ایمان کا بوجھ پھینک دینا چاہتا ہے تو نورِ محمدیؐ مدد دیتا ہے اور بندہ ایمان کی حلاوت اور مزہ پاتا ہے۔

نورِ محمدیؐ سے تمام رنگارنگی

"جس سے اسرار شق ہو گئے" کی تشریح ایک بار یوں فرمائی کہ حضورؐ کا وجود نہ ہوتا تو مخلوق کی یہ رنگارنگی اور تفاوت نہ ہوتا کہ کوئی جنت کا رنگ لئے ہوئے ہے اور کوئی دوزخ کا رنگ لئے تقدیرِ الٰہی پوری کر رہا ہے۔ حضورؐ کے دنیا میں آنے سے قبل عدم میں اللہ نے حضورؐ کا نور پیدا کیا اور آپؐ کی طرف مائل ہونے اور نہ ہونے کو مقدر کر کے کسی کو خشوع اور معرفت سے نوازا اور کسی کو خوف اور بدبختی سے۔ اور حضورؐ سے اسرار شق ہونے سے یہی مراد ہے کہ مخلوق کے مراتب میں اختلاف رکھا۔

اسرارِ محمدیؐ

حضرت دباغؒ نے ایک اور بار یہ تشریح کی کہ تمام انبیاء اور اولیاء وغیرہ کے اسرار حضورؐ کے سِر سے لئے گئے ہیں حضورؐ کے دو سِر ہیں ایک سِر مشاہدہ پر مبنی ہے جو وہبی چیز ہے اور دوسرا اکتسابی جو پہلے سے اخذ کیا جاتا ہے — حضورؐ کا مشاہدہ ان تمام معارف پر مشتمل ہے جو اللہ کے ارادے میں پہلے سے ہیں حضورؐ کے مشاہدہ میں تمام اسماء الحسنیٰ اور ان کے انوار و اسرار جمع ہیں۔ چنانچہ حضورؐ کی ذات مشاہدہ کے تمام اسرار سے مدد لیتی ہے جیسے مخلوق کے لیے رحمت، محبت، معافی و درگزر حلم اور دعا کرنا وغیرہ تاکہ شاید اللہ مخلوق کو ایمان میں تقویت دے۔ حضورؐ اپنے صدیق ابوبکر کے لئے یہی دعا کیا کرتے مگر لوگوں کو اس دعا کی قدر معلوم نہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضورؐ کا مشاہدہ تمام اسماء حسنیٰ اور ان کے اسرار پر مشتمل ہے تو پھر حضورؐ کی ذات تمام اسماء کے انوار سے سیراب اور فیضیاب ہو چکی ہے۔ یعنی حضورؐ کی ذات میں صبر، رحمت، حلم، عفو، مغفرت، علم، قدرت، سمع، بصر اور کلام وغیرہ تمام اسماء

marfat.com

کے انوار بدرجۂ کمال موجود ہیں اور دیگر انبیاء، اولیاء اور ملائکہ حضور کی ذات کے چند اسرار اور انوار سے مستفید ہوتے ہیں ـــــ فرمایا وہ سب حضورؐ کے نائب اور اولاد کی طرح ہیں۔ اور تمام انبیاء اور اولیاء اپنے امتیوں اور پیر وکاروں کو بتاتے ہیں کہ انہیں تمام فیض حضورؐ کی ذات سے پہنچا ہے۔ آخرت میں بھی گزشتہ امتوں کو اپنے انبیاء سے مدد پہنچے گی اور انبیاء کو حضورؐ سے۔ اگر ارادۂ ازلی اور ذات کے اندر خون، گوشت اور رگیں وغیرہ معرفتِ حق میں رکاوٹ نہ بنتیں تو تمام انبیاء اسی دنیا میں بھی حضور کے حکم کے بغیر کلام تک نہ کرتے ـــــ خون ہی ذات کو اپنی ترابی حقیقت اور فانی امور کی طرف مائل کرتا ہے چنانچہ ذات عمارتوں، باغات اور مال جمع کرنے کی طرف لگ جاتی ہے اور یہ میلان غفلت اور حجاب عن الحق کا باعث بنتا ہے۔ یہ حجاب عوام میں شدید و کثیف خواص میں کمزور اور انبیاء میں نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے مگر حضورؐ میں بالکل نہیں۔

تخلیقِ نورِ محمدیؐ فرمایا۔ اللہ نے سب سے پہلے نورِ محمدیؐ پیدا کیا۔ پھر اس نور سے بلا واسطہ قلم، لوح، برزخ، ستر حجاب اور ان کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے پیدا کیے۔ اپنی تکمیل کے لیے بھی یہ حضور کے نور سے سیراب ہوتے رہے۔ پھر عرش، ارواح، جنت، دوزخ، زمینوں اور آسمانوں وغیرہ کو بھی نورِ مکرم سے پیدا بھی کیا اور اسی نورِ محمدیؐ سے سیراب بھی کیا۔

تمام انبیاء اور مومنین اس نورِ کریم سے آٹھ بار یوں سیراب ہوتے ہیں:۔

(۱) پہلی بار جب اللہ نے تمام ارواح کا نور پیدا کیا۔ ۲۔ دوسری بار جب ارواح کو شکل و صورت دی گئی۔

(۳) جب اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کہا گیا۔ انبیاء اور مومنین کی روحوں نے قالو بلیٰ (جی ہاں!) کہا۔ چنانچہ کسی کو نورِ محمدیؐ سے کم اور کسی کو زیادہ سیراب کیا گیا۔ اسی کمی بیشی کی وجہ سے مومنین میں کوئی عام مومن رہا اور کوئی ولی بن گیا ـــــ کفار کی روحوں نے اس نور سے سیراب نہ ہونا چاہا لیکن، سیراب یافتہ روحوں کی سعادتیں اور ارتقاء کو دیکھ کر نادم ہوئیں اور سیر ہونے کی درخواست

marfat.com

کی مگر ان کو ظلمتوں سے سیراب کیا گیا ـــــــ

(۴) جب روح کو جسم میں پھونکا جاتا ہے جو بہت تکلیف دہ امر ہے۔

(۵) ماں کے پیٹ میں بچہ کے اعضاء اور شکل بنتے وقت تاکہ جوڑ نرم ہو جائیں اور کان اور آنکھیں کھل جائیں۔

(۶) ماں کے پیٹ سے جب بچہ نکلتا ہے تاکہ اس کی جبلتیں کام کرنے لگیں۔

(۷) ماں کا دودھ جب پہلی بار پیتا ہے۔

(۸) بروزِ قیامت جب قبروں سے اٹھایا جائے گا اس وقت بھی حضورؐ کے نور سے ہر ذات سیراب کی جائے گی۔

نورِ محمدیؐ سے انبیاء کی ارواح جس قدر سیراب ہوئیں وہ دوسروں سے زیادہ ہوئیں کیونکہ دوسروں میں اس قدر برداشت نہیں۔ جبکہ انہیں نبوت ورسالت مل گئی ـــــــ دوسری امتیں بھی نورِ محمدیؐ سے سیراب ہوئیں مگر صرف حضورؐ کی روحِ پاک کے نور سے جبکہ امتِ محمدیؐ کی یہ خصوصیت ہے کہ امت دوسروں سے افضل ہے اور امتِ محمدیؐ کے مومنین کامل، عادل اور افضل ہیں۔

انبیاء کو حضورؐ کے نور سے اس قدر سیراب کیا گیا جو ان کے لیئے مناسب تھا اور لکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اتنا پیا کہ وہ پی کر غریب الوطنی اور سیاحت پر مجبور ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اتنا پیا کہ انہیں مشاہدۂ کامل، نرمی اور تواضع میسر آئے اور چاہے یہ نرمی اور تواضع بظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتی مگر درحقیقت انہیں اللہ کا مشاہدہ رہتا اور وہ اللہ کے سامنے متواضع رہتے ـــــــ اس طرح حضرت موسیٰؑ نے نورِ محمدیؐ سے کچھ پیا تو اپنی تمام نعمتوں، عطیوں اور نیکیوں کے ساتھ مقامِ مشاہدۂ حق پا یا اور یہی حال تمام انبیاء اور ملائکہ کا ہے۔

فرمایا۔ اسی طرح تمام مخلوق حضورؐ کے نور سے سیراب ہوئی اور اسی وجہ سے چیزوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ جب زمین پر اترے تو درختوں کے پھل گر جاتے تھے۔ اللہ نے چاہا کہ پھل نہ گریں تو انہیں حضورؐ کے نور سے سیراب کیا گیا۔ اور کافروں سے جب تک نورِ محمدیؐ بالکل نکال نہ دیا جائے گا اس وقت تک دوزخ انہیں نہ کھائے گی

marfat.com

فرمایا۔ اہلِ خیر یعنی ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور مومنین میں خیر حضورؐ کی برکت سے ظاہر ہوئی فرشتوں کے وجود اور ارواح دونوں نور سے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کی ذات مٹی سے اور روح نور سے اور دونوں کے درمیان بھی ایک نور ہے۔ انبیاء درجۂ نبوت کی وجہ سے فوقیت رکھتے ہیں۔ اور اولیأ درجۂ نبوت کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ عام مومن کی ترابی ذاتِ انبیاء کے نور سے مستفید ہوتی ہے ——— حضور کے نور سے تمام جہان فیض پاتا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالٰے ہر دم اسے باطن ہی باطن میں زیادہ کرتے رہتے ہیں۔

فرمایا۔ سورج، چاند، ستارے اپنا نور نورِ برزخ سے لیتے ہیں اور نورِ برزخ حضورؐ سے لیا گیا ہے ——— لیلۃ القدر کا سبب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش کے قریب اچانک سورج، چاند اور ستاروں میں روشنی ظاہر ہوگئی تو زمین کے فرشتے سورج کی روشنی سے بھاگ کر سایہ میں چلے گئے اور زمین کے گرد روشنی سے بھاگ بھاگ کر اسی مقام پر پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے۔ آسمانوں کے فرشتے اور برزخ کی روحیں بھی زمین کے فرشتوں کی دیکھا دیکھی زمین پر اتر آئے اور ان سے مل گئے اور اب ہر سال لیلۃ القدر کو اسی طرح وہ زمین پر جمع ہوتے ہیں۔

II اسرارِ حق کا ارتقاء

شیخ عبدالسلامؒ کے فرمان "دَ منیہ اِ، تُقَتِ الحقائق (اور اس میں حقائق ارتقاء کرتے ہیں) کی تشریح یوں کی کہ حقائق سے یہاں مراد اسرارِ حق ہیں جو ۳۶۶ ہیں جنہیں اللہ نے مخلوق میں اپنی مرضی سے پھیلا رکھا ہے۔ مثلاً نباتات کا سر نفع دینا جو ایک حقیقت ہے یا زمین کا سر چیزوں کا اٹھانا ہے یا صدیقین میں صدق کا اور اہلِ کشف میں معرفتِ الٰہی کا راز ہے اور اہلِ مشاہدہ کا سر یہ ہے کہ وہ اللہ سے غافل نہیں رہتے اور مشاہدہ میں رہتے ہیں وغیرہ ——— یہ سب اسرار حقائقِ الٰہیہ ہیں اور حضورؐ کو ان تمام اسرار میں کمال حاصل تھا۔ اور ان اسرار یا حقائق کا ارتقاء اسی حد تک ہوتا ہے جس حد تک کوئی نورِ حق سے فیضیاب ہوا اور حضورؐ میں یہ ارتقاء بدرجۂ اتم ہوا جہاں تک پہنچنے کی کسی میں طاقت نہیں۔

marfat.com

III آدم کو اسماء سکھائے

حضرت عبد السلام کے کلام وَتَنَزَّلَتْ عُلُوْمُ آدَمَ (نازل کئے علومِ آدم) کی تشریح حضرتِ دباغؒ نے یہ فرمائی کہ یہاں علومِ آدم سے اسماء مراد ہے جیسا کہ سورۂ بقر کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (اور تعلیم دی آدم کو کل اسماء کی)۔ اور ان کو اسماءِ عالیہ کہیں گے جو مسمّٰی کی اصل کا پتہ بتلاتے ہیں کہ وہ کس چیز سے ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے۔ جبکہ مخلوق کے اسماءِ نازلہ مسمّٰی کا پتہ بتاتے ہیں۔

حضرت آدمؑ کو وہ تمام اسماء سکھائے گئے جن کی ان کو ان کی اولاد کو ضرورت اور طاقت تھی چنانچہ عرش کے نیچے سے زمین کے نیچے تک ساتوں آسمانوں، زمین، جنت اور دوزخ میں ہر جامد و ناطق مخلوق کے اسماء سکھائے گئے جس سے حضرت آدمؑ ان اسماء ہی سے ان کی اصل، فوائد، کیفیت، ترتیب اور شکل کو جان جاتے تھے۔ آدم کا نام اس لیے لیا گیا کہ انہیں سب سے پہلے یہ علوم حاصل ہوئے اور بعد میں انکی اولاد میں انبیاء اور کامل اولیاء بھی ان علوم کے وارث ٹھہرے۔ اسماءِ کُل سے بھی وہ علوم مراد ہیں جن کی آدم اور اولادِ آدم کو برداشت اور ضرورت تھی نہ کہ تمام علومِ خداوندی۔ تَنَزَّلَتْ (نازل کیا) کا لفظ حضورؐ کے علم اور دیگر انبیاء کے علم میں فرق بتانے کے لئے استعمال کیا۔ کیونکہ حبیب حضورؐ کا یہ اعجاز ہے کہ حضورؐ مشاہدۂ حق کو برقرار رکھتے ہوئے مشاہدۂ علوم بھی فرما سکتے ہیں اور مشاہدۂ مخلوق مشاہدۂ حق میں مانع نہیں آتا ــــ اسی لئے نہ گزشتہ انبیاء اور نہ آئندہ کوئی ولی حضورؐ کے مقام و مرتبہ تک پہنچ پائے اور نہ آپؐ کی گرد کو پہنچ پائیں گے۔ اور یہ کمال حضورؐ کی روح و باطن کے ساتھ ساتھ آپؐ کی ذات کو بھی حاصل ہے۔ عالمِ ملکوت آپؐ ہی کے جمال کی بدولت خوشنما ہے اور عالمِ جبروت آپؐ ہی کے فیضِ نور سے چھلک رہا ہے۔

عالمِ علوی ملک ۔ ملکوت ۔ جبروت

عالم علوی کو مختلف اعتبار سے (۱) عالم الملک (۲) عالم الملکوت اور (۳) عالمِ جبروت کہا جاتا ہے ــــ عالم الملک کے ناطق، صامت، جامد اور عاقل سب باشندگان کا ایک آلہ، معرفتِ حق اور مشاہدۂ حق پر اتفاق ہے اور یہ کہ اس میں انکا کوئی اختیار نہیں

marfat.com

سب قسم کے گمراہ لوگ پائے جاتے ہیں۔

پس ہر وہ عالم جہاں کے لوگ حق بات پر متفق ہوں عالمِ الملک کہلاتا ہے۔ عالمِ ملکوت یہاں کے باشندوں کے انوار، احوال اور مقامات کے تنوع کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور عالمِ جبروت ان انوار کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جو وہاں کے باشندوں پر ہوا کی طرح چلتے ہیں اور ان کی ذات، ارواح اور معارف کو سیراب کرتے اور برقرار رکھتے ہیں اور یہ انوار ان کے احوال کے محافظ ہوتے ہیں۔

اقوال مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغؒ کے بیان کی خوبی تب عیاں ہوگی جب اس کا موازنہ و مقابلہ آپ دوسروں کے مندرجہ ذیل اقوال سے کریں۔

(۱) عالم الملک وہ عالم ہے جس کا ادراک حواس سے ہو سکے۔ عالمِ ملکوت وہ جس کا عقل سے ہو اور عالمِ جبروت وہ جس کا مواہب الٰہیہ سے ہو سکے۔

(۲) عالم ظاہر و محسوس کو عالم ملک کہتے ہیں۔ عالمِ باطن و عقل کو عالم ملکوت اور عالمِ جبروت دونوں عالموں میں سے کچھ کچھ عناصر لئے ہوتا ہے یعنی محسوسات بھی اور عقل بھی۔

(۳) عالمِ جبروت میں اسماء ہیں اور عالمِ ملکوت میں صفات کیونکہ صفات اسماء اور افعال میں تصرف کرنے کا ذریعہ ہیں۔ جیسے لطف لطیف اور ملطوف یا قہر قہار اور مقہور کے درمیان واسطہ ہیں۔

جمالِ نورِ محمدیؐ فرمایا۔ ریاض الملکوت (ملکوت کا باغ) عالمِ علوی سے ہے اور مراد لوحِ محفوظ مع قلم، برزخ اور عرش ہے۔ کیونکہ لوحِ محفوظ میں حضورؐ، انبیاء، اولیاء، صالحین اور مومنین کے نام درج ہیں جن سے اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق نور نکلتا ہے۔ اسی طرح قلم، برزخ اور عرش سے بھی مختلف رنگوں کے انوار نکلتے ہیں۔ چونکہ باغ میں مختلف رنگوں کے پھول ہوتے ہیں۔ اس لئے ریاض کا نام تشبیہاً دیا گیا۔

مزید یہ کہ نورِ محمدیؐ مندرجہ بالا تمام اشیاء اور مقامات میں پایا جاتا ہے بلکہ حضورؐ کے نور کی بدولت انہیں حسن و خوبی اور رونق حاصل ہوئی جس کی وجہ سے "زھرجالہ"

marfat.com

(آپ کے جمال کا پھول) کا لفظ استعمال کیا۔

۱۷ مقصدِ حیات ذاتِ محمدی

حضرت عبدالسلام کے قول اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِنَسَبِہٖ وَحَقِّقْنِیْ بِحَسَبِہٖ (اے اللہ! میرا الحاق کر ان کے نسب سے اور ان کا حسب بخش) کی تشریح کرتے ہوئے حضرت دباغ نے فرمایا ___ کہ نسب سے مراد حضورؐ کے باطن کا وہ مشاہدہ ہے جسے حاصل کرنے کی کسی اور میں طاقت نہیں۔ یاد رکھیں کہ عبدالسلام جامع قطب، حضورؐ کے کامل وارث اور حضورؐ کے مشاہدہ سے فیضیاب ہوئے تھے ___ حَسَبَ سے مراد حضورؐ کی صفات مثلاً رحمت، علم، حلم وغیرہ ہیں۔ چونکہ حضورؐ کے مشاہدہ کی کسی میں طاقت نہیں اس لئے اَلْحِقْنِیْ (قریب کر دے) کا لفظ کہا اور صفات کے لئے حَقِّقْنِیْ (حاصل کرنا) کہا کیونکہ صفات کا حصول قدرے ممکن ہے۔

فرمایا۔ خبردار یہ خیال نہ کرنا کہ پیر کی نظر، ارادہ اور عزم حضور کی ذات کے علاوہ کسی اور طرف یعنی کشف و کرامت یا تصرف و ولایت کی طرف ہوتی ہے بلکہ شیخ کی توجہ محض ذاتِ نبویؐ کی طرف ہوتی ہے۔

ایک اور بار فرمایا کہ نسب سے مراد جہد و قوت ہے اور حسب سے مراد وہ بارِ گراں ہے جس کے متحمل حضورؐ ہوئے۔

---

marfat.com

باب ۱۰

اولیاء کے کلام کی تشریح، مشاہدہ، ذکر و علمِ رسول تکبیر، ولی و نبی، قادر

۱۔ مشاہدہ رُوح اور ذات کی کمزوری

حضرت دباغؒ نے شیخ ابوالحسنؒ شاذلی کے قول لَیْسَ مِنَ الْکَرَمِ اَنْ کا تَحْسِنِ اِلَّا لِمَنْ اَحْسَنَ اِلَیْکَ (یہ بھی کوئی کرم ہے کہ صرف احسان کرنیوالوں سے احسان کیا جائے) کی تشریح فرمائی کہ شیخ ابوالحسن نے یہ الفاظ اس وقت فرمائے جب آپ نے اللہ کی رحمت کا مشاہدہ کیا۔ جب روح نے یہ مشاہدہ کیا تو ذات کی کمزوری کی وجہ سے ادب ملحوظ رکھے بغیر یہ الفاظ بے ساختہ نکلے۔ مثال کے طور پر یوں جانو کہ نوحہ و واویلا کی حرمت اور ممانعت کے باوجود مصیبت میں بندہ اپنے کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور واویلا کرتا ہے۔

شیخ شاذلی کے یہ الفاظ حزبِ[۱] کبیر میں پائے جاتے ہیں اور لوگوں کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ابن[۲] عباد نے ان الفاظ کو ساقط کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر شیخ شاذلی جیسے ولی کے الفاظ بدلنے کی کسی کو اجازت نہیں کیونکہ نورِ ولایت سے انہیں

۱؎ حزبِ کبیر:۔ مختلف بزرگوں نے حزب لکھی ہے۔ شاذلیؒ کی حزب کبیر میں مناجات وغیرہ ہیں۔ ان کی ایک حزبِ صغیر بھی کہتے ہیں۔ اس کا لوگ ورد کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس میں اسمِ اعظم ہے۔

۲؎ محمد بن ابراہیم بن عباد النفری رندی شاذلی نے شیخ تاج الدین ابوالفضل احمد شاذلی متوفی ۷۰۹ھ کی حکم عطائیہ کی شرح لکھی۔

marfat.com

جو مشاہدہ میسر ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

ذکرِ رسولؐ

حضرت دباغؒ سے ہم نے ابن فارضؒ[1] کے اس شعر کی تشریح پوچھی:۔
"ہم نے ذکرِ حبیب کی شراب پی اور اس وقت سے سکر و مستی میں ہیں جب سے انگور کی بیل پیدا ہی نہ ہوئی تھی"

فرمایا۔ یہ عالم ارواح کی طرف اشارہ ہے اور حبیب سے مراد حضورؐ ہیں۔ دنیا میں حضورؐ کا ذکر مکمل مشاہدہ کا سبب بنتا ہے اور روح اس مشاہدہ کی بدولت ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہے اور اس کی عادات اور معارف بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ انوار کے اندر گھس جانے اور اغیار سے کٹ جانے کی طاقت مل جاتی ہے اور بندہ پہلی حالت سے یکسر بدل جاتا ہے۔

اس مشاہدہ کو شراب سے تشبیہ دینے کی تین وجوہ ہیں:۔ (۱) یہ مشاہدہ بھی شراب کی طرح ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (۲) مشاہدہ شراب کی طرح پہلی حالت سے منقطع ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (۳) شراب سے انسان شجاع اور دلیر بن جاتا ہے اور ہر شے کو حقیر جانتا ہے۔ اسی طرح صاحبِ مشاہدہ انوار کی طرف بڑھتا ہے اور اغیار کو ترک کرنے کی جرأت کرتا ہے۔

پس مراد یہ ہوئی کہ حق کے مشاہدہ میں ہم نے ذکرِ رسولؐ کی جرأت عالمِ ارواح میں کی اور عالم ارواح میں کرم یوں ہوا کہ یہ ذکر ذات میں گھس کر اسے غفلت اور شہوات سے نکال لایا۔ یہ ذکرِ حبیب یا رسولؐ آہستہ آہستہ مشاہدۂ روح کے میسر کرنے کے ساتھ ساتھ ذات کی حالت بھی بدل ڈالتا ہے۔ اور یوں ذات ہر دوسری شے سے کٹ کر صرف ایک کی ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ مجھے اس ولی پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ میں کون و مکان (عالم) میں سمایا ہوں اس لئے کہ کون و مکان میں داخل ہونے کے لئے دروازہ حضورؐ ہیں۔

---

[1] شرف الدین عمر بن فارض عربی کے واحد صوفی شاعر ہیں۔ ان کے دیوان کو ان کے پوتے علی نے شائع کیا۔ ان کے اشعار صوفیانہ اور دقیق ہیں۔ پیدائش قاہرہ ۵۷۶ھ = ۱۱۸۱ء۔ وفات ۶۳۲ھ = ۱۲۳۵ء

marfat.com

جن کے نور کی برداشت کی طاقت کسی میں نہیں۔ جب دروازہ کی طاقت ہی نہیں تو آگے کی بات ہی کیا! ــــ ہاں اگر دروازہ سے داخل نہ ہوا ہو تو فتح شیطانی ہوئی اور پھر ٹھیک ہے کہ ایسا شخص ایک کمرہ کو بھی پر نہیں کر سکتا۔

تمام کائنات یعنی عرش، فرش، آسمان، زمین، جنات، حجابات وغیرہ سب کا نور حضورؐ کے نور کا ایک حصہ حاصل کر سکے ہیں اور اگر حضورؐ کا سارا نور ان پر ڈال جائے تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ حضورؐ کے نور کی شان کا کوئی کیسے اندازہ لگائے جبکہ مدینہ منورہ اور حضورؐ کی قبر کے نور کی برداشت بھی کسی ذات میں نہیں مگر یہ ہے کہ رحمت اللعالمین شان سے وہ اپنی تجلی کو پردے میں رکھتے ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جب سورج کا نور ارواحِ مومنین کے نور سے اخذ کیا گیا اور ارواحِ مومنین کا نور حضورؐ کے نور کے سامنے ایسا ہے جیسے بتی دوپہر کے سورج کے سامنے۔ کجا کسی ولی کا نور اور کجا نورِ محمدیؐ؟

حکایاتِ تسخیرِ زمان ومکان

(۱) مؤلف کہتا ہے۔ میں نے حضرتِ دباغؒ سے اس حکایت کے متعلق دریافت کیا کہ عراق میں ایک شخص سمندر میں اترا اور گھنٹہ بھر بعد نکل آیا اور بتایا کہ میں مصر میں اتنے ماہ رہا کہ میری شادی بھی ہوئی اور بیٹا بھی۔ بعض نے اس کا استدلال یوں کیا ہے کہ قیامت کا دن ہزار سال کا ہوگا لیکن مومنوں کیلئے گھڑی بھر کے برابر ہوگا مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ روزِ قیامت کی لمبائی وہاں کی سختی کی وجہ سے ہوگی اور ابنِ حجر نے بھی اسی پر اکتفاء کیا ہے؟

فرمایا۔ اللہ قادر ہے اور اسے کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی۔ جس طرح فرشتوں کی موجودگی کے باوجود اللہ نے لوگوں کو ان کے مشاہدہ سے روک رکھا ہے۔ اسی طرح سمندر میں جانے والے کے لئے زمان ومکان کے پیمانے بدل کر اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور کرتا رہتا ہے۔

(ب) فرمایا۔ میں نے اس سے بھی عجیب واقعہ دیکھا ہے کہ ایک شخص صبح کے وقت کنوارہ تھا۔ ظہر کو میرے دریافت کرنے پر فرمایا یہ لوگ نہ جنوں میں سے ہیں اور نہ انسانوں میں سے۔ اللہ کی مخلوق کا شمار نہیں جیسا فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

marfat.com

(اور تیرے رب کی افواج کا سوائے خود اس کے کسی کو علم نہیں)۔

(ج) پھر فرمایا۔ ۱۱۱۱ھ میں میری والدہ کی وفات کے بعد میرے والد نے دوسری شادی کی اور ایک لونڈی بھی رکھ لی۔ لونڈی نے مجھے مارا جس پر میں نے کہا کون کوتسا غم برداشت کروں۔ اس لونڈی کا یا سوتیلی ماں کا۔ اسپر لونڈی اور بگڑ گئی —— اس کے سال بھر بعد مجھے گھنٹہ کے اندر اندر اپنی لقا یا زندگی کے تمام واقعات جاگتے میں دکھائے گئے۔ تمام اولیاء جن سے میری ملاقات ہونی تھی دکھائے گئے۔ اپنی شادی اپنے بیٹوں عمر اور ادریس کی ولادت، عقیقہ بیٹی فاطمہ کی ولادت اور اس کے بعد فتح غرضیکہ تمام حالات اور واقعات کا مشاہدہ روح کو کرایا گیا۔

(د) فرمایا۔ عارفِ کامل بچے کی پیدائش کے وقت اس کی زندگی کے تمام حالات و واقعات کو دیکھ لیتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ایک عارف ایک مقام سے گزرا تو اس کے دل نے چاہا کہ یہاں شہر ہو جس میں اللہ کی عبادت ہو۔ اس پر اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا وہ انسانوں کی شکل میں اترے اور شہر کو حکم دیا تو وہ موجود ہو گیا۔ اس کے بعد عارف پھر ادھر سے گزرا اور اس نے شہر میں لوگوں کو اللہ کی عبادت کرتے دیکھا تو اللہ کی حمد کی۔ اس عارف کی زندگی تک وہ شہر قائم رہا اور وفات کے بعد فرشتے اپنے اپنے مرکز لوٹ گئے اور شہر معدوم ہو گیا۔

مشاہدہ کسی نے حضرت حاتمی کے کلام کا ذکر کیا تو حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ حاتمی نے اپنے مشاہدہ میں جنت کو اپنی اصل جگہ کی بجائے کسی اور جگہ پر دیکھا کیونکہ عارف کو جس مقام پر مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اس سے اعلیٰ و افضل اور کوئی مکان و زمان نہیں ہوتا۔ اللہ اس مشاہدہ کو برقرار رکھنے کے لئے اس جہت میں جنت پیدا کر دیتے ہیں تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے جنت کو دیکھا ہے حالانکہ یہ کوئی اور ہی چیز ہوتی ہے۔

پھر فرمایا اللہ ہر شے پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(iii) **حضورؐ اور جبرائیل** میں نے دریافت کیا کہ امام غزالی کتاب تفکر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل حضورؐ سے زیادہ عالم تھے۔

فرمایا۔ حضرت جبرائیل، تمام ملائکہ اور مخلوقات کی پیدائش حضورؐ کے نور سے ہوئی

marfat.com

اور ان سب کو فیضانِ علم و معرفت حضورؐ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ پھر جبرائیل کا علم کیونکر حضورؐ سے زیادہ ہو سکتا ہے! تمام ملائکہ، جنات اور صاحب فتح اولیاء جانتے ہیں کہ جبرائیل کا علم و معرفت حضورؐ کی برکت اور صحبت کے مرہونِ منت ہے۔ حضورؐ محبوب الٰہی ہوتے ہوئے اپنے حبیب اللہ کے ساتھ اس مقام پر تھے جہاں نہ جبرائیل اور نہ کوئی اور تھا اور اس کے ایک عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے نور سے جبرائیل اور دوسرے ملائکہ کو پیدا کیا۔

پھر فرمایا۔ حضرت جبرائیل تو حضورؐ کی خدمت کے لیے پیدا کئے گئے تھے اور وہ حضورؐ کے محافظوں میں سے تھے۔ حضورؐ کا جسم مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کا بشر فرشتوں وغیرہ کی غیر معروف کئی ہاتھ، پاؤں اور چہروں والی شکلوں سے مانوس نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان غیر جنس مخلوق کے مشاہدہ کے وقت حضورؐ کو مانوس اور متعارف کراتے وقت جبرائیل خدمت بجالاتے۔

میرے سوال پر فرمایا کہ حضورؐ کی اپنی روح محافظ کا کام اس لئے نہیں کرتی کہ ذات روح کو اپنے سے جدا نہیں سمجھتی اور وحدانیت اللہ کی ذات کے سوا کہیں بھی برقرار نہیں رہ سکتی اللہ کے سوا ہر چیز کا جوڑا ہے اور وہ اپنے جوڑے کی طرف مائل رہتی ہیں چنانچہ جبرائیل کے محافظ رہنے کی ضرورت ایک حد تک تھی ورنہ سدرۃ المنتہیٰ کے پرے تو جبرائیل کی طاقت جواب دے گئی اور حضورؐ معراج پر تنہا حجابات کو طے کر کے سدرہ سے آگے تشریف لے گئے۔

حضورؐ نے جبرائیل کے واسطہ سے وحی حاصل کی جیسا کہ بہت سی آیتوں سے ظاہر ہے یا بغیر واسطہ کے؟ میرے اس سوال پر حضرت دباغ نے ایسے جواب دیئے جو عقل سے باہر ہیں اس لئے ان کا تحریر کرنا مناسب نہیں۔

۱۷ نمازِ عید کی تکبیریں اور مشاہدہ

میں نے حضرت سے فقہا کے اقوال بیان کرتے ہوئے نمازِ عید کی تکبیروں کی ماہیت کے متعلق دریافت کیا۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ تکبیر کہنے والا اور خصوصاً حضورؐ پہلی رکعت کی پہلی تکبیر میں پہلی زمین اور آسمان کی تمام موجودات اور ان کے خالق کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ اسی

marfat.com

طرح باقی تکبیروں میں باقی زمینوں، آسمانوں اور ان میں اللہ کے افعال کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تکبیریں تو ہر مکلف پر فرض ہیں مگر ہر مکلف کو یہ مشاہدہ کہاں نصیب ہو سکتا ہے؟

فرمایا۔ اربابِ فتح کے مشاہدہ میں تو کوئی شک نہیں۔ عام لوگوں کو چاہیئے کہ اجمالی طور پر ہی سہی اپنی آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کریں۔ ہر عید کی تکبیروں میں ہر سال یہ کوشش جاری رہے اور بندہ اپنے رب سے راضی اور خوش رہے تو اللہ سخی اور کریم ہے ناکام نہ کرے گا اور موت سے پہلے ان تمام امور کا مشاہدہ کرا دے گا۔ اور اللہ ہر بات پر قادر ہے ــــــ اور یاد رکھیں کہ قطع تعلق بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اللہ کی طرف سے نہیں۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۹ میں فرمایا۔ جو لوگ ہم میں جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی ہدائیت دیں گے اور اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

میرے پوچھنے پر قربانی کے دن سے لیکر چوتھے دن تک پندرہ فرائض کے بعد کی تین تکبیروں کے متعلق فرمایا کہ (ا) پہلی تکبیر میں انسانی وجود کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ (۱) پہلے نطفہ (۲) پھر علقہ یا جما ہوا خون اور (۳) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی صورت میں ــــــ (ب) دوسری تکبیر میں انسانی شکل کی تکمیل، حسن خلق۔ اس میں روح کا پھونکا جانا اور نیا خلق بن جانا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ــــــ (ج) تیسری تکبیر میں صورت کا بگڑ جانا اور دوبارہ مٹی بن جانا دکھایا جاتا ہے ــــــ یہ امور اس لیئے دکھائے جاتے ہیں کہ یہ اللہ کی قدرت کے عجیب نمونے ہیں ــــــ صوفیہ کے نزدیک یہ تکبیریں محض انہی مواقع کے لیئے مخصوص نہیں جیسا کہ فقہائے نے بیان کیا ہے بلکہ صوفیہ ہر

سابقہ صفحہ حاشیہ لہ :۔ امام مالکؒ کے نزدیک عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں چھ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ مگر حنفی فقہ میں تین تکبیریں پہلی رکعت میں دوسری میں بھی تین تکبیریں ہیں۔ (لیکن یاد رکھیں فقیہہ کا اپنا مقام ہے اور ولی یا غوث و قطب کا اپنا)

marfat.com

نماز کے بعد مگر سلام سے پہلے یہ تکبیریں کہتے ہیں۔

فرمایا۔ جسے اللہ نے فتح نصیب کی ہو وہ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے وہ اللہ کی قدرت کے کرشمے اور مناظر دیکھتا ہے اور جب فتح میں بعض امور کی بنا پر تغیر یا قبض پیدا ہوتا ہے تو عجائبِ قدرت کا مشاہدہ کریں تو جنت، دوزخ دوسرے حقائق اور وحدانیت کے لیئے دلائل کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

۷۔ ولی اور نبی

میں نے حضرت بایزیدؒ بسطامی کے اس قول کے متعلق پوچھا ”ہم تو ایسے سمندروں میں گھسے کہ انبیاء ان کے ساحلوں پر ہی کھڑے رہیے“

تو فرمایا۔ کسی ولی کا نبوت کے بڑے درجے، بلند مرتبے اور منزلت تک پہنچنا ممکن نہیں۔ مگر بایزیدؒ کو یہ بھی معلوم تھا کہ سید الانبیاء حضورؐ کبھی کبھی اپنا لباس اپنی امت کے کسی کامل انسان کو عاریتاً دیدیتے ہیں جسے پہن کر ولی کی وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ جس کا ذکر بایزید نے کیا ہے جو درحقیقت حضورؐ کی کیفیت ہے اور حق ہے۔

بعض اولیاء غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ کبیر عارف ولی کبھی کبھی معرفت میں مقامِ نبوت تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ مرتبہ میں وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خیال غلط ہے اور کوئی ولی معرفت میں مقامِ نبوت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۷۱۔ اللہ قادر ہے عاجز نہیں ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام غزالی کے قول کہ ”جو کچھ ہو چکا ہے اس سے زیادہ عجیب و غریب امور کا ہونا ناممکن ہے“ کے متعلق میں نے دریافت کیا۔

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ کوئی بھی قدرتِ الٰہی کو نہ محصور کر سکتا ہے نہ عاجز۔ مؤلف کہتا ہے کہ دباغؒ کا یہ جواب معرفت بھرا، ضرورتِ دین اور عقیدہ سے متعلق ہے۔ اس مسئلہ پر لوگوں نے بہت بحث کی ہے۔ میں نے بھی کئی بار استخارہ کیا کہ اس موضوع پر لکھوں یا نہ تاکہ لوگوں کو نصیحت ہو۔ چنانچہ اللہ کی مدد سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتا ہوں جن سے نشاندہی ہوتی ہے کہ اللہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور قدرت عاجز نہیں ہے کہ پہلے سے بہتر بیویاں، اعمال، لوگ

marfat.com

اور دوسرے امور پیدا کر سکتا ہے۔

۱:۔ سورۂ تحریم۔ آیت نمبر ۵:۔ ہو سکتا ہے کہ اگر نبیؐ تمہیں (ازواج مطہرات کو طلاق دیدیں تو حضورؐ کا رب تمہارے بدلے میں بہتر بیویاں دیدے جو بہتر مسلم، مومن، مطیع تائبہ، عابدہ، روزہ دار، خاوند دیکھی اور کنواریاں ہوں۔

۲:۔ سورۂ محمدؐ۔ آیت نمبر ۳۳ اور ۳۸:۔ اے مومنو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو نمبر ۳۳ ۔۔۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو اللہ تمہیں تبدیل کر دیگا دوسری یا بہتر قوم سے جو تمہاری مثل نہ ہوگی۔ (۳۸)

۳:۔ سورۂ معارج۔ آیت نمبر ۴۰ و ۴۱:۔ سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم قادر ہیں کہ انکو تبدیل کر دیں بہتر لوگوں سے اور وہ ہم سے سبقت نہیں لے جا سکتے۔

۴:۔ سورۂ انعام۔ آیت نمبر ۱۳۴:۔ اور تیرا رب غنی اور رحمت والا ہے۔ اگر چاہے تو وہ تم کو لے جائے اور جیسے تم لوگوں کو اوروں کی اولاد سے لا کھڑا کیا اسی طرح جسے چاہے تمہارے بعد تم سے بہتر لوگ لے آئے۔

۵:۔ سورۂ انعام۔ آیت نمبر ۳۵:۔ اور اگر ان کا اعراض تیرے لئے بڑا اور بھاری ہے اور تو استطاعت رکھتا ہے تو زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے لئے نشانی لا دے ط اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس تو جاہلوں میں سے نہ بن۔

۶:۔ سورۂ انعام۔ آیت نمبر ۱۵۰:۔ آپ کہدیں کہ اللہ کے پاس واضح حجت یا دلائل ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

۷:۔ سورۂ فرقان:۔ آیت نمبر ۵۱:۔ اور اگر ہم چاہیں تو ہر بستی میں نذیر یا ڈرانے والا مبعوث کر دیں۔

۸:۔ سورۂ شعراء۔ آیت نمبر ۴:۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک نشانی بھیج دیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

۹:۔ سورۂ یونس۔ آیت نمبر ۹۹:۔ اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے کل لوگ ایمان لے آتے۔ تو اب کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں؟!

marfat.com

۱۰- سورۂ فاطر- آیت نمبر۱۶،۱۷، ۱۵- اے لوگو! تم اللہ کے سامنے فقیر و محتاج ہو اور اللہ غنی اور قابلِ تعریف ہے اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک جدید مخلوق لے آئے اور یہ اللہ کے لیئے مشکل کام نہیں ہے۔

۱۱:- سورۂ سجدہ- آیت نمبر۱۳:- اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے حق بات یہ ہے کہ ہم نے جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھرنا ہے۔

۱۲:- سورۂ نور- آیت نمبر۴۵ ..... اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

۱۳:- سورۂ نحل- آیت نمبر۸ ..... وہ ایسی ایسی تخلیق کرتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔

احادیث

امام بخاری کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے مرضِ موت میں فرمایا کہ آؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مصیبت یہ ہوئی کہ لوگ حضورؐ کے لکھنے میں حائل ہو گئے ——— ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور لیلۃ القدر کے متعلق بتانے کو نکلے مگر دو شخص آپس میں جھگڑ پڑے اور لیلۃ القدر کا علم پوشیدہ رہ گیا۔

مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ عبرتناک حدیث

ابو بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ نے اپنی کتاب مسند میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں ایک نوجوان بڑا عابد و زاہد تھا۔ ہم نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا مگر آپؐ نے اسے نہ جاننے کا اظہار کیا۔ ہم نے اس کا حلیہ بیان کیا مگر پھر بھی آپؐ نے اسے پہچاننے کا اقرار نہ کیا اسی دوران وہ آگیا۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! لیجئے وہ آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مجھے تو اس کے چہرے پر شیطان کے سیاہ داغ دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے سلام کیا۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تم دل میں یہ خیال جمائے ہوئے ہو کہ قوم میں تم سے کوئی بہتر شخص نہیں ہے! اس نے جواب دیا۔ جی ہاں ——— پھر وہ واپس ہوا اور مسجد میں داخل ہو گیا ——— حضورؐ نے فرمایا اسے کون قتل کرے گا؟ ابو بکرؓ نے کہا۔ میں قتل کروں گا اور اس کے پیچھے گئے وہ نماز میں تھا تو سوچا کہ حضورؐ نے تو نمازی کے قتل سے منع کیا ہوا ہے اسے نماز میں

marfat.com

کیسے قتل کروں ؟ ــــ حضورؐ نے پھر فرمایا اس شخص کو کون قتل کرے گا ؟ عمرؓ نے کہا میں قتل کروں گا یا رسول اللہ اور مسجد میں گئے تو وہ سجدے میں تھا اور عمرؓ نے بھی ابوبکرؓ کی طرح سوچا کہ واپس جاتا ہوں مجھ سے بہتر شخص واپس چلا گیا ہے۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔ اسے کون قتل کرے گا ؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ میں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔ اگر تجھے مل گیا تو تو اسے قتل کرے گا۔ حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ جا چکا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ! اللہ کی قسم۔ اگر تو اُسے قتل کر دیتا تو یہ اس قسم کے لوگوں میں سے پہلا اور آخری شخص ہوتا اور میری امت میں کبھی اختلاف پیدا نہ ہوتا۔

امام سیوطی نے اس حدیث کی روایت چھ مختلف طریقوں سے پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مندرجہ بالا آیات و احادیث سے یہ واضح اور ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ گزشتہ کے مقابلہ میں عجیب و غریب امور کو تشکیل دے۔ اور اس سے عاجز نہیں کہ بہتر امور پیدا کرے ــــ امام ابو حامد غزالی کے اس قول کے متعلق میں نے مختلف فقہاء اور علماء سے مختلف طرح استفسار کیا۔ امام کا نام لے کر بات کرتا تو ان کی قدر و منزلت کے تحت توقف اور خاموشی اختیار کرتے۔ اور بلا واسطہ نفسِ مضمون کے تحت بات کرتا تو وہی حقیقت سامنے آتی جو حضرت دباغؒ نے بیان فرمائی کہ اللہ کی قدرت کی نہ کوئی حد ہے اور نہ اللہ کسی بات میں عاجز ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ علیٰ کلِّ شیئٍ قدیر اور ہر بات پر قادر ہے۔

(نوٹ :۔ مترجم نے مندرجہ بالا آیات اور احادیث کو زیر بحث مسئلہ اور موضوع سے غیر متعلق اور بے ربط قرار دیا ہے۔ حالانکہ بغائر نظر دیکھا جائے تو ایسا نہیں ہے۔)

marfat.com

باب ۱۱

امام غزالی کے مسئلہ امکان پر علماء کی تین آراء

توکل۔ جبر و قدر

مؤلف کہتا ہے کہ امام غزالی نے اپنی کتاب "احیاء" میں مسئلہ امکان پر کچھ یوں لکھا ہے:۔ توکل یہ ہے کہ انسان بغیر کسی کمزوری اور شک کے پورے یقین سے تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے ہر امر میں جو تدبیر اور فیصلہ کر رکھا ہے اسے تمام مخلوق اپنے بہترین عقل، علم حکمت، حکومت اختیار اور کوشش کے باوجود ذرہ بھر بھی تبدیل نہیں کر سکتی۔ یعنی اللہ نے جو کچھ لکھ رکھا ہے اس میں نہ اضافہ کر سکیں گے، نہ کمی۔ نہ کسی مرض یا عیب یا نقص یا دکھ کو دور کر سکیں گے اور نہ صحت میں خرابی پیدا کر سکیں گے۔ نہ صاحب مال یا کمال کے مال اور کمال میں اضافہ کر سکیں گے اور نہ کمی۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور تقسیم مثلاً رزق، موت، خوشی و غمی، کمزوری و طاقت، ایمان و کفر اور اطاعت و نافرمانی میں نظامِ عدل کام کر رہا ہے۔ بلکہ سب ٹھیک ہے، واجبی اور اندازے کے مطابق ہے۔ حق ہے اور اس سے زیادہ بہتر اور کامل ہونے کا امکان ہی نہیں ہے ——— اگر بہتری ممکن ہوتی تو یا تو اللہ کا عجز ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ قادر ہے۔ یا قادر ہوتے ہوئے بخل اور ظلم ثابت ہوتا ہے جو عدل اور اللہ کی صفاتِ حسنیٰ کے خلاف ہے۔

جُود و حکمت اور عدل کا تقاضا ہے کہ رات کے ساتھ دن، مرض کے ساتھ صحت، دوزخ کے مقابلہ میں جنت اور ہر دکھ اور نقص کے لئے سکھ اور کمال دونوں کو پیدا کیا جاتا۔ اسی لئے جان بچانے کے لئے زہریلا ہاتھ کاٹنا یا اشرف مخلوق مثلاً انسان کی خوراک کے لئے جانوروں کو ذبح کرنا ظلم نہیں بلکہ عدل ہے۔

marfat.com

مختصر یہ کہ دنیا و آخرت کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ مقدر اور مقسوم لکھے جا چکے ہیں مشیئت ایزدی کے ماتحت جو کچھ فیصلہ ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہر چھوٹی بڑی چیز تحریر میں آ چکی ہے۔ ملنے والی چیز مل کر رہے گی، نہ ملنے والی کسی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ چاہے کوئی اعتراض کرے اور کوئی کچھ بھی کرے ـــــ بہر حال یہ مسئلہ جبر و قدر بہت الجھ چکا ہے جسے اکثریت نہیں سمجھتی اور لوگ حیران ہیں اور جنہیں اس کا علم ہے وہ اسے افشاء نہیں کرنے دیتے۔

امام غزالی کی یہ عبارت سمہودی[1] اور بقاعی[2] نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے اور غزالی نے خود بھی لوگوں کے اعتراضات کے جواب اپنی کتابوں میں دیئے ہیں اور اس مسئلہ پر علماء تین گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں:۔ (۱) پہلے گروہ نے اسے غلط کہہ کر رد کر دیا ہے۔ (۲) دوسرے نے تاویل کی کوشش کی ہے اور ـــــ (۳) تیسرے نے اسے غزالی کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرتے ہوئے انہیں اس قسم کے اعتقاد سے بری قرار دیا ہے۔

(۱) پہلا گروہِ معترضین امام غزالی کے مسئلہ امکان کو رد کرنے والے ان کے ہم عصر اور بعد کے محققین نے اس کو یوں پیش کیا ہے کہ غزالی کہتا ہے کہ "اس جہان سے بہتر جہان نہیں ہو سکتا اور اگر ممکن ہوتا اور اللہ نے نہ بنایا ہوتا تو یہ بخل ہے جو جود کے منافی ہے یا عجز ہے جو قدرت کے منافی ہے"۔ مندرجہ ذیل علماء کے اعتراض کچھ یوں ہیں:۔

۱:۔ امام ابو بکر ابن عربی:۔ ان سے ابو عبداللہ قرطبی[3] نے نقل کیا ہے کہ اگرچہ ہم غزالی کے مقابلہ

---

[1] نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ۔ مولف۔ حضورؐ پر سلام بھی تالیف کیا

[2] برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی متوفی ۸۸۵ھ = ۱۴۸۰ء۔ اس مسئلہ پر دو رسائل لکھے قرآن کی آیات کی تناسب پر بھی ایک کتاب لکھی۔

[3] ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی اندلسی متوفی ۶۷۱ھ = ۱۲۷۳ء نے اسماء اللہ الحسنیٰ پر یہ ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

marfat.com

میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ مگر غزالی نے ایک بہت بڑی قابلِ جرح بات کی ہے۔ پھر خود غزالی کے اقوال سے ہی اس کا رد کیا ہے اور کہتے ہیں کہ تعجب ہے بلند صفات کے باوجود وہ راہِ راست سے کیسے بھٹک گئے۔

(۲) ابوالعباس ناصر الدین بن منیر سکندری مالکی:۔ انہوں نے بھی اسی طرح اعتراض کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ صرف فلاسفر اور معتزلہ کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے۔ سید سمہودی نے اس رسالہ کے رد اور غزالی کی حمایت میں ایک رسالہ لکھا۔

(۳) کمال الدین محمد بن محمد قدسی شافعی (متوفی ۹۰۵ھ = ۱۴۹۹ء):۔ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ غزالی سے غفلت ہو گئی اور فلاسفروں کے طرز میں یہ بات کہہ گئے۔

(۴) بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۴ھ = ۱۳۹۱ء):۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے مہمل الفاظ استعمال کرنا مناسب نہیں کیا تو یہ اللہ کے بخل، عجز اور ظلم کی دلیل ہے۔

II دوسرا گروہ۔ حمایت اور تاویل کرنیوالے

یہ گروہ امام غزالی کے کلام کی صحیح تاویل کرتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے غزالی خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اللہ مختارِ کل ہے۔ جو چاہے کرے۔ جو چاہے نہ کرے۔ چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسا کرے جو حکمت کے انتہائی تقاضے کے مطابق نہ ہو وغیرہ ـــــ دوسرے حمایتی اور تاویل کرنے والے مندرجہ ذیل علماء ہیں۔

(۱) عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۶۰ھ):۔ یہ اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ غزالی کے قول کو اس لئے برا مانا گیا ہے کہ اس سے اللہ کا عجز ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا جواب محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات میں دیا ہے کہ غزالی کے محققانہ کلام کو برا ماننا درست نہیں کیونکہ دو مرتبوں میں سے۔

(ا) قدوم۔ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور (ب) حدوث۔ مخلوق کے لئے چنانچہ اس حادث جہان کو اگر اللہ ازل سے ہی پیدا کر دیتا تو یہ جہان حادث کا حادث ہی رہتا۔ اللہ کے مساوی قدیم نہ ہو سکتا وغیرہ۔

marfat.com

شعرانی نے عبدالکریم جیلی (۱۳۹۹ھ) صوفی بزرگ اور شیخ محمد مغربی[1] شاذلی کی تائید اور تادلیں بھی نقل کی ہیں۔ شیخ مغربی کہتے ہیں کہ غزالی کا مفہوم یہ ہے کہ ہماری عقل کے مطابق اس سے بہتر جہان نہیں ہوسکتا۔ البتہ اللہ کے علم و ادراک میں اس سے بہتر جہان ہوسکتا ہے کیونکہ جہان میں نقص ہو تو خالق کا نقص لازم ہے۔ حالانکہ تمام مذاہب متفق ہیں کہ کامل کا کام اور بات کامل ہی ہوتی ہے۔ جیساکہ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۴۷-۴۸ میں فرمایا " اور ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور ہم ہی اسے وسعت دینے والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا اور ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ تعریف اور احسان کا اظہار صرف کمال کو زیب دیتا ہے لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ایسی بات کی تعریف کرے جس سے بہتر اور چیز ہوسکتی ہو؟

۲:- امام ابوالبقاء محمد بکری شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) :- اس جہان سے بہتر جہان کا وجود ناممکن ہے ورنہ اس کا ذکر کتاب و سنت میں ہوتا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا "ہم نے قرآن میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی"۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے اور اس سے قدرتِ الٰہی میں کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا۔

(۳) بدرالدین زرکشی :- غزالی کا کہنا کہ "موجودہ عالم سے بہتر عالم کا امکان نہیں" یہ صرف ہماری عقلوں کے لحاظ سے ہے نہ کہ پوشیدہ اور علم کامل کے اعتبار سے جس کا نہ شمار ہے نہ انتہا۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا " اللہ وہ پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔ لہٰذا عارف اپنے ادراک کے مطابق حکم لگاتا ہے نہ کہ اللہ کے امکان کے مطابق۔ اللہ تعالےٰ بعض باتیں تو بندوں کو بتا دیتا ہے اور بعض روک رکھتا ہے"۔

(۴) شیخ شہاب الدین احمد زروق فاسی مالکی (متوفی ۸۹۹ھ = ۱۴۹۳ء) :- اپنی کتاب قواعد العقائد میں کہتے ہیں کہ جس چیز کا ظہور قدرت اور علم الٰہی سے ہوا ہے اس کا وجود ناقص نہیں ہوسکتا۔ اس کو ناقص کہنے سے لازم ہوگا کہ تخلیقی اوصاف بھی ناقص ہیں

---

[1] شیخ مغربی شاذلی راسخ عالم۔ محمد حنفی کے شاگرد۔ شیخ ابوالعباس سرسی کے مرید طریقت ترک تھے مگر ان کی والدہ نے ایک مغربی سے شادی کی اس لئے مغربی کہلائے وفات ۹۱۰ھ = ۱۵۰۴ء

marfat.com

کسی چیز کو عقلاً یا عادتاً یا شرعاً اچھا یا برا کہنا اپنی جگہ پر مگر غزالی نے جو کچھ کہا ہے وہ اللہ کے حوالہ سے کہا ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے اس سے بہتر چیز نہیں ہو ہو سکتی کیونکہ اللہ کے علم، ارادہ اور قدرت نے اسے عمدگی سے بنایا ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہو سکتا۔

۵:۔ برہان الدین ابی شریف (متوفی ۹۲۳ھ):۔ یہ کہتے ہیں کہ غزالی کے بیان میں نہ کسی بات کا ثبوت ہے، نہ اللہ کی قدرت کو محدود کیا ہے اور نہ ہی اللہ کے اس جہان سے بہتر جہان بنانے پر قادر ہونے کی نفی ہے۔ بلکہ قدیم والا مختیار اور صاحب ارادہ اللہ تو لاتعداد جہانوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔

۶:۔ ابو المواہب[1] تونسی:۔ یہ فرماتے ہیں کہ امکان ..... سے مراد حکمت الٰہی کا امکان ہے۔ قدرتِ الٰہی کا امکان نہیں اور حجۃ الاسلام غزالی کا یہی مفہوم لینا مناسب ہے۔

۷:۔ زکریا انصاری شافعی:۔ فرماتے ہیں کہ کسی کے لیئے روا نہیں کہ وہ امام غزالی کی طرف یہ منسوب کرے کہ اللہ اس جہان سے بہتر جہان پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ یہ معتزلہ کا مفہوم ہے کہ اللہ اپنے افعال سے بہتر کو پیدا کرنے پر قادر نہیں جو تمام اہلِ سنت اور امام غزالی کے نزدیک بھی باطل ہے۔ غزالی نے امکان سے قدرت مراد نہیں لی اور نہ ہی یہ غزالی کی لغزش ہے۔

۸:۔ حافظ سیوطی[2]:۔ غزالی کے حامیوں میں ہیں اور اسی مسئلہ پر کتاب لکھی ہے کہتے ہیں کہ لوگوں نے توقف کر کے کہا ہے کہ یہ الفاظ اہلِ سنت کے لئے مناسب نہیں اور معتزلہ کے مطابق ہیں بے شک اس معاملہ میں اشکال ہے۔ میں خود کچھ دنوں تک توقف کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے مہربانی سے مجھے یہ بات سمجھا دی کہ اس قول میں غزالی نے اہلِ سنت اور معتزلہ دونوں کے مطابق دلیل پیش کرنا چاہی ہے۔ یعنی دونوں ہی مذہبوں کے نزدیک محال ہے۔

---

[1] محمد ابو المواہب:۔ راسخ عالم اور ابرار میں سے تھے۔ انہیں حضورؐ کا بکثرت مشاہدہ ہوتا نعتیں لکھ کر پڑھتے رہتے۔ جو لوگوں میں خوب مقبول ہوئیں قانونِ تصوف پر پائے کی کتاب لکھی۔

[2] جلال الدین سیوطی:۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ پانچ سو کتابوں کے مصنف پیدائش مصر ۸۴۹ھ = ۱۴۴۵ء۔ وفات جزیرہ نیل ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء

marfat.com

۹-۱۰ :- شرف الدین تلمسانی و ابن ہمام اپنی اپنی کتابوں میں یہ رعایت اصلح کے متعلق معتزلہ کا ذکر کرتے ہیں۔ معتزلہ کا مذہب فلاسفہ سے ماخذ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ سخی ہے اور جو چیز وجود میں آئی ہے وہ انتہائی ممکن چیز ہے۔

۱۱ء سید سمہودی :- ان محدث اعظم نے تینتیس۳۳ ورقوں میں طویل بحث کرتے ہوئے غزالی کی حمایت کی ہے اور ناصر الدین کے رسالہ کی تردید کی ہے۔ ان کا بیان تین باتوں پر مبنی ہے۔ (۱) اصل موضوع سے گریز کیا ہے۔ (۲) قبح اور حسن عقلی کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ (۳) ناصر الدین نے کلام کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں۔

مؤلفِ کتاب مندرجہ بالا آراء پر عقلی و نقلی دلائل دے کر ہر ایک کو رد کرتا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ اللہ جانتا ہے میرا یہ مقصد نہیں کہ علماء پر اعتراض کروں میری غرض صرف اظہارِ حق ہے۔

(ا) **تیسرا گروہ غزالی کے بیان سے انکاری** یہ گروہ کہتا ہے کہ غزالی نے یہ بات کہی ہی نہیں کیونکہ ان کی دوسری کتابوں میں مسئلہ امکان کے خلاف بہت کچھ کہا گیا ہے۔ (۱)۔ چنانچہ غزالی کی کتاب مستصفیٰ میں ہے کہ " فلاسفہ کا یہ کہنا کہ اللہ نے انہیں چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ خود بخود باز آجائیں اور ثواب کے مستحق ہوں۔ محض خام خیالی ہے اس لئے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ خود باز نہ آئیں گے لہٰذا انہیں جبراً روکنا چاہیئے۔ چنانچہ بہت سے لوگ اپنے عجز کے سبب فواحش سے باز رہتے ہیں اور یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ انہیں فواحش کی قدرت دی جائے باوجود اس کے کہ اللہ کو علم ہے کہ یہ باز نہ آئیں گے "۔ ـــــــ

یہ عبارت ان کی کتاب احیاء کے اور سیاحت و گوشہ نشینی کے بعد لکھی گئی تھی۔ انہوں نے ۴۸۸ھ = ۱۰۹۵ء میں درس و تدریس ترک کر کے ۴۹۹ھ یہ ۱۱۰۵ء میں پھر شروع کر دیا تھا

ا‌ے کمال الدین محمد بن ہمام نے پہلے غزالی کے رسالہ قدسیہ کی شرح لکھنی شروع کی مگر بعد میں کتاب لکھ ڈالی۔

marfat.com

گویا ۱۱ برس گوشہ نشین رہے۔

(۲) غزالی الاقتصاد میں فرماتے ہیں۔ انبیاء، اولیاء اور عقلمندوں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتے۔ جیساکہ حضرت مریمؑ نے قرآن میں کہا "کاش میں ایک بھولی ہوئی چیز ہوتی" کسی اور نے کہا "کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا" اور حضرت عمرؓ نے فرمایا "کاش میں زمین سے اٹھایا ہوا تنکا ہوتا" یعنی جمادات کی طرح مکلف نہ ہوتا کہ مکلف ہونے میں کچھ فائدہ نہیں اور اللہ بغیر مشقت اور تکلیف کے ہی مخلوق کو ثواب پہنچانے پر قادر ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ثواب کے استحقاق اور اجر کے لیئے محنت و مشقت کرنے میں ایک اپنی لذت اور بلندی ہے جو معنت کے ثواب اور احسان میں نہیں ہے تو یہ بیمار ذہن کی سوچ ہے۔ اس میں اللہ کے ساتھ تکبر اور اپنے آپ کو بلند سمجھنے کا عنصر ہے۔ اور ایسی عقل اور وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

(۳) غزالی احیاء کے بعد قواعد العقائد میں کہتے ہیں۔ "اللہ نے مخلوق اور ان کے اعمال کو پیدا کیا ان کے رزق اور عمر کو مقرر کیا۔ اس کی قدرت، علم اور تصرفات سے کوئی چیز باہر نہیں اور اس کی معلومات و مقدورات کی کوئی انتہا نہیں ــــــ فضل واحسان اور نعمتیں و انعامات ہوں یا قسم قسم کے آلام و امراض اور عذاب سب اسی کی طرف سے ہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ پر نہ کوئی فعل واجب ہے اور نہ کسی کا کوئی حق ہے۔ پھر بھی اس کا سارا نظام بغیر کسی قباحت یا ظلم کے عدل و انصاف پر مبنی ہے۔" اگر کوئی کہے کہ جب اللہ بندوں کی اصلاح پر قادر ہے مگر اس نے پھر بھی ان پر عذاب کے اسباب مسلط کر رکھے ہیں تو یہ ایک بری بات ہے جو حکمت کے شایان نہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ گروہ مصر ہے کہ غزالی نے مسئلہ امکان کی بات کہی ہی نہیں کیونکہ یہ غزالی اور اہلِ سنت کے عقیدہ کے خلاف بات ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے اس بحث کو لمبا کر دیا ہے اور اس کے رد کرنے کی طرف توجہ دی ہے کیونکہ اکثریت جاہلیت میں اس عقیدہ کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اس کا قائل غزالی کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ غزالی خود "منقذ من ضلال" میں کہتے ہیں کہ بیوقوف لوگوں کے اعتبار سے حق بات کی شناخت کرتے ہیں اور بات سے حق لوگوں کو نہیں پہچانتے۔ جبکہ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا "لوگوں کے حوالہ سے حق بات کی شناخت

marfat.com

نہ کرو بلکہ حق بات پہچانو، اہل حق تمہیں خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔"

ولی کا دلوں پر تصرف

اللہ نے مجھے ابو حامد غزالی کی گستاخی سے یوں بچا لیا کہ میں نے اس مسئلہ کو رد کرنا چاہا اور حضرتِ دباغؒ کو اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے میرے دل میں غزالی کی تعظیم ڈال دی اور میں حضرت کی برکت سے اس حرکت سے باز آگیا۔

حضرت دباغؒ وفات کے بعد بھی توجہ فرماتے رہے۔ چنانچہ وفات کے بعد میری نیم خوابی میں تشریف لائے۔ مجھ سے دیر تک باتیں کرتے رہے پھر مجھے لیکر غزالی کے پاس پہنچے اور فرمایا۔ یہ قطب ہیں ان کی بہت تعظیم کرو۔ اللہ تعالٰی نے انہیں ایسا لباس پہنایا ہے کہ میں اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگتا ہوں حالانکہ میں اولیاءِ کبیر سے ہوں۔ پھر اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا۔ یہ نبی کریم کا عہد ہے۔ یاد رکھو کہ میں اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگتا ہوں۔"

کہ غزالی ولیٔ کبیر ہیں۔ وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں اور مجھ سے اکثر وہ علوم جن کی انہیں آخرت میں ضرورت ہے دریافت کرتے رہتے ہیں۔

جب میں اٹھا تو میرے دل میں غزالی کی محبت گھر کر چکی تھی۔ اسی لئے میں نے بغیر کسی کرخت عبارت کے انکا ادب ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ کرے کہ میرے یہ کلمات خاص اللہ کی رضامندی کے لیئے ہوں۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ والحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیماً کثیراً۔ والحمد للہ رب العلمین۔

---

marfat.com

باب ۱۲

تخلیق آدم و حوا

مٹی اور پانی سے تخلیق مؤلفِ کتاب اور حضرت دباغؒ کے درمیان بہت سے سوال و جواب ہوئے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا اللہ نے آدم کو پیدا کرنا چاہا تو جبرائیل سمیت دوسرے فرشتوں سے مٹی بمع معدنیات کے دس دن تک جمع کرائی ـــــــ پھر وہیں ملکِ شام کے ایک چشمے کے پانی سے بیس دن تک تر کیا گیا۔ یہ چشمہ اب تک موجود ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پانی زمین کے بیشتر یا تمام اجزا کا اثر لئے ہوئے ہے اور دوسرے پانیوں کے مقابلہ میں ذاتِ انسانی کے زیادہ موافق ہے ـــــــ اس پانی اور مٹی کے درمیان آدم کی شکل آہستہ آہستہ بنتی رہتی ہے اور مزید چالیس دن میں مکمل ہوئی ـــــــ پھر اللہ نے ارادہ کیا کہ مٹی کو جسم میں منتقل کرے تو ایک ایک عضو اور خدوخال میں ڈھالا جیسے کہ آٹے کا گندھا ہوا پیڑا ہوتا ہے۔ آدم کی شکل بنی اور تھوڑا تھوڑا خونی مادہ پیدا ہوا۔ پھر اجزا خشک ہوتے رہے اور ہڈیاں بن گئیں اور بیس دن میں یہ عمل پورا ہوا ـــــــ یوں کل تین ماہ یعنی رجب، شعبان اور رمضان میں آدم کی تخلیق مکمل ہوگئی۔

جنت میں روح پھونکی پھر اللہ نے اس میں روح پھونکنے کا ارادہ کیا تو انہیں اٹھا کر پہلی جنت میں منتقل کیا۔ اور روح کے ساتھ ساتھ عقل و علم اور معرفتِ الٰہی سے نوازا۔ آدم نے دو بار کھڑا ہونا چاہا مگر بچوں کی طرح گر پڑے۔ پھر اللہ نے مشاہدہ اس حالت میں عطا کیا کہ زمین پر آپ کا ایک پاؤں تھا اور دوسرا گھٹنا۔ مشاہدہ حاصل ہونے پر آپ کی زبان سے "اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نکلا۔ اس پر اللہ نے آپ کو قوت عطا فرمائی جس سے

marfat.com

آپ کھڑے ہو گئے اور جنت میں چلنے پھرنے لگے۔

تخلیقِ حوا پھر آپ کی پسلی میں درد ہوا۔ پھوڑا بنا، پھٹا اور آدم کی شکل کا ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور زمین پر گر گیا۔ جنت کی ہوا سے وہ نشو و نما پانے لگا۔ آدم اس کی دیکھ بھال کرتے، اس کے پاس بیٹھتے اور مانوس ہونے لگ گئے۔ اللہ نے ڈھانچے کو عقل دی اور اس نے آدم سے کلام شروع کر دیا۔ اور یہ مائی حوا تھیں۔

____ مائی حوا جب دو ماہ کی ہوئیں تو دونوں میں شہوانی مادہ پیدا کیا گیا۔ دونوں نے مجامعت کی۔ حوا حاملہ ہوئیں۔ اور حمل کے تین ماہ بعد زمین پر اتر کر ان کا وضعِ حمل ہوا

____ بعد میں اس دنیا میں جو حمل ہوئے وہ نو ماہ میں وضع ہوئے جو آج تک ہو رہا ہے۔

تدریجی تخلیق فرمایا۔ اللہ تعالےٰ چھ دنوں کی بجائے آسمان و زمین کو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتے تھے اور اسی طرح تخلیقِ آدم بھی ایک لحظہ میں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس تدریجی تخلیق میں حکمت یہ ہے کہ ایک سے دوسری حالت میں آہستہ آہستہ منتقل ہونے میں ملاءِ اعلیٰ کو توحید اور یگانگت حاصل ہوتی ہے۔ معرفتِ الٰہی اور قدرت کاملہ کا علم سرایت کرتا ہے۔ اور اسرار کا فہم حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ ساتھ ساتھ دیگر مخلوق بھی وجود میں آتی جاتی ہے۔

شجرِ ممنوعہ فرمایا۔ انجیر کے درخت کے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ اسہال لاتا ہے۔ اور اس سے جنت خراب ہوتی۔ آدم تخلیق کے بعد جب جنت میں داخل کئے گئے تو ان کی ذات ترابی اور کمزور تھی۔ بھاری غذا قبول نہیں کر سکتی تھی۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اہلِ بصیرت بھی جانتے ہیں کہ آدم کو جنت کے انوار سے سیراب کرنے اور حضورؐ کی تعظیم کی خاطر جنت میں بھیجا گیا اور تاکہ ان کی اولاد "الست بربکم قالو بلیٰ" کا عہد بھول نہ جائے ____ جنت کے پھل اور نعمتیں جسم اور انوار دونوں رکھتی ہیں مگر قیامت کے دن جنت میں جب اولادِ آدم داخل ہوگی اور ان کے پیٹ میں جنت کی نعمتیں جائیں گی۔ تو ان کی ذوات کی اتنی قوت ہوگی کہ وہ اس خوراک کو برداشت اور ہضم کر لیں گے۔

marfat.com

جنتیوں کی دو قسم کی خوراک

میں نے دریافت کیا کہ جب آدمؑ کی ذات پہلی جنت کی خوراک کو برداشت نہیں کر سکتی تھی تو وہ کھاتے کیا تھے۔؟

فرمایا۔ جنت کی نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ (۱) خالص انوار جو دنیا کی کسی نعمت کے مشابہ نہیں اور نہ ان میں ثقل اور بھاری پن ہے اور ایسی خوراک کی کثرت ہے۔ آدمؑ اس کے کھانے کی طاقت رکھتے تھے اور اسی کے کھانے کا اللہ نے حکم بھی دیا تھا ـــــ (۲) دنیاوی نعمتوں کی ہم شکل جن میں ثقل بھی ہے اور کم مقدار میں ہیں مگر آدمؑ ان کے کھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اسی لئے اس کے کھانے سے منع کیا گیا تھا تاکہ جنت سے نکلنا نہ پڑے ـــــ ان نعمتوں کی دو قسم کے ہونے کی یہ وجہ تھی :۔

کہ اللہ کے علم قدیم میں یہ تھا کہ اہلِ جنت کی دو حالتیں ہوں گی۔ (۱) ایک حالت جو غالب اور کثیر ہو گی یہ کہ دنیائے فانی کی نعمتوں اور امور کا خیال تک اہلِ جنت کو نہ آئے گا۔ اس حالت میں اللہ انہیں پہلی قسم کے انوار ہی عطا فرمائے گا اور وہ کھائیں گے ـــــ (۲) دوسری حالت جو کبھی کبھی ہو گی یہ کہ وہ دنیائے فانی کی نعمتوں کی تمنا کریں گے اور وہ اسی وقت آموجود ہوں گی ـــــ پہلی حالت فکری طور پر اکمل ہے کہ جنتی غیر کے احساس کے بغیر اپنے رب کے ساتھ خوش ہوں گے اس حالت کو دوام اور غلبہ ہو گا جبکہ دوسری حالت جو کم تر ہے ان لوگوں کی طرح ہے جو مشاہدۂ حق سے محروم ہیں، ان پر اپنی ذات کا احساس غالب اور امورِ دنیا کی فکر رہتی ہے اور وہ دنیا کی نعمتوں کی خواہش کریں گے۔

فرمایا۔ اس ممنوعہ درخت کے کھانے سے پہلے حضرت آدمؑ کی عقل کا تعلق اپنے رب کے ساتھ تھا اور وہ اپنے ذاتی مصالح سے غافل تھے۔ لیکن شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا اور ان کی عقل اپنے ذاتی منافع اور مصالح کی طرف لگ گئی ـــــ درحقیقت پہلے ان کا کھانا پینا محض بطور نعمت تھا۔ انہیں نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس اور ان کی عقل اپنے رب سے لگی رہتی تھی۔ پھل کھا کر اسہال ہوا، بھوک لگی، پیٹ خالی ہوا اور فکرِ معاش نے آلیا۔ اسی لئے اللہ نے مشقت و معصیت کے گھر میں اتار دیا ـــــ اور چونکہ یہ سب کچھ علمِ الٰہی میں تھا۔

marfat.com

اس لئے اللہ نے ذرائع معاش مہیا فرما دیئے تھے اور حیوانات اور نباتات وغیرہ پہلے سے زمین میں پھیلا دیئے تھے اور جب نو ماہ بعد آدمؑ زمین پر اترے تو ذرائع معاش موجود تھے۔ اور زمین پر ان کا پہلا رزق بھی درختوں کے پھل تھے جن میں اللہ کے حکم سے کم مدت کے اندر پھل لگ گیا۔

فرمایا۔ بنی آدم سے زیادہ خوبصورت، عقلمند، افضل، ارفع اور اقوام کوئی مخلوق نہیں اور بنی آدم کی ظاہری اور باطنی خوبیوں پر غور کریں تو اس کے خالق و مصور کی عظمت معلوم ہو جائے۔

فرشتوں پر آدم کی فضیلت

میرے سوال پر فرمایا کہ ذاتِ آدم کو ذاتِ ملائکہ پر اس لئے فضیلت ہے کہ آدمی کی ذات مختلف اوصاف کا مجموعہ ہے یعنی اس میں مٹی، آگ، ہوا اور پانی کے علاوہ عقل، نور اور روح سب کچھ رکھ دیا گیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک میں قدرت الٰہی کے اسرار پائے جاتے ہیں جبکہ فرشتہ کی ذات صرف نور سے ہے اور اس میں عقل رکھدی ہے۔ لہٰذا آدمی کی ذات تمام ذوات میں قوی تر ہے اور حضورؐ کی ذاتِ مبارکہ اسرار ربانی کے اٹھانے میں قوی ترین اور انسانِ کامل کی ذات ہے۔

جنتی اور دوزخی

فرمایا۔ بنی آدم کی اس فضیلت کے باوجود اللہ نے ایک گروہ جنت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے بنایا ــــ جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں اللہ نے روح اور عقل ڈالی جو اس کا سِرّ ہیں۔ نورِ ایمان، اور مشاہدہ و معرفتِ الٰہی اسی عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ معرفت و مشاہدہ تب میسر ہوتا ہے جب اللہ اپنے اور ذاتِ انسانی کے درمیان سے حجاب اٹھالے۔ مگر جب اللہ اپنا وعید یا فیصلۂ شقاوت نافذ کرنا چاہتا ہے تو اس آدمی کی ذات پر پردہ ڈال دیتا ہے اور وہ مشاہدہ سے محروم ہو کر اللہ سے کٹ جاتا ہے۔

عقل کا بت

کاش! اللہ سے یہ بے تعلقی ہونے پر بندہ کسی اور سے بھی تعلق قائم نہ کرتا مگر انسان نورِ عقل کا سہارا لے کر اپنی عقل پر بھروسہ کر لیتا ہے کہ مجھ میں عقل کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس طرح اپنے نفس کے ساتھ تعلق بڑھاتا جاتا ہے اور اللہ سے مزید کٹتا جاتا ہے ــــ اگر ذات اس عقل

marfat.com

کی طرف اس نگاہ سے دیکھتی کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہر لحظہ اللہ ہی اس کا محرک ہے تو یہ اللہ تعالٰے کی طرف رجوع کر لیتی اور زائل شدہ تعلق اور مشاہدہ دوبارہ حاصل ہو جاتا۔

عقل اور معرفت

حضرت دباغ نے فرمایا۔ جب ذاتِ انسانی نے تدبیرِ امور میں اپنا تعلق عقل سے قائم کر لیا اور اپنی معاش اور میل جول میں اسی پر بھروسہ کر لیا اور اللہ کو معلوم تھا کہ عقل پر تکیہ کرنے والا انسان راہِ راست سے بھٹک جائے گا تو اللہ نے رسول بھیجے تاکہ اسے معرفتِ الٰہی کی طرف لوٹا دیں چنانچہ ازل کے فیصلہ کے مطابق کچھ لوگوں نے رسولوں کی بات مان لی اور کچھ نے نہ مانی پہلا گروہ کسی حد تک عقل کے پیچھے لگنے سے باز آ گیا مگر رسولوں کے منکر پورے طور پر عقل سے چمٹا رہا اور عقل کے بل بوتے پر زندگی گزارتا رہا۔

معرفتِ الٰہی اور مشاہدہ سے روکنے والی چیز جہنم کی تاریکی ہے۔ جو ذات کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس تاریکی اور خون میں نسبت تو کوئی نہیں مگر خون اللہ سے دوری بڑھاتا ہے اور تاریکی اللہ سے حجاب زیادہ کرتی ہے مومن کے خون کی مثال چیچک کے مریض بیٹے اور باپ کے تعلق جیسی ہے کہ باپ ایسے مریض سے بھاگے گا نہیں، نفرت کرے گا اور محبت کا تعلق قائم رکھے گا۔ جبکہ کافر کے خون کی مثال ایسے مریض اور اجنبی کے تعلق جیسی ہے کہ وہ بھاگے گا اور پرہیز کرے گا۔

اولیاء و مومنین کی قسمیں

فرمایا۔ رسولوں کو قبول کرنے والے بھی قسم قسم کے ہیں ــــ (۱) وہ جو قبول کر کے ایمان بالغیب پر ٹھہر گئے اور فتح حاصل نہ کی۔ یہ عام مسلم ہیں۔ (۲) وہ جنہوں نے دعوت قبول کی اور ترقی کر کے فتح تک جا پہنچے لیکن فتح پر ٹھہر گئے اور ہر دم تنزل میں ہیں (۳) وہ جنہوں نے فتح دائمی حاصل کی اور ہر دم ترقی پر ہیں ــــ ان کی مثال دو گداگروں کی ہے۔ ایک وہ جو ایک درہم مانگ کر اور لے کر قناعت اختیار کرلے اور دوسرا ایک کے بعد دوسرا اور تیسرا اور پھر اور دینار مانگے اور دینے والا بھی سخی ہو اور وہ سائل کو دیتا رہے ــــ یہی حال دائمی فتح نصیب ہونے

marfat.com

والے اولیاء کی ہے جو ہمیشہ اور ہر لحظہ ترقی پر ہیں۔ یہاں تک کہ موت کے وقت بھی وہ ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ وہ غیر اللہ سے کٹے رہتے ہیں اور موت بھی غیر اللہ ہے جو انہیں محسوس نہیں ہوتی۔

marfat.com

باب ۱۳

فتح اور انتقالِ اسرار وغیرہ

فتح نورانی وظلمانی حضرتِ دباغؒ سے میں نے دریافت کیا۔ کہ حکماء اور فلاسفۂ کفر مثلاً سقراط، بقراط افلاطون و جالینوس وغیرہ نے عالم علوی مثلاً سیاروں کی گردش، ان کے افلاک، قمر، شمس (عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل وغیرہ) کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے ان کا ادراک حواسِ خمسہ اور عقلی دلائل سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ علمِ غیب سے متعلق ہے اور اللہ نے یہ علم اپنے انبیاء کو وحی کے ذریعہ عطا کیا اور اس کے متعلق حکماء کا یہ کہنا کہ یہ علوم قرآن سے سیدنا حضرت ادریسؑ سے اخذ کیا گیا ہے کہاں تک درست ہے اور علم کے تواتر کی سند کیا ہے؟

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے دو قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں اور دونوں کو اپنے اپنے میدان میں فتح نصیب ہوتی ہے۔

(۱) **اہل نور و اہل حق** :۔ ان کو حق کی فتح اور معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ، فرشتوں، انبیاء و رسل اور آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کی ربوبیت، قدرت اور اس کی رضا و خوشنودی کا اقرار اور تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں اور اس عقیدہ پر ثابت قدم رہتے ہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔

۲۔ **اہل ظلمت و اہل باطل** :۔ ان کو ظلمتوں کی فتح اور معرفت عطا ہوتی ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ سے قطع اور دور کر دے وہ ظلمت، باطل اور کفر

marfat.com

ہے۔ حضورؐ نے فرمایا " دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو ذکرِ الٰہی کے تحت آتا ہے "۔ اہلِ باطل کو دنیا کی زمین اور آسمانوں کا شاہد اور فتح نصیب ہوتی ہے اور اس میں زمین، آسمان، اجرامِ فلکی اور فانی دنیا کے تمام امور و علوم شامل ہیں۔

اہلِ باطل کی ذات اندھیروں سے سیراب ہوتی ہے۔ ان کی عقلیں سیاہ، آنکھیں حق سے اندھی اور کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ حق کا خیال ان کی عقلوں اور ذہنوں میں آتا ہی نہیں۔ انہیں حضورؐ کی قبر اور اولیاء و عارفین، مومنین اور ملائکہ کے انوار و اسرار میسر نہیں آتے اور اللہ تعالٰے نے انہیں معرفتِ حق سے بے تعلق بنا رکھا ہے اور ہر اس نور اور چیز سے محجوب کر رکھا ہے جو اللہ تک پہنچانے کا سبب ہو۔

عالمِ علوی اور علمِ نجوم کے متعلق ان اہلِ باطل فلاسفہ کا یہ علم غلط اور مضر ہے کہ واقعات ستاروں کے احکام کے تحت رونما ہوتے ہیں کیونکہ فاعلِ حقیقی اللہ تعالٰے ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں حضورؐ فرماتے ہیں ــــ " میرے بعض بندے مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض انکاری ہیں۔ چنانچہ جو یہ کہتا ہے کہ ہم پر اللہ کے فضل و رحمت سے بارش نازل ہوئی تو یہ شخص مجھ پر ایمان رکھنے والا اور کواکب پر ایمان لانے سے انکار کرنے والا ہے مگر جو کہے کہ فلاں ستارہ کے گرنے سے بارش ہوئی تو یہ مجھ سے کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے "ــــ اللہ نے فلاسفہ کو اپنی معرفت سے حجاب میں ڈال رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو کواکب کی طرف لگا رکھا ہے تاکہ اسی میں لگے رہیں اور اللہ کی وعیدِ ازلی پوری ہو۔

اہلِ حق کی دو فتحیں

اہلِ حق کو دو طرح کی فتح نصیب ہوتی ہے۔

(۱) یہ فتح یا کشف اہلِ حق اور اہلِ ظلمت دونوں کو میسر آسکتا ہے۔ یہ ولایت کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس مرحلہ پر اہلِ حق کے لیئے بھی ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کہیں اللہ سے قطع تعلق ہو کر وہ اہلِ ظلمت کے زمرے میں نہ آجائے ــــ بہر حال اس فتح کے بعد اہلِ حق ولی کو ساتوں آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان تمام اشیاء اور افعال کا ظاہری آنکھوں سے نہیں ہوتی اور وہ آئندہ آنے والے واقعات کو دیکھ سکتا ہے کہ فلاں ماہ و سال میں یوں یوں ہوگا ــــ اس فتح میں اہلِ

marfat.com

باطل بھی برابر کے شریک ہیں۔ دنیاوی اور فانی امور میں تصرف اور مشاہدہ پر یہ بھی قادر ہوتے ہیں۔ لہٰذا پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا اور غیب سے رزق کا آنا وغیرہ انہیں بھی حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے منکر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جہاں اہلِ نور کی مدد کے لئے فرشتے اور نورانی ارواح مقرر ہیں وہیں اہلِ ظلمت کی مدد کے لئے شیاطین وغیرہ موجود ہوتے ہیں جو خوارق عادت اور شعبدوں میں ان کی مدد کرتے ہیں اور استدراج میں ترقی دے کر ان کے مزید خسارہ کا باعث بنتے ہیں۔

(۲) یہ فتح اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان امتیازی علامت ہے کیونکہ اہلِ ظلمت کو اس فتح سے محروم اور حجاب میں رکھا گیا ہے ـــــ صاحبِ فتح کو یہاں ارواحِ مومنین، ملائکہ، ارواحِ برزخ، اولیاء اللہ اور عارفین کا مشاہدہ اور ہم نشینی حاصل ہوتی ہے۔ حضورؐ کی قبر کا نور جو قبۂ برزخ تک جاتا ہے اس نور کے مشاہدہ سے نوازا جاتا ہے ـــــ مزید کرم ہوتا ہے تو بیداری میں حضورؐ کا مشاہدہ پاکر شیطان کے حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے حضورؐ سے اور پھر حضورؐ کے ساتھ رحمتِ الٰہی سے معرفت و مشاہدۂ الٰہی میں اجتماع حاصل ہو جاتا ہے اور ولی دیکھتا ہے کہ حضورؐ کی ذات حق سبحانہٗ میں مستغرق اور فریفتہ ہے۔ حضورؐ کی برکت سے ولی کا تعلق حق سے جڑ جاتا ہے اور بتدریج ترقی کر کے اسے مشاہدۂ حق، اسرارِ معرفت اور انوارِ محبت میسر آجاتے ہیں۔

ابراہیمؒ[۱] خواص اور یہودی عامل فرمایا۔ اہلِ حق اور باطل میں فرق شاید ابونعیم[۲] کی کتاب حلیہ میں مذکور اس حکایت سے ہو جائے

۱؎ ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل خواص اولیاء کبار میں سے تھے۔ توکل ان کا خاص وصف تھا۔ فرماتے ہیں ایک مرتبہ خضرؑ نے مجھے ساتھ رہنے کو کہا۔ مگر میں ڈرا کہ کہیں توکل ہی نہ چھوڑ بیٹھوں ان کے ساتھ نہ رہا۔ وفات ۲۹۱ھ = ۹۰۲ء

۲؎ ابونعیم اصفہانی صوفیہ میں بہت مقبول۔ پیدائش ۳۳۶ھ = ۹۴۷ء، وفات ۴۳۰ھ = ۱۰۳۸ء۔ اصفہان والوں نے انہیں جامع مسجد میں بیٹھنے سے روک دیا تھا اور پھر اصفہان سے انہیں نکال دیا تھا۔ انہوں نے حدیث کی یہ کتاب "حلیہ" اسی برس کی عمر کے بعد زبانی لکھائی۔

marfat.com

حضرت ابراہیمؒ خواص اور ایک یہودی ایک کشتی کے سفر میں متعارف ہوئے اور رفیق بن گئے۔ یہودی نے کہا۔ تیرا دین سچا ہے تو تو بھی پانی پر چل کر دکھا اور پانی پر چلنے لگا۔ ابراہیم نے سوچا اگر یہودی غالب آگیا تو ذلت ہو گی اور سمندر میں کود پڑا اور پانی پر چلنے لگا —— پانی کے سفر کے بعد خشکی پر یہودی نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن نہ ہم مسجد اور نہ گرجے میں داخل ہوں گے اور بغیر زادِ راہ کے جنگلوں میدانوں میں سفر کریں گے —— چنانچہ تین دن بھوکے پیاسے چلنے کے بعد بیٹھے تھے کہ ایک کتا منہ میں تین روٹیاں لئے آیا اور یہودی کے سامنے ڈال کر چلا گیا۔ یہودی نے ابراہیم کو کھانا پیش کیا مگر انہوں نے نہ کھایا۔ پھر خوشبو میں مہکا ایک خوبصورت جوان قسم قسم کا کھانا لایا۔ ابراہیم کے سامنے رکھ کر چلدیا۔ پیش کرتے پر یہودی نے بھی انکار کر دیا اور ابراہیم نے کھا لیا۔ —— یہودی نے کہا میرا اور تیرا دین، دونوں حق ہیں۔ دونوں کا ثمر ہے اور دونوں اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ مگر تمہارا دین زیادہ رقیق، لطیف اور خوشنما ہے مجھے اجازت ہو تو اس میں داخل ہو جاؤں۔ اور مسلم ہو کر محققین صوفیہ میں سے ہوا۔

میرے استفسار پر فرمایا۔ یہودیوں کے پاس کچھ بھی نہیں۔ ان سے شیاطین کھیل کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی عبادت کا ثمر ہے۔ اہلِ حق اور اہلِ باطل میں بڑا فرق ہے۔

عالمِ علوی اور فلسفہ یا سائنس کا فرق فرمایا۔ عالم علوی اور فلسفہ کی اصل شاید اس واقعہ سے معلوم ہو سکے کہ حضرت ابراہیم پر ایک آدمی ایمان لایا اور آپ کی صحبت میں اسے بھی مشاہدہ ملکوتِ زمین و آسمان حاصل ہو گیا اور فتح نصیب ہو گی —— لیکن اسی مشاہدہ پر ریجھ کر مطمئن ہو بیٹھا۔ عالم علوی کا مشاہدہ کر کے خوش ہوتا اور اتراتا۔ ستاروں کی منازل وغیرہ کے تذکرے کرتا اور دین ابراہیم سے پھر کر اللہ سے تعلق منقطع کر لیا۔ اور دنیا و آخرت کے خسارہ کو گلے لگا لیا۔ اللہ نے جنکو رسوا کرنا چاہا انہوں نے بھی یہ علم اس شخص سے سیکھا اور وہ بھی ملعون فلاسفروں سے ہو گئے۔ لوگوں کو غیر اللہ کی راہ دکھائی اور یوں یہ شخص اللہ سے لوگوں کا تعلق توڑنے کا باعث بن کر بھی عذاب میں مبتلا ہوا۔

انبیاء اور اولیاء کا خاصہ: فرمایا

marfat.com

رسالت و نبوت کا خاصہ اللہ کی راہ بتانا اور لوگوں کو اللہ پر جمع کرنا ہے نہ کہ غیر اللہ کا راستہ دکھانا یا لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانا ہے کہ لوگ اللہ سے تعلق توڑنے لگیں ـــــ شہر فاس کے باب الحدید کے پل پر سے ہم گزر رہے تھے کہ فرمایا کہ انبیاء و مرسلین، ملائکہ اور اللہ کے صالح بندے بھی پل کی مثال ہیں کہ وہ زندگی کی تاریک گہرائیوں اور دنیا سے بندوں کو بچا کر اللہ کی طرف رہبری کرتے اور اللہ سے ملاتے ہیں۔

اولیاء مظہر حق اور ان کی پیش گوئیاں

فرمایا۔ اہلِ حق کاملین سے آنے والے حوادث کا سوال کیا جائے تو بہت کم بات کریں گے۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ دنیا اور اس کے واقعات اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں اور اسی لئے یہ لوگ بھی دنیاوی باتیں ناپسند کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ ابتدائی مشاہدے دنیا کے متعلق ہوتے ہیں اور وہ ان میں پھنس کر رہ جانا پسند نہیں کرتے اور یوں باطل دنیا کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتے بلکہ حق تعالےٰ کے مشاہدہ کی طرف عروج کرنا چاہتے ہیں۔ اور سوم یہ کہ دنیاوی واقعات کے متعلق زبان کھولنے سے انہیں اپنے مشاہدہ اور مقام سے ہٹ کر نیچے آنا پڑتا ہے۔

نیز اس لئے کہ کاملین کو مشاہدہ انوارِ الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے اور نورِ حق میں زمان و مکان اٹھ جاتا ہے، نہ ماضی ہوتا ہے، نہ حال اور نہ مستقبل۔ لہذا ولی کے نورِ حق سے زیادہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ فلاں حادثہ واقع ہوگا۔ اس بات کی فتح کہ حادثہ فلاں دن ہوگا انہیں اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب وہ مشاہدہ سے اتر کر زمانہ اور اس کی ترتیب میں الجھ جائیں جو نورِ حق کے مقابلہ میں ان کے نزدیک ظلمت ہے۔

میں نے عرض کیا اللہ کو آئندہ کے واقعات اور ان کی ترتیب کا علم ہے اور ولی چونکہ نورِ حق سے دیکھتا ہے اس لئے اسے بھی ظلمت تک اترے بغیر ان امور کی ترتیب کا علم ہونا چاہیئے۔

فرمایا۔ اللہ غالب اور قوی ہے اور اس کا علم بھی ہر چیز پر محیط ہے جبکہ بندہ ضعیف ہے اور بندہ کا علم ناقص ہے اور اللہ پر بندہ کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت خضرؑ نے موسیٰؑ کو کہا تھا "میرے اور تمہارے علم سے اللہ کے علم میں اس قدر کمی بھی واقع نہیں ہوئی جتنی سمندر سے چڑیا کے چونچ بھرنے سے واقع ہوتی

marfat.com

ہے۔"

فرمایا۔ اگر ولی اپنے درجہ سے اتر کر آئندہ حوادث کا ذکر کرتا ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں البتہ اس میں کم ہمتی اور بلند مقام سے تنزل ضرور پایا جاتا ہے اور اگر حضورؐ کی خدمت ہی میں ہوتے ہوئے زمانہ کے حوادث کی خبر دینا شروع کر دے تو بے ادبی بھی ہے اس لئے کہ حضورؐ کا یہ دستور نہ تھا۔ پھر بھی بہت سے اولیاءِ کامل ان امور کا ذکر کرتے ہیں تو اس لئے کہ تقدیر کے حکم کا ان پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور یہ کہ حق تعالیٰ جو کام کرنا چاہتے ہیں اس میں انہیں تصرف عطا کرتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ مظہرِ حق ہیں۔

ولی کی صحبت یا شیر کی آشنائی اور جان کا خطرہ

مؤلف کہتا ہے کہ اکثر لوگوں کو اولیاء کی صحبت اور معرفت سے ضرر پہنچتا ہے۔ معرفت سے اس لئے کہ لوگ فتح رحمانی اور فتح شیطانی میں فرق نہیں کرتے۔ وہ ہر کشف اور خارق عادت بات کو ولایت کی کسوٹی اور انتہا سمجھتے ہیں۔ اور بظاہر نماز روزہ کے پابند کو ولی جان لیتے ہیں حالانکہ اس کا باطن حق سے خالی اور غیر اللہ کی طرف ہی لگا ہو۔

ولی کی صحبت سے ضرر یوں ہوتا ہے کہ ولی کی صحبت میں کوئی برسوں رہے اور ولی کو اپنی دینی اور دنیوی حاجات کا ذریعہ جانتے ہوئے اپنی اغراض اور حاجات کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا رہے تو ولی ناراض ہو جاتا ہے اور ایسے میں اگر وہ شخص کسی مصیبت کے نازل ہونے سے بچ جائے تو غنیمت جانو۔ کیونکہ ولی کی صحبت کا مقصد تو معرفتِ الٰہی ہے تاکہ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے کاٹ کر وہ آپ کا تعلق اللہ سے جوڑ دے اور آپ ہیں کہ ولی کو دنیاوی اغراض کے حصول کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں اور اصل بات اور حق کی طرف آتے ہی نہیں۔

ولی کی ناراضگی کی کئی وجوہات ہیں۔ (۱) اول یہ کہ ولی کے ساتھ آپ کی محبت اوپری اور اغراض کی خاطر ہے نہ کہ اللہ کی خاطر۔ جو وسوسوں، شیطان کے حملوں اور خسارہ کا باعث بنتی ہے اور ایسی محبت پر نورِ حق کبھی نازل نہیں ہوتا۔ (۲) دوم یہ کہ ولی دیکھتا ہے کہ طالب دنیا سے تعلق توڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں اور اللہ سے تعلق جوڑنے کی طرف راغب ہی نہیں اور ——— (۳) سوم یہ کہ ولی طالب

marfat.com

کی حاجت براریاں اور ناز پروری میں کشف کی باتیں کر کر کے عاجز آجاتا ہے اور طالب ولی کو حاجت براری کا ذریعہ اور ملازم جاننے لگتا ہے اور اصل بات کی طرف آتا ہی نہیں۔

ولی کی مثال اس کمہار کی ہے۔ جسے ظروف سازی کا شوق ہے اور اپنی جائداد اور مال و متاع سے اسے کوئی شغف نہیں اور کسی اور بات کے متعلق وہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ جو شخص اس کی توجہ کسی اور موضوع کی طرف مبذول کرائے گا اور بار بار اس کے شوق میں رخنہ ڈالے گا تو وہ ناراض ہوگا جبکہ عقلمند ظروف سازی کے متعلق ہی بات کر کے اس کی محبت کو جیتے گا اور اس کے ساتھ موافقت حاصل کرے گا بجائے اس کے کہ آتے ہی خزانے وغیرہ مانگنے لگ جائے۔ وہ خوش قسمت ہوگا کہ برتن مار کر اپنا سر نہ پھڑوائے۔

چنانچہ یہی حال ولی کا ہے۔ کہ اللہ کی معرفت اور اس سے متعلقہ اشیاء اور موضوعات کے سوا نہ ولی کا کوئی پیشہ ہے اور نہ شغل۔ وہ کسی اور بات میں نہ کلام کرنا چاہتا ہے، نہ کوئی اور صحبت اور مجلس اس کو بھاتی ہے۔ اللہ تک پہنچنے کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہیں اور نہ کسی اور کا قرب حاصل کرنا اس کی خواہش ہے۔ پس کسی نے اللہ کی خاطر دوستی کی تو معاملہ برعکس ہوگا۔

دنیا کا مشاہدہ باطل اور دھوکا

میں نے دریافت کیا۔ حوادثِ دنیا کیوں باطل ہیں؟ باطل تو وہ ہے جس کی کوئی اصل وحقیقت نہ ہو جبکہ دنیاوی امور کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور حواس ادراک کرتے ہیں۔

فرمایا۔ دیکھو! کیا ہم اس دیوار کا مشاہدہ نہیں کر رہے جو فانی اور زائل ہونے والی ہے؟ جبکہ اس دیوار کے رب، خالق اور کھڑا رکھنے والے کو نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ وہ زندہ اور باقی ہے، نہ اسے فنا ہے۔ نہ موت اور ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہمارا خالق ہے اور جیسا چاہتا ہے ہم میں تصرف کرتا ہے — پس دیوار کا مشاہدہ اللہ کے عدم مشاہدہ کے سامنے باطل اور دھوکا ہے۔

چنانچہ جس پر اللہ کی رحمت ہو اسے اللہ اپنی ذات، صفات و افعال کا مشاہدہ

marfat.com

کرا دیتے ہیں۔ اس کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے اور اسے ایسی زندگی عطا ہو جاتی ہے جس کے بعد نہ بدبختی ہے نہ کوئی موت کیونکہ فانی کا تعلق باقی سے ہو جاتا ہے تو اسے بھی بقا نصیب ہو جاتی ہے۔

فتحِ اول میں اہلِ باطل و حق کا فرق فرمایا اگرچہ پہلی قسم کی فتح میں اہلِ باطل اور اہلِ حق مشترک ہوتے ہیں۔ مگر دونوں کا مقصد الگ الگ ہوتا ہے ــــ اہلِ باطل پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔ انہیں فتح، اور خوارقِ عادت کشف و کرامات دے کر اللہ استدراج اور ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھیں اور اللہ سے کٹ کر غیر سے تعلق قائم کر لیں۔

اہلِ حق کی فتح انہیں اللہ سے قریب کرتی ہے۔ اللہ کے لیئے جذبۂ شکر و محبت مزید بڑھتا ہے۔ انہیں درجہ بدرجہ ترقی ہوتی ہے، حجابات دور ہوتے ہیں اور اللہ ان کے لیے دروازہ کھول دیتا ہے تاکہ اللہ سے تعلق اور معرفت مضبوط ہو اور یوں اللہ ان کی خوارق و کرامات سے مدد کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا "پس جو لوگ ایمان لائے تو انکا ایمان اور زیادہ کیا اور وہ خوش ہیں مگر جن کے دلوں میں مرض ہے تو ان کی پلیدی بڑھا دی حتیٰ کہ حالتِ کفر میں مرے"۔

چھوٹے ولی کا بڑے ولی سے زیادہ کشف فرمایا۔ بعض اوقات چھوٹے ولی کا کشف و کرامات بڑے ولی سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ چھوٹا ولی کمزور مشاہدہ کی وجہ سے مشاہدۂ خلق میں مشغول رہتا ہے جبکہ بڑا ولی دنیا، مخلوق اور حوادث سے غافل ہو کر مشاہدۂ حق میں غرق ہوتا ہے۔

قرآن میں سیدنا خضر اور موسیٰ کے قصہ میں یہی بات ہے کہ خضر کشتی، بچے اور دیوار میں افعالِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہے تھے جبکہ موسیٰ زیادہ قوی اور اونچے مشاہدۂ حق میں مشغول تھے۔ موسیٰ کو ان حوادث کا علم نہ ہونا ان کا کمال تھا۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰؑ کا مرتبہ خضرؑ سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے رسول، کلیم اور صفی ہیں ــــ ان دونوں کا فرق اس مثال سے سمجھ آسکتا ہے کہ کسی بادشاہ کے دو غلام ہوں۔ ایک کو بادشاہ اپنے پاس رکھ لے کہ اس کے سامنے کھڑا رہے اور بادشاہ کے چہرے

marfat.com

کو دیکھتا رہے بادشاہ کا ہم نشین ہو، اسی کے ساتھ کھائے پیئے، آئے جائے اور اٹھے بیٹھے باتیں کرے وغیرہ۔ جبکہ دوسرے غلام کو بادشاہ رعیت میں تصرف کرنے، احکام جاری کرنے اور معاملات اور مصلحتوں کا انتظام کرنے کا اختیار دے کر دور بھیج دے ——— ظاہر ہے کہ پہلا بادشاہ کے رازوں سے زیادہ واقف اور مقرب ہو گا۔ چنانچہ اسی طرح موسیٰؑ پہلے غلام کی طرح اور خضرؑ دوسرے کی طرح ہیں۔

خضرؑ نبی نہ تھے

میں نے سوال کیا کہ بعض علماء خضرؑ کو نبی کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہمیں یہی اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ خضر نبی تھے تاکہ غیر نبی کا نبی سے زیادہ عالم ہونا ثابت نہ ہو۔ تو کیا خضر نبی تھے۔ فرمایا۔ خضر نبی نہ تھے۔ اللہ نے انہیں اپنی معرفت اور مخلوق میں تصرف کرنے کے وہ اختیار دے دیئے جو امت محمدی کے غوث کو عطا ہوتے ہیں۔ وہ ایسے بندہ ہیں کہ انہیں براہِ راست بغیر کسی پیر و مرشد کے یہ مرتبہ عطا کیا گیا جو نبوت و رسالت کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا ——— اور قرآن کے قصہ میں خضر کی واقفیت اور موسیٰ کی ناواقفیت موسیٰ کا مشاہدۂ حق تھا جس میں وہ مشغول تھے اور جس کا کوئی بدل اور مقابلہ نہیں۔ اس لئے خضر کو نبی ماننے کی ضرورت نہیں۔

میرے سوال پر فرمایا کہ جو علماء قرآن سے خضر کی نبوت کا استدلال کرتے ہیں جب فرمایا کہ "میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ (بلکہ بحکم خدا کیا) جن امور میں تو صبر نہ کر سکا ان کی یہی تاویل ہے" (سورۃ کہف۔ آیت نمبر ۸۲) ——— ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اصحاب تصرف یعنی غوث اور قطب وغیرہ بھی جو کام یا تصرف کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں مگر اس سے انہیں رسول یا نبی نہیں کہا جاتا مگر اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔

ؔ خضر کو نبی ثابت کرنے سے متعلق امام شعرانی نے ابوالحسن ابراہیم خواص کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے کہ حجاز کے راستہ اور جنگل میں مجھے پیاس لگی تو ایک خوبصورت انسان نے جو بھورے رنگ کے جانور پر سوار تھا آکر مجھے پانی پلایا اور اپنے پیچھے سوار کیا۔ پھر کہا یہ مدینہ کا نخلستان ہے اتر جاؤ اور صاحب مدینہ یعنی حضورؐ کو کہنا "آپکا بھائی خضر سلام کہتا ہے" جہاں خضر نے بھائی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور ابوہریرہ سے مشکوٰۃ میں ایک روایت ہے کہ انبیاء آپس میں بھائی ہیں ——— سیوطی نے بھی خضر کے نبی ہونے پر رسالہ لکھا ہے وغیرہ ——— امام عبدالکریم قشیری نے خضر کو ولی قرار دیا ہے۔

marfat.com

پھر حضرت نے ایسی نفیس بحث کی اور ایسے اسرار بیان کئے جو تحریر میں نہیں لانے چاہئیں۔ اللہ حضرت سے راضی ہو انہیں کسقدر معرفت حاصل تھی ـــــــ موسیٰؑ کو ان امور کے علم نہ ہونے کا جو راز حضرت دباغؒ نے بیان کیا وہ بعض پیروں اور مریدوں کو بھی پیش آتا ہے یعنی بعض اوقات پیرِ کامل اپنے مرید سے دنیا کے واقعات کا استفادہ کرتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شیخ نے کہا کہ جب سے فلاں شخص (مرید) فوت ہوا ہے آسمان کی خبریں ہم سے جاتی رہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے مرید نے اس کی جگہ لے لی تو پیر نے کہا جو بات گم ہو گئی تھی وہ پھر آ گئی۔

مشاہدۂ نبیؐ فرمایا۔ بیداری میں حضورؐ کے مشاہدہ کی علامت یہ ہے کہ کھاتے، پیتے کام کرتے، جھگڑتے اور سوتے غرضیکہ ہر لمحہ بندے کا خیال و فکر حضورؐ کی طرف لگا ہوا ہو اور اس فکر کو کوئی امر بھی حضورؐ سے نہ ہٹا سکے۔

میں نے عرض کیا۔ کیا حیلہ اور کسب سے یہ مشاہدہ حاصل ہو سکتا ہے؟

فرمایا۔ نہیں۔ یہ اللہ کی عطا ہے۔ بندہ کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر بندہ اس مشاہدہ کو دور بھی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور نہ کوئی خارجی طاقت یا امر اس مشاہدہ کو روک سکتا ہے۔ انسان کا باطن حضورؐ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر لوگوں کے ساتھ اس کے لوگوں کے ساتھ معاملات، کھانا، پینا وغیرہ سب امور بغیر قصد و ارادہ کے خود بخود ہوتے رہتے ہیں کیونکہ اعتبار تو دل کا ہے جو دنیا کے ساتھ نہیں ہوتا ہے۔ اگر مدت تک یوں خیال و فکر حضورؐ کے ساتھ لگا رہے تو پھر اللہ تعالےٰ بیداری میں بھی مشاہدۂ نبوی عطا کر دیتے ہیں۔ یہ مدتِ فکر مختلف لوگوں میں مختلف ہوتی ہے۔ کسی کو ماہ لگتا ہے کسی کو سال یا کم یا زیادہ۔

فرمایا۔ مشاہدۂ نبیؐ بہت بڑی بات ہے۔ اگر اللہ مدد نہ فرمائیں تو انسان اسے برداشت نہ کر سکے حضورؐ کے دبدبہ اور رعب سے شیر جیسے بہادر اور شجاع آدمی کا جگر پھٹ جائے، ذات پگھل جائے اور روح نکل جائے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی کیفیت نہ بیان کی جا سکتی ہے اور نہ اس لذت کا احاطہ ہو سکتا ہے۔ اہلِ مشاہدۂ نبویؐ کے نزدیک یہ جنت جانے سے بھی افضل ہے اور ایسے شخص کو جنت کی تمام نعمتوں سے سیراب کیا جاتا ہے ـــــ پھر فرمایا۔ ہر مشاہدہ میں صاحبِ مشاہدہ

marfat.com

سیراب ہوتا ہے۔ اور جسے ہر دم یہ مشاہدہ حاصل ہو اس کی سیرابی دائمی ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ شمائلِ ترمذی وغیرہ میں حضورؐ کے رنگ، قد، بالوں کی لمبائی چال اور دیگر احوال کا میں مطالعہ کرتا اور ان میں اختلاف پاتا تو حضرت دباغ کے پاس حاضر ہو کر دریافت کرتا۔ آپ ایسے بیان فرماتے جیسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں —— ایک واقعہ تو عجیب ہے کہ ایک دفعہ میں اس قسم کے سوال کر رہا تھا اور آپ درختوں کی صفائی میں مشغول تھے اور میری طرف کوئی دھیان نہیں دے رہے تھے۔ لیکن میں نے سوال ختم نہ کیا ہوتا کہ آپ بغیر سوچے فوراً جواب دے دیتے۔ جس سے آپ کے مندرجہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے کہ اعتبار قلب و باطن کا ہے اور ظاہراً جو کچھ بھی ہو وہ بلا قصد و ارادہ کریں۔

مشاہدۂ الٰہی

فرمایا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ مشاہدۂ نبوی کے بعد بندہ کے دل میں اللہ سے تعلق کا خیال پیدا ہو اور اس کے تمام خیالات اس میں ایسے لگ جائیں جیسے حضورؐ کے ساتھ لگے تھے۔ پھر یہ حالت جاری رہے حتیٰ کہ مشاہدۂ حق کی فتح حاصل ہو جائے اور اسے مقصودِ حقیقی اور اصلی نتیجہ نصیب ہو۔

مشاہدۂ حق کے بعد اہلِ فتح کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ (۱) ایک قسم تو ایسی ہوتی ہے جو ہر چیز کو چھوڑ کر مشاہدۂ حق میں غرق اور غائب ہو جاتے ہیں اور (۲) دوسرے زیادہ کامل ہوتے ہیں۔ ان کی روحیں تو مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتی ہیں مگر ان کی ذات مشاہدۂ نبیؐ میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ دونوں مشاہدے ایک دوسرے پر غالب نہیں آتے۔ بلکہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔

مشاہدۂ نبویؐ و حق

پھر فرمایا۔ دوسرے قسم کے لوگوں کا مشاہدۂ حق پہلوں سے کامل ہے اور اکمل اس لئے ہے کہ وہ مشاہدۂ نبویؐ سے منقطع نہیں ہوتے جو مشاہدۂ حق تک ترقی کرنے کا سبب ہے چنانچہ جسے جس قدر حضورؐ کا مشاہدہ زیادہ ہوگا اسے اسی قدر مشاہدۂ حق بھی زیادہ ہوگا اور جس کا کم ہوگا اسے مشاہدۂ حق بھی کم ہوگا —— اگر بندے کو اختیار ہو کہ اسے نوے سال کی عمر ملے تو اس مدت میں سوائے مشاہدۂ نبویؐ کے کسی چیز کو اختیار نہ کرتا اور موت سے ایکدن پہلے اسے مشاہدۂ حق کی فتح نصیب ہوتی تو مشاہدۂ نبوی میں راسخ اور صادق ہونے کی وجہ سے

marfat.com

اسے ایک دن کی مشاہدۂ حق کی فتح اس شخص سے زیادہ حاصل ہو گی جسے اس مدت میں اول سے آخر تک دونوں فتح حاصل رہی ہوں۔

ولی اور ترکِ نماز؟

اس کے بعد آپ نے آنکھوں پر عینک لگا کر حروف دیکھنا شروع کر دیئے اور فرمایا۔ کیا حروف کا دیکھنا عینک کے شیشوں کی صفائی اور رونق کے تابع نہیں ہے؟ ——— میں نے عرض کیا۔ ضرور ہے ——— فرمایا۔ مشاہدۂ نبوی بھی عینک کی طرح ہے اور مشاہدۂ حق حروف کی مثال ہے۔ یہ بات اس وقت فرمائی جب ایک فقیہہ نے سوال کیا کہ ولی کے لیے ممکن ہے کہ وہ نماز ترک کر دے۔!

فرمایا۔ ولی کے لیئے ترکِ نماز ممکن نہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے جبکہ اسے ہر وقت دو شعلوں سے داغا جا رہا ہو۔ یعنی ذات کو مشاہدۂ نبوی ؐ سے اور اس کی روح کو مشاہدۂ حق سے۔ اور یہ دونوں مشاہدے نماز قائم کرنے اور دیگر اسرارِ شریعت کا حکم ہیں۔

ایک اور بار فرمایا۔ ولی کیسے نماز ترک کر سکتا ہے جبکہ دونوں مشاہدوں کی بھلائی اسے تب حاصل ہوتی ہے جب اس کی ذاتِ اسرارِ ذاتِ نبوی ؐ سے سیراب ہو چکی ہوتی ہے ایسے میں حضور ؐ کی ذات نے جو کام کیا ہو وہ اس سے کیسے رک سکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت دباغ ؒ نے مشاہدۂ حق، ینظر بنور اللہ (اللہ کے نور سے دیکھنے) اور زمان (ماضی، حال، مستقبل) و مکان کی پابندیوں سے نکل جانے کا ذکر کیا اور مشاہدۂ حق اور اسماءِ الٰہی سے ذات کے سیراب ہونے، اسماء کی تعداد کے مطابق ولایت کے مراتب کی تقسیم اور روح کی فتح اور دیگر اسرار کا ذکر کیا جن کا عبارت و اشارت میں لانا مفید نہیں۔

فتح و مشاہدہ کے خطرات

فرمایا۔ جب اللہ کسی بندے پر رحم کرنا چاہتے ہیں اور اسے حجابات سے نکال کر فتح و مشاہدہ سے نوازتے ہیں تو اولیاء اللہ کو ڈر لگتا ہے کہ نہ جانے یہ بندہ فتح کو برداشت کرے گا یا مر جائے گا یا مرے گا نہیں تو اس کی عقل تو سلب نہ ہو جائے گی یعنی عقل مشاہدہ میں

marfat.com

اتنی تو نہیں مستغرق اور کھو جائے گی کہ جسم و ذات کی ضروریات سے ہی بیگانہ ہو جائے اور اولیاء کی دعا ہوتی ہے کہ نورِ عقل کا کچھ حصہ مشاہدہ میں اور کچھ حصہ ذات کے کام آئے تاکہ کھانے، پینے، کپڑا پہننے اور دوسری ضرورتوں کو پورا کرتا رہے ـــــ یہ شخص جس پر اللہ نے رحمت کرنا چاہی ہے۔ اس کا انجام اس کے پیر کے سوا کوئی اور شخص نہیں جان سکتا ـــــ مؤلف کہتا ہے کہ جو صاحبِ فتح اپنے مرکز سے نکلتا ہے وہ یا مرجاتا ہے یا عقل کھو بیٹھتا ہے۔

فرمایا۔ جب اللہ کسی کو فتح نصیب کرتا ہے تو وہ عالمِ ملائکہ، جنات اور شیاطین کی ایسی باتوں اور ڈراؤنی صورتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور خوفناک آوازیں سنتا ہے جو برداشت سے باہر ہوتا ہے اور جن سے جگر پھٹ جائے ـــــ بعض دفعہ ایک آدمی بغیر کسی وجہ کے کام کاج کرتے مرجاتا ہے۔ بعض وقت وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے فتح اور مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور وہ برداشت نہیں کرسکتا اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بے سبب اس کی حرکتِ قلب بند ہوگی ـــــ فرمایا۔ ایک مرتبہ فاس میں عطاروں کے بازار سے گزرتے ہوئے اسی طرح انہوں نے ایک مہندی بیچنے والے کو غش کھا کر گرتے اور مرتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں نے تو سمجھا کہ بس وہ اچانک مرگیا۔ مگر دراصل اسے یکایک فتح نصیب ہوئی اور وہ ولایت پر مرا۔

عقل سے محروم ولی اور غیر ولی

میں نے پوچھا۔ فتح سے اور کسی اور وجہ سے عقل سلب ہونے میں کیا فرق ہے؟

فرمایا۔ فتح سے دراصل عقل سلب نہیں ہوتی بلکہ صاحبِ فتح مشاہدۂ حق کے سمندر میں تیر رہا ہوتا ہے۔ مگر اللہ کسی حکمت کی بنا پر اس کی عقل کو اس کی ذات سے علیحدہ کر دیتا ہے ـــــ مگر جس کی عقل کسی اور سبب سے زائل ہوئی ہو تو سبب یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس کی روح کو اپنی ذاتِ عالی کے مشاہدہ سے گھڑی دو کے لئے روک کر اس گنہگار بندے کے برے افعال کا مشاہدہ کراتا ہے۔ جس سے اسے قبض اور صدمہ ہوتا ہے اور عقل جاتی رہتی ہے۔ اللہ بچائے ـــــ قبض متواتر رہے تو عقل بھی بدستور زائل رہتی ہے اور اگر قبض متواتر نہ رہے اور روح کو بسط و جمال حاصل ہو جائے تو پھر سے ذاتِ علیہ کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور عقل بھی لوٹ آتی ہے۔

marfat.com

میں نے پوچھا۔ بعض اوقات چھوٹے بچے کی عقل زائل ہو جاتی ہے حالانکہ نہ وہ گنہگار ہوتا ہے اور نہ اس کے اعمال قبیح ہوتے ہیں۔

فرمایا۔ روح کے نزدیک بندے کے تمام احوال گناہ ہیں۔ کیونکہ روح کا تقاضا ہے کہ وہ ہر وقت سجدہ میں رہے اور سر نہ اٹھائے۔ اور اس میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔

فرمایا۔ عقل سے محروم ولی اور غیر ولی کو صاحبِ ہوش ولی پہچان لیتا ہے۔ عقل سے عاری ولی کی باتوں سے کچھ نہ کچھ اسرار الٰہی ظاہر ہو جاتے ہیں جبکہ پاگل میں کوئی ایسی نشانی نہیں ہوتی۔ ولی کی ایک اور پہچان یہ ہے کہ اس کی روح ہمیشہ خوش خوش دکھائی دیتی ہے اور غیر ولی کی روح اور ذات مغموم اور بوجھل رہتی ہیں جیسا کہ کوئی سر جھکائے کسی غم کے متعلق سوچ رہا ہو۔

فاطر العقل کی آخرت

فرمایا۔ جن لوگوں کی عقل بغیر فتح زائل ہو جاتی ہے۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں مگر اللہ اپنے انبیاء اور رسولوں کی قابلِ احترام صورت سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے ان کی شفاعت فرما کر ان پر رحم فرمائیں گے اور انہیں چوپایوں کی مٹی میں ختم نہیں کر دیں گے بلکہ جنت میں داخل کریں گے۔

مجذوب

فرمایا۔ جن کی عقل فتح کی وجہ سے زائل ہوتی ہے وہ قابلِ احترام ولی ہوتے ہیں مگر انہیں اولیاء کے ساتھ تصرف کا اختیار نہیں دیا جاتا اور نہ ہی یہ غوث یا قطب بن سکتے ہیں۔ البتہ دجال کے آنے کے زمانہ میں ان مجذوبوں کو تصرف دیدیا جائے گا جس سے نظام میں خلل پیدا ہوگا اور فساد برپا ہوگا۔ مگر دجال کا معاملہ ختم ہونے کے بعد پھر ان کی حکومت ختم ہو جائے گی اور دوبارہ نہ ملے گی۔

جنت سے بہتر و جہنم سے بدتر

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضرت عبداللہ برناوی نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تو دنیا میں ایسی چیز جانتا ہے جو جنت سے بہتر اور جہنم سے بدتر ہو؟

میں نے عرض کیا۔ جی ہاں! بیداری میں دیدارِ رسولؐ جنت سے بہتر ہے۔

marfat.com

چنانچہ آج بھی ولی حضورؐ کو صحابہ کی طرح دیکھ سکتا ہے جو جنت سے افضل ہے۔

_____ اور فتح کے بعد اس کا سلب ہو جانا جہنم سے بدتر ہے۔ دنیاوی امارت، نعمتیں اور لذتیں کھو جانے کی تکلیف اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ فتح سلب ہونے والے کا دل پتھر بن جاتا ہے اور بصیرت اندھیرا بن جاتی ہے۔

یہ سن کر شیخ عبداللہ میرے پاؤں پر گر پڑے اور بار بار بوسہ دیتے رہے اور فرمایا میں نے تقریباً اسی بزرگوں سے یہی سوال کیا۔ مگر کسی نے تمہاری طرح کا جواب نہیں دیا۔ مؤلف کے سوال کرنے پر فرمایا۔ ہاں شیخ عبداللہ جانتے تھے مگر وہ مجھے آزمانا چاہتے تھے جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے۔

ایک طالب کی تلاشِ حق اور فتح

حضرت دباغ نے فرمایا۔ حضرت محمد بنا طرابلسی مالکی چودہ برس تک اس تلاش میں رہے کہ کوئی انہیں اللہ کی راہ پر لگا دے۔ تلاشِ حق میں وہ مصر، شام، عراق، قسطنطنیہ اور ہندوستان تک گئے۔ جس ولی کا سنتے وہاں جاتے مگر انہیں کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی تلاش نگاہِ باطن سے تھی۔ کسی کی شہرت وغیرہ کی پرواہ نہ کرتے دراصل آپ نے اپنے عارف والد سے امرِ حق سنا تھا مگر ان کے ہاتھوں اسے فتح نصیب نہ ہوئی تو طلب حق میں نکل گئے۔

عراق کا عابد

تلاش کے دوران عراق میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کے پاس لاتعداد لوگ جمع ہوتے اور مہمان خانے میں یا لنگر میں روزانہ چار من کھانا پکتا۔ وہ ستائیس دن اپنی خلوت گاہ میں عبادت اور رکوع و سجود میں لگا رہتا۔ کھانا، پینا، قضاءِ حاجت اور طہارت وغیرہ کا انتظام خلوت گاہ ہی میں تھا۔ مہینہ کے باقی تین دن باہر نکلتا۔ لوگوں سے باری باری ان کی حاجتوں کے متعلق بات کرتا۔ اس کا یہ دستور عمر بھر سے تھا۔ چنانچہ جب میں وہاں پہنچا اور میری باری آئی تو میں نے عرض کیا میرے دو سوال ہیں۔ کہنے لگا پوچھو۔ میں نے دریافت کیا۔

مقامِ محمد و حق

(۱) قرآن کی سورۂ فتح آیت نمبر ۱ میں اللہ فرماتے ہیں۔ "(اے محمدؐ!) ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی تاکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔" اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ تھے۔ جبکہ حضورؐ

marfat.com

نبوت سے پہلے اور بعد معصوم تھے۔ ایسے میں اس آیت کا کیا مفہوم ہے؟
اس نے جواب دیا۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ثقیل گناہ، مثلاً زنا، شراب پینا وغیرہ ایسے گناہ نبی سے صادر نہیں ہوتے۔ اور (۲) خفیف گناہ، مثلاً اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ راغب ہونا وغیرہ۔ اور یہاں یہی گناہ مراد ہیں جو معاف کئے گئے ہیں ___ یہ سن کر میں جان گیا کہ یہ شخص حضورؐ کے مقام سے بے خبر ہے جبکہ عارف حضورؐ کے مرتبہ سے اس قدر بے خبر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گناہ تو غافل اور اہلِ ظلمت سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور اہلِ قرب اور صاحبِ مشاہدہ عارف تک گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

(۲)۔ قرآن کی آیت وھو معکم اینما کنتم (جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) سے کیا مراد ہے؟
جواب دیا۔ اس سے مراد مومنین ہیں جن کے دل میں اللہ ہوتا ہے اور جو ہمیشہ ذکر کرتے ہیں اور اس سے گڑگڑاتے رہتے ہیں ___ اس پر میں سمجھ گیا کہ وہ اللہ سے بھی ناواقف ہے اور اہلِ باطل میں سے ہے۔

ہندوستان کا عابد مجھے ہندوستان کے ایک عابد کا بتایا گیا۔ وہاں پہنچا تو اسے عابد و زاہد پایا۔ زہد کا یہ عالم تھا کہ دن رات میں ایک ناریل پر گزر کرتا۔ میں نے پوچھا تو اسے اللہ سے جاہل پایا اور میں جان گیا کہ اس کی عبادات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

مزدور عارف پھر ایک دن سمندر کے کنارے ایک بندرگاہ پر مزدوروں کو معمول سے بہت زیادہ بوجھ کمر پر اٹھاتے دیکھ کر میں متعجب ہو رہا تھا کہ مصر اور فاس میں کسانوں کو ایسی محنت کرتے دیکھا تھا۔ اچانک ایک مزدور آیا اور کہنے لگا۔ تعجب نہ کرو۔ اللہ کی اس قدرت پر تعجب کرنا جو ابھی ظاہر ہو گی۔ وہ اپنا بوجھ لے گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ لیٹ گیا اور اس کی روح نکل گئی ___ اللہ اس سے راضی ہو۔ وہ روشن ضمیر عارف تھا اور اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ درحقیقت قوت اور قدرت والا تو اللہ ہے۔ جسے چاہے قدرت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ لہٰذا تعجب اس کی قدرت، رعب اور دبدبے پر ہونا چاہیئے اور اسی کو بڑا سمجھنا چاہیئے

marfat.com

فتبارك الله احسن الخالقین (بہترین خالق بابرکت اللہ ہے۔)
پھر مجھے عارفین کی ایک جماعت ملی۔ ہر ایک کہتا اپنے ملک واپس جاؤ۔ تمہارا مقصد وہیں حل ہوگا۔ چنانچہ میں اپنے ملک آیا۔ وہاں ایک شخص ملا جس نے بتایا کہ تمہاری آرزو فاس میں پوری ہوگی۔ میں فاس آیا اور وہاں مجھے وہ شخص مل گیا جس کے ہاتھوں، اللہ نے مجھے (محمد بنا کو) فتح نصیب کی اور چھ ماہ فاس میں رہا اور عارفین اور غارِ حرا کے اہلِ دیوان میں سے ہوگیا۔

فتح اور سِر کا انتقال مرشد کی زندگی کے بعد میں (مؤلف) نے حضرت دباغؒ سے عرض کیا۔ کیا آپ کی زندگی ہی میں اسے فتح نصیب ہوگئی تھی کیونکہ ولی کو اس کے روحانی باپ یا مرشد کی زندگی میں فتح نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ فتح تو سِرِ ذات پر ہی نازل ہوتی ہے۔ اور جب ذات کا سِر اولاد یا مرید کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو فتح واقع ہوتی ہے اور جب تک شیخ زندہ ہو اس وقت تک مرشد کی ذات کا سِر کسی کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ لہٰذا فتح بھی نصیب نہیں ہوتی اور اگر بالفرض فتح مل بھی جائے تو قائم نہیں رہتی اور جلد زائل ہو جاتی ہے ــــ مگر اس شخص کو تو آپ کی زندگی میں ہی فتح نصیب ہوگئی اور قائم بھی رہی۔

فرمایا۔ وہ میرا روحانی بیٹا نہیں بلکہ لوگوں کا حال تھا۔

میں نے دریافت کیا۔ وہ کن لوگوں کا مال تھا۔

فرمایا۔ جس شخص کا سِر بطور امانت میرے پاس پڑا رہا۔ اور جب یہ شخص گھوم پھر کر میرے پاس آیا تو میں نے اپنی قمیص اتار کر اسے دیدی اور یہ راز بھی اسے دیدیا۔

میں نے عرض کیا کہ سِرِ مذکور تو اس شخص کے لیئے اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک پہلے شخص کی ذات کا سِر اس کی طرف منتقل نہ ہو اور اس شخص نے اسے دیکھا بھی نہیں تو اس کی فتح کیسے قائم رہی؟

فرمایا۔ جس کے پاس اللہ نے پہلی ذات کا سِر بطور امانت رکھا ہوا تھا اسے قدرت دی تھی کہ وہ دوسرے کو دیدے اور پھر فتح بھی عطا کر دے مگر اس کے باوجود وہ میرا بیٹا نہیں کہلا سکتا۔ وہ تو اسی کا بیٹا کہلائے گا جس کے مرنے کے بعد اس نے جس کی ذات کا سِر لیا۔

marfat.com

میں نے عرض کیا ۔ مورث تو مراکش کا ہے اور وارث طرابلس کا رہنے والا ۔ کیا اہلِ مغرب میں سے خیر منقطع ہوگئی ہے کہ یہ شخص آکر راز لے گیا ۔ ؟

انتقالِ خلافت کیلئے خصوصیات

فرمایا ۔ جب کسی عارف سے سنو کہ فلاں میرے سِرّ کا وارث ہے ۔ میرے بعد اسے پکڑے رہنا تو اکثر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اسرارِ الٰہی وہاں سے آتے ہیں جس کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ ایسوں نے پایا جن کو لوگ اس کا اہل ہی نہ سمجھتے تھے اور اسی طرح یہ اسرار آگے منتقل ہوتے رہیں گے ۔

عجز :۔ پھر فرمایا ۔ ایک شیخ کے آٹھ خادم تھے ۔ ان میں سے ایک تھک ہار کر بیٹھ گیا بلکہ وہ بات کرتے سے بھی رہ گیا اور اسے جس کام کے لئے بھیجتے بیکار ثابت ہوتا ۔ پھر چار اور بھی مایوس ہو کر ایک طرف ہوگئے ۔ باقی تینوں نے اپنی اپنی بیٹی بھی شیخ کو دیدی ۔ ان میں سے جس کی بیٹی حسین وجمیل اور لائق فائق تھی اسے شیخ ہر بات میں مقدم رکھتا اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہی شیخ کا وارث بنے گا ـــــ لیکن جب شیخ کی وفات کا وقت قریب آیا اور مرید ۔ جمع ہوئے تو وہی پہلا ہارا ہوا عاجز شخص شیخ کی موت کے بعد صاحبِ سِرّ بنا ۔

لوگوں میں حقیر اللہ کے ہاں مقبول یا سلبِ فتح

فرمایا ۔ اللہ تعالےٰ اس پر زیادہ رحم وکرم کی نظر رکھتے ہیں جسے لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ اسی طرح جو شخص لوگوں کی نظر میں قابلِ تعظیم ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں حقیر دیکھے جانے والا اسرارِ ربانی کا زیادہ مستحق بن جاتا ہے ۔

پھر فرمایا ۔ ایک ولی کے ایک سید اور ایک عام شخص مرید تھے ـــــ ولی نے عامی کو کہا کہ جاکر سید سے کہو کہ تم پر اپنی فتح بیچ دے ۔ چنانچہ عامی نے جاکر سودا کرنا شروع کیا اور سو دینار سے بڑھ کر دس دینار، نوکرانی اور پھر بیٹی نکاح میں دینے کی پیش کش کی لیکن وہ سید انکار کرتا رہا ۔ آخر میں کہا کہ گھر بھی لے لو تو سید راضی ہوگیا حالانکہ دونوں محجوب تھے اور انہیں اسرارِ فتح کا علم نہ تھا ـــــ چنانچہ سودا طے ہوگیا ۔ اور سید نے دینار، نوکرانی ، گھر اور بیوی لے کر نہایت ہی

marfat.com

پُرلطف رات گزاری اور عامی نے صرف شیخ کی بات پر یقین کر کے ساری رات پریشانی اور شیخ سے بدگمانی کے وسوسوں سے لڑتے جھگڑتے گزاری ـــــ پو پھٹی تو فتح اور سرّ سید کے پاس آئے اس نے مشاہدہ کیا اور حیرت انگیز کیفیت سے گزرا لیکن پھر یہ سب کچھ سلب ہوگیا۔ اللہ پناہ دے۔ اس کے بعد وہ فتح اس عامی کے پاس گئی اور وہ اولیاء اللہ میں سے ہوگیا ـــ سید کی فتح سلب ہوتے ہی اس کی عقل جاتی رہی اور وہ کہتا پھرا تو کہاں ہے، ہائے تو کہاں ہے، اپنا گھر لے لے، خادم لے لے، دینار لے لے، اپنی بیٹی لے لے، اپنی بیٹی لے لے بلکہ میری والدہ بھی لے لے۔ تو کہاں چلا گیا وغیرہ ـــــ وہ ساٹھ سال زندہ رہا اور عقل سے مسلوب رہا۔

کسی نے عرض کیا۔ حضرت! اسے نہ تو دنیا ملی، نہ آخرت ـــ فرمایا۔ اس میں کسی کا کیا بس! اس سے تو اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی جاتی رہی جو میں کہنا نہیں چاہتا۔

سلبِ فتح یا ولی سے بے ایمانی کا انجام

فرمایا۔ ایک شخص رصیف کی گھاٹی پر دکان میں پرانے جوتے مرمت کیا کرتا تھا۔ اس کی ملاقات ایک ولی سے ہوئی۔ جس نے کہا۔ بیٹا! یہ درہم لے اور میرے لئے ایک ٹوپی خرید لا۔ چنانچہ اس نے درہم لیا، ٹوپی خریدی اور آرہا تھا کہ اس کا دل بے ایمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ اس احمق نے جان پہچان بغیر مجھ پر اعتماد کیا۔ چنانچہ اس نے اپنی پرانی ٹوپی بیچ دی اور یہ نئی خود پہن لی اور غائب ہوگیا ـــــ ولی ایک دن تو اس کی خیانت پر خاموش رہا مگر دوسرے دن اس کی دکان پر آیا اور یکایک اس کے سر سے ٹوپی اتار لی اور یہ کہہ کر بھاگ گیا کہ دیکھو اللہ کی طرف سے کونسی عنایت تم کھو بیٹھے ہو۔ اس شخص نے دیکھا تو اسے فتح حاصل ہوئی۔ اس نے ایسی باتوں کا مشاہدہ کیا جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے خیال پر گزریں۔ مگر جب اپنی دکان کی طرف دیکھا تو فتح سلب ہوگئی ـــــ اس پر وہ سمجھ گیا کہ یہ آفت اس سر کی وجہ سے آئی ہے۔ چنانچہ اس کی عقل جاتی رہی وہ ہوا میں پتھر پھینکتا، پھر اپنا سر آگے کر دیتا اور اس کا سر کچلا جاتا۔ وہ زندہ ہے اور یہی عمل بار بار کرتا ہے ـــــ حضرت نے مجھے ایکبار یہ شخص دکھایا بھی۔

سرّ اور فتح:۔ میں نے پوچھا۔ سرّ سے صوفیا کی کیا مراد ہوتی ہے؟

marfat.com

فرمایا۔ جیسے کہ بادشاہ سونا اپنے خاص لوگوں کو دیگا۔ یہی حال سر کا ہے کہ اللہ چند منتخب لوگوں کو عطا کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ کیا فتح اور سرّ ایک ہی بات ہے؟

فرمایا۔ فتح اس سے بڑھ کر ہے مگر سرّ فتح سے قوی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ مفتوح علیہ کی بینائی کھول دی جاتی ہے جس سے وہ آسمانوں اور زمینوں کو دیکھ سکتا ہے، اس کے کان کھول دیئے جاتے ہیں جس سے آسمان میں پرندے کے پروں کی اور سال کی مسافت پر چیونٹی کے چلنے کی آواز سن سکتا ہے۔ اس کی سونگھنے کی طاقت اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ وہ مٹی اور مختلف زمینوں، زندہ اور مردہ ذوات اور روحوں غرضیکہ ہر شے کی بو سونگھ لیتا ہے۔ اسی طرح اس کی قوت لامسہ کھول دی جاتی ہے۔ اس کی ہر حس تیز ہو جاتی ہے۔ اگر ایک وقت میں ہزاروں آدمی باتیں کر رہے ہوں تو وہ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ بات سن اور سمجھ سکتا ہے۔

اگر فتح کے ساتھ سرّ بھی ہو تو دو قوتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں مگر اگر صرف سرّ ہی ہو اور اس کے ساتھ حجاب ہو تو سِر تو بہر حال سر رہے ہی مگر اس صاحبِ سرّ کو مفتوح علیہ جیسی طاقت حاصل نہیں ہوتی۔

میں نے عرض کیا۔ جب سرّ ذات میں فتح کے بغیر داخل ہو تو کونسی چیز حاصل ہوتی ہے؟

فرمایا۔ ذات میں حق سبحانہٗ کے اوصاف حاصل ہوتے ہیں۔ جس سے حق ذات کی طبیعت بن جاتا ہے۔ حق کے سوا نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے اور نہ حق کے سوا کوئی بات کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ بلند صفات اور مکارمِ اخلاق بھی گھر کر لیتے ہیں۔ مثلاً عفو، حلم، تجاوز، حیا، کرم وغیرہ ـــــ لیکن فتح کے اضافہ سے دو قوتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

نورِ قوت

فرمایا۔ جب نورِ قوت سے پہلے کسی ذات پر فتح نازل ہوتی ہے تو ذات میں خلل و ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے ضیاعِ عقل یا موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جب پہلے نورِ قوت ذات پر نازل ہو چکا ہو تو پھر فتح ملنے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا ـــــ میں نے دریافت کیا۔ یہ قوت کیا چیز ہے ـــــ فرمایا۔ جس قوت

marfat.com

قابل بن جائے۔ توفیقِ ایزدی جس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے وہ اللہ سے فتح کے نازل ہونے سے پہلے نورِ قوت کی درخواست کرتا ہے۔

قطب منصور کا مشاہدۂ افعالِ الٰہی

فرمایا۔ ابتدا میں سیدی (قطب) منصور کے پاس میں گیا تو آپ کپڑا بُن رہے تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جواب دیا۔ اپنے عجز پر رونا آتا ہے۔ دیکھو میں اس وقت کپڑا بنتے ہوئے اللہ کے فعل کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور خیال کرتا تھا کہ میں کچھ کر رہا ہوں جبکہ درحقیقت کوئی اور اس کام کو کر رہا ہے —— فرمایا۔ میں سمجھ نہ سکا کہ انہیں کیا کہوں۔ اگر آج یہی صورت ہوتی تو اس کا جواب دے سکتا۔ انہیں کہتا۔ آؤ اور مجھ سے اور طلب کرو۔ ابھی تک آپ کو مشاہدۂ حوادث نصیب ہوا ہے کیونکہ افعالِ خداوندی مخلوقاتِ حادثہ میں سے ہیں۔

میں نے سوال کیا۔ کیا حضرت منصور نے اس حالت سے ترقی بھی کی یا نہیں؟

فرمایا۔ نہیں اسی حالت پر وفات پائی۔

شیخ عمر ہواری کے اوصاف

فرمایا۔ اگر لوگوں کو سیدی عمر ہواری کے اوصاف کا پتہ چل جائے تو پھر وہ کسی اور زندہ اور فلاں فلاں کی زیارت کو نہ جائیں کیونکہ ان کے یہ چار اوصاف کسی اور میں نہ پائے جاتے تھے:۔

(۱) وہ کسی کے بارے میں کچھ نہ کہتے تھے۔ اور کسی کی برائی نہ ظاہر میں کرتے نہ چھپ کر۔

(۲) وہ عمر بھر علی بن حرزہم کے مزار پر گوشہ نشین رہے۔ ہر وقت دلائل الخیرات اور تسبیح پڑھتے رہتے۔ لحظہ بھر بھی آرام نہ کرتے۔ مغرب کے قریب گھر جاتے۔ جب زائرین کا ہجوم ہو جاتا تو علی بن حرزہم کے روضہ سے نکل کر مخلوق سے الگ بیٹھ جاتے اور اپنا کام یعنی ذکر اذکار جاری رکھتے۔

(۳) بیکار باتوں سے دور رہتے۔ اپنی طرف کوئی بات منسوب نہ کرتے۔ اس لئے زائرین یہی خیال کرتے کہ یہ خالی ہیں اور ان کے پاس کوئی سِر وغیرہ نہیں ہے چنانچہ لوگ صاحبِ مزار سیدی علی سے دعا کرتے اور یہ بھی لوگوں سے موافقت کرتے اور لوگ ان سے کسی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

marfat.com

(۳) بیکار باتوں سے دور رہتے۔ اپنی طرف کوئی بات منسوب نہ کرتے۔ اس لئے زائرین

(۴) زہد کا یہ عالم میں نے دیکھا کہ مزار پر صبح خالی ہاتھ آتے۔ مقبرہ پر کوئی چیز آگئی اور جتنا مل جاتا تو کھا لیتے۔ ورنہ دن بھر بھوکے رہتے۔ روٹی کا ٹکڑا مل جاتا تو پانی یا مزار کے تیل میں نمک گھول کر کھا لیتے۔

اولیاء۔ لاخوفٌ علیہم

فرمایا۔ اولیاء اللہ میں ایک خصلت پائی جاتی ہے جس کی راحت کا لوگوں کو علم نہیں اور وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی مصیبت واقعی نہ آجائے وہ آنیوالی مصیبت کا نہ غم کرتے ہیں اور نہ حالِ مکدّر کرتے ہیں۔ ولی نازل ہونے والی مصیبت کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے مگر پھر بھی وہ کھاتا، پیتا، ہنستا اور بیوی کے پاس جاتا ہے۔ ایسے جیسے جاہل یا بے خبر ہو کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ کے تصرف کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ اور اللہ وہ کام کرجاتا ہے جو بندہ سوچ تک نہیں سکتا۔ اور جن امور کو لوگ واقع ہونے والا سمجھتے ہیں وہ نہیں ہوتے۔ پس ولی اس خصلت کی وجہ سے راحت میں ہوتا ہے۔ جب صاحبِ فتح ولی مصیبت کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو محجوب کو چاہیئے کہ اولیاء کی راہ پر چلتے ہوئے اپنے غموں اور تدابیر کو دور پھینک دے کہ تدبیر کا نہ فائدہ ہے اور نہ اس سے کوئی بچ سکتا ہے۔

حضورؐ کا وارث غوث

میرے دریافت کرنے پر فرمایا۔ تین سو چھیاسٹھ ذاتیں غوث کی ہوتی ہیں جو حضورؐ کا وارثِ کامل ہوتا ہے۔ غوث وارثِ کامل اس لئے ہوتا ہے کہ حضورؐ کے فیض سے کوئی اس قدر فیضیاب نہیں ہوسکتا ورنہ حضورؐ کی اپنی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ذاتیں (ذوات) ہیں۔

صلوٰۃ العارفین

میرے سوال پر فرمایا۔ جب عارف اللہ اکبر کہتا ہے اور ابھی ظاہری ذات سے نماز ادا کرتا ہے۔ تو اس کی روح بھی نماز میں ہوتی ہے۔ ذات کے ساتھ روح بھی رکوع و سجود کرتی ہے ـــ فرمایا۔ یہ کہہ کر میں ظاہری ذات اور روح کی ذات کو دیکھنے لگ گیا کہ کون زمین کے زیادہ قریب ہے مگر حفاظت کرنے والے فرشتے نے مجھے روک دیا۔ بہرحال روح کی نماز تو ہر حالت میں مقبول ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ شاید اس لئے کہ روح حق ہے، حق کی طرف سے ہے اور

marfat.com

حق کی طرف ہی اس کا رجوع ہے۔ اور ظاہر کی نماز کا اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ اکثر لوگ روح کی نماز ادا کرنے سے قاصر ہیں اور عارفین اگرچہ اپنی روح سے نماز ادا کرتے ہیں وہ اپنے جسم سے بھی نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہی دستور ہے اور اسی میں شریعت کے ظاہری احکام کی حفاظت ہے؛

حضرتِ دباغ نے پھر ایک شخص کی مثال دی کہ اس نے درزی کا پیشہ اختیار کیا اور اسی کے دوران اسے ریشم کی صنعت پر بھی اللہ نے عبور دیدیا اور یہ درزیوں میں چھپا رہا اور اس کی ریشم بافی کا ظہور صرف قیامت کو ہوگا تو اس کو یہی زیبا ہے کہ وہ بدستور درزیوں کی عادات واطوار اپنائے رکھے۔

فتح کے مراحل

میں نے دسویں صدی کے کسی مشہور شخص کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا۔ اس کو فتح نصیب ہوئی تھی مگر وہ وہیں رک گیا اور جادوگر بن گیا ــــــ فرمایا۔ بندہ کو جب پہلی بار فتح نصیب ہوتی ہے تو وہ لوگوں کے گناہ اور ان کے اسباب کو دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح گناہوں میں پڑتے ہیں۔ چنانچہ جب اللہ صاحبِ فتح سے شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی عقل لوگوں کی طرف مائل رہتی ہے اور اسی میں اس کی فکر لگ جاتی ہے اور اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہ شیطان کی خیمہ گاہ اور بنی آدم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے مقام پر لگی رہتی ہے۔ اور شیاطین اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے ہیں۔ چنانچہ جادو اس کی تسخیر میں آجاتا ہے اور وہ جادوگر بن جاتا ہے ــــــ مگر جب اللہ صاحبِ فتح سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس پر وہ امور کھول دیئے جاتے ہیں جن سے گزشتہ امور اور شیطانی کاموں سے اس کا دل پھر جاتا ہے اور پھر اللہ تعالٰے اسے ہر لحظہ ترقی دیتے ہیں۔

نیز فرمایا۔ فتح کی عجیب شان ہے اور ہر بات نرالی ہے۔ اکثر محجوب بندوں کو جو فتح سے روک دیا جاتا ہے اس میں اللہ کی رحمت پوشیدہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ صاحبِ فتح کی ذات کے پاک اور واصل ہونے سے پہلے ابتدائی فتح کے بعد بعض ایسے امور مشاہدہ میں آتے ہیں کہ کوئی عیسائی ہو جائے اور کوئی یہودی اور کوئی

marfat.com

کچھ اور ـــــ کچھ لوگوں کو موت کے وقت نصیب ہو جاتی ہے اور بعض بغیر فتح مر جاتے ہیں مگر بروزِ قیامت اللہ انہیں صاحبِ فتح لوگوں سے اکمل اور بہتر حالت میں اٹھائیں گے۔

ایک مرتبہ اپنے ایک مرید اور حبیب سے کہا۔ یہی وہ بڑا بوجھ ہے جسے صوفیاء نے اس تابوت کے اندر جمع کر رکھا ہے ـــــ اور کہ تم میں بہت سی نیکیاں ہیں جنہیں دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ تو اپنی نیکیاں میرے ساتھ بانٹ لے۔ مجھے ان کی عظمت پر تعجب رہتا ہے۔

فرمایا۔ فتح کے وقت مفتوح الیہ سے ظلمت کی سیاہ کھال کو جو تمام ذات کو گھیرے رہتی ہے دور کر دی جاتی ہے اور اس کی ذات پر نورِ فتح ڈال جاتا ہے فرشتوں اور دوسرے لوگوں کا بڑا ہجوم یہ سرّ اٹھائے اگر یہ کام کرتے ہیں اور وہ ڈرتے ہیں کہ نہ جانے مفتوح الیہ یہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے یا مر جاتا ہے یا عقل زائل کر بیٹھتا ہے۔ اور متواتر اللہ سے اس کے لئے برداشت اور توفیق وطاقت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

امتِ محمدیؐ سے فرشتوں اور جبرائیل کا میل جول

حضرت دباغ فرمایا کرتے۔ کہ نورِ فتح شیخ کی ذات میں رہتا ہے۔ چنانچہ وارث اگر شیخ کے آخری ایام میں یہ بوجھ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہو تو وصال کے بعد نورِ فتح لے لیتا ہے اور اگر اسے قدرت نہ ہو تو وہ نور جبرائیل کے پاس بطور امانت پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ مرید کو اس کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ کھال اس سے دور کی جاتی ہے اور وہ سرّ لے لیتا ہے۔

حضرت جبرائیل فتح سے تین دن پہلے اس سے دوستی کر لیتے ہیں اور اسے حضورؐ کی محبت سے مانوس کرتے ہیں اور اسے سیدھی راہ پر لے آتے ہیں ـــــ پھر فرمایا خبردار! بعض فقہاء اور علماء کی طرح اس بات سے وحشت نہ کرنا کہ فرشتے یا جبرائیل، کیونکر دیکھے جا سکتے ہیں اور انسانوں سے دوستی کر سکتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے جس کو فقہاء کی دوسری جماعت مانتی اور تائید کرتی ہے کہ امت محمدی سے فرشتوں اور

marfat.com

جبرائیل کا میل جول رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک جلیل القدر اور مشہور صحابی عمرانؓ[1] بن حصین الخزاعی فرمایا کرتے تھے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ کر انہیں سلام کیا کرتے مگر جب انہوں نے کسی بیماری کی وجہ سے بدن کو داغ دیا تو پھر فرشتوں کا دیکھنا بند ہوگیا ـــــ اور امام شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) نے اپنی کتاب المنن میں اسے احسان شمار کیا کہ اللہ نے اسے ایسے لوگوں سے ملایا جو جبرائیل کا مشاہدہ کرتے اور اس سے ہم کلام ہوتے ہیں اگر اس حقیقت کے منکر لوگ جنہیں کلام کا سلیقہ نہیں خاموش رہتے تو لوگوں کے لیئے اصل علم سامنے آتا اور لوگوں کی بھلائی ہوتی۔ منکرین ان صحیح احادیث (بخاری وغیرہ) کے متعلق کیا کہیں گے جن میں دوسری امتوں اور بنی اسرائیل کے غیر انبیاء کے ساتھ فرشتوں کی بات چیت وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ پھر یہ علماء اور لوگ اُمت محمدی کے لیئے فرشتوں اور جبرائیل کے دیکھنے اور بات چیت کو کیوں محال اور ناممکن جانتے ہیں۔

---

[1] :۔ عمران بن حصین خزاعی غزوۂ خیبر میں ایمان لائے۔ فضلاء و فقہاء پر صحابہ میں سے تھے۔ یہ اور ان کے والد اکٹھے ایمان لائے۔ بعد میں بصرہ میں رہائش اختیار کی۔ انہیں ملائکہ سلام کیا کرتے۔ وفات سنہ ۵۲ھ ـ ۶۷۲ء

marfat.com

باب ۱۴

عالمِ برزخ اور ارواح

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ عالمِ برزخ وہ جہان ہے جہاں ارواح اس دنیا میں آنے سے پہلے اور بعد میں قیامت تک رہتی ہیں۔ عالمِ برزخ کی شکل لکڑی کی اوکھلی (ننگری) جیسی سمجھو جس کا نچلا حصہ تنگ اور اوپر کا حصہ بتدریج فراخ ہوتا جاتا ہے ـــــ اس کا نچلا حصہ دنیا کے آسمان میں ہماری جانب ہے اور ساتوں آسمانوں سے گزرتا اور پھاڑتا ہوا اوپر نکل گیا ہے جس کے اوپر ایک گنبد ہے۔ یہ اس کا طول یا اونچائی ہے اور اس کا عرض اتنا سمجھو جتنا کہ چوتھے آسمان میں سورج کا سال بھر کا چکر۔ اور تمام برزخ میں سوراخ ہیں جن میں ارواح رہتی ہیں۔

بیتِ معمور اور حضورؐ کی روح

فرمایا۔ یہی بیتِ معمور ہے۔ عالمِ برزخ کا اشرف اور ممتاز ترین مقام وحصہ مذکورہ گنبد ہے کیونکہ اس میں حضورؐ کی روح ہے اور انؐ کے ساتھ دوسری بابرکت اور انعام یافتہ ارواح ہیں جنہیں اللہ نے حضورؐ کی برکت سے عزت بخشی ہے مثلاً ازواجِ مطہرات، حضورؐ کی صاحبزادیاں حضورؐ کی اولاد جو آپؐ کے زمانہ میں تھی اور وہ بھی جو قیامت تک حق پر رہے، خلفاء اربعہ اور ان شہداء کی ارواح جو آپؐ کے سامنے فوت ہوئے اور جنہوں نے حضورؐ کی خاطر اپنی جانیں دیں اور حسنِ عمل کے صلہ میں اللہ نے ان ارواح کو وہ طاقت دی جو دوسروں میں نہیں۔ اسی گنبد میں حضورؐ کے کامل وارثین اولیاء اللہ مثلاً اغواث اور اقطاب کی ارواح بھی ہیں ـــــ جنہوں نے بیتِ معمور کو ساتویں آسمان سے اوپر قرار دیا ہے وہ اسی شرف کی وجہ سے ہے۔ ورنہ میں نے دیکھا ہے کہ حافظ ابنِ حجر نے بخاری کی شرح میں ہر آسمان پر بیتِ معمور بتایا ہے جیسا کہ کتاب صلوٰۃ کی معراج والی حدیث میں ہے۔

marfat.com

فرمایا۔ سات جنتوں کے مشابہ اس گنبد کے بھی سات حصے ہیں۔ حضورؐ کی روح کا مقام گنبد میں ہے مگر وہ یہاں ہمیشہ نہیں رہتی کیونکہ حضورؐ کی ذاتِ شریف کے علاوہ آپؐ کی روح کے کثرتِ اسرار کی متحمل کوئی جگہ یا شخصیت نہیں ہو سکتی ـــــ وہ ارواح جو برزخ میں چوتھے آسمان اور اس کے اوپر ہیں ان کے انوار بہت روشن ہیں۔ اور جو تیسرے آسمان اور اس سے نیچے ہیں ان میں اکثر تاریک اور بے نور ہیں۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

فرمایا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے سے یہ سوراخ ارواح سے معمور تھے اور ان ارواح میں نور تھا مگر یہ نور وجود سے جدا ہو جانے کے بعد کے نور سے کم تھا۔ حضرت آدمؑ یا بنی آدم کی ارواح جب اپنی اپنی ذات یا جسم میں جا اتریں تو برزخ میں ان کی جگہ خالی رہ گئی اور سوراخ خالی رہتے گئے۔ موت کے بعد جب روح برزخ کو لوٹتی ہے تو جہاں وہ پہلے تھی یا جس مقام کی مستحق ہوگی وہاں رہتی ہے۔

الست بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سے پہلے ارواح کو اپنے متعلق اللہ کے ارادہ اور انجام کا علم نہ تھا۔ جب اللہ نے اپنا ازلی ارادہ ظاہر کرنا چاہا تو صور اسرافیل پھونکوایا روحیں جمع ہوگئیں اور ان میں قیامت سے بھی بڑھ کر ایک کیفیت طاری ہوگئی ـــــ اللہ نے اپنا سوال بلا کیف پوچھا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ـــــ سعادتمند روحوں نے خوشی خوشی جواب دیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے اسی وقت سے انکا فرق اور ان کے مشاہدے کے مراتب کا فرق معلوم ہوگیا۔ شیخ و مرید میں امتیاز ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فلاں کا تعلق فلاں سے ہوگا اور فلاں سے کٹ جائے گا اور انبیاء اور ان کی امتوں کا فرق بھی ظاہر ہوگیا ـــــ بدبخت لوگ اللہ کے سوال پر کبیدہ خاطر ہوئے اور بادلِ ناخواستہ "ہاں" کہہ کر اس طرح بھاگ گئے جیسے شہد کی مکھی دھوئیں سے بھاگتی ہے۔ ان کے نور تاریک ہوگئے اور انہیں ذلت و خواری حاصل ہوئی۔ اسی وقت سے مومن و کافر میں امتیاز ہوگیا اور ہر روح کی جگہ برزخ میں مقرر ہوگئی ورنہ اس سے قبل روحیں جہاں چاہتیں یا جیسے اللہ چاہتا وہیں قیام کرتیں یا جگہ بدلتی رہتیں۔

فرمایا۔ اہلِ مشاہدہ برزخ میں ارواح کو اپنے اپنے مقام پر اور جسم کی موت

marfat.com

کے بعد اپنے انوار یا ظلمات کی قوت وکثرت کے ساتھ دیکھ سکتا ہے ۔ جب تک برزخ سے تمام ارواح نکل کر دنیا میں آنہ جائیں اس وقت تک قیامت واقع نہ ہوگی۔

اصحابِ فتح کو قیامت کا علم

میں نے کہا کہ آپ کی بات سے تو پتہ لگتا ہے جیسے اربابِ کشف کو قیامت اور اس کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ فرماتا ہے "اللہ کے پاس علم ساعت (قیامت) ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے" (سورۂ لقمان۔ آیت نمبر ۳۴)۔ نیز حضورؐ نے فرمایا۔ پانچ چیزوں میں سے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

فرمایا۔ حضورؐ نے کسی مصلحتِ وقت کی بناء پر یہ فرمایا تھا ورنہ ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی آپؐ سے مخفی نہ تھی۔ بھلا سید الاولین والآخرین جو ہر چیز کے وجود کا سبب ہیں اور انہی سے ہر چیز کا وجود ہے، ان سے یہ کیسے مخفی رہ سکتی ہے جبکہ ان امت کے ساتوں اقطاب اور غوث کو ساعتِ قیامت کا علم ہے۔

برزخ میں مومنین اور کفار و منافق

فرمایا۔ آدمؑ کی پیدائش سے پہلے برزخ کی ارواح میں کم نور تھا۔ لیکن جوں جوں اولادِ آدمؑ کے انبیاء اور اولیاء کی ارواح موت کے بعد اجسام سے نکل کر برزخ کو چڑھتی رہیں تو برزخ کا نور بتدریج بڑھتا گیا۔

برزخ کے نچلے حصّہ کو کافروں اور منافقوں کی ارواح کے سیاہ احوال نے کوئلے کی طرح سیاہ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ دنیا سے بالکل برعکس ہے۔ یعنی دنیا میں تو سفید فاخرہ لباس خارجی میل سے میلا ہوتا ہے لیکن آخرت میں ذات اور روح کی داخلی سیاہی ماحول کو تاریک بنا دیتی ہے ——— اسی طرح دنیا میں روشن ہوا جو ہمیں گھیرے ہوئے ہے مومنین اور کفار دونوں کے اجسام کو روشن کرتی ہے گی لیکن آخرت میں جو حقیقت کا گھر ہے اور جہاں باطنی امور کے احکام چلتے ہیں مومنین کی ارواح ماحول کو روشن کر دیں گی اور اس کے برعکس کفار کی ذوات ماحول کو سیاہ کر دیں گی۔

حضرت نے آخرت کے پسینہ کے متعلق بھی مجھے ایسا ہی جواب دیا کہ یہ پسینہ بعض کے منہ تک پہنچ کر انہیں لگام دیدیگا، بعض کی کمر اور بعض کے گھٹنوں تک ہوگا حالانکہ

marfat.com

وہ ایک ہی سطح پر کھڑے ہوں گے۔ جبکہ دنیا میں پانی کی سطح ایک ہی رہتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں لوگوں کا باطنی اختلاف آخرت میں ظاہر ہو کر رہے گا۔

برزخ میں جہنم و جنت کا احساس برزخ سے مستطیلی اور عمودی شکل کے ڈنٹھل یا شاخیں سی باہر کو نکلتی ہوئی ہیں۔ جن میں سے کافروں اور منافقوں کو جہنم کے عذاب کی کیفیت اور بو محسوس ہوتی رہتی ہے۔ اور سعادتمند لوگوں کو جنت کی نعمتوں کا احساس اور خوشبو میسر آتی رہتی ہے۔

برزخ میں کفار کا عذاب میں نے عرض کیا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۰ کافروں کے متعلق کہتی ہے کہ "ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔" جبکہ آپ کے بیان کے مطابق کفار کی ارواح بھی برزخ کے نچلے حصے میں جائیں گی جو آسمان دنیا میں ہے اور ظاہر ہے کہ دروازے کھلنے پر ہی وہ وہاں پہنچیں گی۔

حضرت نے ایک بار تو فرمایا کہ کافر کی روح برزخ کے نچلے حصے میں حجاب میں ڈال دی جائے گی یعنی اس کی آنکھیں، کان، دل اور تمام حواس بند کر دیئے جائیں گے جیسا کہ کسی کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے گئے ہوں۔

دوسری بار یوں فرمایا کہ برزخ میں کافروں کی ارواح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اللہ کی ناراضگی کے حجاب میں اور اس کی ظلمت اور بدحالی سے انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ دوسری وہ جو محجوب نہیں بلکہ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے مگر اس عذاب کا جو ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور یوں دونوں قسموں کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے گئے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغؒ کے بیان کی تائید اس اختلاف سے ہوتی ہے جو علماء نے اس آیت کی تفسیر میں کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کفار کی دعاؤں کے لئے نہیں کھولے جائیں گے اور ان کی دعائیں مقبول نہ ہوں گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی روحوں کے لئے نہیں کھولے جائیں گے۔ بعض نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے اور بعض نے تاویل کی ہے۔

کفار کی ارواح موت کے بعد میں نے عرض کیا کہ علماء کا بیان ہے کہ مومنین کے لئے برزخ قبر سے لے کر اعلیٰ علیین تک

marfat.com

تک ہے اور کافرین کے لئے قبر سے لے کر سجین تک جو اسفل السافلین میں ہے۔

فرمایا۔ برزخ کا جو میں نے بتایا ہے کہ اس کی ابتداء آسمانِ دنیا سے ہوتی ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ لازمی طور پر ہمارے سر کی جانب ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے پاؤں کے نیچے ہو۔ اس لئے کہ آسمان زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور عرش ان تمام کو گھیرے ہوئے ہے۔ جبکہ برزخ کی تہ یا پیندا سات زمینوں کے برابر بڑا ہے۔ چنانچہ جن علماء نے اسفل السافلین کا ذکر کیا ہے تو ان کی مراد ہمارے نیچے کی جانب کے برزخ کے نچلے حصہ کی طرف اشارہ ہے۔

ایک بار فرمایا۔ مرنے کے بعد بعض کفار کی ارواح کو برزخ کی طرف چڑھنے سے روک دیا جاتا ہے اور ان پر وہ شیاطین اور ابلیس جو دنیا میں ان کی ذات میں داخل ہو کر وسوسے ڈالتے تھے، مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جونہی روح ذات سے نکلتی ہے یہ شیاطین اسے لیکر اس طرح کھیلتے ہیں جیسے بچے گیند سے۔ اسے ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں اور پتھر مارتے ہیں اور ناقابلِ برداشت عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔

فرمایا۔ میں نے تیسری زمین میں کچھ لوگوں کو دیکھا ہے جو تنگ گھروں، گھرے کنوؤں اور جھلسنے والی آگ کے دائمی عذاب میں مبتلا ہیں۔ ان میں جو کلام کرنا چاہتا ہے تو اسے واپس نیچے دھکیل دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ہر وقت اوپر چڑھتا ہے اور پھر نیچے دھکیل دیا جاتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مندرجہ بالا کلام کا حاصل یہ ہے کہ کفار کی ارواح مختلف احوال و مقامات میں ہوتی ہیں۔ بعض برزخ کے نچلے حصے میں بعض برزخ کے ڈنٹھلوں میں اور بعض تیسری زمین میں۔

مشیئتِ الٰہی فرمایا۔ ایک بار میں تیسری زمین کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ ایک شناسا سا نظر آیا۔ میں نے اس کا نام لے کر اسے پکارا کہ تم یہاں کس پاداش میں۔ وہ جواب دینا چاہتا تھا کہ نیچے چلا گیا ـــــــ اور یہ شخص دنیا میں مومنین میں سے تھا۔ اللہ رحم کرے۔

برزخ میں مومن کا مددگار مومن:۔ مشیئتِ الٰہی عجیب ہے کہ کفار کی ارواح

marfat.com

کو مومنین کی ارواح سے نفع حاصل کرنے سے روک رکھا ہے حالانکہ وہاں برزخ میں کوئی حجاب دپردہ نہیں ـــــ جبکہ مومنین کی ارواح ایک دوسرے سے مستفید ہوں گی، ایک دوسرے کو سیراب کریں گی اور ایک دوسرے کی سفارش کریں گی یہاں تک کہ بعض ارواح میں ان کی ذوات کے گناہوں کے آثار نمایاں ہوں گے مگر دوسرے مومنین کی مدد سے وہ آثار زائل ہو جائیں گے۔

نورِ ایمان کے ڈورے قسمتِ ازلی کے مطابق دینا اور برزخ دونوں جگہ لوگوں کے اجسام سے نور کے ڈورے یا ہالے نکلتے ہیں اور صاحبِ بصیرت انہیں دیکھ سکتے ہیں ـــــ مومنین کے نور کا ڈورا صاف اور سفید نظر آتا ہے اور اس کی باریکی یا موٹائی نورِ ایمان کی شدت کے مطابق ہوتی ہے اکابر اولیاء کا ڈورا کھجور کی مانند موٹا اور سر سے نکلتا اور ان کے مقامِ برزخ تک چڑھتے ہوئے دکھائی دیتا ہے ـــــ اسی طرح کفار کے اجسام سے ان کے مقامِ برزخ تک نیلے اور سیاہی مائل ڈورے نکلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ گندھک کی آگ کا دھواں جو بدبختی کی علامت ہے۔

فرمایا۔ ایک بار میں نے یہودی ملاحوں کے سروں سے سیاہ کہر کی مانند ڈورے نکلتے دیکھے لیکن ان میں کچھ صاف اور چمکتے ڈورے بھی تھے تو میں سمجھ گیا کہ یہ عنقریب اسلام قبول کرلیں گے۔ اسی طرح اہلِ اسلام کی بستیوں کے صاف اور چمکدار ڈوروں میں بعض نیلے ڈورے بھی دکھائی دیتے جو ان کی بدبختی کی علامت ہے۔

ازلی لکھت مؤلف کہتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا بدبختی اور خوش بختی کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے ہوجاتی ہے۔ ایک[۱] آدمی بظاہر اہلِ جنت کے سے عمل کرتا ہے مگر پھر اس پر ازلی لکھت غالب آجاتی ہے تو وہ دوزخیوں کے سے عمل شروع کردیتا ہے۔ دوسرا[۲] ایک آدمی دوزخیوں کے سے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب دوزخ اور اس کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو ازلی لکھت غالب

---

۱ :۔ مشکوٰۃ باب ایمان بالقدر
۲ :۔ مشکوٰۃ باب ایمان بالقدر متفق علیہ۔ راوی ابن مسعود۔

marfat.com

آجاتی ہے اور وہ اہلِ جنت کے سے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

دباغؒ نے فرمایا۔ جو ازلی لکھت کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے وہ اس حدیثؓ قدسی میں اللہ کے فرمان پر غور کرے کہ ـــــ "یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں"

فرمایا۔ ماں کے پیٹ سے بچہ کے نکلتے ہی صاحب کشف کو اس کا اچھا برا انجام معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن کوئی کیا کرے۔ ازلی لکھت ہی تو ہے۔ چنانچہ حضرت دباغؒ نے مختلف بچوں کو مختلف مواقع پر دیکھا۔ اور یوں فرمایا ـــــ (۱) اس زمانہ کے بچے آئندہ زمانے کے بچوں سے زیادہ پرنور، حسین اور ملیح ہیں۔ (۲) ایک بچے سے نام پوچھا۔ اس نے مقداد بتایا۔ فرمایا یہ ولیٔ کبیر ہوگا اور اللہ کو بہت عزیز ہوگا۔ (۳) ایک اور بار ایک بچہ کو دیکھا تو مجھے کہا۔ نورِ ولایت دیکھو۔ اس کے چہرے پر کسقدر حلاوت و ولایت ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔ پھر فرمایا۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ـــــ مؤلف کہتا ہے کہ اب وہ بچہ بڑا ہو کر بہت بڑی شخصیت بن چکا ہے۔ اسے بڑے بڑے مناظر نظر آتے ہیں۔ باعمل ہے۔ حج بھی کر چکا ہے۔ اللہ نے اسے استقامت بخشی ہے اور اس کے چہرے پر ملاحت کی شعاعیں دمکتی ہیں۔

منافق بدترین کافر

میں نے عرض کیا۔ منافقوں کو بدترین کفار کیوں سمجھا گیا ہے اور انہیں جہنم کے بدترین حصے میں کیوں رکھا گیا ؟ حالانکہ وہ بظاہر نماز، روزہ کے پابند اور حج اور جہاد کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ نہ بھی ہو تو کم از کم مومنین کو انہوں نے اذیت تو نہیں دی۔

فرمایا۔ سبحان اللہ ! یاد رکھو کفر و منافقت کی خباثت و شدت کے اثرات دامتدادِ لکھت کے اعتبار سے ہوتے ہیں نہ کہ اعمال کے لحاظ سے ـــــ ہم نے بارہا برزخ سے ایک ظلماتی اور نیلا ستون کفار کے کسی شہر کی طرف جاتے دیکھا اور خیال کیا کہ یہ ان کے حاکم یا کسی سرکش پر گرے گا لیکن ایک ضعیف بھوہڑ پر گرتا جو اپنی دکان پر بیٹھا اپنی چندھی آنکھوں

۱؎ : مشکوٰۃ باب ایمان بالقدر

marfat.com

سے تک رہا ہوتا۔ یہ دیکھ کر میں کلمۂ طیبہ پڑھتا اور اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا۔

صحبت اور جمعیت

فرمایا۔ اگرچہ نیلا ڈورا بد بختی کی علامت ہے۔ مگر اہلِ سعادت کا میل جول اور دوستی ہو تو یہ ڈورا بدریج صاف ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی بعثت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو کلمۂ توحید پر جمع کر کے ایک ملت بناتے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور مدد دیں۔ ظاہر ہے کہ بعض ان میں خوش بخت ہوں گے اور بعض بد بخت۔ چنانچہ ایک دوسرے کی جمعیت میں رہ کر بد بخت بھی سعادتمند ہو جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضورؐ نے جو جماعت کا ساتھ دینے کا حکم فرمایا ہے اور جمعیت کو چھوڑنے سے منع فرمایا ہے اس میں بھی راز اور حکمت ہے۔

بظاہر صالح پیر بباطن بد بخت

ایک بار حضرت اور میں ایک دوسرے کا ہاتھ میں لئے بازار میں جا رہے تھے اور میں علوم کشفیہ پر سوال کرنے میں محو تھا کہ ایک شخص ہمیں ملا جو صالح مشہور تھا اور پیر بنا ہوا تھا۔ اس نے ہم سے ایک بات کہی جو بظاہر تو نصیحت تھی مگر قرائن کچھ اور بتاتے تھے۔ چنانچہ ہم خاموش رہے مگر بعد میں حضرت نے مجھے قسم کھا کر بتایا کہ اس کا ڈورا نیلا ہے یعنی بد بختی لئے ہوئے ہے۔ اور نہ جانے یہ بدلے گا یا نہیں؟

انوارِ اولیاء قبر سے برزخ تک

نیز فرمایا۔ جب آدمی مر جاتا ہے تو روح برزخ میں چلی جاتی ہے اور جب ذات پھولنے اور سڑنے لگتی ہے تو اس کا سرّ ذات سے منقطع ہو جاتا ہے۔ ہاں بعض اولیاء کی روح کے سرّ کا تعلق قبر سے قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے نورِ ایمان کا عمود قبر پر قائم رہتا ہے اور وہاں سے اوپر چڑھتا ہوا برزخ میں روح سے جا ملتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اس ولی کی زندگی میں وہ نور ذات کے ساتھ قائم تھا۔

فرمایا۔ کئی بار میں فاس کے قبرستانوں کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو ان سے انوار سرکنڈوں کی طرح نکلتے ہوئے برزخ تک جاتے دیکھتا ہوں اور یہ انوارِ اولیاء اللہ کے ہیں۔ کئی بار فرمایا یہاں ایک ولیٔ کبیر مدفون ہے۔ یہ دیکھو اسکا

marfat.com

نور برزخ تک چلا گیا۔

حضورؐ کے مقبرہ کی شان

فرمایا۔ حضورؐ کے نورِ ایمان کا عمود بھی حضورؐ کے مقبرہ سے اس قبۂ برزخ تک چلا گیا ہے جہاں حضورؐ کی روح مطہر ہے۔ فرشتے گروہ در گروہ آکر اس نور کے ستون کا طواف کرتے ہیں۔ تبرکاً اسے مس کرتے ہیں اور اس پر اس طرح گرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ پر گرتی ہیں ــــ چنانچہ اگر کوئی فرشتہ سرِ الٰہی یا کسی امر کی برداشت سے عاجز آجاتا ہے یا تھک کر کسی مقام پر رک جاتا ہے تو وہ حضورؐ کے نور کا طواف کر کے قوت اور ہمت حاصل کرتا ہے۔ اور ایک گروہ فارغ نہیں ہوتا کہ دوسرا گروہ آکر طواف میں جلدی کرتا ہے۔

فرمایا۔ جب اللہ نے مجھے فتح عطا کرنی چاہی اور مجھے اپنی رحمت میں لینا چاہا تو میں فنا اس میں تھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ کی قبر میرے سامنے ہے اور حضورؐ کا نور میرے قریب آتا گیا۔ جب قریب آگیا تو حضورؐ اس میں سے نکلے۔ تب مجھے حضرت عبداللہ برناوی نے کہا۔ اے عبدالعزیز! اللہ نے تجھے اپنی رحمت کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور یہ رحمت حضورؐ ہیں۔ اب مجھے اس بات کا ڈر نہیں رہا کہ شیطان تجھ سے کھیل سکے گا۔

برزخ کی شان

فرمایا۔ برزخ کی شان عجیب ہے۔ وہ مومنین کا اسقدر نور لے لیتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نورِ شمس بھی ان مومنین کی ارواح کے نور سے ہے لیکن ستاروں اور چاند کا نور شمس سے لیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ منجمین کا خیال ہے کہ ستارے آٹھویں آسمان میں ہیں۔

فرمایا۔ انہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ نیز فرمایا۔ تمام ستارے دنیا کے آسمان پر ہیں۔ پھر آپ نے ہر آسمان کی کیفیت اور وہاں کے باسیوں اور اشیاء کا ذکر کیا مگر اس لکھنا مناسب نہیں۔

marfat.com

باب ۱۵

جنت

جنت الفردوس حضرت دباغؒ نے فرمایا ۔ جنت الفردوس میں سنی ہوئی اور نہ سنی ہوئی تمام نعمتیں موجود ہیں ۔ اور اسی میں نہریں جاری ہیں ۔ جن کی کیفیت یوں ہے کہ ایک ہی نہر میں پانی ، شہد ، دودھ اور شراب اکٹھے بہہ رہی ہوں گی جیسا کہ قوس قزح میں سات رنگ اکٹھے بھی ہوتے ہیں اور الگ الگ بھی ۔ اور مومن کی خواہش اور طلب کے مطابق اللہ کے حکم سے اسے سیراب کریں گی ۔ لیکن یہ نہریں زمین میں کھدی ہوئی نہ ہوں گی ۔

مؤلف کہتا ہے کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں بھی اسی طرح آیا ہے ۔

(۱) فرمایا ۔ جنت الفردوس میں اکثریت محمدی کی ہوگی اور حضورؐ کی امت سے صرف بیس اہلِ ظلم و کبائر کو اللہ وہاں بسانا پسند نہ کریں گے اور نکال دیئے جائیں گے ۔

(۲) فرمایا ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ جنت الفردوس افضل اور اعلیٰ ترین جنت ہے ۔ مگر ایک جنت اس سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے جہاں انبیاء اور اہلِ مشاہدہ اولیاء ہوں گے ۔ اور جن کے لئے مشاہدۂ الٰہی ہر دوسری نعمت سے زیادہ عزیز ، خوشنما ، میٹھا اور اعلیٰ و افضل ہے ۔

فرمایا ۔ حضورؐ کو اپنی امت سے بہت محبت ہے ۔ آپؐ چاہتے ہیں کہ جنت میں بھی اپنی امت کا دیدار کرتے رہیں اور ان سے رشتہ داروں کی طرح اچھا برتاؤ کرتے رہیں ۔ چنانچہ حضورؐ اہلِ مشاہدہ کی جنتِ عالیہ اور جنت الفردوس کے وسط میں سکونت اختیار کریں گے ۔ یہ بات کسی اور کو حاصل نہیں ۔ چنانچہ حضورؐ تمام امت کو خواہ وہ اہلِ مشاہدہ سے ہوں یا نہ ہوں ۔ سب امتیوں کو اپنا فیض پہنچائیں گے ۔ اللہ

marfat.com

ہمیں حضورؐ کی امت میں اور سنت پر رکھے۔

آٹھ جنتیں میں حضرت سے اس موضوع پر سوال جواب کرتا رہا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

فرمایا۔ جنتیں آٹھ ہیں۔ دارالسلام ۱۔ النعیم ۲۔ الماویٰ ۳۔ دار الخلد ۴۔ جنت عدن ۵۔ جنت الفردوس ۶۔ جنت علیین ۷۔ دار مزید ۸۔

جناتِ عالیہ۔ جنت الفردوس۔ علیین اور دار المزید میں (مؤلف) نے حضرت سے جنت عالیہ کا ذکر مختلف احادیث کے حوالہ سے کیا اور دریافت کیا کہ کیا یہی جنت علیین ہے!۔ جیسا کہ روایت ہے کہ علیین کے باسی دوسرے اہلِ جنت کو اوپر سے جھانکیں گے تو علیین والوں کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہوں گے۔ سیوطی نے جنت عالیہ میں دارالمزید کو گنوایا ہے اور ابویزید بسطامی نے فرمایا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں اگر جنت میں فریاد کریں گے۔

فرمایا۔ جنت علیین جنت الفردوس سے اوپر ہے اور جنت عالیہ دوسری جنت یعنی دار المزید ہے۔ اور اس میں حق سبحانہ کے مشاہدہ کے سوا کوئی نعمت نہیں ہے۔ دوسری جنت والوں کی لذات جسمانی ہوں گی مگر یہاں روحانی لذت ہوگی ____ حضورؐ کے سوا کوئی دوسرا دونوں یعنی جسمانی اور روحانی لذتوں کو جمع کرنے کی طاقت نہ رکھ سکے گا۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے حضورؐ کو اتنی قوت دی اور اس پر قادر کیا کہ آپؐ لذتِ مشاہدہ اور اس کے اسرار کے ساتھ ساتھ جنت کی جسمانی لذتوں کو اکٹھے حاصل کر سکیں گے۔

جنت دار المزید کے ساکنین کی تعداد دیگر جنتوں سے کم ہوگی۔ جنتِ علیین میں لاتعداد نعمتیں ہوں گی اور جنت الفردوس میں نعمتوں کی انواع اس سے بھی زیادہ ہوں گی مگر جنت علیین کی نعمتیں زیادہ لطیف اور دقیق ہوں گی یعنی حسی نہیں بلکہ معنوی ہیں۔ جنت علیین زیادہ بلند اور حلاوت والی ہوگی جہاں حضرت ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ اور دوسرے انبیاء ہوں گے۔

میں (مؤلف) نے عرض کیا کہ ان احادیث کا کیا جواب ہے جن میں جنت الفردوس

کو سب سے اعلیٰ جنت بتایا گیا ہے چنانچہ بخاری میں ہے کہ جب تم دعا مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو کہ وہ جنتِ وسط اور اعلیٰ ہے ـــــ بعض علماء نے وسط سے مراد عمدہ اور جید لیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اسی قسم کی احادیث ہیں۔

فرمایا۔ اگر کوئی ان تینوں جنتوں یعنی فردوس، علیین اور دارطرید کا ایک ہی نام یعنی جنت الفردوس رکھنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ حضورؐ کا قبہ تینوں جنتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہوگا اور جنت الفردوس کے وسط کو اپنے اندر لیئے ہوئے ہوگا اور یوں حضورؐ کی قربت تینوں کے مکینوں کو حاصل ہوگی۔

باقی جنتیں اور ان مکین

مؤلف کہتا ہے کہ اس قول سے تمام احادیث کا اختلاف اٹھ جاتا ہے اور پھر میں نے سوال کیا کہ کیا باقی جنتوں میں بھی نعمتیں ہیں۔؟

فرمایا۔ ہاں! وہاں کے لوگوں کے اعمال کے مطابق لیکن جنت الفردوس امتِ محمدیؐ اور ان لوگوں کے لیئے ہے جنہوں نے بغیر بعثتِ نبی کے اللہ کی طرف سے ہدایت پاکر توحید قائم کی۔ میں نے کہا۔ جیسے قسؔ بن ساعدہ اور زید[2] بن عمرو بن نفیل۔

فرمایا۔ کیا حضورؐ نے ان کے لیئے اس بات کی گواہی دی ہے؟

مؤلف کہتا ہے۔ اُس وقت تو مجھے اس کا جواب یاد نہ آتا۔ مگر بعد میں ابن خلیل سبکی کی منظومتہ القبور کی شرح میں دیکھا کہ اہلِ فترۃ تین قسم کے ہیں اور پھر پہلی قسم میں قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو کے نام گنوا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بصیرت سے توحید کو پالیا اور ان کے لئے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ایک الگ امت کے طور پر اٹھیں گے ـــــ چنانچہ اگلی ملاقات پر میں نے مذکورہ بالا کلام پیش کیا۔

تو فرمایا۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا مگر مجھے ڈر ہوا کہ کہیں لوگ میری طرف سے یہ نقل کرنے نہ لگ جائیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضورؐ نے اہلِ جاہلیت کے بارے میں

لہ۔ قس بن ساعدہ ایادی۔ زمانۂ جاہلیت میں نجران کا پادری اور عربوں کا خطیب تھا۔ (باقی صفحہ آئندہ پر)

marfat.com

جنت میں جانے کی گواہی دی ہے۔ لہٰذا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس بارے میں علماء نے کیا کچھ لکھا ہے۔ سو اللہ کا شکر ہے کہ ان کا کلام اس کے مطابق ہے ـــــ فرمایا۔ یہ اور اس قسم کے لوگ اس لئے جنت الفردوس میں جائیں گے کیونکہ یہ اللہ کی ان پر بہت بڑی عنایت تھی کہ کفار کے درمیان رہ کر اور اپنے ہم جنس ہادی کے بغیر ان کا اللہ پر ایمان تھا اور انہوں نے توحید کو پالیا۔

جنتوں کی ترتیب فرمایا۔ آٹھ جنتوں کی ترتیب ایسی نہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں بلکہ ہر چھ جانب سے یہ آٹھ ہی نظر آتی ہیں اور آخرت کی بات دنیا جیسی نہیں ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ علماء کی کسی تحریر میں جنتوں کی تحقیقی تعداد نہیں دی گئی۔ جیسا کہ سیوطی کی البدور السافرہ میں ہے کہ بعض نے یہ تعداد چار، بعض نے سات اور بعض نے ایک بتائی ہے ـــ بہت سی حدیثوں میں جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ہے۔

جنتوں کی کیفیت میرے پوچھنے پر فرمایا۔ اللہ کی مخلوق اور روئے زمین پر جنت سے مشابہہ کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ہاں البتہ برزخ اور جنت میں کچھ مشابہت ہے مگر برزخ کو بھی لوگوں نے نہیں دیکھا اس لئے اس کی

(بقیہ حاشیہ) حکمت اور مواعظِ حسنہ سے اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیا کرتا تھا۔ حضورؐ نے قبلِ بعثت اسے سوقِ عکاظ میں خطبہ دیتے سنا۔ اس کی لمبی عمر ہوئی اور ۲۳ء میں وفات پائی۔ ابو محمد عبداللہ بن جعفر (متوفی ۳۴۷ھ) نے اس کے حالات ایک کتاب میں لکھے ہیں۔

۵۲ زید بن عمرو قریش میں سے تھے۔ جاہلیت میں بتوں کی پرستش، مردار کھانے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے اور بتوں کے لئے قربانی کرنے وغیرہ کو ترک کر رکھا تھا اور کہا کرتے تھے کہ میں ابراہیمؑ کے خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ اور اسمٰعیل کی اولاد میں سے ایک نبی کی آمد کا منتظر ہوں مگر خیال نہیں کہ انہیں پاسکوں۔ ابن حجر فتح باری میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے عدی بن کعب کو کہا کہ اگر تو نے آنے والے نبی کا زمانہ پایا تو انہیں میرا اسلام عرض کرنا۔ چنانچہ عدی نے سلام پہنچایا اور حضورؐ نے جواب دیا اور فرمایا میں نے اسے جنت میں دامن گھسیٹ کر چلتے دیکھا ہے۔

marfat.com

مثال دینا بھی صحیح نہیں ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ ہم نے حدیثوں میں سنا ہے کہ برزخ سنکھ یا سینگ کی شکل کی مخلوق ہے جو آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے۔

فرمایا۔ ہاں۔ برزخ میں اسفنج یا شہد کے چھتے کی طرح بہت گہرے سوراخ ہوتے ہیں جن میں روحیں رہتی ہیں ـــــ لیکن جنت کا بیان کیسے کیا جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں۔ جنت کے مختلف حصہ ہوں گے اور وہاں کی خوشی اور فرحت لوگوں سے مخفی ہے۔ مگر مختلف حصوں سے یہ مراد نہیں کہ ایک حصے کے لوگ دوسرے سے کم درجہ کے ہیں یا افضل ہیں۔ بلکہ ہر شش جہات میں ہمسائے ہوں گے اور برخلاف دنیا کے جہاں ہم صرف سامنے کی طرف چل سکتے ہیں جنتی شش جہات میں جدھر چاہے گا چل لے گا۔

اسی طرح جنت کی نعمتوں اور میوہ جات کے مشابہہ دنیا میں کچھ بھی نہیں۔ اگر جنتوں کی نعمتوں کے نام ان کی اصلیت اور حقیقت کے مطابق رکھے جائیں تو لوگ نہ سمجھ سکیں۔ اس لئے اللہ نے فضل و کرم کیا کہ اصل حقیقت سے ہٹ کر جنت کی نعمتوں کے نام دنیاوی پھلوں اور باغوں وغیرہ جیسے رکھے جن سے لوگ دنیا میں مانوس ہیں۔ مثلاً جنت کے انگور دنیا کے انگور جیسے نہ ہوں گے اور نہ ہی ایک جنت کا انگور دوسری جنت جیسا ہو گا۔ جنت کے پھل ماہیت اور حجم میں دنیا کے میوہ جات سے مختلف ہوں گے۔ یہاں تک کہ جنت کا انگور جیسا ہوگا۔ جنت کے پھل ماہیت اور حجم میں دنیا کے میوہ جات سے ساتوں آسمانوں اور زمینوں جتنا ہو سکتا ہے اور اس کے نور سے سورج، چاند اور ستاروں کا نور ماند پڑ جائے گا۔

نورِ محمدیؐ

جنت کے دروازے بھی جنت کی تعداد کی آٹھ ہیں۔ یہ دروازے لوگوں کے جنت میں داخلے سے پہلے ہوں گے لیکن داخلے کے بعد معدوم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۴۸ میں فرمایا۔ "جنتی جنت سے نہیں خارج کئے جائیں گے" ـــــ اللہ تعالیٰ نے آٹھ جنتوں اور ہر جنت کے ہر دروازے کے آٹھ فرشتوں کو حضورؐ کے نور سے پیدا کیا ہے اور نور محمدیؐ سے سیراب کیا ہے۔

marfat.com

نورِ ایمان اور توبہ کا دروازہ میں (مؤلف) نے دریافت کیا۔ بعض احادیث کے ظاہری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ توبہ کا دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا ہے۔ مثلاً ابن مسعود کی روایت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ سات بند ہیں۔ مگر ایک دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہے حتیٰ کہ سورج اسی سے طلوع کرے گا۔ تو کیا یہ توبہ کا دروازہ جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے؟

فرمایا۔ نورِ ایمان بھی ایک جنت ہے بلکہ جنت کی نعمتوں کا سبب ہے یا خود جنت اور ہر خیر و سعادت کا سبب ہے۔ اور چونکہ توبہ بھی ایمان کا ایک دروازہ ہے تو یوں توبہ بھی جنت کی نعمتوں کا سبب ہے۔ اور چونکہ توبہ بھی ایمان کا ایک دروازہ ہے تو یوں توبہ بھی جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ توبہ میں داخل ہونے والا اسی طرح ادنیٰ حالت یا گناہوں سے ترقی کر کے نورِ توبہ یا اطاعت کی بلند حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے جس طرح جنت میں لوگ ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف منتقل ہوں گے۔ تو اس طرح بھی توبہ جنت کا ایک دروازہ کہلاتا ہے۔

فرمایا۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے وقت اس دروازہ کے بند ہونے سے مراد دنیا اور دنیا کی مخلوق سے نورِ حق کا اٹھ جانا ہے۔ حدیث میں جو امر اللہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد بھی اسی نورِ حق کا اٹھ جانا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ امر اللہ آئے گا" اور یہ جماعت اہلِ دائرہ اور دائرہ اور اولیاء کی ہے۔ انہی کی بدولت یہ نور روئے زمین پر قائم ہے اور جب اللہ اس نور کو زمین سے اٹھانا چاہے گا تو ان میں سے ایک شخص بھی باقی نہیں رہے گا۔ جب نور اٹھانے والا کوئی نہیں ہوگا تو نور بھی اٹھ جائے گا۔ پھر حضرت دباغ نے ایسے اسرار بیان کئے جن کا بیان کرنا مناسب نہیں۔

جنت کی اصل نورِ محمدی۔ درود میں نے سوال کیا۔ کہ کیا وجہ ہے کہ درود شریف پڑھنے سے جنت میں وسعت پیدا ہوتی ہے مگر تسبیح اور دوسرے اذکار سے ایسا نہیں ہوتا۔؟

فرمایا۔ جنت کی اصل نورِ محمدی ہے۔ چنانچہ جنت اس نور کی اسی طرح مشتاق ہے جس طرح ایک بچہ اپنے باپ کا ہوتا ہے۔ اس طرح جنت حضور کا ذکر سن کر اور

marfat.com

خوش ہو کر اس کی طرف لپکتی ہے اور نورِ محمدیؐ سے سیراب ہوتی ہے۔ جنت کے دروازوں اور اطراف کے فرشتے بھی حضورؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں مشغول رہتے ہیں اور جنت ان کی بھی مشتاق ہو کر تمام جہات میں پھیل جاتی ہے۔

فرمایا۔ اگر اللہ تعالےٰ کا ارادہ جنت کو روک رکھنے کا نہ ہوتا تاکہ حضورؐ پر ایمان بالغیب حاصل ہو تو جنت حضورؐ کی دنیاوی زندگی ہی میں نکل کر سامنے آجاتی ــــ حضورؐ اور امت محمدیؐ کے جنت میں جانے سے جنت خوش ہو کر وسیع ہو جائے گی جبکہ دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں کے لیئے جنت کو انقباض ہو گا اور وہ سکڑ جائے گی اور جب دوسرے انبیاء حضورؐ کی مدد طلب کریں گے تو یہ ان کے لیے بھی وسیع ہو جائے گی۔

درود کی قبولیت

فرمایا۔ علماء کا یہ قول کہ حضورؐ پر صلوٰۃ و درود یقیناً مقبول ہے۔ صرف ان کے لیئے یقینی ہے جن کی ذات نقائص سے پاک، طاہر اور دل صاف ہو۔ مثلاً ریا، غرور اور دوسرے نقائص سے ذات پاک ہو۔ اسی طرح حدیث میں جو فرمایا کہ "جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا" اس کا مطلب یہی ہے کہ جب پاک دل اور پاک ذات یہ کلمہ پڑھے گی تو خالص اللہ کے لیئے پڑھے گی۔

بہر حال صلوٰۃ و درود بھیجنا سب سے افضل عمل ہے، جنت کے اطراف کا بھی ذکر یہی ہے جس کی برکت سے جنت وسیع ہوتی جاتی ہے۔ جب اہلِ جنت پر اللہ تعالےٰ اپنی تجلی ڈالیں گے اور فرشتے اس کا مشاہدہ کریں گے تو وہ تسبیح پڑھنا شروع کر دیں گے مگر تسبیح شروع کرتے ہی جنت وسیع ہونے سے رک جائے گی اور ہر جنتی اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائے گا۔ فرشتوں کی تسبیح سے جنت قطعاً وسیع نہ ہوتی بلکہ یہ درود کی برکت ہے جس سے جنت میں وسعت ہے اور کشادگی ہو گی۔

خوفِ خدا

پھر فرمایا۔ خالص اللہ کے لیئے کلمہ پڑھنے اور عمل کرنے والے کی نظر جب اللہ کی سطوت اور قہر اور اس بات کی طرف جاتی ہے کہ بندے کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اسے جیسے چاہتا ہے

marfat.com

پلٹ دیتا ہے اور اس کے اعمالِ بد کو اس کے لئے مزین کر دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ پہلی حالت سے بہتر حال میں ہے۔ تو اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیئے کہ اللہ کے مکر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کی دنیا و آخرت دونوں خسارہ میں ہوتی ہیں۔

قبولیتِ درود مؤلف کہتا ہے کہ حضرت دباغؒ نے قبولیتِ درود کے متعلق دل اور ذات کی صفائی اور پاکی کی جو شرط لگائی ہے۔ یہی صحیح اور یقینی بات ہے اور علماء کا قول درست نہیں۔

ولیٔ صالح محمد بن[1] یوسف سنوسی سے ایک سائل نے یہی سوال کیا کہ ایک فقیہہ سے اس نے سنا کہ حضورؐ پر درود ہر حالت میں مقبول ہے۔ تو کیا یہ درست ہے؟ ـــــ پھر شیخ سنوسی نے بغیر شرعی دلیل کے دو عقلی احتمال پیش کئے ہیں جو قابلِ قبول نہیں کیونکہ شرع ہی کسی بات کو قبول کرنے کی کسوٹی ہے اور شرعی معاملات میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ عقلی دلائل یہ ہیں۔

(۱) قبولیتِ درود کے متعلق قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ پھر تو درود پڑھنے والے کا خاتمہ بالخیر یقینی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کسی کے خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں البتہ اللہ کا فضل شریکِ حال ہو تو حضورؐ پر درود یقینی طور پر مقبول ہو سکتا ہے۔

(۲) درود کی قطعی مقبولیت کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی مومن حضورؐ کی محبت میں درود بھیجے تو یہ درود یقیناً مقبول ہوگا اور آخرت میں اس سے فائدہ ہوگا خواہ تخفیفِ عذاب کی صورت ہی میں ہو ـــــ پھر قیاس سے حضورؐ کے چچا ابولہب کی مثال دی ہے کہ اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جس نے حضورؐ کی پیدائش کی خبر اسے دی تھی۔ جس کی وجہ سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں کمی آجاتی ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے چچا ابوطالب کو حضورؐ کی پشت پناہی اور امداد کی وجہ سے فائدہ

---

[1] محمد بن یوسف سنوسی تلمسان کے اشعری فقیہہ تھے۔ مصنف۔ عمر ۶۳ سال۔ وفات ۸۵۹ھ - ۱۴۹۰ء

marfat.com

ہوگا چاہے وہ ایمان نہ لائے تھے لیکن آخرت میں انہیں سب سے کم عذاب ہوگا۔ چنانچہ قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابولہب اور ابو طالب کو حضورؐ کی طبعی محبت جو اللہ کی خاطر نہ تھی کی وجہ سے فائدہ ہوتا ہے تو پھر مومن کی محبت سے پڑھے ہوئے درود سے کیوں فائدہ نہ ہوگا۔؟

لیکن ابولہب اور عبدالمطلب سے متعلق یہ عقلی دلائل کتاب وسنت کے ان بیانات سے رد ہو جاتے ہیں جن میں کفار کے اعمال بغیر ایمان کے ضائع ہو جاتے کا ذکر ہے کیونکہ قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے ـــــ اصول کی کتابوں میں ہے کہ قیاس سے عدل نہیں کیا جا سکتا ـــ چنانچہ حافظ سیوطی اپنی کتاب الدرر میں اس حدیث پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ " مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے بعض اعمال کو مقبول پایا اور بعض کو نامقبول بجز مجھ پر درود بھیجنے کے کہ وہ مقبول ہی ہے غیر مقبول نہیں " ـــــ اس حدیث کو مختلف علماء اور مصنفین مثلاً شیخ عبدالرحمن بن علی شیبانی شافعی (متوفی ۹۴۴ھ = ۱۵۳۷ء) ابن حجر، سید نورالدین علی سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) اور ابوسلیمان عبدالرحمن دارانی (متوفی ۲۱۵ھ وغیرہ نے ضعیف حدیث قرار دیا ہے ـــــ امام غزالی نے احیاء میں اسے مرفوع حدیث کے طور پر بیان کیا ہے۔

مگر ہمارے شیخ (ابوالخیر شمس (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کا پتہ نہیں چلا۔ یہ صرف مشہور صحابی ابوالدرداؓ[1] کا قول ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے کوئی دعا مانگو تو پہلے حضورؐ پر درود بھیجو اس لئے کہ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں تو وہ ایک کو تو پورا کر دے اور دوسری کو رد کر دے۔ الخ

پس حضورؐ پر درود پڑھنے کے قطعی مقبول ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ ہاں

---

[1] ابوالدرداؓ۔ عویمر بن زید اصلی نام تھا۔ درداؓ ان کی بیٹی کا نام تھا۔ یہ اپنے کنبہ میں آخری ایمان لانے والے تھے۔ لیکن ان کا اسلام اچھا تھا۔ وفات دمشق ۳۲ھ = ۶۵۲ء

marfat.com

البتہ اس کے مقبول ہونے کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے اور جن اعمال کی قبولیت پر ظن غالب کیا جا سکتا ہے۔ ان میں درود شریف سب سے پہلے آتا ہے۔

اہلِ جنّت کا لباس

فرمایا۔ اہلِ جنت کا لباس فنا ہو گا۔ یہ لباس نوری ہو گا اور گھڑی بھر میں ایک جنتی ستر ہزار لباس کا بوجھ برداشت کر سکے گا۔ نور آئیں گے اور جائیں گے اور جنت میں لا محدود نعمتیں ہوں گی۔ اور ذات ہر نگاہ میں مختلف نعمتوں کا حظ اٹھائیں گی۔ مگر اولیاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہم پہلی نعمت کی طرف دوبارہ دیکھیں گے تو کیا وہ پہلی ہی حالت پر دکھائی دے گی یا نہیں۔

اہلِ جنت کو حزن وغم

ایک مرتبہ ایک عالم کی موجودگی میں حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ جنت میں بعض اہلِ جنت کو حزن وغم اور افسوس بھی لاحق ہو گا۔ جس پر ان عالم نے انکار کیا کہ جنت میں افسوس وحسرت نہ ہو گی۔ اس پر میں نے اس عالم سے کہا کہ میں حضرت دباغؒ کو پانچ سال سے آزما چکا ہوں اور حضرت نے جب بھی کوئی بات کہی ہے تو اس کے حق میں کوئی شرعی نص ضرور پائی ہے اور اِس بات کے متعلق بھی شرعی نص موجود ہے ـــــــ چنانچہ حضرت نے فرمایا۔ یہ فقیہہ صاحب کیوں انکاری ہیں؟ جبکہ اہلِ جنت کی زبانوں سے حمد وثنا کا نور چمکیگا جو اسی قدر ہو گا جس قدر دنیا میں انہیں اپنے رب کی معرفت حاصل تھی۔ جنت میں داخل ہونے پر یہ معرفتِ الٰہی کئی درجہ بڑھ جائے گی اور وہ نادم ہوں گے کہ کاش انہوں نے اللہ تعالےٰ کی بندگی اور خدمت میں کوتاہی کیوں کی؟

جنت میں زانی کی ندامت

فرمایا۔ زانی جب جنت میں جائیں گے تو انہیں بالخصوص ایک اور بات پیش آئے گی کہ جنت میں جب اللہ تعالےٰ انہیں اپنی تجلی دکھائیں گے تو وہ اپنی اس رذیل حالت میں اللہ سے ناواقفیت اور جہالت پر نادم اور شرمسار ہوں گے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو جائیں گے۔ اور پھر جب ہوش میں آئیں گے تو اللہ کی طرف سے ان کو ایسی قوت اور کمالِ معرفت عطا کی جائے گی جس کی کیفیت بیان سے باہر ہے ـــــــ جبکہ جن کو

marfat.com

اللہ نے معصیتِ زنا سے محفوظ رکھا تھا وہ اللہ کی نعمتوں پر مزید شکر ادا کریں گے ۔۔۔
یوں حضرت دباغؒ نے جنت میں حسرت پائے جانے پر استدلال فرمایا۔ اسی موضوع پر احادیث ملاحظہ ہوں۔

احادیث

مؤلف کہتا ہے کہ حافظ سیوطی نے "ترکِ ذکر پر اہل جنت کا حسرت کرنا" کے موضوع پر الگ باب باندھا ہے اور یہ احادیث لکھی ہیں۔
اور طبرانی اور بیہقی نے عمدہ اسناد سے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "اہلِ جنت کو اگر افسوس ہوگا تو صرف اس گھڑی پر جو دنیا میں بغیر ذکر الٰہی کے گزری ہو گی"۔۔۔ احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے ابو ہریرہؓ سے صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "جس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر ہو اور نہ نبیؐ پر درود پڑھا جائے وہ مجلس روزِ قیامت ان لوگوں کے لیے حسرت کا سبب ہوگی اگرچہ وہ اعمال کے ثواب میں جنت میں داخل ہوں گے"۔۔۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "ہر وہ گھڑی جس میں انسان اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ قیامت کے دن حسرت کا سبب بنے گی"۔۔۔
ابو سعیدؓ خدری راوی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا "جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا، آخرت میں نہ پہنے گا"۔۔۔ اللہ حضرت دباغؒ سے راضی ہو۔

مومن اور ولی کا دل رب کیساتھ

حضرت دباغؒ نے فرمایا۔ جنت میں مومن ذہنوں سے نعمتوں کا خیال کریں گے اور ان کے دل میں ذکر جاری ہوگا مگر ولی کے خیالات بھی غیر اللہ سے منقطع ہوں گے۔
یعنی اللہ نے ولی کی عقل میں غیر اللہ کا خیال نہ پیدا کیا ہے اور نہ پیدا کرے گا۔ اسی لئے انہیں ولی کہا جاتا ہے۔
حضرت دباغؒ کا مقصد لوگوں کی اللہ کی طرف رہنمائی کرکے ان کو اللہ پر جمع کرنے کے لئے ان کی ہمت بلند کرنا ہے تاکہ نعمتوں میں مشغول ہوکر وہ انعام دینے والے کو نہ بھول جائیں۔ ضروری ہے کہ مومن بندہ منعم کی ہی طرف دھیان دے۔
اگر اس کی نظر نعمت کی طرف جائے تو اس غرض کے بیئے کہ اللہ سے اس کی محبت پیدا ہو اور مزید مضبوط ہے۔ اور وہ اللہ کی محبت میں ہی گریہ وزاری کرے۔ وہ ہر انعام کو اللہ ہی کی طرف سے دیکھے۔

marfat.com

فرض کیا کہ کوئی نعمت چھین لی جائے تو بھی دل کی توجہ اپنے رب کی طرف لگی رہے اور ولی توحید کے سمندر اور اسرارِ الوہیت میں غرق رہتا ہے۔ چنانچہ جب ولی کو اپنا مولیٰ مل جاتا ہے تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ رب اسے کہاں اور کیسے رکھتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ساتھ صابر اور شاکر رہتا ہے اور اسی میں مست ہوتا ہے۔

marfat.com

باب ۱۶

جہنم

حضرت دباغ نے فرمایا۔ دوزخیوں کو قریب کے درخت اور نہریں دکھائی نہ دیں گی بلکہ سات زمینوں کی مسافت پر نہریں اور پھلدار درخت دکھائی دیں گے۔ وہ دوڑ کر ان کا پھل کھانے جائیں گے تاکہ اپنے عذاب کو دور کر سکیں۔ مگر جب وہ پھل ان کے منہ میں جائے گا تو پہلے سے بھی سخت عذاب ہوگا اور وہ جلن سے نجات حاصل کرنے کی خاطر الٹے پاؤں بھاگیں گے۔

فرمایا۔ جہنم کی آگ دنیا کی آگ اور شعلوں کی طرح نہ ہوگی۔ بلکہ جہنم کی حالت ہمہ تن ظلمت اور اندھیرا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آگ سے بھری ہوئی دنیا کو دبا کر صندوق جتنا بنا دیں تو وہ دبیز سیاہ دھوئیں اور تاریکی سے بھر جائے۔

جہنم میں بچے فرمایا۔ جہنم کی کئی وادیاں ہوں گی۔ ایک جہنمی عورت شدتِ پیاس سے بیٹے کو پیٹھ پر اٹھائے ایک وادی میں جائے گی اور وہاں سے پئے گی تو وہ بچے سمیت جھلس جائے گی۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں یہ نہ پوچھ سکا کہ وہ بچہ دنیا کی اولاد تھا یا جہنم میں بھی سلسلۂ تناسل و ولادت جاری رہے گا۔ اگر دنیا کی اولاد ہوگی تو کفار کی اولاد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ کیونکر جہنم میں جائیں گے۔

مگر حضورؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا —— "اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ بچے زندہ رہتے تو دنیا میں کیا کرتے"۔ امام مالک نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور حضرت جابرؓ بن سمرہ کی حدیث بھی اسی طرح کی ہے جس میں حضورؐ نے خواب میں بعض کافروں کے بچوں کو جنت میں دیکھا۔ اور جس بچہ کے متعلق علمِ الٰہی میں یہ ہوگا کہ اگر وہ بڑا ہوتا تو حضورؐ کی نبوت کا انکار کرتا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اسی

marfat.com

طرح خضرؑ نے جس بچہ کو صغر سنی میں قتل کیا تھا بڑا ہو کر اس نے کفر وغیرہ اختیار کرنا تھا اور کفر اس کی سرشت میں لکھا جا چکا تھا۔ اور حکم الٰہی کے تحت بچے کو دیوار پر دے مارا۔

میرے (مؤلف) کے دریافت کرنے پر فرمایا۔ حدیث کی بات صحیح ہے یعنی کہ بہت سے کم سنی میں مرنے والے بچوں کا شمار قیامت کے دن حافظوں میں ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ اگر یہ بچہ زندہ رہتا تو حافظِ قرآن بنتا۔ اسی طرح کم عمری میں مرنے والے کئی بچوں کا نام علماء اور اولیاء کے زمرہ میں لکھا جائے گا۔

حکایت:۔ مؤلف کہتا ہے کہ ہمارا ایک ساتھی تین دن کی مسافت طے کر کے دلیٔ صالح ابوالعیزیؒ کے پاس قرآن مجید کی ساتوں قرائتیں سیکھنے کی نیت سے گیا اور اس کی درخواست کی۔ پھر وہیں خواب میں دیکھا کہ ابوالعیزیؒ اسے ساتوں قرأتوں کی دیگر علماء سے بھی تصدیق شدہ سند یا ڈگری دے رہے ہیں۔ یہ طالب علم زیارت کر کے واپس گھر آیا اور بیمار ہو کر مر گیا اور اسے قرائتیں سیکھنے کا موقع نہ مل سکا — اس کے باپ نے مجھ سے اس کے خواب کی تعبیر پوچھی تو میں نے کہا کہ وہ قیامت کے دن سات قرأتوں کے حافظوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ یہ سن کر اس کا باپ بہت خوش ہوا اور اس کا غم جاتا رہا۔

کافروں کی اولاد کے بارے میں محدثین اور علماء کی آرا کے لیئے حافظ ابن حجر کی کتاب الجنائز اور حافظ سیوطی کی کتاب البدور السافرہ ملاحظہ ہوں۔

کیفیتِ دوزخ فرمایا۔ دوزخ کے پاس سے گزرنے والا مومن ہو یا کافر وہ دوزخ کے داروغہ یا مالک کو دیکھ سکے گا۔ فرق یہ ہوگا کہ مومن کو علم ہوگا کہ وہ مومنین کے سِرِّ ایمان سے پیدا کیا گیا ہے اور اس سے نہیں ڈرے گا۔ جبکہ کافر اس کے رعب سے ہی مرے گا۔

ادنیٰ ترین کافر کے لیئے بھی جہنم دس دنیاؤں سے بھی زیادہ وسیع ہوگی لیکن اس وسعت کے باوجود وہ ظاہری اور باطنی عذاب کی وجہ سے تنگی میں ہوگا جہنم کی آگ سے وہ ایسے تڑپے گا جیسے ذبح شدہ مرغی۔ عذاب کی وجہ سے چیخ و پکار اور فریادوں کو اگر کوئی مومن سنیگا تو اس کے حواس بھی معطل ہو جائیں گے۔

marfat.com

جہنم میں بھی خالص آگ کے مکانات، محلات، دروازے، درخت، باغات اور وادیاں ہوں گی۔

اعمالِ بد، توبہ اور جہنم و جنت فرمایا۔ دنیا میں کوئی انسان اعمالِ بد کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم میں محل بنا دیئے جاتے ہیں۔ مگر جب ان اعمال سے دلی توبہ کرتا ہے اور اللہ اسے قبول کرلیتا ہے تو یہ جہنم کے محل مٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کے عوض جنت میں محل بنا دیئے جاتے ہیں۔

حکایت:۔ اس ضمن میں حضرت دباغؒ نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک مومن حاملہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ غوثِ زمان ہونے والا تھا۔ پڑوس میں شادی پر تفریح کے طور پر چلی گئی۔ وہاں کسی عورت نے دلہن کا کوئی قیمتی کپڑا چرا لیا اور تہمت اس مومن حاملہ پر لگا دی جس کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ اب اس مومنہ کا برا حال تھا۔ اور اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اس کے غیرت مند سید زادہ خاوند کو جب خبر ہوگی کہ میں گھر سے باہر نکلی ہوں اور میری طرف چوری منسوب کی گئی ہے تو میری شامت آئے گی اس کو اس قدر خوف لاحق ہوا کہ حمل گرنے کی علامات بھی ظاہر ہوئیں۔ مگر اللہ نے خیریت کر دی۔ وہ گھر آگئی۔ وقت پر بچہ پیدا ہوا۔ اور بعد میں بچہ کے ماں باپ مر گئے۔

یہ بچہ بڑا ہوا۔ اس نے شادی کا ارادہ کیا مگر ناداری تھی تو اسی چور اور تہمت لگانے والی عورت نے مہر کی رقم ادا کرکے شادی کو ممکن بنایا ـــــ قصہ کوتاہ یہ کہ الزام لگانے والی اس عورت کے لیئے جہنم میں محل تعمیر کر دیئے گئے تھے۔ اور نیکی کرنے پر اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے نیکی کو قبول کر لیا اور وہ جہنم کے محل معدوم کر دیئے۔ پاک ہے وہ اللہ جس کی یہ تمام حکومت ہے۔

بلا ارادہ اعمال پھر فرمایا۔ بندہ کی ہر چھوٹی بڑی حرکت اس کی جزا، خیر یا شر کا باعث بنتی ہے اور اس کی بنیاد پر اس کے لئے جنت یا جہنم میں ایک محل بن جاتا ہے۔ یہ قصد و ارادہ سے کئے ہوئے اور شرعی افعال کا حال ہے۔

لیکن بلا قصد و ارادہ مثلاً خوابیدہ انسان کے اعمال کے محلوں کی تعمیر کی نوعیت

marfat.com

اس بات پر منحصر ہے کہ بلا ارادہ ایسا بندہ کیسا ایمان رکھتا ہے یعنی کافر اور سرکش ہے تو اس کے بلا ارادہ برے افعال بھی اس کے لئے عذاب اور دوزخ میں محل بننے کا سبب بنیں گے اور اگر مومن ہے اور حضورؐ سے محبت میسر ہے تو اس کے لئے جنت میں محل بنیں گے خواہ اس کے افعال قصداً ہوں یا بلا ارادہ ہوں۔

کفار کے تمام افعال معاصی

مؤلف کہتا ہے۔ کہ علماء میں مدت سے اس بھاری مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کفار کے مباح افعال مثلاً کھانا پینا وغیرہ ان کے لئے مباح ہیں یا نہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ کفار کے لئے کوئی چیز بھی مباح نہیں کیونکہ مباح ہونا حضورؐ کی طرف سے شرعی حکم ہے اور حضورؐ کی شرع سے دوسری شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور کفار حضورؐ پر ایمان بھی نہیں لائے اور وہ کہتے ہیں کہ کفار حضورؐ کی شرع میں داخل ہی نہیں ہوئے لہٰذا وہ شرعی اباحت میں بھی داخل نہیں ہو سکتے۔ محققین مثلاً تقی الدین سبکی[له] اور ہمارا بھی یہی خیال ہے لہٰذا کفار کے تمام اعمال معاصی اور گناہ ٹھہرے۔ اور حضرت دباغؒ نے بھی یہی فرمایا۔

اعمال اور جنت و جہنم

فرمایا۔ بندوں کے اعمال کا جنت اور جہنم کی نعمتوں اور کلفتوں سے گہرا ربط ہے۔ اس ضمن میں یہ حکایات ملاحظہ ہوں:۔

(۱):۔ فرمایا۔ ایک ولی نے ایک مومن کے محل کو جنت میں دیکھا کہ اس میں نعمتیں بڑھ رہی ہیں۔ پھر اس مومن کی طرف نگاہ کی تو وہ اپنی دکان پر بیٹھا کپڑے بیچ رہا ہے اور اس کی طبیعت میں حرکت پیدا ہوئی۔ وہ گھبرا کر اٹھا۔ دکان بند کی۔ گھر پہنچا اور گھر والوں کو کہا کہ ہمارے پڑوسیوں کے پاس کھانے کو نہیں ان کے لئے کھانا تیار کرو۔ پڑوس میں ایک محتاج عورت رہتی تھی جس کی بیٹیاں رہتی تھیں۔ ماں نے بیٹیوں

له علامہ حافظ تقی الدین علی سبکی شافعی۔ صاحب تصنیفِ کثیرہ ذہبی کے استاد۔ فاضل ذکی اور تیز حافظ تھا۔ شافعی فقہ کی کتاب نووی کی منہاج کی شرح بھی لکھی۔ مگر مکمل نہ کر سکے۔ وفات پا گئے اور ان کے بیٹے بہاؤ الدین احمد نے مکمل کی۔ پیدائش ۶۸۳ھ = ۱۲۸۴ء۔ وفات ۷۵۶ھ = ۱۳۵۵ء

marfat.com

کو کہا کہ محنت سے سوت کاتو تاکہ سویرے بازار جاکر بیچیں اور وہ سب بھوکی تھیں ——
بہر حال اس مومن نے بیوی سے کھانا تیار کروایا اور اٹھا کر پڑوس میں دے آیا۔ لڑکیوں نے کھانا کھایا۔ خوش ہوئیں اور صدقے کی قبولیت کی دعا اللہ سے کی۔ اس ولی نے پھر جنت پر نظر ڈالی تو وہ رس بھری انگور کی نعمت بڑھ چکی تھی اور اس مومن کو اس کا کوئی علم نہ تھا —— یوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ثواب کے لیئے حرکت میں لے آتا ہے۔ جو آخرت میں حاصل ہوگا۔

(۲) ایک ظالم شخص کی سرکشی حد سے بڑھ چکی تھی۔ لوگ اسے برا سمجھتے تھے اور اس سے بیزار تھے۔ میں نے حضرت سے اس کے لئے بد دعا کرنے کو کہا —— فرمایا۔ جتنے محل اس کے لئے جہنم میں بننے والے ہیں وہ ابھی تک مکمل نہیں ہو چکے۔ ابھی بہت سے محل بننے باقی ہیں۔ جب تک مکمل نہ ہوں گے۔ یہ شخص نہ مرے گا۔ حضرت دباغ تو وفات پا چکے ہیں۔ مگر یہ ابھی زندہ ہے۔ اللہ سے ہم سلامتی چاہتے ہیں۔

(۳) میں نے حضرت سے ایک ظالم و سرکش کے متعلق پوچھا جسے اپنے منصب سے معزول کر دیا گیا تھا اور لوگوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی تھی —— فرمایا۔ واہ میاں! ابھی اس کا نصاب کہاں پورا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے اپنے منصب پر بحال کر دیا گیا اور پہلے کی طرح ظلم کرنا شروع کر دیا اور آج رمضان ۱۱۳۶ھ کی آخری تاریخ ہے مگر وہ ابھی زندہ ہے۔

کافر اور مومن کے حیوانات

فرمایا۔ حیوانات کی ارواح جنہیں نہ ثواب ہوگا اور نہ عذاب۔ ان میں سے بعض جہنم میں اہلِ جہنم کے لیے عذاب کا باعث بنیں گے اور بعض جنت میں جنتیوں کے لئے باعثِ نعمت ثابت ہوں گے۔ کتوں اور درندوں وغیرہ جن کو برا سمجھا جاتا ہے اگر یہ دنیا میں کافروں کے ساتھ رہتے ہوں گے تو جہنم میں جائیں گے ورنہ نہیں۔

قربانی

ایک بار بڑی عید کے دن فرمایا۔ کہ آج قربانی کے جانوروں کی روح قبض کرتے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ذبح ہونے والے جانور کی روح کو یا جنت لے جاتے ہیں یا دوزخ۔ اور یہ قربانی کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے۔
اگر وہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ذبح کرتا ہے تو یہی جانور جنت کی دوسری نعمتوں

marfat.com

کی طرح اس کے لئے ایک نعمت بن کر پیش ہوگا اور اگر ذبح کرنے والے کی نیت تفاخر اور دکھاوا ہو تو یہ فاسد اور غیر اللہ کے لئے کیا ہوا بظاہر اچھا عمل عذاب اور آگ بن کر سامنے آئے گا۔

فرمایا۔ یہ بات لوگوں کو کہدو کہ ان کو اطلاع ہو جائے چنانچہ میں نے کچھ لوگوں سے اس کا ذکر کر دیا۔ اللہ ہم سب کو نیک نیت بننے کی توفیق دے۔

جہنم میں جنات اور قاتل

فرمایا۔ جہنم میں جنات کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ ان کی تو طبع اور سرشت ہی آگ ہے اور اس سے انہیں کوئی دکھ نہ ہوگا۔ انہیں تو زمہریر اور سردی سے عذاب دیا جائے گا کہ دنیا میں بھی جنات سردی سے ڈرتے ہیں۔ جن اور شیاطین ٹھنڈی ہوا اور پانی سے ڈرتے ہیں۔ اگر انہیں پانی میں ڈال جائے تو وہ اس طرح فنا ہو جائیں گے جیسے ہم آگ میں۔ جنات کا جسم بھی آگ اور دھوئیں کا مرکب ہوتا ہے ——— پس جہنم میں دو طرح کے عذاب ہوں گے۔ گرم آگ کا عذاب بنی آدم کے لئے اور ٹھنڈی آگ کا عذاب جنات، شیاطین اور بنی آدم کے قاتلوں اور بعض دوسرے نافرمانوں کے لیے بنی آدم کے لئے سرد عذاب کی حکمت بیان فرمانے لگے تو کسی نے آکر قطع کلام کر دیا اور بات وہیں رہ گئی۔

اللہ سے تعلق

فرمایا۔ جانتے ہو قیامت کے دن سخت عذاب کسے ہوگا؟ ——— اسے جسے اللہ نے کامل جسم، عقل اور صحت عطا کی ہو۔ ہر قسم کے اسباب رزق اور عیش و آرام مہیا کئے ہوں۔ اور پھر اسے دلوں تک اپنے رب اور مالک کا خیال تک نہ آئے اور وہ اپنی لذتوں اور نعمتوں میں مست ہو۔ چنانچہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے رب سے تعلق جوڑے رکھے۔ گناہ بھی کرے تو اپنے رب کی یاد برقرار رکھے۔ ایسے میں پوری معافی نہ بھی ہو تو مالک اپنے فضل و کرم سے ناراضگی اور عذاب کم کرنے کا مجاز ہے۔

یہ آخری الفاظ ہیں جو فقیہہ اور علامہ شیخ احمد بن مبارک نے اپنے شیخ اور غوث زمان حضرت عبدالعزیز بن مولانا مسعود دباغ ادریسی حسینی سے سن کر لکھے ——— وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہٖ و صحبہٖ وسلم و حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

marfat.com

خزینۂ معارف

اُمّی ولی حضرت دبّاغ کے ملفوظات
کشف و کرامات پر مشہور عربی کتاب

اَلاِبرِیز

کا عالمانہ انداز سے اردو ترجمہ
عربی ادب کے فاضل محقق

ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے پی ایچ ڈی
نے
خزینۂ معارف کے نام سے کیا ہے
سالکان راہ معرفت اُمّی ولی
کے
مطالعہ کے بعد "خزینۂ معارف"
کا مطالعہ بھی فرمائیں

marfat.com